

خطباتِ مدینہ منورہ ۱۴۲۲ھ



# خطباتِ حرمین

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

خطباتِ جمعہ اور درس مساجد کے لیے رہنما کتاب

## لأصحاب الفضيلة

- فضيلة الشيخ ذاكتر على بن عبد الرحمن الحذيفي
- فضيلة الشيخ ذاكتر حسين بن عبد العزيز آل شيخ
- فضيلة الشيخ صلاح بن محمد البدير
- فضيلة الشيخ ذاكتر عبد الباري الثبيتي
- فضيلة الشيخ ذاكتر عبد المحسن القاسم

ترجمہ و تفسیر

فضيلة شيخ مولانا محمد منير قرظي

تحقيق و ترميم

حافظ شامس

فاضل مدينة يونس



مکتبہ کتاب و سنت  
ریحانِ حرمین - دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

### ☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

[kitabosunnat@gmail.com](mailto:kitabosunnat@gmail.com)

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

خطبات مدینہ منورہ ۱۴۲۴ھ

خطبات جمعہ اور درس مساجد کے لیے راہنما کتاب  
سال بھر کی ترتیب کے ساتھ

# خطبات حرمین

الطبعة الأخيرة

فضيلة الشيخ ذاكتر على بن عبد الرحمن الحذيفي  
فضيلة الشيخ ذاكتر حسين بن عبد العزيز آل شيخ  
فضيلة الشيخ صلاح بن محمد البديري  
فضيلة الشيخ ذاكتر عبد الباري الثبيتي  
فضيلة الشيخ ذاكتر عبد المحسن القاسم

www.KitaboSunnat.com

چھپن و تھریج  
حافظ شاہ محمد  
فاضل مدینہ منورہ یونیورسٹی

ترجمہ و تھریج  
فیضان الشیخ محمد منیر قرظی

ناشر

اہل السنن والجمہور  
سیالکوٹ روڈ چکوجرانوالہ

مکتبہ کتاب و سنت  
ریگان چیمبر، ذبک

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

# خطباتِ حرمین

تحقیق و تصحیح  
حافظ شامچند  
فاضل مدینہ منورہ

ترجمہ و تفسیر  
فیضانِ شاہ محمد منیر قرظی

کمپوزنگ: عدنان قمر سہیل اللہ

سیٹنگ: ابوسفیان عزیز

تعداد: 1100

فروری 2014ء

امیر القریٰ پبلیشرز

ریسٹروٹ، گوجرانوالہ فون: 055-3823990 / 0321-6466422

hasanshahid85@hotmail.com

مکتبہ کتاب و سنت ریحان چیمہ۔ ڈسکہ۔ ضلع سیالکوٹ

## فہرست

- 29..... پیش لفظ: ❀
- 31..... سوانح ائمہ و خطبائے حرم مدینہ منورہ: ❀
- 37..... خطبہ مسنونہ: ❀

### خطبات ماہِ محرم

- 41..... پہلا خطبہ: مشکلات پر صبر اور اس کی فضیلت ❀
- 41..... آزمائشوں کا مقصد: ❀
- 43..... صبر کا مظاہرہ: ❀
- 44..... آزمائش کا فائدہ: ❀
- 47..... مشکل کشا کون؟ ❀
- 48..... نجات کا راستہ: ❀
- 49..... رزق میں فراوانی کا راستہ: ❀
- 52..... دوسرا خطبہ: ہجرت مصطفیٰ ﷺ... دروس اور نصیحتیں ❀
- 52..... ذمے داری کا تقاضا: ❀
- 53..... زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی حالت: ❀
- 53..... شہادتین کا مفہوم اور ان کا تقاضا: ❀
- 55..... کلمہ توحید کا مدلول: ❀
- 56..... مخاطبین کی تین اقسام: ❀
- 57..... ہجرت کا حکم: ❀

- 58..... ❀ کفار کے ناپاک ارادے:
- 60..... ❀ ہجرت کے فوائد:
- 62..... ❀ گناہوں سے ہجرت:
- 64..... ❀ ہجرت مدینہ کے دروس:
- 66..... ❀ **تیسرا خطبہ: موت اور اس کی نصیحتیں**
- 66..... ❀ موت کا ذائقہ:
- 67..... ❀ موت کی حقیقت:
- 68..... ❀ موت ایک حقیقت ہے:
- 70..... ❀ موت کی یاد:
- 71..... ❀ ذکرِ موت کے ثمرات:
- 71..... ❀ جنت کو ترجیح دیں:
- 72..... ❀ قیامت کے دن دو گروہ:
- 73..... ❀ دنیا میں واپسی کی خواہش:
- 74..... ❀ آخری کلمہ:
- 75..... ❀ میت کے حسنِ اعمال کا تذکرہ:
- 77..... ❀ **چوتھا خطبہ: جھوٹی گواہی اور اس کے نقصانات**
- 77..... ❀ عدل و انصاف کی اہمیت:
- 78..... ❀ سچی گواہی کی اہمیت:
- 79..... ❀ گواہی چھپانا:
- 80..... ❀ گواہی کے ضابطے:
- 81..... ❀ جھوٹی گواہی کا انجام:
- 83..... ❀ گواہی کا بندوبست:

## خطباتِ ماہِ صفر

- 87..... پہلا خطبہ: توحیدِ خالص ❁
- 87..... علاماتِ توحید: ❁
- 89..... قدرتِ الہی کے دلائل: ❁
- 91..... اللہ تعالیٰ کا حق: ❁
- 91..... شرک کا انجام: ❁
- 93..... غیر اللہ کی قسم کھانا: ❁
- 105..... دوسرا خطبہ: ذکرِ الہی ❁
- 105..... ذکر کی ترغیب: ❁
- 106..... ذکرِ الہی کی اقسام: ❁
- 106..... افضل ترین ذکر: ❁
- 107..... تلاوتِ قرآن کی اہمیت و فضیلت: ❁
- 108..... اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کلمات: ❁
- 109..... درود و سلام بھی ذکر میں شامل ہے: ❁
- 109..... ذکرِ الہی جہاد سے افضل ہے: ❁
- 109..... جامع اذکار: ❁
- 111..... کثرتِ ذکر: ❁
- 112..... ذکرِ الہی کے فضائل و برکات: ❁
- 114..... تیسرا خطبہ: حقیقی مردانگی ❁
- 115..... سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی دعائیں: ❁
- 116..... سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مردانگی: ❁
- 117..... مردانگی کا معیار: ❁
- 122..... نونہال ہیروز: ❁

- 122..... ❁ نھے نے ”مرد“:.....
- 124..... ❁ مسلمانوں کی ذمہ داری:.....
- 125..... ❁ چوتھا خطبہ: کفار کی صفات اور ان کا انجام.....
- 125..... ❁ کفار کی عادات و اطوار:.....
- 134..... ❁ مشابہت کی قباحتیں:.....

### خطبات ماہ ربیع الاول

- 139..... ❁ پہلا خطبہ: حرص اور ہوس.....
- 140..... ❁ سابقہ امتوں کا حال:.....
- 142..... ❁ حرص دہوا کا دیو:.....
- 146..... ❁ بدعات:.....
- 148..... ❁ توبہ:.....
- 148..... ❁ بدعات کا انجام:.....
- 153..... ❁ دوسرا خطبہ: اخلاقِ حسنة.....
- 153..... ❁ اخلاقِ حسنة کی اہمیت:.....
- 154..... ❁ اخلاقِ حسنة کیا ہیں؟.....
- 155..... ❁ مومن اور کافر کے اخلاق کا فرق:.....
- 155..... ❁ حسنِ اخلاق... قرآن کی نظر میں:.....
- 157..... ❁ حسنِ اخلاق... احادیث کی روشنی میں:.....
- 159..... ❁ مقام صحابہ رضی اللہ عنہم:.....
- 160..... ❁ اخلاقِ نبویہ:.....
- 164..... ❁ تیسرا خطبہ: سیر و تفریح، اہمیت و ضرورت اور قواعد و ضوابط.....
- 164..... ❁ منجِ اسلام کی وسعتیں:.....



- 166..... سیر و تفریح کی ضرورت و اہمیت: ❀
- 166..... شرعی قواعد و ضوابط: ❀
- 167..... لمحہ فکریہ: ❀
- 168..... نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفریح کے بعض نمونے: ❀
- 169..... فائدہ مند تفریح: ❀
- 169..... پاکیزہ نمونے: ❀
- 170..... اسوۂ حسنہ: ❀
- 172..... مسئلہ فراغت: ❀
- 173..... ماہرین کی گواہی: ❀
- 173..... فراغت کو ختم کرنے کے مفید ذرائع: ❀
- 175..... چوتھا خطبہ: قرض ❀
- 175..... حقوق العباد: ❀
- 176..... حقوق ادا کرنے کی تاکید: ❀
- 177..... حقوق کے ادا نہ کرنے پر وعید شدید: ❀
- 180..... قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا: ❀
- 180..... برادرانِ اسلام! ❀
- 182..... بہتر طریقے سے قرض ادا کرنا: ❀
- 182..... مقروض کو مہلت دینا: ❀
- 184..... مزدور کی اجرت: ❀

### خطبات ماہِ ربیع الثانی

- 189..... پہلا خطبہ: غزوہٴ اُحد... دروس اور عبرتیں ❀
- 198..... دوسرا خطبہ: گانے بجانے کی شرعی حیثیت ❀
- 198..... گانے بجانے کی مذمت، حدیثِ شریف میں: ❀

- 200..... گانے بجانے کی مذمت، قرآن کریم میں: ❀
- 204..... لمحہ فکریہ: ❀
- 205..... جواز کی ایک مشروط شکل: ❀
- 206..... حد سے تجاوز: ❀
- 207..... تیسرا خطبہ: اسلامی نظامِ خاندان ❀
- 208..... خاندانی استقامت کے اسباب: ❀
- 210..... بچوں کے انحراف کا اصل سبب: ❀
- 210..... مسلم خاندان کی ذمہ داریاں: ❀
- 212..... لمحہ فکریہ: ❀
- 213..... اسلامی نظامِ خاندان کا عطیہ: ❀
- 213..... بیرونی حملے: ❀
- 214..... گھر کی کشتی اور مرد ناخدا: ❀
- 215..... مرد و عورت میں فطرتی فرق: ❀
- 215..... قوامیت و سربراہی: ❀
- 217..... چوتھا خطبہ: عفت و پاک دائمی کی برکات اور زنا کے خطرات ❀
- 217..... عفت اور پاک دائمی: ❀
- 219..... نظامِ عفت کی برکات: ❀
- 219..... ترکِ نظامِ عفت کے نتائج: ❀
- 220..... اسلامی نظامِ عفت و پاک دائمی: ❀
- 220..... نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت: ❀
- 222..... زنا کی قباحت: ❀
- 227..... پانچواں خطبہ: تہذیبِ نفس اور دعوتِ محاسبہ ❀
- 227..... دلوں کی آباد کاری: ❀

- 227..... نفسِ امارہ کا کام: ﴿﴾
- 227..... زندگی موسمِ عمل ہے: ﴿﴾
- 228..... ہر وقت اللہ کی نظر میں: ﴿﴾
- 229..... تعلقات: ﴿﴾
- 229..... محاسبہٴ نفس: ﴿﴾
- 230..... فریبِ صحت و شباب: ﴿﴾
- 230..... وقت ایک غنیمت ہے: ﴿﴾
- 231..... واقعہٴ حضراتِ یعقوب و یوسف علیہم السلام: ﴿﴾
- 231..... واقعہٴ حضرت سلیمان علیہ السلام: ﴿﴾
- 232..... امید ورجا اور خوف و خشیت: ﴿﴾
- 232..... قبولیتِ دعا میں تاخیر کے اسباب: ﴿﴾
- 233..... ذکرِ موت اور فکرِ آخرت: ﴿﴾
- 233..... غافل انسان: ﴿﴾

### خطبات جمادی الاولیٰ

- 237..... پہلا خطبہ: زیارت و ملاقات کی اقسام اور اس کے آداب ﴿﴾
- 237..... زیارت و ملاقات کے فوائد: ﴿﴾
- 238..... اسوۂ حسنہ: ﴿﴾
- 238..... اقسامِ زیارت: ﴿﴾
- 239..... والدین کی زیارت: ﴿﴾
- 240..... قربتِ داروں کی زیارت: ﴿﴾
- 241..... پڑوسیوں کی زیارت: ﴿﴾
- 241..... بیماروں کی مزاج پرسی اور زیارت: ﴿﴾

- 242..... ❁ تعزیت کے لیے ملاقات:
- 242..... ❁ یتیموں کی زیارت:
- 243..... ❁ اہل علم و تقویٰ کی زیارت:
- 243..... ❁ عام مسلمان بھائیوں کی زیارت و ملاقات:
- 245..... ❁ آدابِ زیارت و ملاقات:
- 245..... ❁ 1- مناسب دن اور وقت:
- 246..... ❁ 2- فضول ملاقاتیں:
- 246..... ❁ 3- اجازت طلب کرنا:
- 247..... ❁ 4- آہستہ دستک:
- 247..... ❁ 5- دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہونا:
- 247..... ❁ 6- تین مرتبہ اجازت طلب کرنا:
- 248..... ❁ اخلاقِ اسلامیہ:
- 248..... ❁ مستحب زیارتیں:
- 249..... ❁ زیارتِ قبور کے لیے رختِ سفر باندھنا؟
- 251..... ❁ دوسرا خطبہ: مغربی تہذیب و تمدن کا فتنہ
- 251..... ❁ تہذیبِ مغرب کی یلغار:
- 253..... ❁ اہل مغرب کے ارادے:
- 256..... ❁ ایک طوفانِ بدتمیزی:
- 256..... ❁ حجاب اور مسلمان خاتون:
- 257..... ❁ بچاؤ کا راستہ:
- 258..... ❁ ہمارے اپنے... مگر تہذیبِ مغرب کے ایجنٹ!:
- 259..... ❁ ہماری ذمے داریاں:
- 263..... ❁ تیسرا خطبہ: شیطانی مکر و فریب اور اس سے نجات کی راہیں

- 263 ..... اہل جنت: ❁
- 264 ..... اہل جہنم: ❁
- 264 ..... جہنم کی طرف بلانے والے: ❁
- 268 ..... شیطان سے نجات کی راہیں: ❁
- 273 ..... دعوتِ فکر: ❁
- 273 ..... دعوتِ بدعت: ❁
- 273 ..... دعوتِ معصیت: ❁
- 274 ..... دعوتِ مباح: ❁
- 275 ..... چوتھا خطبہ: نعمتِ امن و امان ❁
- 276 ..... امن و امان کے لیے اسلام کے اقدامات: ❁
- 277 ..... سعودی عرب اور امن و امان: ❁
- 279 ..... شکرِ نعمت... از دیا و نعمت کا باعث ہے: ❁

### خطبات ماہِ جمادی الاخریٰ

- 283 ..... پہلا خطبہ: غیبت اور چغلی ❁
- 283 ..... اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو: ❁
- 283 ..... غیبت اور چغلی کے دنیا میں برے اثرات: ❁
- 284 ..... آخرت میں دخولِ نار کا سبب: ❁
- 284 ..... غیبت کیا ہے؟ ❁
- 285 ..... حفاظتِ زبان کا حکم اور عدمِ حفاظت کا انجام: ❁
- 289 ..... غیبت کے نقصانات: ❁
- 291 ..... چغلی کیا ہے؟ ❁
- 291 ..... جواز کی چند شکلیں: ❁
- 293 ..... دوسرا خطبہ: تعلیم و تربیت کے اسلامی اہداف ❁

- 293..... حصولِ علم ایک فریضہ ہے: ❀
- 294..... تعلیم کے اغراض و مقاصد: ❀
- 294..... علم کے فوائد و ثمرات: ❀
- 296..... معلمین اور مدرسین کی ذمے داریاں: ❀
- 297..... دشمنانِ دین کے منصوبے: ❀
- 298..... ہماری ذمے داری: ❀
- 298..... تعلیمِ قرآن و حدیث: ❀
- 300..... تیسرا خطبہ: چھٹیاں (حکمتیں اور نصیحتیں) ❀
- 300..... درس و عبرتیں: ❀
- 301..... زندگی کا اختتام: ❀
- 302..... فضیلتِ علم و علما: ❀
- 303..... باعثِ حسرت و ندامت: ❀
- 303..... باعثِ شرم و عار: ❀
- 304..... اپنے گناہوں کا اشتہار دینے والے: ❀
- 305..... محاسبہٴ نفس اور توبہ: ❀
- 306..... علم اور خلوصِ نیت و امانت داری: ❀
- 307..... والدین اور مدرسین کی ذمے داریاں: ❀
- 308..... چوتھا خطبہ: امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ: (سوانحی خاکہ اور حسینِ نملہؑ کی اعمال کی ایک جھلک) ❀
- 308..... علمائے کرام کے بارے میں گفتگو: ❀
- 308..... امام دارالہجرۃ: ❀
- 309..... والدہ کی تربیت: ❀
- 309..... ماؤں کی ذمے داریاں: ❀
- 310..... دورِ حاضر اور اسلوبِ تعلیم: ❀

- 311..... تعلیم و تربیت اور ماحول: ❀
- 311..... منصبِ اقا پر رونق افروزی: ❀
- 312..... منجِ دلیل و حجت: ❀
- 312..... جامد اور اندھی تقلید: ❀
- 313..... ہر شخصِ خادمِ دین ہے: ❀
- 313..... امام مالک رضی اللہ عنہ اور ایک عبادت گزار کے مابین مکالمہ: ❀
- 314..... امام مالک رضی اللہ عنہ اور فتویٰ دینے میں احتیاط: ❀
- 316..... دورِ حاضر اور فتویٰ بازی: ❀
- 317..... اجتہاد و رائے: ❀
- 317..... امام مالک رضی اللہ عنہ اور وعظ و نصیحت: ❀
- 318..... وفاتِ امام مالک رضی اللہ عنہ: ❀
- 318..... عیوب کی پردہ پوشی: ❀

### خطبات ماہِ رجب

- 321..... پہلا خطبہ: فتنوں سے نجات کیسے ممکن ہے؟ ❀
- 321..... کفر و الجاد کے خطرات: ❀
- 321..... کافر معاشرے: ❀
- 322..... انتہائی تکلیف دہ اور پریشان کن بات: ❀
- 322..... امن و سلامتی کی ضمانت اور پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ: ❀
- 324..... وحیِ الہی کی تعظیم و تعمیل کے درخشاں نمونے: ❀
- 326..... فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ: ❀
- 328..... لمحہ فکریہ: ❀
- 329..... کتاب و سنت پر زیادتی: ❀
- 329..... تعظیمِ کتاب و سنت: ❀

- 333..... ❁ **دوسرا خطبہ:** صدق و حق گوئی اور راست بازی
- 333..... ❁ بندے کی قدر و قیمت کا معیار:
- 333..... ❁ صفات و اعمال میں تفاوت:
- 334..... ❁ سچائی اور حق گوئی کی اہمیت:
- 334..... ❁ ثوابِ صدق اور عذابِ کذب:
- 335..... ❁ دنیا میں سچائی کا بدلہ:
- 336..... ❁ آخرت میں سچائی کا بدلہ:
- 337..... ❁ حقیقتِ صدق:
- 338..... ❁ سلف میں سچائی کے بعض نمونے:
- 339..... ❁ سچائی کے بارے میں قرآن و سنت کی تعلیمات:
- 340..... ❁ اسلام پر دہشت گردی کا الزام:
- 343..... ❁ **تیسرا خطبہ:** عزت کا راستہ
- 343..... ❁ اللہ و رسول اور اہل ایمان کی عزت:
- 344..... ❁ اذان میں عزت:
- 344..... ❁ نماز میں عزت:
- 345..... ❁ اسلامی عقائد میں عزت:
- 345..... ❁ حصولِ عزت کا طریقہ:
- 347..... ❁ عارضی عزت:
- 348..... ❁ دائمی عزت:
- 348..... ❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:
- 349..... ❁ ابوسفیان کی زبانِ درازی:
- 349..... ❁ مشرک باپ اور بسترِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:
- 349..... ❁ ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ اور رستم کا عبرتناک واقعہ:



- 351..... آج کی ضرورت: ❀
- 351..... لحوہ نگریہ: ❀
- 352..... عزت کے معانی و مفاہیم: ❀
- 352..... موت و حیات اور روزی کا مالک صرف اللہ ہے: ❀
- 354..... گھر، مدرسہ اور مسجد کا کردار: ❀
- 355..... **چوتھا خطبہ:** اسلامی عقیدے کے ثمرات و برکات ❀
- 355..... اسلامی عقیدہ ایک عظیم نعمت ہے: ❀
- 355..... اسلامی عقیدے کے ثمرات و برکات: ❀
- 361..... ایمان سے ووری کے نتائج: ❀
- 362..... تمام بحرانوں کا علاج... منج ربانی: ❀
- 365..... ذرائع ابلاغ کے نام پیغام: ❀

### خطباتِ ماہِ شعبان

- 369..... **پہلا خطبہ:** دعا کی اہمیت و فضیلت ❀
- 369..... شانِ عبودیت: ❀
- 370..... مقامِ دعا: ❀
- 371..... دعا و بلا کا ذریعہ اور مومن کا ہتھیار ہے: ❀
- 371..... عاجز و کمزور کون؟ ❀
- 372..... دعا کی تاثیر اور طریقہ کار: ❀
- 374..... اوقاتِ قبولیت: ❀
- 374..... مستجاب الدعاء: ❀
- 375..... مصائب و مشکلات میں صرف اللہ کو پکاریں: ❀
- 376..... مظلوم کی دعا: ❀
- 378..... قضا و قدر: ❀

- 378..... آدابِ دعا: ❀
- 379..... خلاصہ کلام: ❀
- 380..... **دوسرا خطبہ:** زوالِ امت کے اسباب اور ان کا علاج ❀
- 380..... اللہ کی عظیم نعمت و احسان: ❀
- 380..... اسلام کے امتیازی اوصاف: ❀
- 382..... دین کی طرف رجوع: ❀
- 384..... عقیدے اور دین کا تعلق: ❀
- 388..... صیہونی دہشت گردی: ❀
- 389..... اسبابِ زوالِ امت کا علاج: ❀
- 394..... **تیسرا خطبہ:** دینِ رحمت ❀
- 395..... اسلامی تعلیمات میں رحم و کرم: ❀
- 397..... جانوروں سے رحم و کرم: ❀
- 399..... کافروں سے حسنِ سلوک: ❀
- 399..... دورِ حاضر کی ضرورت: ❀
- 400..... کرے کوئی اور بھرے کوئی: ❀
- 401..... مغربی ذرائعِ ابلاغ کی یلغار: ❀
- 402..... عام مسلمانوں کی ذمے داری: ❀
- 404..... **چوتھا خطبہ:** فتنوں سے نجات کی راہیں اور استقبالِ رمضان ❀
- 404..... پیشین گوئیاں: ❀
- 404..... سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اہتمام: ❀
- 404..... فتنوں کا دور: ❀
- 405..... فتنوں کا نشانہ: ❀
- 405..... فتنوں سے اجتناب: ❀

- 405..... فتوں کے اسباب: ❀
- 406..... فتوں کا پھیلاؤ: ❀
- 407..... خطرناک فتنے: ❀
- 407..... فتوں کی حکمتیں: ❀
- 409..... فتوں کا سیلاب: ❀
- 409..... فتوں سے تحفظ کے ذرائع: ❀
- 413..... ماہِ رمضان کی آمد آمد: ❀

### خطبات ماہِ رمضان

- 419..... پہلا خطبہ: رمضان... تبدیلی کا آغاز ❀
- 419..... روزے اور قرآن کریم کی سفارش: ❀
- 420..... اللہ تعالیٰ کا جنت کے دروازے کھولنا اور جہنم کے دروازے بند کرنا: ❀
- 420..... بخشش: ❀
- 421..... ایک سنہری موقع: ❀
- 421..... ماہِ فتح و نصرت: ❀
- 421..... سلف کی فتح و عظمت کے اسباب: ❀
- 421..... عظمتِ رفتہ کی بازیابی اور واپسی: ❀
- 422..... ماہِ جود و سخا: ❀
- 422..... افطاری کا ثواب: ❀
- 423..... سلف کے جود و سخا کا ایک نمونہ: ❀
- 423..... غربا و فقرا کی امداد: ❀
- 424..... خیراتی تنظیموں اور رفاہی اداروں سے تعاون: ❀
- 424..... روزے کی ڈھال: ❀

- 425..... روزے کے اغراض و مقاصد: ❀
- 425..... تلاوتِ قرآن: ❀
- 426..... مقاصدِ تلاوت: ❀
- 428..... دوسرا خطبہ: ماہِ رمضان سے کیسے فائدہ اٹھائیں؟ ❀
- 428..... فضائل و برکات کا مہینا: ❀
- 429..... روزے کے تقاضے اور آداب: ❀
- 429..... ماہِ عبادات و صدقات: ❀
- 430..... صلہ رحمی اور حسن سلوک کا مہینا: ❀
- 431..... قول و کردار سے دعوت و اصلاح: ❀
- 432..... تطہیرِ مال: ❀
- 432..... شرم تم کو مگر نہیں آتی: ❀
- 433..... باز آ، ہر آنکہ ہستی، باز آ: ❀
- 434..... ذریعہٴ مغفرت: ❀
- 434..... علاماتِ توبہ: ❀
- 434..... مسلم خاتون سے خطاب: ❀
- 437..... تیسرا خطبہ: ماہِ رمضان... ایک سنہری موقع ❀
- 437..... نیکیوں کا موسم: ❀
- 437..... ایک بیش بہا غنیمت: ❀
- 438..... موت کا آہنی بچہ: ❀
- 439..... مرحوم اور محروم انسان: ❀
- 440..... کوتاہی چھوڑو: ❀
- 440..... روزے کے مفہوم کی وسعت اور آداب: ❀
- 441..... صالحین کا راستہ: ❀

- 443..... تلاوت و تدبیرِ قرآن: ❀
- 444..... تلاوتِ قرآن اور سلفِ امت: ❀
- 445..... قرآن کے مطابق فیصلے: ❀
- 446..... جہنم سے آزادی کا مہینا: ❀
- 446..... توبہ اور بخشش کا مہینا: ❀
- 448..... اعتکاف: ❀
- 448..... اعتکاف کے بعض احکام اور احترامِ مسجد: ❀
- 449..... مصائب اور دعائیں: ❀
- 450..... **چوتھا خطبہ:** تلاوت و تدبیرِ قرآن ❀
- 450..... نعتِ ایمان و قرآن: ❀
- 451..... معجزہ قرآن: ❀
- 451..... قرآن کا چیلنج: ❀
- 453..... خیر الامم: ❀
- 455..... ماہِ رمضان... موسمِ قرآن: ❀
- 456..... تلاوت و تدبیرِ قرآن: ❀
- 456..... اصحابِ قرآن: ❀
- 456..... جود و سخا: ❀
- 457..... نمازوں کا اہتمام: ❀
- 457..... زکات ادا کرو: ❀
- 457..... تدارک اور تلافیِ ماقات: ❀
- 458..... روزوں کا تحفظ: ❀
- 458..... دعاؤں کی کثرت: ❀
- 460..... **پانچواں خطبہ:** الوداع... اے ماہِ رمضان ❀
- 460..... نعیمِ جنت کے چند اوصاف: ❀

- 462..... وداعِ رمضان: ❀
- 462..... عید کے شب و روز: ❀
- 463..... صدقہ فطر (فطرانہ): ❀
- 463..... زیب و زینت: ❀
- 464..... عید الفطر سے قبل کچھ کھانا: ❀
- 464..... عورتوں کا عید گاہ جانا: ❀
- 465..... عید مبارک کہنے کا طریقہ: ❀
- 465..... اصل عید کس کی؟ ❀
- 465..... عید کیسی ہو؟ ❀
- 466..... سعادتِ مومن: ❀
- 466..... شکرِ الہی: ❀
- 466..... آج اور کل: ❀
- 467..... توبہ و استغفار: ❀
- 467..... الوداع: ❀
- 468..... آثارِ عبادات: ❀
- 469..... ششِ عیدی روزے: ❀
- 469..... علاماتِ قبول: ❀
- 470..... روزے واری کی دو خوشیاں: ❀

### خطبات ماہِ شوال

475. ❀ پہلا خطبہ: (خطبہ عید الفطر مدینہ ۱۳۲۲ھ) بدظنی اور الزام تراشی؛ اسلامی تعلیمات اور ہمارا طرزِ عمل.
- 475..... عید اور باہمی تعلقات: ❀
- 476..... وہم و گمان اور بدظنی: ❀

- 476..... الزام تراشی اور عیب چینی: ❀
- 477..... بدظنی کے نتائج: ❀
- 477..... اسلامی تعلیمات: ❀
- 478..... اسلامی طرز عمل: ❀
- 480..... ہمارا موجودہ طرز عمل: ❀
- 481..... فاروقی طرز عمل: ❀
- 481..... بدظنی کے اسباب: ❀
- 483..... بدظنی کا علاج: ❀
- 484..... ہماری عیدیں: ❀
- 484..... امت اسلامیہ اور مصائب: ❀
- 485..... مسئلہ فلسطین: ❀
- 486..... خواتین سے خطاب: ❀
- 488..... دوسرا خطبہ: تربیت گاہ رمضان کے دروس و عبرتیں ❀
- 488..... گردشِ دوراں: ❀
- 488..... وداعِ رمضان المبارک: ❀
- 489..... محاسبہ نفس کا موقع: ❀
- 489..... اصلاحِ احوال: ❀
- 490..... اسرار و رموزِ عبادات: ❀
- 490..... ثبات و استقامت: ❀
- 492..... کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا؟ ❀
- 493..... امت کا فریضہ: ❀
- 494..... سعادت مند اور خوش نصیب: ❀
- 495..... تیسرا خطبہ: ماہِ رمضان کے بعد... ثابت قدمی ❀

- 495..... مروءِ ایام... مروءِ حیات: ❀
- 496..... راحت و سکون کا وقت: ❀
- 496..... قبولِ عمل کی علامات: ❀
- 497..... اطاعت پر استقامت: ❀
- 498..... صالحین کا منج: ❀
- 500..... غلطی پر اصرار باعثِ ہلاکت ہے: ❀
- 501..... ربِ رمضان ہی ربِ زمان ہے: ❀
- 502..... **چوتھا خطبہ: دعوتِ دین اور ہماری ذمے داری** ❀
- 502..... خصائصِ شریعت: ❀
- 503..... اعدائے شریعت اور دشمنانِ دین: ❀
- 504..... دعوت و تبلیغ کا فریضہ اور اس کے تارک کا انجام: ❀
- 506..... کسمانِ علم اور انھارے حق کی سزا: ❀
- 509..... دعوت و تبلیغ کی تاکید: ❀
- 514..... منصبِ فتویٰ اور سہل انگاری: ❀
- 517..... **پانچواں خطبہ: مصائب و مشکلات کے اسباب اور ان کا حل** ❀
- 517..... سننِ الہیہ اور نظامِ ربانی: ❀
- 517..... جیسا کرو گے دیا بھرو گے: ❀
- 519..... آزمائشیں: ❀
- 520..... مصائب و مشکلات: ❀
- 521..... مشکلات کا حل: ❀
- 522..... حکام و علما کا اتحاد: ❀
- 522..... توبہ و نصوح: ❀
- 523..... اتحادِ امت: ❀



524..... غلط فہمی کا ازالہ: ❁

525..... تقویٰ اور اعمالِ صالحہ: ❁

### خطبات ماہِ ذوالقعدہ

529..... پہلا خطبہ: تعاونِ باہمی اور خدمتِ انسانیّت ❁

529..... سنتِ الہی: ❁

530..... تعاونِ باہمی اور خدمتِ خلق: ❁

530..... اوصافِ انبیاءِ علیہم السلام: ❁

531..... منجِ سلفِ صالحین: ❁

531..... خدمتِ خلق کا صلہ: ❁

532..... ائمہ دین کا منج: ❁

532..... حسنِ خاتمہ کی ضمانت: ❁

533..... جن کا اللہ کے سوا کوئی نہیں: ❁

534..... آدابِ سفارش: ❁

536..... نیکی کو برباد کرنے والی چیز: ❁

536..... ممنوعِ سفارش: ❁

537..... دوسرا خطبہ: طلبائے علم کے لیے نصیحتیں ❁

537..... اسلام میں علم کا مقام و مرتبہ: ❁

538..... 1- عدل و انصاف: ❁

539..... 2- اتحاد و اتفاق: ❁

541..... 3- رجوعِ اِلیّ الکتابِ والسنّة: ❁

542..... 4- مقاصدِ شریعت کی معرفت: ❁

543..... 5- فہم صحیح پر عمل: ❁

- 544..... ❁ 6- شریعت کے نتائج کی رعایت رکھنے کی معرفت حاصل کرنا:
- 545..... ❁ 7- اصولی قواعد اور طرق استنباط کی معرفت کا اہتمام:
- 545..... ❁ 8- جدید مسائل میں حکم جاری کرنے اور بلا اہلیت اجتہاد کرنے میں جلدی نہ کرنا:
- 546..... ❁ منہج سلف:
- 547..... ❁ 9- عمومی نفی نہ کرنا:
- 547..... ❁ 10- رجوع الی الحق:
- 549..... ❁ تیسرا خطبہ: خطبہ حجۃ الوداع اور حقوق انسانیت؛ دروس اور نصیحتیں
- 549..... ❁ خطبہ الوداع کی خصوصیات:
- 550..... ❁ شرک پر تنبیہ:
- 551..... ❁ حقوق انسانی کا چارٹر:
- 552..... ❁ امن وامان:
- 552..... ❁ عدم ایذا رسانی:
- 553..... ❁ تہذیب حاضر اور انسانی حقوق:
- 554..... ❁ اسلام اور جان و مال کی حفاظت:
- 554..... ❁ عصبیت و عنصرت کی بیخ کنی:
- 556..... ❁ سود کا خاتمہ:
- 557..... ❁ عورتوں سے حسن سلوک:
- 559..... ❁ کتاب و سنت کی طرف رجوع:
- 562..... ❁ اخلاقات سے گریز:
- 563..... ❁ چوتھا خطبہ: زیارت مدینہ کے احکام و آداب
- 563..... ❁ آداب مدینہ منورہ:
- 564..... ❁ زیارت مسجد نبوی:
- 565..... ❁ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب:

- 566.....✽ اجزائے مسجد اور تہترک:
- 566.....✽ روضۃ الجنۃ میں نماز:
- 567.....✽ مسجدِ قبا میں نماز:
- 568.....✽ مدینہ منورہ کی دیگر مساجد؟
- 568.....✽ زیارتِ قبرِ رسول ﷺ اور قبرِ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما:
- 569.....✽ قبرِ نبوی کی زیارت کا طریقہ:
- 569.....✽ بعض مخالفِ شرع امور:
- 574.....✽ اہلِ بقیع اور شہدائے اُحد کی زیارت:
- 574.....✽ زیارتِ قبور کے مقاصد:
- 574.....✽ قبروں کو مساجد نہ بنائیں:
- 576.....✽ قبروں سے عدمِ تہترک:
- 576.....✽ مُردوں سے مدد مانگنا:
- 571.....✽ رجوع الی اللہ:

### خطباتِ ماہِ ذوالحجہ

- 581.....✽ پہلا خطبہ: حج اور عشرۃ ذوالحجہ کے فضائل و مسائل
- 581.....✽ عبادت کے ثمرات:
- 581.....✽ منصبِ رسالت:
- 582.....✽ فلسفہ عبادت:
- 583.....✽ حج... مجموعہ عبادات:
- 583.....✽ حج... اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی:
- 584.....✽ فضائلِ حجِ مبرور:
- 585.....✽ ارکانِ حج:

- 586..... ❁ واجبات حج:
- 586..... ❁ اعمالِ یومِ نحر اور تحلل:
- 586..... ❁ مستحبات حج:
- 587..... ❁ فضائلِ عشرہ ذوالحجہ:
- 589..... ❁ اے حاجی!:
- 591..... ❁ دوسرا خطبہ: خطبہ عید الاضحیٰ (مدینہ منورہ ۱۴۲۲ھ)
- 591..... ❁ مختلف اقوام کی عیدیں:
- 591..... ❁ اسلامی عیدیں:
- 592..... ❁ عید الاضحیٰ:
- 593..... ❁ بعض عباداتِ عظیمہ:
- 593..... ❁ عید... مظہرِ توحید:
- 594..... ❁ توحیدِ عبادت:
- 594..... ❁ شہادتِ رسالت:
- 595..... ❁ عید... سالانہ عظیم اجتماع:
- 596..... ❁ عید... باہمی تعلقات میں بہتری کا موقع:
- 598..... ❁ عید... تعلیماتِ اسلام کا اعلانِ عام:
- 598..... ❁ عید... تاریخِ امت:
- 599..... ❁ ملتِ ابراہیم ﷺ:
- 600..... ❁ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی:
- 600..... ❁ نماز پر بیٹگی:
- 601..... ❁ زکات ادا کرو:
- 601..... ❁ روزہ اور حج وغیرہ:
- 601..... ❁ شرک سے پرہیز:

- 602..... قتل اور گناہ سے گریز: ❀
- 603..... سود خوری سے بچاؤ: ❀
- 603..... رشوت ستانی وغیرہ: ❀
- 604..... شراب و منشیات: ❀
- 604..... چغلی اور غیبت: ❀
- 605..... فضائلِ یومِ محرم و قربانی: ❀
- 607..... مسائلِ قربانی: ❀
- 607..... خواتین سے خطاب: ❀
- 609..... شکرانِ نعمت: ❀
- 609..... عید کس کی ہوتی ہے؟ ❀
- 609..... عید کی تکبیرات: ❀
- 610..... فکرِ آخرت: ❀
- 611..... **تیسرا خطبہ: عملِ صالح پر پیشگی** ❀
- 611..... عملِ صالح کے دنیاوی فوائد: ❀
- 613..... عملِ صالح کا وسیع دائرہ کار: ❀
- 615..... کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو: ❀
- 615..... عاجز و در ماندہ شخص کا عملِ صالح: ❀
- 616..... عملِ صالح کا وسیع دائرہ کار: ❀
- 616..... عملِ صالح میں مستقل مزاجی: ❀
- 617..... مداومت کے فوائد و ثمرات: ❀
- 621..... اعمالِ صالحہ کی درجہ بندی: ❀
- 621..... جنت کا داخلہ اعمالِ صالحہ سے نہیں رحمتِ الہی سے ہے: ❀
- 621..... اعمالِ صالحہ کا اخروی بدلہ: ❀

- 622..... جن اعمال کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے: ❀
- 624..... چوتھا خطبہ: حج کے بعد ہمارا طرزِ عمل ❀
- 624..... شرفِ عبودیت: ❀
- 625..... حج... ایک عظیم عبادت: ❀
- 626..... شکرانِ نعمت: ❀
- 627..... عبادات کا تحفظ: ❀
- 628..... نئے صفحہ حیات کا آغاز: ❀
- 628..... توحید اور حقوقِ الہی: ❀
- 629..... ضعیف الاعتقادی: ❀
- 629..... مغربی افکارِ باطلہ: ❀
- 630..... باز آ، باز آ: ❀
- 630..... استقامت: ❀
- 631..... عدم قبولیت کا خطرہ: ❀
- 632..... زائرینِ مدینہ سے: ❀
- 634..... پانچواں خطبہ: اساسِ دین... عقیدہ توحید ❀
- 634..... کلمہ توحید کی فضیلت: ❀
- 635..... مشکل کشا، حاجت روا اور مددگار صرف اللہ ہے: ❀
- 636..... غلط عقائد: ❀
- 639..... تحفظِ عقیدہ: ❀
- 639..... نماز کی پابندی: ❀
- 640..... گناہوں سے اجتناب اور توبہ و استغفار: ❀



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَ مَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. أَمَّا بَعْدُ!

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گذشتہ چند سالوں کے دوران میں ہمیں یہ شرف حاصل رہا ہے کہ حریم شریفین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں کی مساجد مبارکہ: مسجد حرام اور مسجد نبوی کے خطبات جمعہ کا ہر ہفتے ترجمہ کر کے طریق السلام مدینہ منورہ میں قائم ایک ادارے ”لجنة الدعوة“ (موجودہ نام: لجنة التعريف بالإسلام) کو بذریعہ فیکس بھیج دیے جاتے اور وہ انہیں کمپوز کروا کر انٹرنیٹ پر اپنی ویب سائٹ میں ڈال دیتے۔ یہ سلسلہ کئی سالوں تک جاری رہا، پھر بعض وجوہات کی بنا پر ”مشروع ترجمة خطب الحرمين الشريفين باللغات الأجنبية“ کا یہ سلسلہ بند کر دیا گیا۔

اب ہم افادہ عام کے لیے ان خطبات حریم شریفین کو ترتیب وار قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے جارہے ہیں۔ ان خطبات کے سلسلے میں بعض امور پیش نظر رہیں:

- ① اُس وقت قرآن کریم کی آیات کی عربی نصوص ذکر نہیں کی گئی تھیں، بلکہ صرف ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا گیا تھا، لیکن اب عربی نصوص اور ان کا اردو ترجمہ بھی ذکر کروایا گیا ہے۔
- ② نصوص حدیث کے ذکر کا التزام تو نہیں کیا گیا، تاہم اہم نصوص ذکر کر کے بعض دیگر کے صرف ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

③ خطبات میں بعض جگہوں پر ضعیف احادیث آگئی ہیں اور انہیں علیٰ حالہا رہنے دیا گیا ہے، تاکہ ہماری طرف سے حریم شریفین کے ان خطبات میں کوئی تصرف نہ ہو۔ تاہم ان کی نشان دہی ہوگئی ہے۔ ہم ان خطبات اور ارقام احادیث کی نشان دہی کر کے بات کو طویل نہیں کرنا چاہتے،

- جن میں یہ ضعیف احادیث موجود ہیں، کیونکہ متعلقہ مقامات پر حواشی کو دیکھتے ہی ان کا علم ہو جاتا ہے۔
- ④ عزیز محترم حافظ شاہد محمود (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے خطبات میں مذکورہ احادیث و آثار کی مکمل تخریج کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس علمی عمل کو ان کے میزانِ حسنات کا حصہ بنائے۔
- ⑤ ان خطبات کی کمپوزنگ اور سیٹنگ وغیرہ میں ہرے لختِ جگر عزیزِ مدنی عدنان قمر سلہ اللہ نے بھی کافی کدو کاوش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اس علمی خدمت کو قبول فرمائے اور اسے خدمتِ دین کی مزید توفیق سے نوازے۔
- اس سے قبل خطباتِ حرین شریفین کی جلد اول (خطباتِ حرم مکہ مکرمہ ۱۴۲۲ھ) شائع ہو چکی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ مِنْهُ الْقَبُولُ۔ اب ہم اسی سلسلے کی جلد دوم (خطباتِ حرم مدینہ منورہ ۱۴۲۲ھ) شائع کر رہے ہیں، جس کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ محترمہ ام منصور روینہ فیاض شیخ اور ان کے شوہر، منطقہ شرقیہ سعودی عرب کی معروف سماجی شخصیت اور ہمارے محترم دوست جناب ابو منصور فیاض محمد اسلم شیخ (میجنگ ڈائریکٹر الدوسری ہارڈویئر اینڈ جنرل سٹورز۔ الخبر) نے تعاون کیا ہے۔ بَارَكَ اللهُ فِيْ اَهْلِهِمَا وَمَالِهِمَا وَعَمْرِهِمَا وَاَعْمَالِهِمَا الصَّالِحَةِ۔
- اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان ”خطباتِ حرین شریفین“ کو محترم خطبا و واعظین، معزز علما و طلبا اور تمام قارئینِ کرام کے لیے باعثِ استفادہ بنائے اور باقی جلدوں کی تکمیل و طباعت کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان سپریم کورٹ۔ الخبر

خبر فہمی: ۲۲/۲/۱۴۳۵ھ = ۲۵/۱۲/۲۰۱۳ء

وداعیہ متعاون بمرکز الدعوة والارشاد

الدام، الراجح، الخبر۔ سعودی عرب

Web: www.mohammedmunirqamar.com

Youtube chn: m.munirqamar@gmail.com



## ائمہ و خطبائے حرم

(مدینہ منورہ)

خطبات حرمین شریفین کے سلسلے میں خطباتِ مدینہ منورہ کی اس جلد میں جن ائمہ و خطبائے کرام کے خطبات جمعہ شامل ہیں، یہاں پر ان کا مختصر تذکرہ پیش خدمت ہے۔

### ① فضیلة الشيخ ذاكتر على بن عبد الرحمن الحذيفي رحمته الله

نام و نسب اور ولادت:

علی بن عبد الرحمن بن علی بن احمد الحذیفی العامری۔

آپ آلِ حذیفہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مکہ مکرمہ کے جنوب میں واقع ایک بستی قرینِ مستقیم میں یکم رجب ۱۳۶۶ھ = ۲۲ مئی ۱۹۴۷ء کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔  
حصولِ تعلیم:

آپ کا تعلق ایک دینی گھرانے سے ہے۔ آپ کے والد سعودی فوج میں امامت اور خطابت کے منصب پر فائز تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی بستی کے سکول میں حاصل کی اور ناظرہ قرآن مجید الشیخ محمد بن ابراہیم الحذیفی سے پڑھا۔ اسی دوران میں آپ نے قرآن مجید کے چند پارے اور بعض دینی علوم کے مختصر رسائل حفظ کر لیے۔ بعد ازاں ۱۳۸۱ھ میں بلجشہی کے ایک پرائیویٹ سکول میں مڈل تک تعلیم مکمل کی، پھر آپ نے ۱۳۸۳ھ میں بلجشہی ہی کے معہد علمی میں داخلہ لیا اور ۱۳۸۸ھ میں مرحلہ ثانویہ کی تکمیل کی، پھر آپ نے ۱۳۸۸ھ میں امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی ریاض کے کلیہ شریعہ میں داخلہ لیا اور ۱۳۹۲ھ میں گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ نے معہد علمی بلجشہی میں تدریس کا آغاز کیا اور مختلف علوم و فنون عقیدہ، تفسیر، صرف و نحو کے اسباق پڑھائے اور اس کے ساتھ ہی بلجشہی کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کی ذمہ داری نبھائی۔ بعد ازاں آپ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ ازہر میں

داخلہ لیا اور ۱۳۹۵ھ میں ماسٹر کیا اور پھر اسی جامعہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

اساتذہ کرام:

- ① شیخ احمد بن عبدالعزیز الزیات رحمۃ اللہ علیہ۔
- ② شیخ عامر السید عثمان رحمۃ اللہ علیہ۔
- ③ شیخ عبدالفتاح القاضی رحمۃ اللہ علیہ۔
- ④ شیخ حماد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ۔

مناصب اور اہم ذمہ داریاں:

- ① آپ نے تعلیم و تدریس کے ساتھ ۱۳۹۸ھ میں مسجد قبا کی امامت و خطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔
- ② پھر ۱۳۹۹ھ سے ۱۴۰۱ھ مسجد نبوی میں امامت و خطابت کی سعادت حاصل کی۔
- ③ ۱۴۰۱ھ میں مسجد حرام مکہ مکرمہ میں امام و خطیب رہے۔
- ④ ۱۴۰۲ھ سے لے کر اب تک مسجد نبوی کی امامت و خطابت کے ساتھ ساتھ اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

دعوتی خدمات:

آپ نے متعدد ممالک کی طرف دعوت و تبلیغ کی خاطر سفر کیا اور بے شمار ندوات میں شرکت کی۔ کئی مساجد و مدارس کا افتتاح کیا اور دروس و خطبات کے ذریعے خلقِ کثیر کو نفع پہنچایا۔

تصانیف:

\* طرائق الحکم المختلفة في الشريعة الإسلامية دراسة مقارنة بين المذاهب الإسلامية. (رسالة الدكتوراه)

اس کے علاوہ بھی آپ نے کئی کتب تالیف کی ہیں، جو اب تک مسودات کی شکل میں اور غیر مطبوع ہیں۔



## ② فضیلة الشيخ ذاكر عبد الباري ثبیتی

نام و نسب:

عبد الباری بن عواض بن علی الثبیتی۔ آپ مکہ مکرمہ میں ۱۳۸۰ھ = ۱۹۶۰ء کو پیدا ہوئے۔

ولادت اور ابتدائی تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم مکہ مکرمہ کے مختلف مدارس میں حاصل کی۔ ۱۴۰۵ھ میں آپ نے جامعہ ملک عبد العزیز جدہ سے گریجویشن مکمل کی اور ۱۴۰۹ھ میں جامعہ ام القرئی مکہ مکرمہ سے ڈپلومہ کیا، پھر اسی یونیورسٹی سے ۱۴۱۵ھ میں ماسٹر کیا اور بعد ازیں اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

خدمات اور مناصب:

① ۱۳۹۷ھ میں آپ نے برطانیہ کے ایک اسلامک سنٹر میں نماز تراویح کی امامت کی اور ۱۳۹۹ھ میں مکہ مکرمہ میں منعقد ایک بین الاقوامی مقابلہ برائے حفظ و تجوید قرآن میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

② آپ ۱۴۱۰ھ میں مسجد حرام مکہ مکرمہ میں امام و خطیب مقرر ہوئے اور ۱۴۱۴ھ تک یہ ذمے داری نبھاتے رہے۔

③ ۱۴۱۵ھ سے آپ نے مسجد نبوی میں امامت و خطابت کا آغاز کیا اور ۱۴۲۹ھ تک یہ خدمت انجام دیتے رہے، پھر کئی سال صحت کی ناسازگاری کی بنا پر اس عہدے سے سبکدوش ہو گئے اور پھر تندرست ہونے کے بعد اب تک مسجد نبوی مدینہ منورہ میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔



### ۳) فضیلة الشيخ صلاح بن محمد البدير رحمۃ اللہ علیہ

مختصر تعارف:

فضیلة صلاح بن محمد البدير رحمۃ اللہ علیہ احساء کے قریب مدینہ ہنوف میں پیدا ہوئے اور وہیں پر اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کی، پھر جامعہ امام محمد بن سعود ریاض میں داخلہ لیا اور گریجویشن کی تکمیل کی اور اس کے بعد المعهد العالی للقتضاء ریاض میں پڑھتے رہے۔

۱۴۱۹ھ میں آپ مسجد نبوی مدینہ منورہ کے امام و خطیب اور عدالت کے جج مقرر ہوئے۔ آپ نے ۲۵-۱۴۲۶ھ = ۰۵-۲۰۰۶ء کو مسجد حرام مکہ مکرمہ میں بھی نماز تراویح کی امامت کروائی اور اب مستقل طور پر مسجد حرام مکہ مکرمہ ہی میں نماز تراویح کے امام ہیں۔



### ۴) فضیلة الشيخ ڈاکٹر حسین بن عبد العزيز آل شيخ رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب اور حصول تعلیم:

حسین بن عبد العزيز بن حسن بن عبد العزيز بن حسین آل شیخ۔ آپ کا تعلق شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کلیتہ الشریعتہ ریاض سے گریجویشن کی اور المعهد العالی للقتضاء سے ماسٹر کیا اور بعد ازاں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

اساتذہ کرام:

- ① فضیلة الشيخ فہد الحمید۔
- ② فضیلة الشيخ عبد اللہ الجبرین۔
- ③ فضیلة الشيخ عبد العزيز الداود۔

۴) فضیلۃ الشیخ عبداللہ الغدیان۔

۵) فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز۔

اہم مناصب:

- ① فراغت کے بعد آپ نے ریاض شہر کے مختلف مقامات اور مساجد میں دروس و محاضرات کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۴۰۶ھ میں عدالت میں ملازمت کا آغاز کیا۔
- ② ۱۴۱۱ھ میں آپ نجران کے محکمہ کبریٰ میں جج متعین ہوئے۔
- ③ پھر ۱۴۱۲ھ میں محکمہ کبریٰ ریاض میں عہدہ قضا کی ذمہ داری سنبھالی۔
- ④ ۱۴۱۸ھ میں آپ محکمہ کبریٰ مدینہ منورہ میں قاضی مقرر ہوئے اور بعد ازاں آپ مسجد نبوی کے امام و خطیب متعین ہوئے۔

مؤلفات:

- ① أحكام الإحداد في الفقه الإسلامي.
- ② القواعد الفقهية للدعوى.



### ⑤ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب، ولادت اور حصولِ تعلیم:

عبد المحسن بن محمد بن عبد الرحمن القاسم القحطانی۔

آپ کے دادا علامہ عبد الرحمن بن قاسم سعودی عرب کے کبار علما میں سے تھے، جنہوں نے متعدد کتب حاشیہ الروض المرعب، حاشیہ کتاب التوحید، حاشیہ آجرومیہ وغیرہ متعدد کتب تالیف کیں۔ فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں ۱۳۸۸ھ = ۱۹۶۷ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے جامعہ امام محمد بن سعود ریاض سے گریجویشن کیا اور المعهد العالی للقاء سے ماسٹر اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

اساتذہ کرام:

- ① الشیخ احمد الزیات۔
- ② الشیخ علی بن عبدالرحمن الحدادی۔
- ③ الشیخ ابراہیم بن الاخضر۔
- ④ الشیخ محمد الطرہونی وغیرہم۔

اہم خدمات:

☆ آپ ۱۴۱۸ھ = ۱۹۹۷ء سے اب تک مسجد نبوی کی امامت و خطابت اور محکمہ کبریٰ مدینہ منورہ میں قضا کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

مؤلفات:

- ① المسبوك على منحة السلوك في شرح تحفة الملوك.
- ② تيسير الوصول شرح ثلاثة الأصول.
- ③ الخطب المنبرية.
- ④ خطوات إلى السعادة.
- ⑤ إجعلها الأخيرة.



## خطبہ مسنونہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ  
شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ،  
وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ  
لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ  
أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ  
وَسَرَّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلَّ بَدْعَةٍ ضَالَّةٌ وَكُلَّ ضَالَّةٍ فِي النَّارِ ①

”بلاشبہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ ہم اسی کی تعریف کرتے، اسی سے مدد  
مانگتے اور اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے  
اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور  
جسے وہ دھوکا دے اسے کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ  
ہی معبود برحق ہے، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ  
حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

”حمد و صلوة کے بعد! یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ کی کتاب اور تمام طریقوں  
سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام امور میں سے برے کام (دین میں) خود ساختہ  
(بدعت والے) کام ہیں، ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا  
وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ  
مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا  
كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ط

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ  
وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ  
ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ②

”اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں اس حال میں موت آئے کہ تم مسلمان ہو۔ لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، (پھر) اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلا دیا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قلعہ جی سے (بچو)۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔ اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور سیدھی (سچی اور کھری) بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، یقیناً اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔“



① ((مسلم، الجمعة، بابا تخفيف الصلوة و الخطية، حديث ۸۶۸ و ۸۶۷۔ والنسائي، ۲۲۷۸))

② ((رواه الاربعة واحمد والدارمي و روى البغوي في شرح السنة مشكوة مع تعليقات الاباني، النكاح، باب اعلان النكاح..... وقال الاباني حديث صحيح۔))

تنبیہات:

﴿ صحیح مسلم، سنن نسائی اور مستدرک احمد میں ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں خطبہ کا آغاز ((ان الحمد لله)) سے ہے لہذا

((ان الحمد لله)) کی بجائے ((ان الحمد لله)) کہنا چاہیے۔

﴿ یہاں ((نومن به و نتوکل علیہ)) کے الفاظ صحیح احادیث میں موجود نہیں ہیں۔

﴿ یہ خطبہ نکاح جمعہ اور عام وعظ وارشاد و درس و تدریس کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ اسی خطبہ حاجت کہتے ہیں اسے پڑھ کر آدمی اپنی

حاجت و ضرورت بیان کرے۔



# ماہِ محرم

دوسرا خطبہ

ہجرت مصطفیٰ ﷺ ...

دروس اور نصیحتیں

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

علی بن عبدالرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

6/4/2001 = 12/1/1422

پہلا خطبہ

مشکلات پر صبر

اور

اس کی فضیلت

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

30/3/2001 = 5/1/1422

چوتھا خطبہ

جھوٹی گواہی

اور

اس کے نقصانات

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ حسین آل الشیخ

20/4/2001 = 26/1/1422

تیسرا خطبہ

موت

اور

اس کی نصیحتیں

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی رحمۃ اللہ علیہ

13/4/2001 = 19/1/1422



## مشکلات پر صبر اور اس کی فضیلت

امام و خطیب فضیلة الشيخ عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسے اس کا حق ہے، کیونکہ اس تقویٰ کے ذریعے کثرت سے نعمتیں ملتی ہیں اور سزائیں ٹل جاتی ہیں۔

آزمائشوں کا مقصد:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں اور ان کی موتوں کا وقت مقرر فرمایا ہوا ہے، ان کے آثار و اعمال کو تحریر کیا ہوا ہے اور ان کے درمیان ان کی معیشت اور مال تقسیم کیے ہوئے ہیں، زندگی اور موت کا نظام اسی لیے بنایا ہے، تاکہ وہ آزمائے کہ ان میں سے عمل میں کون اچھا ہے۔ اللہ جل و علا کی تقدیر اور فیصلے پر ایمان، ایمان کے ارکان میں سے ایک، رکن ہے۔ روئے زمین پر جتنی بھی حرکات و سکنات ہیں، وہ اللہ عز و جل کی مشیت اور ارادے سے ہیں اور کائنات میں جو روانی ہے، وہ اللہ جل و علا کی تقدیر و ایجاد کی مرہون منت ہے۔ دنیا کدورتوں اور عداوتوں سے بھری پڑی ہے، مصائب و خطرات کی عادی ہے، اس میں گرمی اور سردی کی طرح ایسی سختیاں اور آزمائشیں موجود ہیں جن میں بندہ لازمی طور پر مبتلا ہوتا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَ

الْثَّمَرَاتِ وَ بَشِيرٍ الصَّابِرِينَ ﴾ [البقرة: ۱۵۵]

”اور یقیناً ہم تمہیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔“

مصائب وہ آزمائشیں ہیں، جن کے ذریعے سچا جھوٹے سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴾

[العنکبوت: ۲]

”کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اسی چیز پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔“

انسانی نفس آزمائش کے بعد ہی پاک و صاف ہوتے ہیں اور آزمائشیں ہی ”مردوں“ کو نکھارتی اور نمایاں کرتی ہیں۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”من أراد أن تدوم له السلامة والعافية من غير بلاء فما عرف التكليف ولا أدرك التسليم“<sup>①</sup>

”جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی ابتلا و آزمائش کے بغیر اسے ہمیشہ سلامتی اور عافیت حاصل رہے تو اس نے تکلیف کو نہیں پہچانا اور نہ وہ تسلیم کے مفہوم کو سمجھ سکا۔“

ہر نفس، خواہ وہ مومن ہو یا کافر، تکلیف و آزمائش میں ضرور مبتلا ہوتا ہے۔ زندگی مشقتوں اور خطروں سے بھرپور ہے، لہذا کوئی شخص یہ طمع اور توقع نہ رکھے کہ وہ سختیوں اور تکلیفوں سے بچ جائے گا، بلکہ انسانی زندگی میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے کہ نعمتیں چھین رہی ہیں اور سختیاں ڈیرے ڈال رہی ہیں۔

آدم عليه السلام کو دیکھو! کبھی وہ وقت تھا کہ فرشتوں نے انھیں سجدہ کیا اور کچھ ہی مدت کے بعد انھیں جنت سے نکال دیا گیا۔ ابتلا و آزمائش مناصد کے برعکس اور آرزوؤں کے برخلاف ہوتی ہے، ہر ایک کو اس کے کڑے گھونٹ حلق سے اتارنے ہی ہوں گے مگر کسی کو کم اور کسی کو زیادہ، مومن کو مہذب بنانے کے لیے آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، نہ کہ اسے عذاب دینے کے لیے، خوشحالیوں میں آزمائشیں ہیں اور تنگ حالیوں میں سختیاں ہیں۔ فرمانِ الہی ہے:

﴿ وَ بَلَوْنَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ [الأعراف: ۳۲۸]

① صید الخاطر (ص: ۲۸۹)

”اور ہم نے اچھے حالات اور برے حالات کے ساتھ ان کی آزمائش کی، تاکہ وہ باز آجائیں۔“

کبھی مکروہ و ناپسندیدہ چیز کے بعد محبوب چیز حاصل ہو جاتی ہے اور کبھی مرغوب چیز مکروہ و ناپسندیدہ چیز کو کھینچ لاتی ہے، پس تو اس بات سے بے خوف نہ رہ کہ تجھے خوشحالی سے ضرر و نقصان پہنچے اور تو اس سے بھی مایوس نہ ہو کہ ضرر و نقصان کے اندر سے تیرے لیے خوشحالی کا سامان پیدا ہو جائے۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَ عَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ عَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَ هُوَ شَرٌّ

لَكُمْ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة: ۲۱۶]

”اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

صبر کا مظاہرہ:

لہذا مصائب کے ٹوٹ پڑنے سے پہلے اپنے نفس کو ان کا سامنا کرنے کے لیے تیار رکھو اور اسے مطمئن کرو، تاکہ تجھ پر وہ آسان ہو جائیں اور تکالیف پر جزع و فزع نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آزمائشیں ایک محدود مدت کے لیے ہوتی ہیں۔ غضب، آمیز گفنگو سے گریز کرو، کیونکہ بعض اوقات انسان ایسے کلمات زبان سے ادا کر بیٹھتا ہے جو اس کی ہلاکت کا باعث بن جاتے ہیں، جبکہ ایک دور اندیش مومن آفات کے مقابلے میں ثابت قدم رہتا ہے، اس کا دل ڈانواں ڈول ہوتا ہے نہ اس کی زبان پر ہی کوئی شکوہ آتا ہے، لہذا تم مصائب پر اجر و ثواب کے وعدوں اور معاملے میں آسانی کے پیش نظر ان کو اپنے اوپر ہلکا کر لو، تاکہ کوئی شکوہ کیے بغیر غم چھپ جائیں۔

عقل مند لوگ مصائب کے مقابلے میں صبر اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہیں، تاکہ انہیں آفات کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے ان آفات پر خوش ہونے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے، کیونکہ اگر دشمن کے سامنے تمہاری مصیبت ظاہر ہو جائے گی تو وہ اس پر خوشی اور مسرت محسوس کرے گا، اور پھر یہ کہ مصائب اور غموں کو چھپانا معزز اور شرفا لوگوں کی عادات میں سے ہے، پس صبر کرنے والا آزمائش سے جان چھڑا لیتا ہے اور کس قدر جلدی سے وہ زائل ہو جاتی ہے۔ اس معاملے کی انتہا آخر چند دن

کا صبر ہی تو ہے اور ہلاک ہونے والے صرف صبر و استقلال کے ختم ہونے ہی سے ہلاک ہوتے ہیں، جبکہ صبر کرنے والے بہترین اجر و ثواب سے نوازے جائیں گے، جیسے ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِّ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [النحل: ۹۶]

”اور یقیناً ہم ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا، ضرور ان کا اجر بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔“

نیز ان کے اجر میں کئی گنا اضافہ کیا جائے گا۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا﴾ [القصص: ۵۴]

”یہ لوگ ہیں، جنہیں ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا، اس کے بدلے کہ انہوں نے صبر کیا۔“

بلکہ انہیں حساب کے بغیر اجر و ثواب عطا کرے گا، اللہ ان کے ساتھ ہوگا۔ نصرت اور فراوانی ان کے صبر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اے آزمائش میں مبتلا شخص! اللہ تعالیٰ تجھے کچھ عطا کرنے کے لیے (بطور آزمائش کے پہلے) تجھ سے روکتا ہے اور تجھے عافیت دینے کے لیے ابتلا و آزمائش میں مبتلا کرتا ہے، تجھے کندن بنانے کے لیے تیرا امتحان لیتا ہے، نعمتوں کے (چھیننے کے) ساتھ آزماتا ہے اور آزمائش (میں کامیاب ہونے) پر نعمتیں عطا کرتا ہے۔

مصیبت و آزمائش کی وجہ سے اپنا وقت ضائع نہ کرو، کیونکہ تیرا رزق مقدر ہے، لہذا جب تک زندگی باقی ہے، تجھے بدستور روزی ملتی رہے گی۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَيْنَا اللَّهُ رِزْقُهَا﴾ [ہود: ۶]

”اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں، مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے۔“

اگر وہ اپنی حکمت کے ساتھ تجھ پر رزق کا کوئی دروازہ بند بھی کر دے گا تو اپنی رحمت کے ساتھ تیرے لیے اس سے بہتر اور نفع مند دروازہ کھول دے گا۔

### آزمائش کا فائدہ:

آزمائش کے ساتھ اچھے لوگوں کی شان بلند کی جاتی ہے اور نیک لوگوں کو بہت بڑے اجر سے بہرہ مند کیا جاتا ہے۔

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں میں

سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الصَّالِحُونَ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَلِأَمْثَلُ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صَلَابَةٌ زِيدَ فِي بَلَائِهِ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ خُفِّفَ عَنْهُ، وَمَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ حَتَّى يَمْشِيَ عَلَى الْأَرْضِ وَلَيْسَ عَلَيْهِ حَطِيئَةٌ»<sup>①</sup>

”نبیوں کی، پھر نیک لوگوں کی، پھر جو ان کے بعد سب سے افضل ہیں، پھر جو ان کے بعد افضل ہیں، آدمی پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔ اگر وہ اپنے دین (اور ایمان) میں مضبوط ہو تو اس کی آزمائش زیادہ ہوتی ہے۔ اگر اس کا دین (و ایمان) نرم ہو تو اس کی آزمائش بھی نرم ہوتی ہے۔ مومن پر آزمائش (اور مصیبت) آتی رہتی ہے، حتیٰ کہ اسے ایسا کر کے چھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر چل پھر رہا ہوتا ہے اور اس پر کوئی گناہ (باقی) نہیں ہوتا۔“

آزمائش کا راستہ ایک دشوار گزار پل کی مانند ہے، اسی آزمائش کے لیے آدم ﷺ کو (شجرہ ممنوعہ کی) مشقت میں ڈالا گیا، خلیل الرحمن (ابراہیم ﷺ) کو آگ میں پھینکا گیا، اسماعیل ﷺ کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹایا گیا، یونس ﷺ کو مچھلی کے پیٹ میں قید کیا گیا، ایوب ﷺ نے (ایک طویل بیماری کی) مشقت اٹھائی، کھوٹی پونجی کے عوض یوسف ﷺ کو فروخت کر دیا گیا، (باپ کو زیادہ محبوب ہونے کے) الزام کی بنا پر کنوئیں میں اور ظلم کی بنا پر قید میں ڈال دیا گیا اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے انواع و اقسام کی تکالیف کا سامنا کیا۔ اے مخاطب! تو بھی اسی آزمائش کی راہ پر چل رہا ہے، دنیا نے کبھی کسی کی تعریف نہیں کی، اگرچہ وہ دنیا سے وہ کچھ حاصل کر لے جو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں:

«مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ»<sup>②</sup>

”جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔“

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسے جنت کے لیے پیدا فرمایا، اسے بطور آزمائش

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۳۹۸) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۴۰۲۳)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۶۴۵)

مسلل ناگوار حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، حقیقت میں مصیبت تو صرف وہی ہے، جو دین کو اختیار کرنے کی وجہ سے انسان پر ٹوٹی ہے، رہے وہ مصائب تو وہ بھی انسان پر آ کر درجات کی بلندی اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنتے ہیں اور ہر وہ نعمت جو اللہ کے قرب کا سبب نہیں بنتی وہ آزمائش ہے۔ اصل مصیبت زدہ وہ شخص ہے، جو ثواب سے محروم کر دیا گیا۔ دنیا کی کسی چیز کی محرومی پر افسوس نہ کرو، دنیا کی آفتیں نوعمر اور نونو وارد ہیں، اس کے افسانے رنج و ملال کا باعث ہیں اور اس کے حوادث غم و فکر کا باعث ہیں۔ لوگوں کو دنیا میں ان کے عزائم اور ارادوں کے مطابق ہی عذاب دیا جاتا ہے، دنیا پر خوش اور راضی رہنے والا ہی حقیقت میں وہ شخص ہے، جس پر افسوس کیا گیا ہے۔ دنیا کے آلام اس کی لذتوں سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کے غم اس کی خوشیوں کے پیدا کردہ ہیں۔

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”من هو ان الدنيا على الله أنه لا يعصى إلا فيها، ولا ينال ما عنده إلا بتركها“<sup>①</sup>

”دنیا کے اللہ کے ہاں حقیر و ذلیل ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دنیا کے لیے نافرمانی کی جاتی ہے اور اپنے ہاں (جنت) کی نعمتیں تو وہ صرف دنیا کے ترک کر دینے پر ہی عطا کرتا ہے؟“

لہذا تم اپنے آپ کو اس چیز میں مشغول کرو، جو چیز تمہارے لیے دنیا کی کسی کھوئی ہوئی چیز کے حصول سے زیادہ نفع مند ہے۔ بگاڑ اور خرابی کی اصلاح کرو، لغزش کی معذرت کرو اور رب الارباب کے در پر جھک جاؤ، بہت جلد تم دیکھو گے کہ تمہاری آزمائش ٹل گئی ہے اور اگر سختی کی مصیبت نہ ہوتی تو انسان کبھی راحت کی وسعت حاصل نہ کر پاتا۔ جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے بالکل مایوس اور کنارہ کش ہو جاؤ، تم ان سب سے زیادہ غنی اور بے پروا بن جاؤ گے۔ مایوسی اختیار نہ کرو، ورنہ تم رسوا ہو جاؤ گے اور بے بار و مددگار چھوڑ دیے جاؤ گے، اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو یاد کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ اور حتمی قضا و قدر پر راضی ہو کر اپنے غم کو دور کرو، رات چاہے کتنی ہی لمبی ہو، آخر تو صبح کا سپیدہ طلوع ہو کر رہتا ہے، غم کی انتہا خوشی اور کشادگی کی ابتدا

① تفسیر القرطبی (۶/ ۲۱۵)



ہوتی ہے، زمانہ کبھی ایک ہی حالت پر نہیں رہتا، بلکہ ہر معاملے کے بعد ایک دوسرا معاملہ ہوتا ہے، ہر شدت اور سختی آسانی کے ساتھ بدل کر رہتی ہے، تجھ پر غموں کے پہاڑ ہی کیوں نہ ٹوٹ پڑیں، تم کبھی مایوسی اختیار نہ کرو، تنگی آسانوں پر ہرگز غلبہ نہیں پاسکتی، عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، تجھے جلد ہی فراخی اور وسعت حاصل ہوگی، جس کسی نے بھی اللہ عزوجل پر اعتماد و بھروسا کرتے ہوئے صبر کا پیالہ پیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے آزمائشوں اور تنگیوں سے نکلنے کا راستہ ضرور بنا دیا۔

حضرت یعقوب ؑ کا بیٹا (یوسف ؑ) گم ہو گئے اور ان کی گمشدگی پر ایک عرصہ گزر گیا، پھر بھی انھوں نے اللہ کی وسعت اور کشادگی سے مایوسی اختیار نہیں کی اور پھر جب ان کا دوسرا لخت جگر (بنیامین ؑ) بھی پکڑ لیا گیا تو انھوں نے اللہ واحد و احد سے اپنی امید کا ناتا نہ توڑا، بلکہ اس حالت میں بھی اس کی رحمت کے امیدوار بن کر پکارا:

﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا﴾ [یوسف: ۸۳]

”امید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا۔“

### مشکل کشا کون؟

سب تعریف اکیلے رب تعالیٰ کے لیے ہے اور اسی کی طرف ہماری فریاد ہے۔ جب تم پر حادثہ زمانہ ٹوٹ پڑیں اور وہ تم پر تمام دروازے اور راستے بند کر دیں تو تم اپنی مصیبت رفع کروانے اور اپنی آزمائش ٹالنے کے لیے صرف اللہ عزوجل سے امید باندھو اور جب رات کے اندھیرے تمہارا پیچھا کریں اور وہ اپنے پردے لٹکا دے تو رات کے ان اندھیروں میں تم اپنا چہرہ آسمان کی طرف پھیرو اور عاجزی و انکساری کے ساتھ ہاتھ بلند کرو اور اللہ رحیم و کریم کو پکار کر کہو کہ وہ تمہارا غم دور کر دے اور تمہارے معاملے میں آسانی پیدا کر دے، جب پُر امید ہو کر پوری دل جمعی کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ دعا رد نہیں کی جاتی، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاً وَ يُكْشِفُ السُّوءَ﴾ [النمل: ۶۲]

”کون ہے جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور وہی تکلیف دور کرتا ہے۔“

لہذا تم اس قادر و قدیر ذات پر بھروسا کرو اور عاجز و ذلیل دل کے ساتھ اس کی طرف پناہ پکڑو، وہ تمہارے لیے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے گا۔

فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اگر تم مخلوق سے مایوس ہو چکے ہو تو تم ان سے کسی چیز کی امید ہی نہ رکھو، تاکہ تمہارا مولا و آقا (اللہ جل و علا) تمہیں ہر وہ چیز عطا کرے جو تم خواہش کرتے ہو۔“<sup>①</sup>

ذرا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو! وہ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور شیر خوار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک ایسی وادی میں چھوڑ کر چلے آئے، جس میں پانی تھا اور نہ زراعت، ابراہیم علیہ السلام اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے اپنے اہل و عیال کو نماز اور زکات ادا کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ ادھر یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے قید سے آزاد کرتے ہوئے بغیر کپڑوں کے ایک چٹیل میدان میں پھینک دیا گیا۔ جس شخص نے بھی اپنا معاملہ اپنے اللہ کے سپرد کیا، اسے اپنی مراد حاصل ہوگی، تم ذوالنون یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں کی ہوئی دعا کو اکثر پڑھا کرو، جو یہ ہے:

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [الانبیاء: ۸۷]

”میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔“

### نجات کا راستہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں:

”دکھوں کا مارا ہوا جو شخص یونس علیہ السلام کے مذکورہ الفاظ کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے غم دور کر دیتا ہے۔“

علامہ ابن القیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”یہ عمل مجرب ہے کہ جو شخص سات مرتبہ ﴿إِنِّي مَسْنِي الضُّرِّ وَ أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی تکالیف دور کر دے گا۔“<sup>②</sup>

اللہ عزوجل کے سامنے اپنا دامن پھیلا دو، اسی سے اپنی امیدیں باندھ لو، اپنا معاملہ اس رحیم و کریم کے سپرد کرو، اس سے راحت و آسائش کا سوال کرو اور مخلوق سے ناتے توڑ لو۔ اس سلسلے میں ایک بات اور توجہ طلب ہے، وہ یہ کہ دعا کے لیے قبولیت کے اوقات تلاش کرو، جیسے سجدہ، رات کا آخری پہر وغیرہ۔

① جامع العلوم والحکم (ص: ۱۹۷)

② الفوائد لابن القیم (ص: ۲۰۱)

تم اس بات سے بچو کہ بلا و آزمائش کے زمانے کو طویل سمجھ کر کثرتِ دعا سے تنگ آ جاؤ اور کبیدہ خاطر ہو جاؤ، بلکہ یہ سمجھو کہ تم ایک ایسی آزمائش میں مبتلا ہو، جو تمہیں صبر اور دعا پر آمادہ کرتی ہے، بہر حال اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، آزمائش چاہے کتنی لمبی ہو، اس کے بعد راحت قریب ہی ہے، لہذا تم راہیں کھول دینے والے اللہ رحیم و کریم سے سوال کرو، کیونکہ اس کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ [الأنعام: ۱۷]

”اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں۔“

وہی ہر وہ کام کر گزرنے والا ہے، جو کام وہ چاہتا ہے اور ارادہ کرتا ہے۔

حضرت زکریاؑ بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ گئے تو پھر جا کر انہیں ایک بیٹا عطا کرنے کا وعدہ دیا گیا، جو سردار اور بلند اخلاق اور مفید لوگوں میں سے ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ کو اس وقت بیٹے کی بشارت سنائی گئی، جب ان کی بیوی حالتِ یاس کے بعد کہتی ہے:

﴿أَيْدُ وَاَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا﴾ [ہود: ۷۲]

”کیا میں جنوں گی، جبکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا۔“

### رزق میں فراوانی کا راستہ:

اگر تم رزقِ رسانی میں کچھ تاخیر اور سستی محسوس کرتے ہو تو کثرت سے توبہ اور استغفار کرو، کیونکہ لغزش ہی سزا کی موجب ہوتی ہے۔ جب تم دیکھو کہ تمہاری دعا قبول نہیں ہو رہی تو تم پھر سے اپنے معاملے کا جائزہ لو، کیونکہ ہو سکتا ہے تمہاری توبہ سچی توبہ نہ ہو، لہذا پہلے اسے صحیح اور درست کرو اور پھر دعا کرو، اللہ جواد و کریم سے زیادہ سخی اور بڑا فیاض تم کسی کو نہیں پاؤ گے۔

پھر تم کسی غریب اور نادار کو تلاش کر کے اس پر صدقہ کرو، کیونکہ صدقہ بلاؤں کو نال دیتا ہے۔ جب تم سے آزمائشیں اور تکالیف دور ہو جائیں تو کثرت کے ساتھ اللہ عزوجل کی تعریف اور ثناء بیان کرو، کیونکہ سلامتی کے ایام میں غافل ہو جانا بہت بڑی آفت ہے، اس لیے کہ بعض اوقات سزا موخر ہو جاتی ہے اور انسان دھوکے میں مبتلا رہتا ہے کہ وہ صحیح کام کر رہا ہے۔

عقل مند تو وہ ہے جو انجاموں پر نظر رکھتا ہے، پس تم ہمیشہ اللہ جل و علا کی تقدیر، اس کی خلق اور تدبیر پر یقین رکھو، اس کی ڈالی ہوئی آزمائش اور اس کے حکم پر صبر کرو اور اس کے فرمان کے

سامنے سر تسلیم خم کر دو، فرمانِ الہی ہے:

﴿ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَ عَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

الْمُؤْمِنُونَ ﴾ [التوبة: ۵۱]

”کہہ دے، ہمیں ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا، مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہی

ہمارا مالک ہے اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ ایمان والے بھروسہ کریں۔“

مسلمانو! حالات کبھی یکساں نہیں رہتے، سعادت مند ہے وہ شخص جس نے تقوے کا التزام

کیا، اگر وہ مال دار ہے تو یہ تقویٰ اسے زینت دے گا، اگر وہ فقیر ہے تو یہ اسے بے پروا کرے گا،

اور اگر وہ کسی آزمائش میں مبتلا ہے تو یہ تقویٰ اس کی ڈھارس بندھائے گا اور دل جمعی کا باعث ہوگا،

لہذا تم ہر حال میں تقوے کو لازم پکڑو، نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم تنگی میں وسعت اور کشادگی دیکھو گے،

حالت بیماری میں حمیت و عافیت دیکھو گے اور فقر و فاقے میں غنی و بے پروائی پاؤ گے۔ جو چیز

تمہارے مقدر میں ہے، اسے دور کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے اور جو تمہاری قسمت میں نہیں ہے،

اسے حاصل کرنے کا کوئی حیلہ نہیں ہے۔ رضا اور توکل مقدور کو گھیرے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اختیار

اور تدبیر میں متفرد ہے، اللہ جل و علا کا اپنے بندے کے لیے تدبیر کرنا بندے کے خود اپنے لیے تدبیر

کرنے سے بہتر ہے، کیونکہ وہ بندے پر خود اس سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

امام داود بن سلیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”مومن کے تقوے پر تین چیزوں سے استدلال کیا جاتا ہے: ① جو چیز اسے حاصل

نہیں ہوئی اس پر حسن توکل۔ ② جو چیز اسے حاصل ہوگئی ہے، اس پر حسن رضا۔

③ اور جو چیز اس سے کھوگئی ہے، اس پر حسن صبر۔“<sup>①</sup>

جو شخص تعالیٰ کے اختیار پر راضی رہا، اسے اس حال میں تقدیر پہنچے گی کہ وہ محمود، مشکور اور

ملطوف بہ ہوگا، ورنہ اس پر تقدیر کا قلم یوں چلے گا کہ وہ مذموم و غیر ملطوف بہ ہوگا، اس کے باوجود

جو اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے، اس سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔

حکما میں سے کسی سے پوچھا گیا: غنی کیا ہے؟ اس نے جواب دیا:

① الزهد الكبير للبيهقي (۲/۳۵۱)

”تیرا کم خواہش کرنا اور بقدر کفایت پر راضی اور خوش رہنا۔“

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جب بندے کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اسے اس میں تین نعمتیں حاصل ہوتی ہیں: وہ مصیبت اس کے دین میں اثر انداز نہیں ہوتی۔ وہ مصیبت جتنی ہوتی ہے، اتنی ہی رہتی ہے، اس سے تجاوز نہیں کرتی، اللہ تعالیٰ صاحبِ مصیبت کے صبر کرنے کے سبب اس پر صبر کرنے کی اسے توفیق عطا فرما دیتا ہے۔“

اللہ کے بندو! اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر انسان محمد بن عبداللہ پر درود و سلام بھیجو، کیونکہ اللہ عزوجل نے تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم جاری کیا ہے، چنانچہ اس نے حکم تنزیل میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [الأحزاب: ۵۶]

”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوات بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اس پر صلوات بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا۔“

## ہجرت مصطفیٰ ﷺ... دروس اور نصیحتیں

امام و خطیب فضیلة الشيخ على بن عبدالرحمن الحديفي

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے اس طرح تقویٰ اختیار کرو، جس طرح اس سے تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کا تقویٰ دنیا اور آخرت کی زندگی میں تمہارے لیے فوز و فلاح کا ضامن ہے۔

ذمے داری کا تقاضا:

اللہ کے بندو! عظیم فریضہ اور ہدف و مقصد کی بڑائی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی خاطر جہد، طاقت، وقت اور مال صرف کیا جائے، بعض اوقات انسان کو عظیم فریضے اور بڑے مقصد کی راہ میں موت تک کو گمے لگانا پڑتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس راہ پر چلتے ہوئے دوستوں کی کمی، دشمنوں کی کثرت، ہنسی مذاق، مکر کرنے والوں کے مکر، سخت جھگڑا لوگوں کے جھگڑے اور قبول کرنے والے انصار و اولیا کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سید البشر حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے شروع میں بعینہ یہی صورت حال تھی۔ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں سب سے بہتر شخص حضرت محمد ﷺ کو اس وقت انسانیت کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیا، جب انھیں اس کی سخت ضرورت تھی، اس لحاظ سے بھی انسانیت دین کی سخت محتاج تھی کہ اہل کتاب نے دین الہی میں تحریف کر دی ہوئی تھی اور دنیا شرک اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی، ایسے حالات میں اللہ عزوجل نے اپنے بندے حضرت محمد ﷺ کو روئے زمین کے تمام لوگوں کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجا، چنانچہ اللہ جل و علانے فرمایا:

﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَ  
الْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبَعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۸﴾ [الأعراف: ۱۵۸]

”کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی حالت:

آپ ﷺ جب لوگوں کی طرف رسول بن کر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ مختلف معبودانِ باطلہ کی پرستش کرتے تھے، ان میں سے کچھ تو درختوں کو پوجتے تھے اور بعض لوگ پتھروں، سورج، چاند، فرشتوں، جنوں، عیسیٰ بن مریم ﷺ، قبروں اور اولیاء کی عبادت کرتے تھے۔ اللہ کے سوا ان سے دعا کرتے تھے، ان سے استغاثہ کرتے تھے، بجز انوں اور معیبتوں کو نالانے کے لیے انھی کی پناہ میں آتے تھے، نفع اور خیرات کی طلب میں انھی کی طرف رغبت و رجوع کرتے تھے، انھی کے نام کا ذبح کرتے اور انھی کی نذر و نیاز دیتے، وہ اپنے ان معبودوں کو اللہ جل و علا اور اپنے درمیان واسطے بناتے، تاکہ یہ معبود انھیں اللہ کے قریب کریں اور ان کی دعا میں رب تعالیٰ تک پہنچائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ لوگ کاہنوں، جادوگروں اور نجومیوں کے پاس اپنے مقدمات لے کر جاتے تھے، فواحش اور محرّمات کے مرکب ہوتے تھے، پڑوسیوں سے بُرا سلوک کرتے تھے، قطع رحمی کرتے تھے، مال یوں کماتے تھے کہ حلال اور حرام کی تمییز نہ تھی، ان کے نزدیک سود اور بیع ایک ہی چیز تھی، مالی غصب اور مالی وراثت برابر تھا، اس جاہلی دین اور طریقہ کار پر بہت سے مصالح اور بہت سے مادی اور معنوی اعتبارات کی بنیاد تھی، اسی بنیاد پر کثیر تعداد میں ایسی عادات اور رواج موجود تھے، جن سے جان چھڑانا اور انھیں ترک کرنا لوگوں پر گراں گزرتا تھا۔

شہادتین کا مفہوم اور ان کا تقاضا:

ایسے حالات میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ”لا الہ الا اللہ“ اور ”محمد رسول اللہ“ کی شہادت کی طرف دعوت دی، نیز ہر اس چیز کی طرف دعوت دی، جو اس شہادت اور گواہی کے مفہوم میں

داخل و شامل ہے، جیسے: دعا، زنج، نذر و نیاز، استعاذہ، استعاذہ، طلبِ نفع، دفعِ ضرر، طواف، سجود اور دیگر تمام قسم کی عبادات، جو اللہ اکیلے کا حق ہیں، ان کو اللہ وحدہ لا شریک کے لیے بجا لانا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ [الجن: ۱۸]

”اور یہ کہ بلاشبہ مسجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔“

مزید فرمایا ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْكُمْ عَلَىٰ كُمُ إِلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ [الانعام: ۱۵۱]

”(اے نبی!) کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس

نے تاکید کی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔“

اسی طرح ”محمد رسول اللہ“ کی شہادت میں آپ ﷺ کو اتباع و اطاعت میں منفرد ماننا بھی

شامل ہے، چنانچہ فرمانِ الہی ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ۷]

”اور رسول تمہیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمہیں روک دے تو رک جاؤ۔“

نبی رحمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور لوگوں کو عفت و پاکدامنی، طہارت و پاکیزگی، اخلاقی کریمہ، استقامت، صلہ رحمی، اچھی ہمسائیگی اور مظالم و محارم سے رک جانے کی دعوت دیتے رہے۔ آپ ﷺ انہیں کتاب عزیز کی طرف آنے، کابنوں کی طرف مقدمات نہ لے جانے، حلال ذرائع سے مال کمانے اور اسے مشروع اور مباح طریقوں سے خرچ کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو اللہ کی شریعت کے سامنے برابر قرار دیا اور بتایا کہ ان میں مراتب و فضائل کی اونچ نیچ ہے تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَ الْإِثْمَ وَ الْبَغْيَ

بِغْيِرِ الْحَقِّ وَ أَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَ أَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا

لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الأعراف: ۳۳]

”(اے نبی!) کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے



ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ، جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔“ اسی طرح ارشادِ ربانی ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾ [النحل: ۹۰]

”بے شک اللہ عدل اور احسان کرنے اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے:

”جب ابو طالب بیمار پڑ گیا تو اس کے پاس ابو جہل سمیت قریش کے چند سردار حاضر ہوئے اور کہا: تمہارا بھتیجا (محمد ﷺ) ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے، یوں یوں کرتا ہے اور ایسے ایسے کہتا ہے، آپ ہمارے ساتھ اپنے بھتیجے کے معاملے میں انصاف فرمائیں، وہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے سے رک جائے، ہم اس سے اور اس کے اللہ سے تعرض نہیں کریں گے، چنانچہ ابو طالب نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب ہو کر پوچھا: اے میرے بھتیجے! کیا وجہ ہے کہ تیری قوم تیرا شکوہ کرتی ہے، ان کا کہنا ہے کہ تم ان کے معبودوں کو گالیاں دیتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا! میں ان سے ایک کلمے کا معتقد ہونے کا مطالبہ کرتا ہوں، اگر یہ ایسا کر لیں گے تو عرب ان کے تابع ہو جائیں گے اور عجم کے لوگ ان کو جزیہ ادا کریں گے۔ اس پر ابو جہل نے کہا: ہم اس طرح کے دس کلمات ماننے کو تیار ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا إله إلا الله“ پڑھ لو، یہ سن کر وہ گھبرائے، پشتیں پھیر کر لوٹ گئے اور وہ اپنے کپڑوں کو جھٹکے دے کر کہہ رہے تھے: کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔“<sup>①</sup>

کلمہ توحید کا مدلول:

وہ لوگ اس کلمے کے مدلول و مفہوم سے اچھی طرح آگاہ تھے کہ بلاشبہ یہ کلمہ انسان کو اس

① تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱/ ۱۴۹) نیز دیکھیں: سورة ق [آیت: ۴- ۸]

کی عبادات، معاملات، سلوک اور تمام زندگی میں اسلام کے تقاضے کے مطابق ایک نئی شکل اور سانچے میں ڈھال دیتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل فرمان اس پر گواہ ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الانعام: ۱۶۲]

”کہہ دے: بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔“

یہ ہے کلمہ ”لا اِلهَ اِلا اللّٰهُ“ کا معنی جس سے مشرکین بدکتے تھے اور نفرت کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے کلمہ کے اس عظیم معنی و مفہوم کی طرف تمام لوگوں کو دعوت دی اور تاریخ انسانیت کے اس سب سے بڑے واجب اور فریضے کو ادا کرنے پر کمر بستہ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو اس دین قدیم کی طرف دعوت دی، جس کے ذریعے انسان ترقی کی منازل طے کرتا ہوا اعلیٰ مقام و مرتبے تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے ذریعے دائمی نعمتوں کے گھر جنت میں ہمیشہ کی سعادت مندی کے ساتھ بہر مند ہو جاتا ہے۔ آپ کے اس دعوے پر سکے کی ایک چھوٹی سی کمزور جماعت ایمان لائی، جنہیں مشرکین نے طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں، جیسے آگ سے جلانا اور داغنا اور تہمتی دھوپ میں ننگے بدنوں کو گرم پتھروں پر اُلٹ پلٹ کرنا اور گھسیٹنا۔

### مخاطبین کی تین اقسام:

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو تین قسم کے لوگوں کا سامنا کرنا پڑا:

- ① ایک گروہ تو ان لوگوں کا تھا جو حق کو پہچانتے تھے، مگر تکبر کی بنیاد پر اس کا انکار کرتے تھے۔
- ② دوسرے وہ لوگ تھے جو حسد کی آگ میں جل کر رکھ ہوئے جاتے تھے۔
- ③ اور تیسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل تھا، جو باہل تھے اور اسی جہالت کی بنا پر گمراہی میں مبتلا تھے۔ ان تینوں گروہوں نے مل کر ایک شیطانی گروہ تشکیل دیا جو اسلام کے خلاف ایک سرکش محاذ کی حیثیت رکھتا تھا، اللہ کی راہ سے روکنے کا جو راستہ اور وسیلہ بھی یہ لوگ پاتے تھے اس پر چل نکلتے تھے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

[الصف: ۸]

”وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے موتیوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔“

## ہجرت کا حکم:

کے میں رسول اللہ ﷺ پر رنج و ملال سخت ہو گیا اور دین اسلام کا ناطقہ بند کر دیا گیا، جب مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر کہا:

« إِنَّ اللَّهَ أَدْنَىٰ لَكَ يَا مُحَمَّدُ بِالْهَجْرَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلَا تَبْتَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ فِي فِرَاشِكَ »<sup>(۱)</sup>

”اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے، لہذا آپ ﷺ آج کی رات اپنے بستر پر نہ گزائیں۔“

ہجرت کی رات مشرکین مکہ آپ ﷺ کے دروازے کے پاس گھات لگا کر بیٹھ گئے، تاکہ وہ آپ ﷺ کو مل کر ایک بارگی سے قتل کر دیں۔ اس دوران میں آپ ﷺ سورت یسین کی ابتدائی آیات تلاوت کرتے ہوئے نکلے، آپ ﷺ نے ان کے چہروں پر خاک بھینکی، جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا کر دیا اور وہ آپ ﷺ کو دیکھ ہی نہ سکے۔ یہاں سے نکل کر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما تین دن تک غار ثور میں چھپے رہے، حتیٰ کہ آپ ﷺ کی تلاش والا کام سرد پڑ گیا، جبکہ قریش نے آپ ﷺ کو ہر جگہ تلاش کیا، حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ کے نشاناتِ قدم کا پیچھا کرتے ہوئے غار کے دھانے تک آ پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کسی شخص نے اپنے قدموں کی جگہ کی طرف نگاہ دوڑالی تو وہ یقیناً ہمیں دیکھ لے گا، آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے ابوبکر! ان دو آدمیوں کے متعلق تیرا کیا گمان ہے، جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو؟“<sup>(۲)</sup>

تین دن کے بعد وہ دونوں غار سے نکلے اور ایک گائیڈ کو ملے، جس کے پاس ان کے لیے سواریاں تیار تھیں، جن پر سوار ہو کر یہ عازمِ مدینہ ہوئے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہجرت اسلام اور مسلمانوں کی مدد کا ذریعہ بنی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا مکہ میں اسلام کو دفن کر دینے کا منصوبہ خاک میں ملا دیا اور رسول اللہ ﷺ کے قتل پر ان کے قدرت رکھنے کا گمان توڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(۱) السیرة لابن ہشام (۸/۳)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۴۵۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۳۸۱)

﴿ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَخْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَآيَدَهُ بَجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [التوبة: ٤٠]

”اگر تم اس کی مدد نہ کرو، تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا، جنہوں نے کفر کیا، جبکہ وہ دو میں سے دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے، ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنہوں نے کفر کیا، اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

### کفار کے ناپاک ارادے:

ہجرت سے قبل اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کئی دفعہ قتل کے منصوبوں کی زد میں آئے۔ تاریخ نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن ابو جہل نے گیدر بھیجی چھوڑتے ہوئے کہا: لات وعزی کی قسم! اگر میں نے محمد ﷺ کو کعبۃ اللہ کے پاس سجدہ کرتے ہوئے دیکھ لیا تو میں ضرور ایک پتھر پکڑوں گا اور ان کے سر کو پچل کر روئی کی مانند بنا دوں گا، لہذا تم میری ہاں میں ہاں ملاؤ، یا مجھے اس کام سے روک دو۔ لوگوں نے جواب دیا: واللہ! اے ابو الحکم! ہم اس معاملے میں تمہارے ساتھ نہیں ہیں، چنانچہ اگلے دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور کعبہ کے پاس نماز ادا کرنے لگے تو ابو جہل نے ایک بڑا سا پتھر پکڑا اور آپ ﷺ کی طرف بڑھنے لگا، قریش اپنی مجلس میں بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے، پھر اچانک ابو جہل الٹے پاؤں پیچھے کودوڑا، اس کا رنگ اڑا ہوا اور جسم کانپ رہا تھا، اسے پوچھا گیا: ابو الحکم! کیا بنا؟ اس نے کہا: میرے اور آپ ﷺ کے درمیان ایک طاقتور اونٹ حائل ہو گیا، اللہ کی قسم! میں نے اس کے سر جیسا سر اور حجم پہلے کبھی نہیں دیکھا، اس کا ارادہ تھا کہ مجھے کھا جائے، اس لیے میں الٹے پاؤں واپس بھاگا، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« ذَاكَ جَبْرِئِلُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ تَقَدَّمَ لَأَخَذْتَهُ الْمَلَائِكَةُ عَضْوًا عَضْوًا، وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ »<sup>(1)</sup>

”یہ جبریل تھے، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر وہ آگے بڑھتا تو فرشتے لوگوں کے سامنے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔“

غزوہ تبوک سے واپسی پر منافقین کی طرف سے آپ ﷺ پر قاتلانہ حملہ ہوا، ایسے ہی عامر بن الطفیل کی طرف سے اور طواف میں فضالہ کی طرف سے ہوا۔ کسی غزوے میں ایک درخت کے نیچے آرام کرتے ہوئے بھی آپ ﷺ پر حملہ ہوا، صفوان بن صفوان بن امیہ کے بھیجے ہوئے کرائے کے قاتل کی طرف سے آپ ﷺ پر مسجد میں حملہ ہوا، نیز آپ ﷺ پر بکمری کی ایک دتی کو زہر آلود کر کے قاتلانہ حملہ ہوا، مگر آپ ﷺ کو بروقت اس کی اطلاع دے دی گئی، بہر حال ان تمام حملوں میں نبی اکرم ﷺ کے کمال تو حید اور اپنے اللہ عزوجل پر توکل و بھروسا کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾ [الطلاق: ۱۳]

”اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے راستے میں جزیرۃ العرب کے باہر بھی مدد کی ہوائیں چل پڑیں۔ اس سفر کے دوران میں سراقہ بن مالک نے رسول اللہ ﷺ کو جالیا، وہ آپ ﷺ کو قتل کر کے قریش کا مقرر کردہ سواونٹ انعام لینا چاہتا تھا، مگر اس دوران اس کے گھوڑے کی ٹانگین زمین میں جھنس گئیں، رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

”اے سراقہ! تب تیری کیا شان ہوگی جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا؟“

چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور آپ ﷺ کا پیچھا ترک کر دیا۔ نبوت کی زبان سے نکلے ہوئے ان کلمات کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایران کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کے کنگن پہنائے۔<sup>(2)</sup>

(1) تفسیر ابن جریر (۱۲/ ۶۴۸)

(2) سنن البیہقی (۶/ ۳۵۷)

رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما یونہی سفر طے کرتے ہوئے مکرم اور معزز بن کر مدینہ جا پہنچے۔ مدینے کا ہر باسی یہ چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اس کے گھر میں سکونت اختیار کریں، مگر آپ ﷺ کی اونٹنی آپ ﷺ کی اس مسجد (مسجد نبوی) کی جگہ میں آ کر بیٹھ گئی، کیونکہ وہ منزل کے اختیار اور چناؤ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھی۔ آپ ﷺ نے یہ جگہ خریدی اور اس پر مسجد تعمیر کر دی، جہاں سے قیامت کے دن تک ساری دنیا میں نورِ ایمان کی کرنیں پڑتی رہیں گی۔ پھر آپ ﷺ کی بیویوں کے حجرے تعمیر کیے گئے، اسلام اور مسلمانوں کی نصرت اور ہر رات والے عمل سے بھرپور ایک نئے مبارک و میمون دور کا آغاز ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد رسالت میں مکہ سے اور ہر اس جگہ سے، جہاں مسلمان اپنے دینی شعائر پر عمل کرنے کی قدرت نہ رکھتا تھا، مدینے کی طرف ہجرت کرنا واجب اور لازم ٹھہرا۔ ہجرت ایک ایسا صالح عمل ہے، جس کے ذریعے لوگ بلند مرتبوں پر فائز ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«الْإِسْلَامُ يَهْدِيكُمْ مَا قَبْلَهُ وَالْهَجْرَةُ تَهْدِيكُمْ مَا قَبْلَهَا»<sup>①</sup>

”اسلام اور ہجرت گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔“

فتح مکہ کے بعد وہاں سے ہجرت کرنا منسوخ ہو گیا، لیکن جس ملک اور علاقے میں مسلمانوں کے لیے اپنے اپنے شعائر کو قائم کرنا ممکن نہ ہو، ان پر واجب ہے کہ وہ اسے چھوڑ کر ایسے ملک اور علاقے کی طرف ہجرت کر جائیں، جہاں وہ آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔ حدیث میں آتا ہے:

«لَا تَنْقَطِعُ الْهَجْرَةُ حَتَّى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ، وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا»<sup>②</sup>

”ہجرت تب تک ختم نہیں ہوگی، جب تک توبہ کا وقت ختم نہیں ہو جاتا اور توبہ کا وقت ختم نہیں ہوگا، جب تک سورج اپنے مغرب سے طلوع نہیں ہوگا۔“

ہجرت کے فوائد:

عہد نبوت میں مدینے کی طرف ہجرت معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، آپ ﷺ کی ہجرت

① دیکھیں: صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۱)

② مسند أحمد (۹۹/۴) سنن أبي داود، رقم الحدیث (۲۴۷۹)

سے پہلے مدینے میں زرعی وسائل کی کمی تھی، بارشیں کم ہوتی تھیں، تجارت بہت قلیل تھی، صنعتی پیداوار نہ ہونے کے برابر تھی اور ساکنین بہت تنگ حال تھے، انسانی تخمینوں اور اندازوں کے مطابق تو اس کی طرف ہجرت کو اقتصادی اور اجتماعی مشکلات کا سبب بننا چاہیے تھا، لیکن اس کے برعکس مدینے کی طرف ہجرت اسلام اور مسلمانوں کے لیے یوں ہر خیر و بھلائی کو ثابت کرتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر مکر و تدبیر باطل ہو کر رہ گئی۔

ہر بڑے چھوٹے اور مرد و عورت نے سید المخلوق حضرت محمد سرور عالم ﷺ کا دیدار کیا، ان سے اپنا دین سیکھا، ان کی اقتدا کی، ان کے اخلاق اپنائے، ان کی مجالس میں شرکت کی، ان کی احادیث کو حفظ کیا، ان کے ساتھ عزوات میں شریک ہوئے اور ان کی گھریلو زندگی کی عبادات اور اپنے اہل کے ساتھ معاملات کا غور سے مطالعہ کیا، ان سب چیزوں کی محرک اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ان کی محبت تھی۔ اسلام اور مسلمانوں پر ہجرتِ نبویہ کے کس قدر عظیم اثرات مرتب ہوئے اور اس کے ذریعے اللہ جل و علانے اپنے مومن بندوں پر کتنی نعمتوں کی بارش کی۔ ہجرت کے ابتدائی دور میں واقعتاً بہت سی سختیوں کا سامنا تھا اور لوگ بہت سی تنگ حالیوں میں مبتلا تھے، جیسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”إِنِّي لِأَجْرًا مَا بَيْنَ مَنبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْتِ عَائِشَةَ، فَيَأْتِي الْأَعْرَابِيَّ وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي، يَطْلُنُ أَبِي مَجْنُونًا وَمَا بِي إِلَّا الْجُوعُ“<sup>①</sup>

”میں رسول اللہ ﷺ کے منبر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے حجرے کے درمیان بیہوش ہو کر گر جاتا تھا، کوئی اعرابی آ کر میری گردن پر اپنا پاؤں رکھتا اور یہ سمجھتا کہ مجھے جنون کا مرض ہے، جبکہ میں بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو کر گر جاتا تھا۔“

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے میرے چہرے پر بھوک کے اثرات دیکھے تو فرمایا: ابو ہریرہ! اہل صفہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں (ابو ہریرہ) یہ چاہتا تھا کہ مجھے جتنی بھوک لگی ہے، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر وہ دودھ نوش کروں، لیکن میں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اصحاب صفہ کو بلایا اور پھر آپ ﷺ ہی کے حکم سے ان میں سے ایک ایک کو دودھ پلانے لگا، حتیٰ کہ

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۸۹۳)

وہ سب سیر ہو گئے، صرف میں اور رسول اللہ ﷺ باقی رہ گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! اب تم دودھ پیو، میں نے اتنا دودھ پیا کہ میں خوب سیر ہو گیا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ”اور پیو“ میں نے اور پیا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ”مزید پیو“ میں نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اب اس دودھ کے لیے میرے پیٹ میں کوئی گنجائش نہیں ہے، پھر باقی ماندہ دودھ رسول اللہ ﷺ نے نوش فرمایا۔<sup>①</sup>

شروع میں یہ حالات بھی تھے کہ آپ ﷺ بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔ لیکن ہجرت کے ابتدائی دور کی اس سختی کو وہ لوگ اپنے کمال صبر اور ایمان کے ساتھ مات کر دیتے تھے، رسول اللہ ﷺ ان پر شفقت فرماتے اور ایک مشفق باپ اور رحم دل ماں سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ ان پر رحمت اور عاطفت فرماتے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھوں ملک فتح کروا دیے اور ہر طرف سے مالِ غنیمت نے مدینہ نبویہ کا رخ کر لیا، لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کرتے تھے:

« أَنْتُمْ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْ يَوْمِ يُعَادِي عَلَى أَحَدِكُمْ بِجَفَنَةٍ، وَيَرَأِحُ عَلَيْهِ بِأُخْرَى، وَيَعْدُو فِي حُلَّةٍ، وَيَرُوحُ فِي حُلَّةٍ، لِأَنَّ الْفِتْنَةَ فِي السَّرَّاءِ أَعْظَمُ مِنَ الْفِتْنَةِ فِي الضَّرَّاءِ »<sup>②</sup>

”آج کے دن تم اس دن سے بہتر ہو، جس دن صبح شام تم پر الگ الگ کھانا پیش کیا جائے گا اور صبح شام تم الگ الگ کپڑوں میں رہا کرو گے، کیوں کہ تنگی کے بجائے کشادگی میں فتنہ بڑا ہوتا ہے۔“

گناہوں سے ہجرت:

ارے مسلمان! اگر تم زمانہ نبوت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کے ثواب سے محروم رہے ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک اور قسم کی ہجرت مشروع قرار دی ہے، جس میں ثوابِ عظیم ہے۔ تم معصیت اور نافرمانی ترک کر کے اطاعت و فرمانبرداری کی طرف

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۸۷)

② دیکھیں: المستدرک (۳/ ۷۲۸)



پلٹ آؤ، کوتاہی کرنا چھوڑ دو اور استقامت سے نانا جوڑ لو، تکبر اور گناہ ترک کر دو اور عاجزی اور فرمانبرداری اختیار کر لو، سستی اور باطل خواہش سے منہ موڑ لو اور اپنے اللہ عزوجل کی خوشنودی میں کوشش اور محنت کرو، دنیا کی طرف مائل ہونے اور اس پر مطمئن ہونے سے اپنے دل کو باز رکھو اور دیرِ آخرت کی طرف اپنے دل کو لگاؤ اور اسی کی رغبت اختیار کرو۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ»<sup>(۱)</sup>

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں اور مہاجر وہ ہے، جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔“

اور صحیح مسلم میں ہے کہ بلاشبہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

«الْعِبَادَةُ فِي الْهَجْرَةِ كَهَجْرَةِ إِلَيَّ»<sup>(۲)</sup>

”قتلوں کے دور میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔“

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۱۸]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ایسا تقویٰ اختیار کرو، جیسے اس سے تقویٰ کرنے کا حق ہے اور تمھاری موت صرف تمھارے مسلمان ہونے کی حالت ہی میں آنی چاہیے۔

اللہ کے بندو! اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۴۰)

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۹۴۸)

﴿ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ﴾

[الفرقان: ۶۲]

”اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا، اس کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے، یا کچھ شکر کرنا چاہے۔“

ہجرتِ مدینہ کے دروس:

رات اور دن کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا جانا قدرتِ الہی کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ جو شخص رات کے وقت کوئی نیک کام بجا نہ لا سکا، وہ دن کے وقت اس کی تلافی کر لے اور جو شخص دن کے وقت کوئی عملِ صالح نہ کما سکا، وہ رات کو تلافی مافات کر لے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہجرت کا واقعہ مسلمانوں کے لیے کئی نصیحتیں اور دروس لیے ہوئے چھوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ ﷺ کی یہ ہجرت انسان کے مالوف اسباب کے ساتھ ہو، آپ ﷺ سفرِ ہجرت کے لیے زادِ راہ لے جائیں، اونٹنی پر سواری کریں اور اس سفر کے لیے گائیڈ کرائے پر لیں۔ اگر اللہ چاہتا تو براق کے ذریعے آپ ﷺ کو مکہ سے مدینہ پہنچا دیتا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، تاکہ آپ ﷺ کی امت اس کام میں آپ ﷺ کی اقتدا و اتباع کرے، مسلمان ان اسباب کے ساتھ اپنے دین کی مدد کرے، جو اسے میسر ہوں۔

اے مسلمان! تم پر سب سے بڑا فرض اور واجب یہ ہے کہ تم اپنی ذات میں اللہ کے دین کی مدد کرو اور وہ یوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر گامزن ہو جاؤ، اسی طرح اپنے گھر میں اس پر عمل کر کے، اپنے معاشرے میں اس کی طرف دعوت دے کر اور اس پر صبر کر کے اس کی مدد کرو۔

آج دنیا میں مسلمانوں کی جو صورتِ حال ہے، اس کا لازمی تقاضا ہے کہ ہجرتِ نبویہ کے مفاہیم اور حقائق سے استفادہ کیا جائے، اس دور میں بھی مسلمانوں کی حالت صرف انھیں امور کے ساتھ سدھرے گی، جن کے ساتھ سلف، صالحین نے حالات سدھارنے کا کام لیا تھا اور وہ امور ہیں: سچا ایمان، توحیدِ خالص، اخلاقِ کریمہ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ راست روی، اس پر توکل و بھروسہ، مشکلات پر صبر کرنا اور اچھے انداز میں عبادت بجا لانا جو سنتِ مطہرہ میں بیان ہوا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، اتَّبِعِ السَّبِيَّةَ الْحَسَنَةَ تَمُّحَهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقِ حَسَنٍ»<sup>①</sup>

”جہاں بھی ہو، اللہ سے ڈرو، اور برائی کے بعد نیکی کرو، وہ اسے مٹا دے گی، اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔“

اللہ کے بندو! ارشادِ الہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [الأحزاب: ۵۶]

”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلات بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اس پر صلات بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا۔“

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ بِهَا عَلَيَّ عَشْرًا»<sup>②</sup>

”جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اُس پر دس رحمتیں فرماتا ہے۔“

① صحیح سنن الترمذی للالبانی (۱۹۸۷) و قال: ”حسن“ شعب الإيمان للبيهقي (۶/ ۲۷۳۳) حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم (۴/ ۴۲۰) صحیح الجامع الصغیر (۹۷) صحیح الترغیب و الترہیب، رقم الحدیث (۳۱۶۰، ۲۶۵۵)

② صحیح سنن النسائی للالبانی (۱۲۹۶) صحیح الترغیب (۱۵۵۷) الصحیح المسند للوادعی (۱۲۴)

## موت اور اس کی نصیحتیں

امام و خطیب فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثیبی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

میں تمہیں اور اپنے آپ کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، دنیا و آخرت کا بہترین زاویہ یہی تقویٰ ہے۔ قیامت کا وہ دن جس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے، مگر وہ جو اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آیا، اس دن کی نجات اسی تقویٰ کی مرہونِ منت ہے۔

موت کا ذائقہ:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أَجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾

[آل عمران: ۱۸۵]

”ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور تمہیں تمہارے اجر قیامت کے دن ہی پورے دیے جائیں گے، پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو ”دو کے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔“

اللہ عزوجل کے اس فرمان میں موت اور اس کے بعد والے حالات کی حقیقت آشکارا کی گئی ہے، وہ موت جسے ہم میں سے ہر ایک چکھنے والا ہے، خواہ وہ فقیر ہو یا غنی، تندرست ہو یا بیمار، بڑا ہو یا چھوٹا اور رئیس ہو یا محکوم۔ بہر حال موت سے کسی کو بھی چھٹکارا نہیں ہے، چاہے وہ کسی دور دراز مقام کی طرف فرار ہو جائے یا کسی بلند و بالا برج میں جا گھسے یا کسی بعید وادی میں جا پناہ لے، کیونکہ ارشادِ الہی ہے:

﴿أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ﴾ [النساء: ۷۸]  
 ”تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پالے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔“

### موت کی حقیقت:

اپنی حالت کے واضح ہونے اور آثار کے ظاہر ہونے کے باوجود موت رازوں میں سے ایک راز ہے جس میں عقلیں حیران اور کبھی کبھی ہیں، کیونکہ اس کا تعلق روح کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [الإسراء: ۸۵]

”اور وہ تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں علم میں سے بہت تھوڑے کے سوا نہیں دیا گیا۔“

تم لوگ صحت و عافیت سے بھرپور نوجوانوں اور پہلوانوں کو آنا فانا پچھاڑ دینے والے بہادر کو دیکھتے ہو کہ وہ بے جان لاشے اور بے حرکت جسم کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اس نوجوان کی جوانی جاتی رہی، اس بہادر پہلوان کی قوت ناپید ہو گئی، اس کے حواس بے کار ہو گئے، اس کی سماعت، بصارت اور قوت شامہ جواب دے گئی اور اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ بعض اوقات مرنے والا پختہ عالم، بلیغ ادیب، ماہر طبیب یا ایک ماہر باکمال ہوتا ہے، لیکن کیا مجال ہے جو مذکورہ لوگوں کی یہ ساری صفات ان کی عمریں پوری ہونے کے بعد ان کی روحوں کو قبض ہونے سے روک سکیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ [یونس: ۴۹]

”جب ان کا وقت آ پہنچتا ہے تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔“

عمون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ کر یوں گویا ہوئے:

”كَمْ مِنْ مُسْتَقْبِلٍ يَوْمًا لَا يَسْتَكْمِلُهُ، وَمُنْتَظِرٍ غَدًا لَا يَلْبِغُهُ، لَوْ تَنْظُرُونَ إِلَى الْأَجَلِ وَمَسِيرِهِ لَابْغَضْتُمُ الْأَمَلَ وَعُرُورَهُ“

(۱) الزهد لابن المبارك، رقم الحدیث (۱۰) مصنف ابن ابی شیبہ (۷/ ۱۵۹)

”کتنے ہی وہ لوگ ہیں، جو دن کا استقبال کر کے اس کا آغاز و ابتدا تو کرتے ہیں، مگر اسے مکمل نہیں کر پاتے اور کتنے لوگ کل کے منتظر ہیں، لیکن ان کی زندگی میں کل نہیں آ پاتی۔ کاش! تم عرصہ حیات اور اس کی تیزی کے ساتھ اپنی انتہا کی طرف سفر کرنے کو نظر میں رکھتے تو تم خواہشات اور ان کی دھوکا دہی کو سخت ناپسند کرتے۔“

انسان صحت و تندرستی سے حظ وافر اٹھا رہا ہوتا ہے، عافیت کی نعمت سے مالا مال ہوتا ہے، کھاتا پیتا اور اچھلتا کودتا ہے، خوشی خوشی چلتا ہے اور تکبر کے ساتھ نکلتا اور روانہ ہوتا ہے کہ اچانک مرض الموت اسے شیر کے اپنے شکار پر حملہ آور ہونے کی طرح آدبوجتی ہے، چنانچہ اس کا جسم لاغر اور اس کی آواز ہلکی اور پست ہو جاتی ہے، اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، اس کے قویٰ مضحل ہو جاتے ہیں اور اس کے دنیا سے کوچ کرنے کے بعد اس کے اعمال کے رجسٹر اور کھاتے سمیٹ دیے جاتے ہیں۔

### موت ایک حقیقت ہے:

موت کتنی قریب ہے۔ روزانہ وہ ہمارے اور ہم اس کے قریب ہو رہے ہیں۔ ہمارے اور موت کے درمیان بس ہماری زندگی کی مدت پوری ہونے کا فاصلہ ہے، جو ختم ہوتے ہی ہم مردوں میں شمار ہونے لگیں گے، عمروں کی حقیقت بس اسی قدر ہے، جیسے پھول کھلتے اور مرجھا جاتے ہیں، یا چراغ روشن ہوتا اور بجھ جاتا ہے، یا انگارا دھکتا ہے، پھر جلد ہی راکھ بن جاتا ہے۔ ریت کے ان ٹیلوں پر بکھری ہوئی قبروں پر غور و فکر ہونا چاہیے، ان قبروں کے گرے پڑے پتھروں کے درمیان طمع و لالچ کرنے والے اور دنیا کے طالب غور و فکر کریں، تاکہ انھیں اس بات کا ادراک ہو کہ خواہشات اور حرام لذتوں کا راستہ اگر چہ سرسبز و شاداب اور پھولوں سے مزین ہو، آخر کار وہ انسان کو اس انتہا تک پہنچانے والا ہے، جہاں وہ قبروں میں دفن کر دیے جائیں گے۔

جس شخص کو قرآن اور موت کے ڈرنے نافرمانیوں سے نہ روکا، اس کے سامنے اگر دو پہاڑ بھی آپس میں ٹکرا جائیں تو وہ باز نہیں آسکتا۔ قبرستانوں کی کثرت اس کے لیے کسی عبرت کا باعث نہیں بنتی۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے، آج جنازہ اٹھانے والا کل خود جنازہ بن کر اٹھایا جائے گا اور جو شخص قبرستان سے اپنے گھر کی طرف لوٹتا ہے، عنقریب لوگ اسے قبر میں یکہ دتہا چھوڑ کر واپس گھروں کو آجائیں گے اور اسے اس کے اعمال کا گروی بنا دیا جائے گا، اگر اعمال اچھے تو انجام اچھا

اور اگر اعمال برے تو انجام بھی ایسا ہی ہوگا۔ آج کے دور میں ہم بعض خبریں پھیلانے والے اس طرح کے ہیں، جو ہنسی کھیل اور غفلت کا شکار ہیں، یا دلوں کو سخت کر دینے والی غفلت کے سبب دکھاوے اور شہرت چاہنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور ان کی یہ غفلت یہ نوبت لاتی ہے کہ اسے احوالِ برزخ کی ہولناکیاں اور آخرت بھول جاتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس غفلت سے بیداری کا سوال کرتے ہیں، موت جسے بچھاڑنے والی ہے، جس کا بستر مٹی ہے، قبر اس کا ٹھکانا ہے، زمین کا پیٹ جس کا مستقر ہے، جس کے وعدے کی جگہ قیامت کا دن ہے اور جس کا مورد جنت یا جہنم ہو، اس کے لائق یہ ہے کہ وہ موت کو خوب یاد رکھے، اس کے لیے تیاری کرے اور اس کے متعلق غور و فکر کرے۔ اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرے اور اپنے آپ کو اہل قبور سے سمجھے، کیوں کہ ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے، جب ملک الموت آجائے گا، تو تیرا مال اور تیری بھرپور تیاری اسے تیرے پاس آنے سے روک نہ سکے گی۔

أَيُّنَ الَّذِينَ بَلَّغُوا الْمُنَى فَمَا لَهُمْ فِي الْمُنَى مُنَازِعٌ

”کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنی تمنائیں اس طرح پوری کرنے میں کامیاب ہوئے کہ ان آرزوؤں میں کوئی ان سے منازعت کرنے والا نہ تھا۔“

جَمَعُوا فَمَا أَكَلُوا الَّذِي جَمَعُوا بَنَوْا مَسَاكِنَهُمْ فَمَا سَكَنُوا

”انہوں نے جمع کیا مگر اپنے جمع شدہ سے کچھ نہ کھایا، انہوں نے اپنی رہائش گاہیں تعمیر کیں، لیکن وہ ان میں رہائش نہ کر سکے۔“

لیکن ہم ہیں کہ موت کو بھول جاتے ہیں اور زندگی کے سمندر میں یوں تیرتے رہتے ہیں، گویا ہم اس دارِ فانی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، جبکہ اولیٰس قرنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”تَوَسَّدُوا الْمَوْتَ إِذَا نِمْتُمْ وَاجْعَلُوهُ نُصْبًا أَعْيُنِكُمْ إِذَا قُمْتُمْ“<sup>(۱)</sup>

”سوئے وقت موت کو سرہانا بنا کر سویا کرو اور جب تم نیند سے اٹھ جاؤ تو اسے اپنا نصب العین بنا کر رکھو۔“

(۱) کتاب الزهد الكبير للإمام البيهقي (۲/۲۶۱) یہ امام ذوالنون مصری کا قول ہے۔

جس نے موت کو یاد رکھا، اس پر دنیا اور اس کے مصائب ہلکے ہو گئے، وہ بلند ہمت اور مضبوط عزم کا مالک بن گیا اور ریاکاری و دکھاوے سے دور ہو گیا اور بھیگی کے باغات (جنتوں) کی دائمی نعمتوں کا اپنے آپ کو مستحق بنانے لگا۔

### موت کی یاد:

یقیناً موت کی یاد دہانی اس لیے نہیں کہ انسان پر اس کی زندگی کو اجیرن اور مکدر کر دیا جائے اور وہ موت کی یاد میں اسبابِ زندگی ترک کر کے ہر وقت ڈر اور خوف کو اپنے اوپر طاری کر کے کام اور نتیجہ خیزی سے منقطع ہو کر بیٹھ جائے، بلکہ موت کی یاد دہانی تو اسے ایسے عمل کی طرف راغب کرنے کے لیے ہے، جو اسے معاصی کے ارتکاب سے روک دے اور سخت دل کو نرم کر دے۔ ہم تو موت کو اس لیے یاد کرتے ہیں، تاکہ ہم موت کے بعد پیش آمدہ حالات و معاملات کی اچھی تیاری کریں، نیک اعمال بجالائیں، اطاعت و فرمانبرداری کے خوگر بن جائیں اور روزہ، قیام، نیکی کا حکم، برائی سے منع کرنا اور محتاجوں کی دست گیری و خیر گیری جیسی عبادت میں خوب کوشش اور محنت کریں۔

امام عبدالرحمن بن مہدی رضی اللہ عنہ نے کہا:

”لَوْ قِيلَ لِحَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ إِنَّكَ تَمُوتُ غَدًا مَا قَدَّرَ أَنْ يَزِيدَ فِي الْعَمَلِ شَيْئًا“<sup>(۱)</sup>

”اگر حماد بن سلمہ کو بتایا جائے کہ تم کل فوت ہو جاؤ گے تو وہ اپنے اعمال میں مزید کسی

عمل کے اضافے کی فکر نہیں کریں گے۔“

کیونکہ ان کے اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی ہی سے معمور تھے، ان کی زندگی کے لمحات عبادتِ الہی اور ذکر و اوراد میں مشغول رہ کر بسر ہوتے تھے۔

موت کی یاد تو اس لیے ہے کہ منکرات کو چھوڑ کر، معاصی سے منہ موڑ کر، مظالم کا دفاع کر کے اور مستحقین کو ان کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ موت کی تیاری کی جائے۔ دلوں سے اختلاف، بغض اور عداوت کو ختم کر کے موت کی تیاری کی جائے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کے ذریعے موت کی تیاری کی جائے۔ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صالح المری کہا کرتے تھے:

(۱) حلیۃ الأولیاء (۶/۲۵۰)



”إِنَّ ذِكْرَ الْمَوْتِ إِذَا فَارَقْنِي سَاعَةً فَسَدَّ عَلَيَّ قَلْبِي“<sup>①</sup>

”لمحہ گھڑی بھر کے لیے بھی جب موت کی یاد میرے دل سے جدا ہوتی ہے تو میرے دل میں خرابی اور بگاڑ پیدا کر دیتی ہے۔“

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس نے موت کو کثرت سے یاد کیا، اسے تین چیزوں سے نوازا گیا: ① جلدی توبہ کرنا۔ ② دلی قناعت کا حاصل ہونا اور ③ عبادت میں مہر ترقی کا میسر آنا، اور جس شخص نے موت کو بھلا دیا، اسے بھی تین ہی چیزیں عطا ہوئیں: ① توبہ میں ٹال منول اور اگر مگر۔ ② گزارے کے موافق روزی پر عدم رضا۔ ③ عبادت میں سستی اور کاہلی۔<sup>②</sup>

### ذکرِ موت کے ثمرات:

جس شخص پر خواہشات کے بادل سایہ کنناں ہیں اور وہ غفلت کی وادیوں میں سرگرداں اور حیران گھوم رہا ہے، وہ آخر موت کے لیے کب تیاری کرے گا؟ جو شخص حلال یا حرام کے سلسلے میں اللہ عزوجل کے حکم کی پر دا نہیں کر رہا، وہ کب موت کی تیاری کرے گا؟ جس انسان نے قرآن کو چھوڑ دیا، جس نے فجر کی نماز کبھی باجماعت پڑھ کر نہیں دیکھی، جو لوگوں کے مال نا جائز طریقے سے ہڑپ کر گیا، سو دکھاتا رہا اور زنا کا مرتکب ہوتا رہا، وہ موت کی تیاری کب کرے گا؟

جس انسان نے غیبت اور چغلی سے اپنی زبان کو ملوث کیا، اس کا دل حسد اور کینے سے بھرا ہوا ہے، اس نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات مسلمانوں کی عیب جوئی اور ان کی عزتیں پامال کرنے میں ضائع کر دیے، کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ موت کی تیاری کر رہا ہے؟ جبکہ انبیاء کرام ﷺ کی صورت حال یہ رہی ہے کہ جب ان کی موت کا وقت آتا تو انھیں دنیا میں رہنے اور مقام کریم (جنت) کی طرف منتقل ہونے کا اختیار دیا جاتا تھا، مگر اس کے باوجود ہر نبی اور رسول نے آخرت کی دائمی نعمتوں ہی کو اختیار کیا۔

### جنت کو ترجیح دیں:

ہمارے رسول ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، چنانچہ آپ ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے آخرت کی نعمتوں ہی کو اختیار کیا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ سیدہ

① کتاب الزهد للإمام ابن المبارک (۲۶۰)

② فیض القدیر للمناوی (۸۵ / ۲)

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحت و تندرستی کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کو اس کی روح قبض کرتے وقت جنت میں اس کا مقام دکھایا جاتا اور پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے (کہ ابھی مزید دنیا میں رہنا چاہتے ہو تو رہ لو اور اگر جنت کے اس مقام میں آنا چاہتے ہو تو اس کا بھی تمہیں اختیار ہے) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی غشی کچھ دیر کے لیے طاری ہوئی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمبارک میری ران پر تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھت کی طرف اپنی نگاہ اٹھائی اور فرمایا: «اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى» میں نے کہا: تب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ رہنا پسند نہیں کریں گے۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ تو وہی اختیار دیا جاتا ہے، جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ذکر فرمایا کرتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے، کہتی ہیں کہ یہ وہ آخری کلمات تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے تھے۔<sup>①</sup>

### قیامت کے دن دو گروہ:

موت اور اس کی شدت کے وقت، قبر اور اس کے اندھیرے میں اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں میں لوگوں کے دو گروہ ہوں گے، ایک گروہ تو وہ ہوگا جو مصائب کی ان گھڑیوں میں ثابت قدم رکھا جائے گا، ان کے خوف سے ہر امن رہے گا اور اسے جنت کی خوشخبری دی جائے گی اور دوسرا گروہ وہ ہوگا، جسے ان مقامات پر انتہائی ذلت و رسوائی کی تکلیف و مشقت جھیلنا پڑے گی۔ فرمانِ الہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا

وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾ [حم السجدة: ۲۰]

”بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ، جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔“

استقامت اختیار کرنے والے مومنوں پر ان کی موت کے وقت، ان کی قبروں میں اور قبروں سے دوبارہ اٹھنے کے وقت فرشتے اترتے ہیں، ان کے نفوس کو مطمئن کرتے ہیں اور آخرت کے ڈر اور خوف سے انہیں امن دلاتے ہوئے اور انہیں تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم نے جو اعمال آگے

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۴۶۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۴۴۴)

بیجھے ہیں ان پر خوف نہ کرو اور دنیا میں تم جو اہل، اولاد اور مال چھوڑ آئے ہو، ان پر غم اور فکر نہ کرو، ہم آخرت میں تمہارے دوست ہیں، ہم قبروں میں اور صور پھونکے جانے کے وقت تمہاری غم خواری کریں گے اور دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تمہاری تسلی بخشی کریں گے۔

جہاں تک کفار کا تعلق ہے تو جب ان پر موت طاری ہوتی ہے اور وہ اس کی تکلیفوں اور سختیوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو انہیں انتہا درجے کی ذلت و رسوائی اٹھانا پڑتی ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ  
أَخْرَجُوا أَنفُسَكُمْ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ  
غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ [الأنعام: ۹۳]

”اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔“

دنیا میں واپسی کی خواہش:

ان کی حسرت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی خواہش کا اظہار کرتے

ہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ﴿۱۰۰﴾ لَعَلِّيَ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا  
تَرَكْتُ﴾ [المومنون: ۹۹، ۱۰۰]

”یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو، تاکہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں، اس میں کوئی نیک عمل کر لوں۔“

مفسر قرآن امام قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اللہ کی قسم! وہ اس بات کی تمنا نہیں کرے گا کہ وہ اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹے، نہ وہ مال کی طرف لوٹے اور دنیا کا مال جمع کر کے اپنی خواہشات پوری کرنے کی آرزو کرے گا، بلکہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے

اعمال بجالائے۔ اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے، جس نے وہ اعمال کیے جن اعمال کی بجا آوری کی خواہش کا فرسخ اس وقت کرے گا، جب وہ آگ کے عذاب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے گا۔<sup>(۱)</sup>

### آخری کلمہ:

اللہ تعالیٰ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو، جیسا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔ اپنے پوشیدہ معاملات اور سرگوشیوں میں اس کا ڈر اور خوف اپنے دل میں رکھو، اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور ثابت قدمی کی کس قدر زیادہ ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس دنیا میں اس کا آخری کلمہ ”لا اِلهَ اِلا اللّٰهُ“ ہو جائے اور وہ اس عظیم کلمے ”لا اِلهَ اِلا اللّٰهُ“ کے ساتھ دنیا کو الوداع کہے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ»<sup>(۲)</sup>

”جس شخص کا آخری کلام ”لا اِلهَ اِلا اللّٰهُ“ ہوا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

اور مسند احمد میں ہے:

«وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ»<sup>(۳)</sup> ”اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔“

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”قریب المرگ کو کلمے کی تلقین کرنا واجب ہے، کیونکہ اس وقت وہ ایسے عوالم اور ہولناکیوں کو دیکھتا ہے، جن سے وہ واقف نہیں ہوتا اور شیطان بھی اس وقت بندے کے قریب ہوتا ہے، لہذا اس بندے کے غفلت کا شکار ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، اور اس لیے بھی اسے کلمے کی تلقین کرنا واجب ہے کہ موت کے وقت کلمہ پڑھنا گناہوں کے کفارے اور انھیں مٹانے میں بڑی تاثیر رکھتا ہے، کیونکہ اس وقت کلمہ پڑھنا ایک ایسے بندے کی طرف سے گواہی ہوتی ہے، جسے اس کلمے پر یقین ہوتا ہے، وہ اس کے مضامین سے پورا واقف ہوتا ہے، اس کی خواہشات دم توڑ چکی ہوتی ہیں، نفس اعراض کے بعد متوجہ ہوتا

(۱) تفسیر ابن کثیر (۳/ ۲۵۶)

(۲) سنن أبي داود، رقم الحديث (۳۱۱۶)

(۳) مسند أحمد (۵/ ۲۳۳)

ہے، عزت کے بعد ذلیل ہو جاتا ہے اور اس سے دنیا کی حرص اور لالچ ختم ہو چکی ہوتی ہے، تو کلمے کے ساتھ وہ شہادت اور گواہی اس کے اعمال کا خاتمہ ثابت ہوتی ہے، وہ اسے گناہوں سے پاک کر دیتی ہے اور اسے اس کے رب تعالیٰ کے پاس داخل کر دیتی ہے، کیونکہ اس نے اپنے رب حرمین کے ساتھ ایسی شہادت کے ساتھ ملاقات کی جو خالص ہے، اس کا ظاہر اس کے باطن سے موافق ہے اور اس کا پوشیدہ اس کے علانیہ کے ساتھ موافق ہے۔<sup>(۱)</sup>

### میت کے حسن اعمال کا تذکرہ:

گذشتہ حدیث سے ضمنیہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ قریب المرگ کے پاس جانا مستحب ہے، تاکہ اسے کچھ نصیحت کی جائے اور اس کی تسلی و تشفی کرائی جائے، لوگ اس بات کو بھی مستحب جانتے تھے کہ موت کے وقت بندے کے اچھے اعمال کا تذکرہ کیا جائے، تاکہ اس کا اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ گمان اچھا ہو جائے، چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ»<sup>(۲)</sup>

”تم میں سے ہر شخص اپنی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھے۔“

سنتِ مطہرہ نے میت کے محاسن کا ذکر کرنے اور اس کے عیوب بیان کرنے سے رک جانے

پر آمادہ کیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضُوا إِلَىٰ مَا قَدَّمُوا»<sup>(۳)</sup>

”فوت شدگان کو برا مت کہو، کیوں کہ وہ اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں۔“

صحیح بخاری میں ابوالاسود سے مروی ہے کہ میں مدینے میں اس وقت آیا، جب وہاں ایک مرض کی وبا پھوٹی ہوئی تھی۔ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو اس میت کی تعریف کی گئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی، پھر ایک اور جنازہ گزرا، اس پر بھی تعریف کی گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: واجب ہوگئی، پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا، جس کو لوگوں نے برے الفاظ

(۱) الفوائد لابن القيم (ص: ۵۵)

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۷۷)

(۳) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۳۹۳)

سے یاد کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی۔ ابو الاسود کہتے ہیں: میں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین!

کون سی چیز واجب ہوئی؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے وہی کچھ کہا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا:

« أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ، فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: وَثَلَاثَةٌ، فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: وَثَلَاثَةٌ، ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ<sup>①</sup>»

”جس مسلمان کے لیے چار لوگ خیر کی گواہی دیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا،

ہم نے عرض کی: اور تین آدمی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور تین آدمی، ہم نے عرض کی: دو آدمی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آدمی بھی، پھر ہم نے ایک کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھا۔“

اس سلسلے میں صاحب فضل اور سچے لوگوں کی گواہی معتبر ہوگی، چنانچہ اس میں دشمنوں کی

گواہی قبول نہیں ہوتی۔ غسل دینے والے کے لیے یہ مستحب ہے کہ جب وہ میت میں کوئی بد زبیب

اور عیب دار چیز دیکھے تو اس کی پردہ پوشی کرے۔ ایک مسلمان کے جو دوسرے مسلمان بھائی کے

ذمے حقوق ہیں، ان میں سے یہ بھی ہیں کہ اس کی نماز جنازہ ادا کرے اور اس کے حق میں دعا

کرے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا، وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَيُفْرَعَ مِنْ دَفْنِهَا، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقَيْرَاطَيْنِ، كُلُّ قَيْرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا، ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقَيْرَاطٍ<sup>②</sup>»

”جو شخص کسی مسلمان کے جنازے پر ایمان و ثواب کی نیت سے جاتا ہے اور نماز پڑھنے

اور دفن ہونے تک اس کے ساتھ رہتا ہے تو وہ دو ”قیراط“ لے کر آتا ہے۔ ایک قیراط

أحد پہاڑ کے برابر (اجر و ثواب والا) ہوتا ہے، اور جو شخص نماز پڑھ کر دفن ہونے سے

پہلے واپس آ جاتا ہے، اس کو ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اللہ عز و جل کی ملاقات کے سوا کوئی چیز مومن کے لیے باعثِ راحت وطمینان نہیں ہے۔“<sup>③</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۳۶۸)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۷)

③ حلیۃ الأولیاء، (۱/۱۳۶)

## جھوٹی گواہی اور اس کے نقصانات

امام و خطیب فضیلۃ الشیخ حسین آل الشیخ

حمد و ثنا کے بعد:

### عدل و انصاف کی اہمیت:

اسلامی بھائیو! دنیا میں عدل و انصاف کی داغ بیل ڈالنا اور ظلم کو اپنی تمام تر شکلوں اور صورتوں سمیت روکنا مقاصدِ اسلام میں سے ایک نمایاں مقصد ہے۔ عدل و انصاف کو قائم کرنا رسالتِ محمدی ہی کی نہیں، تمام رسولوں کی بعثت کی انتہا و معراج ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ [الحديد: ۲۵]

”بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔“

عدل و انصاف تمام شعبہ ہائے زندگی کو منظم کرتا ہے، یہ سب کے حق میں عام ہے اور اپنی مختلف شکلوں کے ساتھ افعال، اقوال اور تصرفات میں داخل و شامل ہے، ہر میدان میں عدل اور ہر انسان کے ساتھ انصاف ہی دینِ اسلام کا <sup>مط</sup>منظر نظر ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ ﴾ [النحل: ۹۰]

”بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے۔“

یقیناً دینِ اسلام ہی حق کے اصول قائم کرتا، اصلاح کے قواعد وضع کرتا، اور خیر و بھلائی کے مناہج اور طریقوں کی بنیاد رکھتا ہے، پس یہی وہ دین ہے جو ان مفید اصولوں اور اصلاحی مناہج کے

لیے ایسے راستے اور وسائل متعین کرتا ہے جو ہر اس چیز سے اسے محفوظ رکھنے کی ضمانت فراہم کرتے ہیں جو اس کے اغراض و مقاصد کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

سچی گواہی کی اہمیت:

عدل و انصاف قائم کرنے کے نمایاں اسباب اور ارکان میں گواہی کو قائم کرنا، معاشرے میں اس کی اہمیت اور کردار کو جاننا، اس کے حق کا خیال رکھنا اور اس کے متعلق ذمے داری کا احساس ہے۔ اللہ کے بندو! گواہی حق کو باطل سے ممتاز کرنے کا ایک معیار ہے، سچے اور جھوٹے دعوؤں کے درمیان فرق کرنے والی حدِ فاصل ہے، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ گواہی حقوق کے لیے روح کی حیثیت رکھتی ہے، پس اللہ تعالیٰ نے پاک روحوں کے ساتھ جانوں کو زندہ کیا۔ اجتماعی زندگی اور اس میں رونما ہونے والے حوادث، اس میں پیش آمدہ مادی احوال و واقعات، معاملات اور خاندانی تعلقات کے قیام کے لیے گواہی ایک ضروری چیز ہے۔ قاضی شریح اللہ نے فرمایا:

”فیصلہ کرنا ایک بیماری ہے اور گواہی شفا ہے، لہذا شفا کو بیماری پر طاری کر دو۔“<sup>①</sup>

اسلامی بھائیو! گواہی دینے کا حق ادا کرنا، ایک فرضِ لازم اور واجبِ ضروری ہے۔ اللہ جل و علا

فرماتے ہیں:

﴿وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ﴾ [الطلاق: ۲] ”اور شہادت اللہ کے لیے قائم کرو۔“

اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے لوگ من جملہ نیکی اور احسان کرنے والوں میں سے ہیں اور اہلِ فضل و ایمان میں شامل ہیں۔ اللہ جل و علا (جنتوں میں) عزت دیے جانے والے لوگوں کی تعریف کچھ یوں فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ﴾ [المعارج: ۳۳]

”اور جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔“

ایمان کے حقوق اور اس کے واجبات میں یہ شامل ہے کہ حق بات کی گواہی دی جائے،

چاہے وہ گواہی اپنے ہی نفس کے خلاف ہو یا کسی قریبی کے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ

الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ﴾ [النساء: ۱۳۵]



”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمہاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قربت والوں کے خلاف ہو۔“

اہلِ علم نے کہا ہے کہ حقوق العباد میں سے کسی معاہدے یا تصرف پر گواہی دینے کے لیے جب کسی ایسے شخص کو بلایا جائے، جس کے سوا کوئی گواہی دینے والا نہیں ہے، تو اس شخص پر گواہی دینا واجب ہے، اور اگر ایسی صورت حال نہ ہو تو گواہی دینا مندوب اور مستحب ہے، نیز اس وقت وہ گواہی تمام لوگوں کے حق میں فرض کفایہ ہوگی۔ یہ وہ چند ضابطے ہیں، جو اہلِ علم نے گواہی دینے کے لیے مقرر کیے ہیں۔ جہاں تک گواہوں کو تکلیف دینے کا تعلق ہے تو اہلِ علم کا کہنا ہے: گواہی دینا فرض کفایہ ہے، جب لوگوں کی ایک خاطر خواہ تعداد گواہی دے تو پوری جماعت گواہی نہ دینے کے گناہ سے بری الذمہ ہو جاتی ہے، لیکن اگر تمام لوگ گواہی دینے سے رک جائیں تو وہ سب کے سب گناہ گار ہوں گے، اور جب گواہی دینے والے ان افراد کے سوا اور گواہ نہ ہوں، جن کی گواہی سے فیصلہ کیا جاسکے اور اس کی وجہ سے کسی بندے کے حق کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس وقت انسان پر گواہی دینا عین واجب ہو جاتا ہے۔ اللہ عزوجل مذکورہ تمام صورتوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا يَأْتِ الشَّهَادَةَ إِذَا مَا دُعُوا ﴾ [البقرة: ۲۸۲]

”اور گواہ جب بھی بلائے جائیں انکار نہ کریں۔“

### گواہی چھپانا:

گواہی کے یہ مذکورہ احکام و مسائل تو حقوق العباد کے متعلق تھے، جہاں تک حدود میں گواہی کا تعلق ہے تو ان میں پردہ پوشی کرنا افضل ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مطہرہ سے یہ ثابت ہے۔ جب گواہی دینے کی اتنی تاکید اور گواہ کو ایذا دینے کی اتنی وعید ہے، تو گواہی کو چھپانا شرعی طور پر ایک مذموم اور طبعی طور پر مبعوض کام ہے، چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ﴾ [البقرة: ۲۸۳]

”اور شہادت مت چھپاؤ اور جو اسے چھپائے تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے۔“

بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ گواہی کو چھپانے پر اللہ تعالیٰ نے جتنی سخت دھمکی دی ہے، وہ کسی

اور عمل پر نہیں دی کہ اس نے ارشاد فرمایا:

﴿قَانَةَ اٰمُ قَلْبُهُ﴾ [البقرة: ۲۸۳] ”تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے۔“

لہذا اللہ کے بندو! گواہی کو چھپانا عظیم جرم اور کبیرہ گناہ ہے۔ وصیت کے گواہوں کی طرف سے بیان کرتے ہوئے اللہ جل و علا فرماتے ہیں:

﴿وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّا اِذَا لَمِنَ الْاٰثِمِيْنَ﴾ [المائدة: ۱۰۶]

”اور نہ ہم اللہ کی شہادت چھپائیں گے، بے شک ہم اس وقت یقیناً گناہ گاروں سے ہوں گے۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”شَهَادَةُ الزُّوْرِ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ وَكْتَمَانُهَا كَذَلِكَ“<sup>(۱)</sup>

”جھوٹی گواہی کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے اور اس کا چھپانا بھی اتنا ہی گناہ ہے۔“

گواہی کے ضابطے:

مسلمانوں کی جماعتوں! جب گواہی کے متعلق مذکورہ واضح حقائق ہمارے سامنے ظاہر ہو گئے تو ہمیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ شریعت اسلامیہ گواہی کو حدود کے اثبات کے لیے بنیاد اور حقوق کے اظہار کے لیے راستہ قرار دیتی ہے۔ وہ گواہی کے گرد ایک ایسی باڑ لگاتی ہے، جو باڑ اس گواہی کے اہداف مقرر کرتی ہے، ایسے ضابطوں کے موافق اسے نمایاں کرتی ہے، جو اس کے مقاصد کی تحقیق کو متضمن ہیں اور ایسے اصولی دائرے اور بنیادوں میں رہتے ہوئے اسے ان راستوں پر چلاتی ہے، جو اس کے اہداف اور اغراض کے برعکس انحراف کرنے سے روکتی ہیں۔

بنا بریں شریعت اسلامیہ میں قانون یہ ہے کہ گواہی کی بنیاد علم پر ہو اور یہ بااعتماد اور پر اطمینان طریقے سے ادا کی جائے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [الزخرف: ۸۶]

”مگر جس نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ جانتے ہیں۔“

(۱) المغنی لابن قدامة (۱۰/۱۵۴)

اللہ عزوجل یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

﴿وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْنَا﴾ [یوسف: ۸۱]

”اور ہم نے شہادت نہیں دی، مگر اس کے مطابق جو ہم نے جانا۔“

اہل علم نے کہا ہے: گواہی میں اصل یہ ہے کہ وہ مشاہدے اور معاینے کی بنیاد پر دی جائے اور اس کی اساس اسباب علم میں سے ایک قوی سبب پر ہو، جو معاملات اس قسم کے ہوں کہ گواہی دینے والا ان کا مشاہدہ کر سکتا ہو، جیسے: قتل، چوری، ڈاکا، رضاعت اور زنا وغیرہ تو ان کے حق میں آنکھوں کے ساتھ معاینے اور مشاہدے کے بغیر گواہی دینا درست نہیں ہے اور جن معاملات کی نوعیت یہ ہے کہ انھیں بس سنا جا سکتا ہو تو ان کے متعلق گواہ کے لیے گواہی کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ انھیں سن کر اور ان کے قائل کا مشاہدہ کر کے گواہی دے، جیسے: عقود نکاح، بیوع اور طلاق وغیرہ۔

جھوٹی گواہی کا انجام:

اسلامی بھائیو! گواہی کے متعلق ابھی جو اصول و ضوابط بیان ہوئے ہیں، ان سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کا ایسی چیز کے متعلق گواہی دینا، جسے وہ جانتا ہی نہیں ہے، جرم عظیم اور بہت بڑی آفت ہے۔ ہاں! ایسا کیوں نہ ہو، یہی تو وہ ”شہادۃ الزور“ ہے جو اہل علم کے ہاں جھوٹی گواہی کے تعارف سے مشہور ہے، اس کے محرکات اور وجوہ کیسی بھی ہوں، اس گواہی کی کوئی صحیح بنیاد نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:

”زور“ کے مفہوم کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ کسی چیز کو خلاف واقع بتایا جائے، کبھی یہ بات میں ہوتی ہے، جس کی بنا پر وہ جھوٹ اور باطل پر مشتمل ہوتی ہے اور کبھی گواہی میں جھوٹ بولنے کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔<sup>(۱)</sup>

اللہ کے بندو! یقیناً جھوٹی گواہی اکبر، الکبائر اور اعظم الذنوب ہے۔ اللہ جل و علا فرماتے ہیں:

﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ [الحج: ۳۰] ”اور جھوٹی بارت سے بچو۔“

امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر وعظ کیا اور فرمایا:

﴿أَيُّهَا النَّاسُ عُدَلْتُ شَهَادَةَ الزُّورِ إِشْرَاكَ بِاللَّهِ ثُمَّ قَرَأَ اللَّهُ: فَاجْتَنِبُوا

(۱) فتح الباری (۱۰/۴۱۲)

الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿١﴾

”اے لوگو! جھوٹی گواہی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر قرار دیا گیا ہے، پھر (اس کی تصدیق میں) آپ ﷺ نے اس فرمانِ باری تعالیٰ کی تلاوت فرمائی ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ [پس، بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو]“

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی یہ بات حسن سند کے ساتھ مروی ہے۔<sup>(۱)</sup>

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿أَلَا أُنبئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَايِرِ ثَلَاثًا؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: أَلَا إِشْرَاكَ بِاللَّهِ، وَعُقُوفُ الْبُؤَالِدَيْنِ، وَجَلْسَ وَكَانَ مَتَكِنًا، فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، قَالَ: فَمَا زَالَ يَكْرُرُ رَهًا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ﴾<sup>(۲)</sup>

”کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں کی خبر نہ دوں؟ تین مرتبہ فرمایا تو صحابہ کرام نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا، آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! جھوٹی بات (بھی کبیرہ گناہ ہے) آپ ﷺ اسے بار بار دہراتے رہے، حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش! آپ ﷺ خاموش ہو جائیں۔“

اللہ کے بندو! جھوٹی گواہی کے نقصانات بہت واضح اور اس کے اثرات بہت برے ہیں۔ جھوٹی گواہی، گواہی کو اپنے اصل مقام سے ہٹا دیتی ہے۔ یہ گواہی حق کی سند بننے کے بجائے باطل کی دلیل بن جاتی ہے اور عدل و انصاف کا ساتھ دینے کے بجائے ظلم کی معاون و مددگار بن جاتی ہے، ایسا کیوں نہ ہو؟ وہ جھوٹی گواہی ہی ہے، جو انصاف کے نشانات کو مٹانے کا سبب ہے، احکام کے فساد کا ذریعہ ہے اور امن و امان کو ختم کرنے کا راستہ ہے، لہذا اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور ان متیقن کا راستہ اور مومنوں کا طریقہ اختیار کرو، جن کے متعلق اللہ جل و علانے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾ [الفرقان: ۷۲]

① سنن أبي داود، رقم الحديث (۲۵۹۹) سنن الترمذی، رقم الحديث (۲۲۹۹) اس کی سند ضعیف ہے۔

② المعجم الكبير (۱۰۹/۹) حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”إسناده حسن“ (مجمع الزوائد: ۲۰۱/۴)

③ صحیح البخاری، رقم الحديث (۲۶۵۴) صحیح مسلم، رقم الحديث (۸۷)

”اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔“

گواہی کا بندوبست:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس کے حکم کی بجا آوری کرو اور اس کی نبی سے باز آ جاؤ۔ شریعتِ اسلام معاشرے میں اخوت و بھائی چارے کے قواعد و ضوابط رائج کرنے، محبت و اتفاق کے اصولوں کی شجر کاری کرنے، جھگڑے اور اختلاف کے اسباب کی بیخ کنی کرنے کی بہت زیادہ حریص ہے، اسی لیے اس شریعت نے حقوق کی حفاظت کے لیے اور عقود و تصرفات سے حاصل ہونے والے آثار و نتائج کو مضبوط کرنے کے لیے ابتدائی طور پر ہی توثیق و تصدیق کا نظام رائج کیا ہے۔ کسی بھی معاملے سے انکار کو دور کرنے اور جھگڑے کی جڑیں کاٹنے کے لیے توثیق و تصدیق کے طریقوں میں سے سب سے قوی اور مضبوط طریقہ گواہی قائم کرنا ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے: جس معاملے پر گواہی قائم کی گئی ہے، وہ اس سے زیادہ قابلِ وثوق ہے، جسے صرف احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔

اللہ جل و علانے بیوع وغیرہ کے حق میں فرمایا ہے:

﴿وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ﴾ [البقرة: ۲۸۲]

”اور آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لو۔“

فسوخ اور اس کی مانند دیگر چیزوں کے متعلق اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾ [الطلاق: ۲]

”اور اپنوں میں سے دو صاحبِ عدل آدمی گواہ بنا لو۔“

مال کی تسلیم و تفویض کے متعلق اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا﴾ [النساء: ۶۷]

”پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔“

اللہ تمہاری حفاظت فرمائے! اس کے احکام بجا لاؤ، اس کے بتائے ہوئے طریقے تقام کو، تم

فلاح پاؤ گے اور سعادت مند بن جاؤ گے اور اپنے رب تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کر لو گے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله

رب العالمين.



# ماہِ صَفَر

دومرا خطبہ

## ذکرِ الہی

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

4/5/2001 = 10/2/1422

پہلا خطبہ

## توحیدِ خالص

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

27/4/2001 = 3/2/1422

چوتھا خطبہ

## کفار کی صفات اور ان کا انجام

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

18/5/2001 = 24/2/1422

تیسرا خطبہ

## حقیقی مردانگی

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی رحمۃ اللہ علیہ

11/5/2001 = 17/2/1422





## توحیدِ خالص

امام و خطیب فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! سفر و حضر کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، ظاہری اور باطنی امور میں اپنے دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف رکھو۔ صبح و شام کے اوقات میں اس کی یوں عبادت کرو، جیسے اس کی عبادت کرنے کا حق ہے۔ اس کی نعمتوں کا شکر بجا لاؤ، بلاشبہ اس نے ایسے شخص کے لیے نعمتوں میں اضافہ کرنے کا ذمہ لیا ہے جو اس کا شکر یہ ادا کرتا ہے۔ اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر جاؤ اور اس کی پکڑ سے پوری طرح محتاط اور متنبہ ہو جاؤ۔ فرمانِ الہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴾

[آل عمران: ۱۰۲]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“

علاماتِ توحید:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی ویسے قدر کرو، جیسے اس کی قدر کا حق ہے۔ اس کی عظمت کے دلائل کو دیکھو، اس کی آیات، نعمتوں، سلطنت، عجائباتِ خلق اور اسے عدم سے وجود میں لانے پر غور و فکر کرو تاکہ تم اس کے ذریعے ایمان میں بڑھ جاؤ اور تم عاجزی و انکساری کرتے ہوئے مطیع و فرمانبروار بن کر اس کے سامنے جھک جاؤ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الذاریات: ۲۰]

”اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں۔“

اسی طرح اللہ جل و علا بیان فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاختلافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِأُولِي

الْأَلْبَابِ ﴾ [آل عمران: ۱۹۰]

”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔“

حیرت انگیز اور انوکھی مخلوق، بارعب و پروقار کائنات، شرق و غرب، امن اور جنگ، خشک اور تر، تلخ اور شیریں، سورج اور چاند، ہوائیں اور بارشیں، رات اور دن، غلے اور نباتات، اکٹھے اور متفرق، زندے اور مردے، یہ سب اور اس جیسی بے شمار مخلوقات اس کی قدرت کی علامتیں اور نشانیاں ہیں۔ تسبیح و تقدیس تو اس عظیم اللہ و موجود برحق کے لیے ہے، جس نے غور و فکر کرنے والوں کے سامنے اپنی دلالت کو واضح کر دیا، نظر و فکر کرنے والوں کے سامنے اپنے شواہد کو ظاہر کر دیا، غفلت کے مارے لوگوں کے سامنے اپنی آیات اور نشانوں کو بیان کر دیا، حق کو ٹھکرانے والوں کے عذر اور بہانے کو ختم کر دیا اور انکار کرنے والوں کے دلائل کو توڑ کر رکھ دیا۔ اس نے سچ ہی تو کہا ہے:

﴿ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴾ [المؤمنون: ۱۴]

”سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”آسمان دنیا اور اس سے اوپر والے آسمان کے درمیان پانچ سو سال چلنے کی مسافت ہے، اس طرح ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال چلنے کا فاصلہ ہے۔ ساتویں آسمان اور اللہ تعالیٰ کی کرسی کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے، عرش پانی کے اوپر ہے، اللہ عزوجل عرش کے اوپر ہے اور وہ جانتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔“<sup>①</sup>

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿ مَا السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ فِي الْكُرْسِيِّ إِلَّا كَحَلَقَةٍ مُلْقَاةٍ فِي فُلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ، وَفَضْلُ الْعَرْشِ عَلَى الْكُرْسِيِّ كَمَفْضَلِ تِلْكَ الْفُلَاةِ عَلَى تِلْكَ الْحَلَقَةِ ﴾<sup>②</sup>

① التوحيد لابن خزيمة (ص: ۱۰۵) المعجم الكبير (۹/ ۲۲۸)

② صحيح ابن حبان (۲/ ۷۶) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (۱۰۹)

”ساتوں آسمان کرسی کے مقابلے میں ویسے ہی ہیں، جیسے ایک کڑا جو زمین کے کسی صحرا میں پھینکا گیا ہو اور کرسی پر عرش کی فضیلت ویسے ہی ہے جو اس صحرا کی فضیلت اس کڑے پر ہے۔“

امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

« مَا السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُونَ السَّبْعُ فِي يَدِ اللَّهِ إِلَّا كَخَرْدَلَةٍ فِي يَدِ أَحَدِكُمْ »<sup>①</sup>

”ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ایسے ہی ہیں جیسے تم میں سے کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ ہے۔“

قدرتِ الہی کے دلائل:

مسلمانو! اللہ جل و علا کی عظمت و قدرت کے جملہ دلائل میں سے وہ حدیث بھی ہے، جسے شیخان (امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہما) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے:

«جَاءَ حَبْرٌ مِّنَ الْيَهُودِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَعَلَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرْضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْمَاءَ وَالْثَرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَالْخَلَاقَ عَلَى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَهْزُهُنَّ ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الْمَلِكُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَضْحَكُ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَعَجُّبًا وَ تَصْدِيقًا لَّقَوْلِهِ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾»<sup>②</sup>

”ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر

① تفسیر ابن جریر (۲۴/۲۵) السنة لعبد الله بن أحمد (۲/۴۷۶)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۸۱۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۸۶)

اور مخلوقات کو ایک انگلی پر روک لے گا، پھر انہیں حرکت دے گا، پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کی تصدیق اور تعجب کرتے ہوئے بس دیے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیوں نظر آنے لگیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [اور انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، حالانکہ ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں]۔“

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أُذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَلِكٍ مِنْ مَلَائِكَةِ اللَّهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ إِنَّ مَا بَيْنَ سَحْمَةِ أُذُنِهِ إِلَىٰ عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ﴾<sup>(۱)</sup>

”مجھے کہا گیا ہے کہ میں تمہیں حاملین عرش میں سے ایک فرشتے کے متعلق بتاؤں، بلاشبہ اس کے کانون کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کے سفر کے برابر ہے۔“

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتْ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَىٰ صَفْوَانٍ، حَتَّىٰ إِذَا فُرِغَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾<sup>(۲)</sup>

”جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اس کے فرمان سے ڈرتے ہوئے اپنے پر ہلاتے ہیں، جیسا کہ چٹان پر زنجیر مارنے کی آواز آتی ہے، ”جب ان کے دلوں سے خوف جاتا رہتا ہے تو وہ کہتے ہیں، تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ (مقرب فرشتے) کہتے ہیں: اس نے جو فرمایا، وہ حق ہے، وہ بلند اور بڑا ہے۔“

(۱) سنن أبي داود، رقم الحديث (۴۷۲۷)

(۲) صحيح البخاري، رقم الحديث (۴۸۰۰)

## اللہ تعالیٰ کا حق:

مسلمانو! یہ وہ بعض نصوص ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات ظاہرہ، اس کی قدرت قاہرہ اور اس کی عظمت باہرہ پر دلالت کرتی ہیں تو کیا ہم نے اللہ عزوجل کی وہ قدر کی ہے، جو اس کی قدر کا حق ہے؟ کیا ہم نے اس کی اتنی تعظیم کی ہے، جو اس کی تعظیم کا حق ہے؟ کیا ہم نے اللہ جل و علا کے اس حق کو ادا کیا ہے، جو ہمارے ذمے واجب ہے؟ اس حیثیت سے کہ ہم اس کی مخلوق اور اس کے غلام ہیں!

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”كُنْتُ رَدَفَ الرَّسُولِ ﷺ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ: عُفَيْرٌ، فَقَالَ: يَا مُعَاذُ! أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا“

”میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا، جس کا نام ”عُفَيْرٌ“ تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو: بندوں پر اللہ کا حق کیا ہے اور اللہ پر بندوں کا حق کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں، فرمایا: یقیناً اس کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ (بندے) اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ کسی ایسے بندے کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ شرک نہیں کرتا۔“

## شرک کا انجام:

مسلمانو! بلاشبہ سب سے بڑا ظلم اور سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اس کا خالص حق اس کے سوا کسی اور کی طرف پھیر دینا اور اس کے سوا کسی اور کو اس کے برابر ٹھہرانا ہے:

﴿ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ

مِنْ أَنْصَارٍ ﴾ [المائدة: ۷۲]

”بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت

حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“  
نیز اللہ جل و علا فرماتے ہیں:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۗ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴾ [الحج: ۳۰، ۳۱]

”پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔ اس حال میں کہ اللہ کے لیے ایک طرف ہونے والے ہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔“

اللہ کے بندو! شرک کے وسائل اور ذرائع سے بچ جاؤ اور یاد رکھو کہ شرک کے متعلق جاننا اس سے بچنے کا ایک طریق اور ذریعہ ہے۔

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُذَكِّرَنِي“<sup>(۱)</sup>

”لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق پوچھا کرتے تھے، جبکہ میں ان سے برائی کے متعلق دریافت کیا کرتا تھا۔ مبادا وہ (برائی) مجھے لاحق ہو جائے۔“

اے مسلمانو! بلاشبہ قابلِ افسوس چیزوں میں سے ایک چیز بعض ایسے لوگوں کا، جن کا علم میں ہاتھ تک اور اپنے نبی محمد ﷺ کی شریعت میں نظر و اطلاع کم ہے، ان نظریات کا قائل ہو جانا ہے، جو توحید کے اصل مقصود کے یا اس کے کمال مطلوب کے منافی ہے، وہ کمال و اصل جو توحید عبادت اور ملک العلام کی اطاعت کے احکام و مسائل کی تشہیر اور یاد دہانی کرتے ہیں۔

قرآن مجید کے واضح براہین اور سنت کے قطعی دلائل میں ایسا زبردست بیان اور وضاحت ہے جو پیاسے کو سیراب کرتا ہے، مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرتا ہے، پریشان و حیرت زدہ کی راہنمائی

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۸۵۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۰)

کرتا ہے اور اولیاء الرحمن کو اولیاء الشیطان سے چھانٹ کر الگ اور ممتاز کر دیتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا﴾ [الفرقان: ۳۳]

”اور وہ تیرے پاس کوئی مثال نہیں لاتے، مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر بھیج

دیتے ہیں۔“

غیر اللہ کی قسم کھانا:

مسلمانو! یقیناً مضبوط و مستحکم توحید میں یہ بات بھی شامل ہے کہ الفاظ و معانی میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے احتراز کیا جائے، اگرچہ ایسے الفاظ کے استعمال کرنے میں برے معانی کا مقصد و ارادہ نہ بھی ہو، غیر اللہ کی قسم اٹھانا شرک اصغر ہے اور یہ قسم اٹھانے والا گناہ گار ہے اور خطرے میں ہے، اگر غیر اللہ کی یہ قسم اٹھانے والے کے دل میں یہ چیز ہو کہ جس کی اس نے قسم اٹھائی ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرح تعظیم کا مستحق ہے تو ایسی قسم اٹھانا شرک اکبر بن جائے گا۔

رسول ہدایت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

«مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ»<sup>①</sup>

”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو یقیناً اس نے کفر یا شرک کیا۔“

اور آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

«لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوا إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْلِفُوا بِاللَّهِ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُونَ»<sup>②</sup>

”تم اپنے باپوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنی ماؤں اور شریکوں کی اور تم صرف اللہ کی قسم کھاؤ اور اللہ کی قسم صرف اسی وقت کھاؤ جب تم سچے ہو۔“

لہذا کسی نبی، یا ولی، یا جن، یا کعبہ، یا کسی کے شرف اور زندگی کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ قسم تو صرف اللہ تعالیٰ کی، یا اس کے اسماء یا اس کی صفات کی اٹھانا جائز ہے، چنانچہ جس شخص نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی، اس کے ذمے واجب ہے کہ وہ اس سے توبہ کرے اور پھر اس طرح کی قسم نہ اٹھائے۔

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۵۳۵) المستدرک للحاکم (۳۳۰/۴)

② سنن أبي داود، رقم الحدیث (۲۲۴۸) سنن النسائی، رقم الحدیث (۳۷۶۹)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ہم لوگ کسی بات پر مذاکرہ کر رہے تھے، جبکہ صورت حال یہ تھی کہ میں ابھی نیا نیا مسلمان ہوا تھا، لہذا میں نے اس دوران میں لات اور عزلی کی قسم اٹھالی، اصحابِ رسول ﷺ نے مجھے کہا: تو نے بہت بری بات کہی ہے، لہذا تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور اپنی اس قسم کے متعلق آپ ﷺ کو خبر دو، کیونکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تم یہ قسم اٹھا کر کافر ہو گئے ہو، چنانچہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اپنی کارگزاری کی خبر دی، آپ ﷺ نے مجھے کہا:

« قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَتَعَوَّذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَانْفُذْ عَنْ يَسَارِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا تَعُدْ لَهُ »<sup>(1)</sup>

”تین مرتبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ“ [اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں] کہو اور پھر تین مرتبہ شیطان سے اللہ کی پناہ پکڑو اور تین ہی مرتبہ اپنی بائیں جانب تھو کو اور پھر کبھی یہ قسم نہ اٹھانا۔“

مسلمانو! ایسے برے شرکیہ الفاظ اور بھیانک ممنوع کلمات کے استعمال سے بچو، جو خالق کی مخلوق کے ساتھ برابری کا تقاضا کرتے ہیں، جیسے یہ کہنا: جو اللہ تعالیٰ چاہے اور تم چاہو، میرے لیے تو بس اللہ تعالیٰ اور تم ہی ہو، میں نے اللہ تعالیٰ پر اور تم پر بھروسا کیا ہے اور اس مفہوم کے دیگر کلمات۔ مسند احمد میں مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کو کہا: جو اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ چاہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَجَعَلْتَنِي لِلَّهِ نِدًّا؟ قُلْ مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ »<sup>(2)</sup>

”کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا ہے؟ بلکہ یوں کہو: جو اللہ اکیلا چاہے۔“

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ علیا کے توسط سے اس کا قرب حاصل کرو، اپنی حاجات اور اللہ جل و علا کے سامنے اپنی محتاجی کے اظہار کے ساتھ اس کا قرب چاہو اور اپنے قابلِ تعریف نیک عمل کو اس کے قرب کا وسیلہ بناؤ۔ سب سے بڑا نیک عمل ایسی خالص توحید ہے جو انواع و اقسام کے شرک سے خالی ہو۔ مشروع وسیلوں کے ذریعے اس کا تقرب حاصل کرو اور ایسے بدعی الفاظ اور من گھڑت وسیلوں سے مکمل پرہیز کرو، جو رب الاملاک اور رب الافلاک کے ساتھ

(1) سنن النسائي، رقم الحديث (3776)

(2) مسند أحمد (1/ 214)



شرک کرنے کے ذرائع اور وسائل میں سے ہیں، جیسے نبی اکرم ﷺ کی جاہ، یا آپ ﷺ کی حرمت، یا آپ ﷺ کی برکت، یا آپ ﷺ کے حق، یا اولیا کے حق یا اس کے سوا ممنوع توسل اور غیر مشروع دعا کے توسط سے قرب الہی تلاش کرنا۔

مسلمانو! بے وقوف اور بعض عوام کی اس حرکت سے بچو جو وہ تعویذ گنڈھے لٹکاتے ہیں، کڑے اور دھاگے پہنتے ہیں، کوزیاں اور ہار پرو کر گلے وغیرہ میں پہنتے ہیں، مہرے، ہڈیاں اور گھینے پہنتے ہیں، جانوروں کے دانت اور حیوانات کے چمڑے اٹھاتے ہیں، انھیں اپنے گلوں، چارپایوں کی گردنوں اور گھروں وغیرہ کے دروازوں پر لٹکاتے ہیں اور اس عمل کے ساتھ وہ اعتقاد یہ رکھتے ہیں کہ یہ چیزیں ضرر و نقصان اور تنگ دستیوں کو دور کرتی ہیں، پریشانیوں کو رفع دفع کرتی ہیں اور بلاؤں کے راستے مسدود کرتی ہیں، نظر لگانے والوں کی نظر اور حاسدین کے حسد کو روکتی ہیں، بہر حال یہ تمام کام شرک ہیں اور ہلاکت و بربادی میں مبتلا کرتے ہیں، کیونکہ وہ ہستی جو اس لائق ہے کہ اس کی پناہ میں آیا جائے اور اپنی ضروریات، اپنے غم اور دکھ اس کے سامنے پیش کیے جائیں، وہ ہستی صرف اور صرف اللہ جل و علا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۱۸﴾﴾

[الأنعام: ۱۷، ۱۸]

”اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔“

مسلمانو! مذکورہ لٹکائی اور پہنی جانے والی چیزیں خرافات اور آفات سے نہیں بچا سکتیں اور نہ امراض و بلیات سے نجات دلا سکتی ہیں، لہذا لازم و واجب ہے کہ اس طرح کی تمام چیزوں کو اتار پھینکا جائے۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کے بازو پر پیتل کا ایک کڑا اور چھلا دیکھا اور دریافت فرمایا: «مَا هَذِهِ؟» ”یہ کیا ہے؟“ اس نے جواب دیا: کمزوری کی وجہ سے (میں نے یہ چھلہ پہنا ہوا ہے)۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَمَا إِنَّهَا لَا تَزِيدُكَ إِلَّا وَهْنًا، إِنْبُدْهَا عَنكَ فَإِنَّكَ لَوْ مِتَّ وَهِيَ عَلَيْكَ مَا أَفْلَحْتَ أَبَدًا»<sup>①</sup>

”یہ تو تیری کمزوری میں ہی اضافہ کرے گا، لہذا اسے اتار پھینکو، اگر اسے پہنے ہوئے تیری موت واقع ہو جاتی تو تو کبھی فلاح نہ پاتا۔“

نیز فرمایا:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةَ فَلَا أَتَمَّ اللَّهُ لَهُ وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَا فَلَا وَدَعَ اللَّهُ لَهُ»<sup>②</sup>

”جس نے تعویذ لٹکایا، اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے اور جس نے کوڑی اور گھونگا لٹکایا اللہ تعالیٰ اسے آرام و سکون نہ پہنچائے۔“

مسند احمد میں یہ حدیث بھی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگوں کا ایک گروہ حاضر خدمت ہوا تو آپ ﷺ نے ان میں سے نو آدمیوں کی بیعت لے لی اور ایک آدمی کی بیعت لینے سے آپ ﷺ رک گئے، انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے نو آدمیوں سے تو بیعت لے لی ہے اور اس شخص کو چھوڑ دیا ہے (کیوں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ عَلَيْهِ تَمِيمَةَ»

”(میں نے اس لیے اس سے بیعت نہیں لی کہ) بلاشبہ اس نے تعویذ پہنا ہوا ہے۔“

اس شخص نے اسی وقت ہاتھ گردن میں ڈالا اور اس تعویذ کو کاٹ پھینکا (اطاعت ہو تو ایسی!) پھر آپ -بأبی و أمی، صلوات اللہ وسلامہ علیہ- نے اس شخص سے بیعت لے لی۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةَ فَقَدْ أَشْرَكَ»<sup>③</sup> ”جس نے تعویذ باندھا تو بلاشبہ اس نے شرک کیا۔“

روایت کیا گیا ہے کہ بلاشبہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا، جس نے اپنے ہاتھ میں ایک دھاگا اور تعویذ باندھ رکھا تھا، جس پر بخار کا دم کیا گیا تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

① مسند أحمد (۴/ ۴۴۵) اس کی سند میں دو عتیں ہیں جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے، ایک اس میں ”مبارک بن فضالہ“ بدلے راوی ہے اور ”عن“ سے بیان کرتا ہے، دوسرا ”حسن“ اور عمران رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے، کیونکہ حسن کا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

② مسند أحمد (۴/ ۱۵۴) صحیح ابن حبان (۱۳/ ۴۵۰) المستدرک للحاکم (۴/ ۲۴۰)

③ مسند أحمد (۴/ ۱۵۶)

نے اسے پکڑا اور کاٹ دیا اور فرمایا: اگر تو یہ تعویذ ددھاگا پہنے ہوئے مر جاتا تو میں تیری نمازِ جناہ بھی ادا نہ کرتا اور پھر یہ فرمانِ خداوندی تلاوت فرمایا:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ [یوسف: ۱۰۶]

”اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اس حال میں کہ وہ شریک بنانے والے ہوتے ہیں۔“<sup>①</sup>

مسلمانو! ان جادوگروں، کاہنوں، شعبدہ بازوں، علم رمل کے ماہروں، نجومیوں، اہل ابراج اور پامسٹرز کے پاس جانے سے بچو، جو غیب کے پردے میں چھپی اشیا کو جاننے اور پوشیدہ باتوں کا انکشاف کرنے کے دعوے دار ہیں، بلاشبہ وہ بہت بڑے دھوکے باز، فریبی، مکار، تلمیس کنندہ، طمع ساز، جعل ساز، خرافات چھوڑنے والے افسانہ ساز، جنوں سے استعانت اور استغاثے کرنے والے اور ایسے تعویذ لکھ کر دینے والے ہیں جو تعویذِ حروف اور اشارات پر مشتمل ہوتے ہیں، بلکہ یہ اپنے پاس آنے والے لوگوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مختلف رنگوں اور مختلف صفات کے حامل جانور ذبح کریں اور پھر ان جانوروں کا خون جسموں، دیواروں، آستانوں اور درگاہوں پر مل کر جنوں کا قرب حاصل کرتے ہیں، شیطان کی عبادت کرتے اور رحمان کے ساتھ شرک کرتے ہیں، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَعْنَةُ اللَّهِ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ»<sup>②</sup>

”اللہ عزوجل کی لعنت ہو اس شخص پر جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرتا ہے۔“

ان شعبدہ بازوں کی جعل سازی اور فریب کاری میں یہ بھی شامل ہے کہ جو شخص ان کے پاس آتا ہے، وہ اسے کچھ چیزیں دینے اور پانی میں ڈبونے کے لیے دیتے ہیں اور کچھ چیزیں بہانے اور جلانے کے لیے دیتے ہیں، بہر حال ان لوگوں کی اس کے علاوہ بھی بہت سی باطنی خباثتیں اور خفیہ گندگیاں ہیں۔

لہذا اللہ کے بندو! ان لوگوں کے پاس جانے، ان سے کچھ دریافت کرنے اور ان کی تصدیق

① تفسیر ابن کثیر (۲/ ۶۴۹)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۹۷۸)

کرنے سے بچ جاؤ، کیوں کہ صادق و صدوق ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ أَتَى عَرَافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً»<sup>①</sup>

”جو شخص کسی عراف و نجومی کے پاس آ کر اس سے کسی چیز کے متعلق کچھ دریافت کرے، اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔“

آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ أَتَى كَاهِنًا أَوْ عَرَافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ»<sup>②</sup>

”جو شخص کسی کاہن یا عراف و نجومی کے پاس آیا اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کو سچ مانا تو بلاشبہ اس نے محمد ﷺ پر اتری ہوئی چیز (کتاب و حکمت) کا انکار کیا۔“

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تَطَيَّرَ لَهُ، أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تَكَهَّنَ لَهُ، أَوْ سَحَرَ أَوْ سَجَرَ لَهُ»<sup>③</sup>

”جس نے بدشگونی لی یا اس کے لیے بدشگونی لی گئی، یا جس نے کہانت (انگل سے غیب کی خبر لینا) کی یا اس کے لیے کہانت کی گئی، یا اس نے جادو کیا یا اس کے لیے جادو کیا گیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

مسلمانو! صاف ستھری توحید کو گندگیوں سے بچاؤ اور شرک کی آلودگیوں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ آگاہ رہو! یقیناً کسی درخت یا قبر یا حجر یا خٹلے یا غار یا چشمے یا کسی یادگار سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے حنین کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں کفار کا ایک بیری کا درخت دیکھا، جس کے پاس وہ اعتکاف کرتے اور اس کی شاخوں کے ساتھ بطور برکت اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے، اس درخت کا نام ذاتِ انواط تھا، چلتے چلتے وہ ایک بڑے سے سرسبز بیری کے درخت کے پاس سے گزرے تو عرض کی: اے اللہ کے

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲۳۰)

② مسند أحمد (۲/۴۲۹) حلیۃ الأولیاء (۸/۲۴۶) کنز العمال (۶/۱۱۴)

③ مجمع الزوائد للہیثمی (۵/۲۰۱) مسند البراز (۲/۳۰)

رسول ﷺ! جس طرح ان کا ذاتِ انواط ہے، ہمیں بھی اس طرح کا ذاتِ انواط بنا دیجیے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى: اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمُ الْهَتَّةَ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ، إِنَّهَا السَّنَنُ، لَتَرَكِبَنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ سُنَّةَ سُنَّةٍ ①»

”قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے تو وہی بات کر دی جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کی تھی ﴿اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمُ الْهَتَّةَ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ [ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ اس نے کہا: بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو] بلاشبہ یہ ایک طریقہ ہے، یقیناً تم پہلے لوگوں کے ایک ایک طریقے پر چل پڑو گے۔“

مسلمانو! جان رکھو کہ نبی محمد ﷺ کی قبر اور مکانِ ولادت کے ساتھ اور آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کے ساتھ تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ نیک لوگوں کی ذاتوں، نیز ان کے آثار، ان کے کپڑوں اور ان کی عبادت کی جگہوں سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے، ایسے ہی مساجد کی دیواروں یا ان کی مٹی یا ان کے دروازوں کو چوم کر یا چھو کر تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ وہ مسجد حرام یا مسجد نبوی ﷺ ہی کیوں نہ ہوں۔ ہاں! حجرِ اسود کو بوسہ دینا مشروع ہے، رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کو چھونا مشروع ہے، کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے:

« لَمْ أَرِ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ مِنَ النَّبِيِّ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيِّينِ ②»

”میں نے نبی ﷺ کو بیت اللہ کے صرف دو یمانی رکنوں (رکنِ یمانی اور حجرِ اسود) کو چھوتے ہوئے دیکھا۔“

یاد رہے کہ ان دونوں کا چھونا بھی ان سے تبرک حاصل کرنے کے قصد و ارادے سے نہیں ہونا چاہیے، بلکہ انھیں تو صرف عبادت اور اتباعِ دین کے ارادے سے چھوا جائے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ

① مسند أحمد (۲۱۸ / ۵) صحیح ابن حبان (۹۴ / ۱۵)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۵۳۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۶۷)

نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت کہا تھا:

« وَاللَّهِ إِنِّي لَأَقْبِلُكَ، وَإِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجْرٌ، وَأَنَّكَ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ،  
وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَبَلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ »<sup>①</sup>

”اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً میں تجھے بوسہ دیتا ہوں، بے شک میں جانتا ہوں کہ یقیناً تو ایک پتھر ہے، بلاشبہ تو نقصان پہنچاتا ہے اور نہ نفع، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔“

قصہ مختصر کسی بھی چیز سے تبرک حاصل کرنا تب جائز ہوتا ہے، جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اس کے ساتھ تبرک حاصل کرنا جائز ثابت ہوتا ہو۔

مسلمانو! تباہی اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والے شرک میں سے فوت شدگان سے استغاثہ کرنا، انہیں پکارنا، ان کے نام کی دہائی دینا، حاجتیں پوری کروانے اور سختیاں دور کروانے کے لیے ان سے سوال کرنا، ان کے لیے جانور ذبح کر کے، ان کے نام کی نذریں مان کر، ان کی قبروں کا طواف کر کے، ان کے آستانوں، دیواروں اور ان پر لگے پردوں کو چوم کر، ان کی قبروں کے پاس اعتکاف کر کے، ان قبروں پر مجاور اور دربان مقرر کرنا ہے، اس کے سوا دیگر وہ تمام کام جو بتوں کے پجاریوں اور شیطان کے یاروں کے اعمال میں سے ہیں، یہی وہ شرک اکبر ہے جو کتاب اللہ اور سنت سید البشر ﷺ کے مطابق کیے گئے عمل کو بھی برباد کرنے والا ہے۔

اللہ جل و علا فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ  
وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفِلُونَ ﴿٦٥﴾ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا  
بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ﴿٦٦﴾ [الاحقاف: ٦٥، ٦٦]

”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔“

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۵۳۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۷۰)

اللہ تبارک و تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

﴿ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ﴿١٤﴾ إِنَّ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعَاءَكُمْ وَلَا يُسْمَعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّتُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ [الفاطر: ١٣، ١٤]

”یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمہاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔“

مسلمانو! انبیاء و صالحین کی قبروں پر مساجد تعمیر کر کے، ان پر قبے کھڑے کر کے، انہیں آراستہ بنا کر اور ان پر پردے لٹکا کر ان میں غلو کرنا کبیرہ گناہوں اور شرک کے وسائل و ذرائع میں سے ہے، کیونکہ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ قبریں ان بتوں کا روپ دھار لیتی ہیں، جن کی اللہ کے سوا پوجا و پرستش شروع ہو جاتی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ پر سکرات الموت طاری ہوئیں تو آپ ﷺ ایک (گیلی) چادر اپنے چہرے پر ڈال لیتے، جب آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگتا تو آپ ﷺ اسے منہ سے ہٹا دیتے، اسی موت و حیات کی کشمکش میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»<sup>①</sup>

”یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔“

یعنی آپ ﷺ یہود و نصاریٰ کی قبر پرستی سے اپنی امت کو خبردار کر رہے تھے۔ نیز آپ ﷺ

نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تَدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءُ وَالَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ»<sup>②</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۲۶۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۵۳۱)

② مسند أحمد (۱/ ۴۵۴)

”بلاشبہ بدترین لوگ جن کی زندگی میں قیامت قائم ہوگی وہ ہیں جو قبروں کو مساجد بناتے ہیں۔“

مسلمانو! بلاشبہ قبروں پر عمارتیں کھڑی کرنا، انھیں چونا سچ کرنا، ان کی تجھیں کرنا اور ان پر طرح طرح کی تحریریں لکھنا، سب غیر مشروع اور ہمارے دین اسلام میں ممنوع اور مردود ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا:

«نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُحْصَصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ»<sup>①</sup>  
 ”رسول اللہ ﷺ نے قبر کی تجھیں (چونا سچ) کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت کھڑی کرنے سے منع فرمایا۔“

امام ترمذی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

«وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ»<sup>②</sup> ”یہ کہ اس پر کچھ لکھا جائے۔“

صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (اپنے داماد) ابو الہیاج الاسدی کو کہا:  
 «أَلَا أْبْعُثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ لَا تَدَعَ تَمَثَلًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ»<sup>③</sup>

”کیا میں تمھیں اس مہم پر روانہ نہ کروں جس پر خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے روانہ کیا تھا، وہ یہ کہ ہر تصویر کو مٹا دو اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دو۔“

قبریں دعا کی قبولیت کی جگہیں نہیں ہیں۔ ابو یعلیٰ اور حافظ ضیا نے ”المختارۃ“ میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو دیکھا جو نبی کریم ﷺ کی قبر کے قریب ایک دراڑ اور سوراخ کی طرف آتا اور اس میں داخل ہو کر دعا کرتا ہے۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے اسے منع کیا اور فرمایا: کیا میں تمھیں وہ حدیث نہ سناؤں جو میں نے اپنے باپ حسین رضی اللہ عنہ اور انھوں نے اپنے نانا رسول اللہ ﷺ سے سنی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عَيْدًا وَلَا بِيُوتِكُمْ قُبُورًا وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ تَسْلِيمَكُمْ

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۹۷۰)

② سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۰۵۲)

③ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۹۶۹)



يَلْعَنِي اَيْنَمَا كُنْتُ ﴿١﴾

”میری قبر کو عید اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو، تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے۔“

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ظاہر و باطن میں اسی کا ڈر اور خوف دلوں میں رکھو:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبة: ١١٩]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی شریعت کو اس کے بندوں پر نافذ کرنا اس کی تعظیم کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کے ائمہ اور قائدین پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے سامنے جھک جائیں اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور اس کی شریعت کی مخالفت کرنے والے اصولوں اور کیونزم، سوشلزم، سیکولرزم، نیشنل ازم اور دیگر تخریب کار خود ساختہ مذاہب کے خلاف برسرِ پیکار ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم میں شرک کرنا، اس کی عبادت میں شرک کرنے کے مترادف ہے، جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا انکار کیا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے علاوہ کسی دوسرے قانون کے متعلق یہ کہا ہے کہ یہ احسن یا اس کے مثل ہے، یا یہ عقیدہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف حکم دینا جائز ہے تو ایسے شخص نے اس شریعت کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے اور وہ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو گیا، جیسا کہ اللہ جل و علا کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

يُرِيدُونَ أَنْ يُتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ

الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ [النساء: ٦٠]

”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لے آئے

ہیں، جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا۔ چاہتے یہ ہیں کہ

① مسند أبي يعلى (١/ ٣٦١) الأحاديث المختارة للضياء المقسسي (١/ ٢٤٤)

آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں، حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کر دے، بہت دور گمراہ کرنا۔“  
نیز اللہ جل و علا فرماتے ہیں:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ  
أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [النساء: ۶۵]

”پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔“

مسلمانو! دنوں اور مہینوں سے نحوست پکڑنا اور پرندوں سے بدفالی لینا اعمالِ جاہلیت میں سے ایک عمل ہے، جس کا شریعتِ اسلامیہ نے رد کیا ہے۔ یہ نحوست پکڑنا تقدیر کو بدلنے والا ہے نہ صفر کا مہینا ایسا ہے جو کسی شر اور ضرر کا باعث بنتا ہو۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
﴿ لَا عَدْوَىٰ وَلَا طَيْرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ ۗ ۱﴾

”بیماری کا متعدی ہونا، بدفالی لینا، الو سے نحوست پکڑنا اور صفر کو منحوس سمجھنا (اسلام میں) نہیں ہے۔“

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور دلوں کو ان کے مالک (اللہ عزوجل) سے جوڑ دو اور تمام انواع و اقسام کی خرافات سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۴۲۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲۲۰)

## ذکرِ الہی

امام و خطیب فضیلۃ الشیخ علی عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس کی اطاعت کرو اور اس کے غضب و عقاب سے ڈرو، کیونکہ اس کی پکڑ بڑی سخت اور اس کا عذاب بڑا ہی دردناک ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تمہارے اعمال میں سے کوئی بھی کام پوشیدہ نہیں ہے۔

## ذکر کی ترغیب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ وَ سَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾﴾

[الأحزاب: ٤١، ٤٢]

”اے ایمان والو! اللہ کا بکثرت ذکر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔“

اس ارشادِ گرامی میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کرنے کی رغبت دلائی ہے، اس پر ہمیشگی کرنے کا حکم دیا ہے اور اس عمل کو اپنے قرب کا ذریعہ قرار دیا ہے، اور ساتھ ہی اس عمل پر عظیم اجر و ثواب اور عذاب سے نجات کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾﴾

[الأحزاب: ٣٥]

”اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد و زن کے لیے اللہ نے مغفرت و بخشش اور اجرِ عظیم

تیار کر رکھا ہے۔“

ذکرِ الہی ایسا عمل ہے جو زبان پر آسان اور میزانِ حسنت میں بڑا وزنی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ ذکرِ الہی تمام اعمال میں سے افضل و اعلیٰ اور تمام اقوال میں سے پاکیزہ قول ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ، وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ، وَأَرْفَعَهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ أَنْ تَلْفُوا الْعُدُوَّ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: «ذَكَرُ اللَّهِ»<sup>(۱)</sup>

”کیا میں تمہیں تمام اعمال میں سے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جو تمہارے رب کے نزدیک انتہائی پسندیدہ ہے اور تمہارے لیے بلند کی درجات کا سب سے بہتر ذریعہ ہے، اور تمہارے لیے سونا چاندی صدقہ کرنے سے بھی بہتر ہے، اور وہ عمل اس سے بھی بہتر ہے کہ تم میدانِ کارزار میں اترو اور تم دشمنوں کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور بتائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر۔“

ذکرِ الہی کا معنی ہے اللہ کی حمد و ثنا، اُس کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی صفاتِ کمال کے ساتھ بیان کرنا، اور اسی سے سوال کرنا، اور ان تمام عیوب و نقائص سے اللہ کو پاک و صاف ماننا جو اس کی جلالتِ شان کے لائق نہیں ہیں۔

### ذکرِ الہی کی اقسام:

اللہ کا ذکر تین طرح سے ممکن ہے:

① بدنی عبادت کے ساتھ۔ ② زبان کے ساتھ۔ ③ اور دل کے ساتھ۔

اور افضل ترین ذکر وہ ہے جو عملاً و قولاً اور خلوصِ دل کے ساتھ ہو، جیسے: نمازیں، حج اور جہاد فی سبیل اللہ ہے، پھر اس کے بعد وہ ذکر ہے جو زبان و دل دونوں کے ساتھ ہو۔

### افضل ترین ذکر:

افضل ترین قولی ذکر ”تلاوتِ قرآن“ ہے، کیونکہ قرآنِ عظیمِ لولوں کے لیے زندگی اور عقول

(۱) مسند أحمد (۵/۱۹۵) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۳۳۷۷) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۳۷۹۰) امام

بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رواہ أحمد، وإسناده حسن“ (مجمع الزوائد: ۱۰/۷۳)

کے لیے نور ہے۔ قرآن ہدایت اور راہِ مستقیم ہے۔ قرآن رضائے الہی اور جناتِ نعیم تک پہنچانے والا ہے، قرآن شیطان سے بچاؤ کے لیے ایک ڈھال اور قرب الہی کے حصول کا باعث ہے۔ بندوں کا اس کی تلاوت کرنا اور اس کے معانی پر غور و فکر کرنا ان کے لیے باعثِ فوز و فلاح اور سعادت مندی کا ذریعہ ہے۔

### تلاوتِ قرآن کی اہمیت و فضیلت:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ: اللَّمَّ حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَا مٌ حَرْفٌ، وَمِمْ حَرْفٌ<sup>①</sup> »

”جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اسے اس پر ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ”لم“ ایک ہی حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔“

نیز سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

« مَنْ شَعَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِي وَ مَسْأَلَتِي أَعْطَيْتَهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ، وَفَضَّلُ كَلَامَ اللَّهِ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضَّلَ اللَّهُ عَلَى خَلْقِهِ<sup>②</sup> »

”جسے تلاوتِ قرآن میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال کرنے سے روکے رکھے تو میں اسے سائلین سے بھی زیادہ دیتا ہوں۔ اللہ کے کلام کو دیگر تمام کلاموں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوقات پر حاصل ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف اسی کیفیت و طریقہ سے ہونا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، جیسے: «سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ»

”اللہ پاک ہے، ہر قسم کی تعریف اسی کے لیے ہے۔ اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔“

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۹۱۰) امام ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”حدیث حسن صحیح غریب“

② سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۹۲۶) سنن الدارمی، رقم الحدیث (۲۳۵۶) اس کی سند میں ”محمد بن حسن

اور ”عطیہ عوفی“ ضعیف ہے، امام ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہذا حدیث منکر، و محمد بن الحسن

لیس بالقوی“ (العلل لابن ابی حاتم: ۸۲/۲) حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”أخرجہ الترمذی ورجالہ

ثقات إلا عطية العوفي ففیه ضعف“ (فتح الباری: ۵۴/۹)

اس بلند وبالا اور عظمت والی ذات کی توفیق کے بغیر ہم میں نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی برائی سے بچنے کی ہمت ہے۔“

اسی طرح کے دیگر اذکار کثرت سے سنتِ مطہرہ میں وارد اور ثابت ہیں۔<sup>①</sup>

**اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کلمات:**

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ أَرْبَعٌ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ »<sup>②</sup>

”اللہ کے محبوب ترین کلمات چار ہیں: ① ”سُبْحَانَ اللَّهِ“ (اللہ پاک ہے)، ② ”الْحَمْدُ لِلَّهِ“ (ہر قسم کی تعریف صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے)، ③ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ (اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے)، ④ ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ (اللہ سب سے بڑا ہے) اور ان چاروں میں سے جسے چاہو پہلے اور جسے چاہو بعد میں کہہ لو، اس میں کوئی حرج نہیں۔“

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« هِيَ أَفْضَلُ الْكَلَامِ بَعْدَ الْقُرْآنِ: وَهِنَّ مِنَ الْقُرْآنِ »<sup>③</sup>

”قرآن کریم کے بعد یہ کلمات افضل ترین کلمات ہیں اور یہ دراصل قرآن کریم ہی سے ہیں۔“

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« قُلْ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، فَإِنَّهَا كُنَزٌ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ »<sup>④</sup>

کہو: ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ (مجھ میں اللہ کی توفیق کے بغیر نیکی کرنے کی طاقت ہے نہ برائی سے بچنے کی ہمت) کیونکہ یہ کلمات جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہیں۔“

① تفصیل کے لیے دیکھیں ہماری کتاب: مسنون ذکر الہی (مترجم)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۱۳۷)

③ مسند أحمد (۲۰/۵)

④ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۳۸۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۰۴)

درود و سلام بھی ذکر میں شامل ہے:

نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا بھی ذکرِ الہی میں سے ہے، لیکن یہ ذکرِ الہی اپنے ایجاد کردہ انداز اور خود ساختہ الفاظ کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»<sup>(۱)</sup>

”جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ کام مردود ہے۔“

اذکار میں سے بعض وہ ہیں جو نمازوں کے بعد کرنے کے ساتھ خاص کیے گئے ہیں اور بعض وہ ہیں جو صبح و شام کیے جاتے ہیں۔ بعض اذکار کے لیے بعض اسباب ہیں اور ان میں سے بعض مطلق اور عام ہیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر وقت ذکرِ الہی سے رطب اللسان رہے، تاکہ اس کا شمار ”الذاکرین“ میں سے ہو۔

ذکرِ الہی جہاد سے افضل ہے:

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ عَمَلًا أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ» قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: «وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا أَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتَّى يَنْقَطِعَ»<sup>(۲)</sup>

”ابن آدم نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جو ذکرِ الہی سے زیادہ اسے اللہ کے عذاب سے نجات دلانے والا ہو۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں۔ ہاں! مگر وہ شخص جو اپنے گھر سے اپنی جان و مال کے ساتھ (جہاد کے لیے) نکلا اور واپس نہیں لوٹا اور جامِ شہادت نوش کر گیا۔“

جامع اذکار:

مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ جامع قسم کے اذکار میں مشغول رہے اور ایسے ہی دوسرے ثابت شدہ اذکار سے اپنی زبان کو تر رکھے تاکہ اجرِ عظیم کا مستحق بنے۔ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بیان

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۷۸)

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ (۳۰۰/۱۰) المعجم الکبیر للطبرانی (۱۶۶/۲۰) نیز دیکھیں: صحیح الجامع، برقم (۵۶۴۴)

کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے، آپ ﷺ کا یہ نکلنا نماز فجر ادا کرنے کے بعد تھا، جبکہ وہ ذکر الہی میں مشغول تھیں، پھر جب کافی سورج نکلنے کے بعد گھر تشریف لائے تو وہ اسی طرح بیٹھی ذکر میں مصروف تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَا زِلْتُ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكَ عَلَيْهَا؟ » قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: « لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكَ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتُ مِنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ »<sup>①</sup>

”کیا جب سے میں باہر گیا ہوں تب سے تم اسی طرح مسلسل ذکر میں مصروف ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تمہارے پاس سے نکلنے کے بعد چار کلمات صرف تین مرتبہ کہے ہیں، اگر انہیں ایک پلڑے میں ڈالا جائے اور تم نے آج جتنا بھی ذکر کیا ہے، وہ سب دوسرے پلڑے میں ڈال دیا جائے تو میرے کہے ہوئے کلمات والا پلڑا بھاری نکلے گا، اور وہ چار کلمات یہ ہیں: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ“ ”اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں کے ساتھ، اتنی حمد و ثنا اور تعریفیں کہ جتنی اس کی مخلوقات ہیں، اور اتنی کہ جس سے وہ راضی ہو جائے اور اتنی کہ جتنا اس کے عرش کا وزن ہے اور اتنی حمد کہ جتنی اس کے کلمات کی سیاہی ہے۔“

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جو شب و روز کے تمام اذکار سے افضل اور زیادہ ثواب والا ہے؟ یہ کہا کرو:

« سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ، سُبْحَانَ اللَّهِ مِلْءَ مَا خَلَقَ، سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ، سُبْحَانَ اللَّهِ مِلْءَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا أَحْصَى كِتَابَهُ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ مِلْءَ مَا أَحْصَى كِتَابَهُ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ مِلْءَ كُلِّ شَيْءٍ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَذَلِكَ [وَتُكْبِرُ مِثْلَ ذَلِكَ] »<sup>②</sup>

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۲۶)

② مسند أحمد (۵/ ۲۴۹) عمل الیوم واللیلۃ للنسائی، رقم الحدیث (۱۶۶) صحیح ابن خزیمہ (۱/ ۳۷۱)

صحیح ابن حبان (۳/ ۱۱۲) المعجم الكبير للطبرانی (۸/ ۲۹۲)



”اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جتنی تعداد میں اس کی مخلوقات ہیں۔ اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ کہ جو اس کی مخلوقات کو بھر دینے کے لیے کافی ہوں۔ اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جتنی کہ زمین و آسمان میں اس کی مخلوقات ہیں، اور اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کو بھر دینے کے لیے کافی ہوں۔ اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جو اس کی کتاب میں مذکور ہیں، اور اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جو اس کی کتاب میں مذکور تمام مخلوقات کو بھر دینے کے لیے کافی ہوں۔ اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جتنی کہ کل مخلوقات ہیں۔ اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جو مخلوقات کی تمام چیزوں کو بھر دینے کے لیے کافی ہوں۔ جس طرح یہاں تسبیح (سبحان اللہ) کا بیان ہے، اسی طرح الحمد للہ بھی کہے۔“

یہ نسائی اور ابن حبان کی روایت ہے، جبکہ معجم طبرانی کبیر میں یہ الفاظ بھی ہیں: ”اسی طرح ہی تکبیر (اللہ اکبر) کہے۔“

### کثرتِ ذکر:

اے مسلمان! آپ جتنا بھی ذکر کریں اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں گے، پھر بھی آپ اس کی ثنا کو مکمل بیان نہیں کر سکیں گے اور نہ اس کا اتنا ذکر ہی کر پائیں گے جتنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو محبوب ہے۔ اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ عالم علوی و سفلی (زمین و آسمان) کی تمام مخلوقات اللہ کے ذکر اور تسبیح میں ہمیشہ مشغول رہتی ہیں اور عبودیت و بندگی کے اس شرف سے صرف وہی جن و انس سرتابی کرتے ہیں جو کافر ہیں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ تَسْبِيحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ

بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴾ [الإسراء: ٤٤]

”ساتوں آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور مخلوقات میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو، لیکن تم لوگ ان چیزوں کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو، بے شک اللہ بہت ہی بردبار اور بخشنے والا ہے۔“

اللہ کے بندو! اللہ کا ذکر کرنے والے ”ذاکرین“ میں سے بنو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ خِيفَةً وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ

الْأَصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴾ [الأعراف: ۲۰۵]

”اللہ کا ذکر اپنے دل میں کرو، گڑگڑا کر اور خوف کے ساتھ اور آواز کو ذکر کے ساتھ بلند کیے بغیر، اور یہ ذکر صبح و شام جاری رکھو اور غافلوں میں سے نہ بنو۔“

### ذکرِ الہی کے فضائل و برکات:

اللہ والو! ذکر کرنے والوں کو اللہ اتنا اجر و ثواب اور جزاے خیر عطا کرتا ہے کہ وہ بیان سے باہر ہے۔ بندۂ مومن ذکرِ الہی کے آثار اس دنیا ہی میں پالیتا ہے اور جو آخرت میں ملنے والا ہے وہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر اور ہمیشہ کے لیے ہے۔ ذکرِ الہی کے ثواب و جزا ہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ذکرِ الہی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ملا اعلیٰ (فرشتوں) کے سامنے یاد کرتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ وَ اَشْكُرُوا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنَ ﴾ [البقرة: ۱۵۲]

”تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور تم میرا شکر ادا کرو اور کفر (ناشکری) نہ کرو۔“

اور اللہ ذکر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیثِ قدسی

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

« اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ، وَ اَنَا مَعَهُ اِذَا ذَكَرَنِيْ، فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ

فِيْ نَفْسِيْ، وَ اِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَأْ ذَكَرْتُهُ فِيْ مَلَأْ خَيْرٍ مِنْهُ »<sup>(۱)</sup>

”میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہی ہوں، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں

اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے دل میں

یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ لوگوں کے درمیان میرا ذکر کرتا ہے تو میں اسے اپنے پاس کے ملا

اعلیٰ (فرشتوں) کے درمیان یاد کرتا ہوں جو اس کے لوگوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔“

ذکرِ الہی کے ثواب و جزا ہی میں سے اطمینانِ قلب اور ثبات و یقین بھی ہے، جیسا کہ اللہ

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۴۰۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۷۵)

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾

[الرعد: ۲۸]

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل ذکرِ الہی کے ساتھ سکون و اطمینان پاتے ہیں، خیردار! دلوں کو سکون و راحت اور اطمینان ذکرِ الہی ہی سے ہوتا ہے۔“

ذکرِ الہی کا ثواب اور جزا یہ بھی ہے کہ اس سے اللہ کی محبت، ایمان میں اضافہ، امورِ حیات میں آسانیاں، دلوں کو سرور و راحت اور انسان کا نفسِ شیطان کے مکر و فریب سے تحفظ پاتا ہے، چنانچہ سیدنا حارث بن حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ يَحْيَىٰ بْنَ زَكَرِيَّا أَنْ يَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِخُمْسِ كَلِمَاتٍ، مِنْهَا ذَكَرُ اللَّهِ تَعَالَى، فَإِنَّ مَثْلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِيْ أَثَرِهِ سِرَاعًا، حَتَّى إِذَا أَتَى عَلَى حِصْنٍ حَصِيْنٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ، كَذَلِكَ الْعَبْدُ لَا يَحْرُزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى»<sup>(۱)</sup>

”اللہ نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ وہ بنی اسرائیل کو پانچ باتوں کا حکم دیں، ان ہی میں سے ایک: ذکرِ الہی بھی ہے، ذکر کرنے والے کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پیچھے دشمن لگا ہوا ہو، اور وہ بھاگ کر کسی محفوظ قلعے میں چھپ جائے اور اپنے آپ کو بچا لے، اسی طرح بندہ شیطان سے صرف ذکرِ الہی ہی کے ذریعے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔“

اور ذکرِ الہی کا ثواب و جزا اور ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ گناہوں کا کفارہ اور مشکلات سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔ الغرض ذکرِ الہی کا اجر و ثواب، اس کے فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات بے شمار و بے حساب ہیں۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

(۱) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۸۶۳) مسند أحمد (۴/۱۳۰) صحیح ابن حبان (۱۴/۱۲۴) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: ”هذا حديث حسن صحيح غريب“

## حقیقی مردانگی

امام و خطیب فضیلۃ الشیخ عبدالباری الشیبی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

ارشادِ الہی ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ [الأحزاب: ۲۳]

”مومنوں میں سے کچھ ”مرد“ وہ ہیں، جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا کر دکھایا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ

يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾ [النور: ۳۷]

”وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت کے معاملات اللہ کے ذکر سے اور نماز و زکات ادا کرنے سے غافل نہیں کرتے، وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن دل اور

آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی۔“

ر، ج، ل کے تین حروف پر مشتمل مادہ عربی لغت میں کئی معانی کے لیے وضع کیا گیا ہے،

اس کا معنی صرف انسانوں میں مونث کے مقابلے میں مذکر ہی نہیں، بلکہ عربوں میں جب دو آدمیوں کے درمیان موازنہ اور پھر ان میں سے ایک کو فوقیت دینا مقصود ہو تو کہتے ہیں:

”أرجل الرجلين“ ”دو مردوں میں سے زیادہ مردانگی والا“

اور حالات کا بہتر طریقے سے مقابلہ کرنے کی قدرت رکھنے والے شخص کو کہا جاتا ہے:

”رجل الساعة“ ”دور حاضر کا مردِ آہن۔“

اور فخر و مباہات میں جب کسی کی تعریف اور عزت و شرف بیان کرنا ہو تو کہتے ہیں:

”ہو من رجالات قومہ“ ”وہ اپنی قوم کا سب سے بڑا مرد میدان ہے۔“

جب اس مادے پر مشتمل کلمات قرآن کریم میں وارد ہوتے ہیں تو ان معانی و مفاہیم کے ساتھ ہی بعض دوسرے معانی کا اضافہ بھی ہو جاتا ہے، جن میں مزید بلندی و امتیاز شامل ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے ”رجال“ کا لفظ نیک و برگزیدہ لوگوں کے لیے استعمال کیا ہے، جیسے ارشاد الہی ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ﴾ [یوسف: ۱۰۹]

”اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کچھ ”مردوں“ کو رسول بنایا اور ان کی طرف وحی بھیجی۔“

اور قرآن کریم کے بعض مقامات پر مردانگی کی یہ صفت حق گوئی و بیباکی، جرات اور حق پر قائم لوگوں کی مدد و نصرت کے مفہوم و معنی کی تعبیر کے لیے، وارد ہوئی ہے، جیسے ارشاد الہی ہے:

﴿وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعَى قَالَ يَا مُوسَى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ

لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِيْنَ﴾ [القصص: ۲۰]

”اور شہر کے دور کنارے سے ایک آدمی بھاگا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے موسیٰ! تمہاری قوم کے لوگ تمہیں قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں، تم یہاں سے نکل جاؤ، میں تمہیں نصیحت کرنے اور تمہاری خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں۔“

اور ارشاد الہی ہے:

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهُ اتَّقْتُلُون رَجُلًا اَنْ يَقُوْلَ

رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ [المؤمن: ۲۸]

”اور فرعون کی قوم سے ایک آدمی، جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، اس نے کہا: کیا تم اس آدمی کو محض اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے؟ جبکہ یہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلائل اور نشانیاں بھی لایا ہے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی دعائیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی ہی مردانگی کا انتظار کر رہے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاون بنے اور

جس سے آپ ﷺ کی دعوت پروان چڑھے۔ اس کو طلب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

«اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ، يَا بِي جَهْلٍ أَوْ بِعَمْرٍ  
ابْنِ الْخَطَّابِ»<sup>①</sup>

”اے اللہ! ان دو مردوں میں سے جو تجھے زیادہ پیارا ہے اس سے اسلام کی عزت  
افزائی کر: ابو جہل سے یا عمر بن الخطاب سے۔“

راوی حدیث بیان کرتے ہیں: ”ان دونوں میں سے اللہ کو زیادہ پیارے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ“

نبی مکرم ﷺ اس مردانگی کے لیے دعائیں کر رہے تھے جو دعوت حق کی نشر و اشاعت اور  
اسلام کی عزت و سر بلندی کا باعث بنے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام تاریخ کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔  
انھوں نے اسلام لانے کے بعد جلد ہی ”حقیقی مردانگی“ کا مظاہرہ کیا حتیٰ کہ ان کے اسلام لانے سے قبل  
مسلمان کھل کر اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا کرتے تھے، مگر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو لوگوں  
نے سرعام اپنے اسلام لانے کا اظہار کرنا شروع کر دیا، حتیٰ کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:  
”جب سے عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے ہیں تب سے ہم معزز و مکرم ہو گئے ہیں۔“<sup>②</sup>

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مردانگی:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مردانگی ان کی جسمانی قوت یا گھوڑ سواری میں مہارت جیسی صفات  
کی وجہ سے نہیں تھی، کیونکہ ان صفات میں کئی قریشی ان سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی  
مردانگی کا راز ان کی قوت ایمانی اور عظیم شخصیت میں پوشیدہ تھا جو ان کی عزت و وقار اور رعب و  
دہدے کا باعث تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چھپ چھپا کر اور پردہ ہجرت کا سفر اختیار کیا، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گلے  
میں تلوار لٹکائی اور کعبہ شریف کی طرف چل دیے، طواف کیا، مقام ابراہیم پر دو رکعتیں پڑھیں اور

① مسند أحمد (۲/ ۹۵) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۳۶۸۱) وقال الترمذی: ”هذا حدیث حسن صحیح“

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۴۸۱)

پوری قوم کے سامنے برسِ عام اپنی ہجرت کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

”جو کوئی چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے گم پائے، جو چاہے کہ اس کے بچے یتیم ہوں اور جو چاہے کہ اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، وہ اس وادی کے پار میرے مقابلے کے لیے نکل آئے۔“<sup>(۱)</sup>

لیکن کسی کو انھیں روکنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مردانگی سکھانے کا پروگرام وضع کرتے ہوئے فرمایا:

”اپنے بچوں کو تیر اندازی، تیراکی، اور گھوڑ سواری سکھاؤ اور انھیں اچھے اشعار سنایا کرو۔“<sup>(۲)</sup>

مردانگی مطلوب ہے اور اہل ہمت لوگ اس صفت سے مزین ہونے کی کوشش کرتے ہیں، صحیح لوگ اسے پا کر رفعت و بلندی سے سرفراز ہوتے ہیں۔ یہ ایک بنیادی صفت ہے۔ لوگوں میں جب مردانگی کی صفات کا فقدان ہو جائے پھر وہ حقیقی مرد نہیں، بلکہ محض مردوں کا لبادہ اوڑھے ہوئے کچھ اور ہی ہوتے ہیں، بلکہ وہ سیلاب کی جھاگ کی طرح رہ جاتے ہیں۔

صحیح عقیدے کی برکت سے مردانگی راسخ ہوتی ہے، صحیح تربیت سے اس میں تہذیب پیدا ہوتی ہے اور اسوۂ حسنہ سے اس میں اضافہ ہوتا ہے۔

### مردانگی کا معیار:

عوام الناس کے نزدیک مردانگی کا معیار محض مادی معیار ہے۔ انکے ہاں جو بظاہر خوبصورت، تمام توئی میں کامل اور کثیر المال ہو، وہ اچھا آدمی یا مرو ہے، جبکہ اسلامی شریعت میں مردوں کا معیار یہ ہے کہ جو اچھے کردار و عمل اور عمدہ اخلاق و عادات کا مالک ہے، وہ صحیح و حقیقی مرد ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا:

”مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا؟“ ”اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

انھوں نے کہا: یہ ایسا آدمی ہے کہ اگر پیغامِ نکاح دے تو اسے رشتہ دے دیا جائے، اگر کسی کی سفارش کرے تو مان لی جائے اور اگر یہ کوئی بات کرے تو اسے غور سے سنا جائے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، پھر ایک غریب صحابی کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا:

(۱) أسد الغابة لابن الأثير (ص: ۸۱۹)

(۲) مصنف عبدالرزاق (۱۹/۹)

« مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا؟ » اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ایسا شخص اگر پیغام نکاح دے تو اسے رشتہ نہ ملے، اور اگر وہ کسی کی سفارش کرے تو کوئی نہیں مانے گا، اور اگر بات کرے تو سنی نہیں جائے گی۔

یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« هَذَا خَيْرٌ مِنْ مِثْلِ الْأَرْضِ مِنْ مِثْلِ هَذَا »<sup>①</sup>

”یہ آدمی پہلے جیسے آدمی کی صفات کے حامل روئے زمین کے تمام آدمیوں سے اکیلا ہی بھاری و بہتر ہے۔“

مردوں کو جسموں کی ضخامت سے نہیں مایا جاتا اور نہ صورتوں ہی کے حسن و جمال کو پیمانہ بنایا جاسکتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک درخت پر چڑھ کر کوئی چیز اتارنے کا حکم فرمایا، لوگوں نے جب ان کی پتلی پتلی ٹانگیں دیکھیں تو اس پر ہنس پڑے، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« مَا تَضَحَكُونَ؟ لَرَجُلٍ عَبَدَ اللَّهَ أَثَقَلَ فِي الْمِيزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أُحُدٍ »<sup>②</sup>

”تم عبد اللہ کی جن پنڈلیوں (یا ٹانگوں) پر ہنس رہے ہو، یہ قیامت کے دن جبلِ اُحد سے بھی زیادہ وزنی ہوں گی۔“

حقیقی مردانگی نام ہے: صحیح رائے، پاکیزہ کلام، مروت، وقار، تعاون اور باہمی ہمدردی و غم خواری کی صفات کے مجموعے کا۔ مردانگی توحید کے دفاع اور اللہ کے لیے نصیحت و خیر خواہی کی ذمہ داری اٹھانے پر آمادہ کرتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَى قَالَ يَا مُوسَى إِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَاتِمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ﴾ [الفصص: ٢٠]

”اور شہر کے دور کنارے سے ایک آدمی بھاگا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے موسیٰ! تمہاری قوم کے لوگ تمہیں قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں، تم یہاں سے نکل جاؤ، میں تمہیں

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (٤٨٠٣)

② مسند أحمد (١/١١٤)



نصیحت کرنے اور تمہاری خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں۔“  
مردانگی قول و قرار میں قوت، حق کے ساتھ ڈٹ جانے اور مخالفت شرعیہ سے دوسروں کو  
حکمت و دانائی کے ساتھ روکنے کا نام ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّنَ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ  
رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ  
يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ  
كَذَّابٌ﴾ [المؤمن: ۲۸]

”موسیٰ کی قوم کے اس آدمی نے کہا جو دل میں ایمان کو چھپائے ہوئے تھا: تم ایک  
آدمی کو محض اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ اس کا پروردگار اللہ ہے اور وہ  
تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں بھی لایا ہے، اگر وہ جھوٹا ہے تو اس  
کے جھوٹ کا وبال اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو تمہیں اس میں سے کچھ نہ کچھ حاصل  
ہو جائے گا جس کا وہ وعدہ کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے اور بہت جھوٹ  
بولنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

مردانگی آدمی کو ممنوع امور کے مقابلے میں ڈٹ جانے اور دنیوی رنگینیوں سے بالا ہو جانے  
پر آمادہ کرتی ہے اور بندے میں قیامت کے مشکل دن کا ڈر پیدا کرتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ  
يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ﴾ [النور: ۳۷]

”کچھ مرد وہ ہیں جنہیں تجارت، اللہ کے ذکر، نماز ادا کرنے اور زکات دینے سے غافل نہیں  
کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں، جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔“  
حقیقی مرد قول و قرار کا سچا، وعدہ وفا کرنے والا اور ثابت قدمی والا ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ  
کا ارشاد ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَ  
مِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا﴾ [الأحزاب: ۲۳]

”مومنوں میں سے کچھ مرد وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے وعدوں کو پورا کر دکھایا ہے، ان میں سے بعض تو اپنی ذمہ داری نبھائے ہیں اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے کوئی بھی تبدیلی نہیں کی۔“

مرد وہ نہیں جنہیں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ نفسانی خواہشات کے غلام اور دنیوی لذتوں میں غرق ہیں، جو بلند مقاصد سے دستبردار ہو گئے ہیں اور ارض و سما کے خالق سے منہ موڑے بیٹھے ہیں، اسی طرح وہ بھی مرد نہیں جن کے جسم تو بڑے بڑے ہیں لیکن ان کی زبانیں قولِ حق و حکمت سے گوئی اور عقلیں اصابتِ رائے سے مفلوج ہو چکی ہیں، یہ لوگ تو محض مردوں کا بھیس بنائے ہوئے ہیں۔ ہمیں ایسے لوگ نہیں ہمیں تو وہ لوگ چاہئیں، جن کا اللہ نے اپنی کتاب میں یوں تعارف کروایا ہے:

﴿يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُونَ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجُلُودُ قَالُوا سَلَامًا ۗ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۗ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۗ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۗ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۗ﴾ [الفرقان: ۶۳ تا ۶۷]

”وہ لوگ جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور اگر جاہل و بے علم لوگ ان سے مخاطب ہوں تو سلام کہتے ہوئے نکل جاتے ہیں، وہ لوگ جو اپنے رب کے حضور قیام اور سجدوں میں راتیں گزارتے ہیں، وہ لوگ جو یہ دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم سے عذابِ جہنم کو پھیر دے، بیشک اس کا عذاب تو بڑا چٹ جانے والا ہے، وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا اور بدترین جگہ ہے، اور وہ لوگ جو خرچ کرتے وقت نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل ہی سے کام لیتے ہیں، بلکہ ان دونوں کی درمیانی راہ اپناتے ہیں۔“

مردانگی یہ نہیں کہ ایک نوجوان لوگوں کو اچھا کام کرتے پائے تو وہ بھی اچھا کام کرے اور اگر انہیں برے کام پر پائے تو وہ بھی وہی کر گزرے، اور جب رفقا و اصحاب کو برائی کی دلدل میں پھنسا دیکھے تو وہ بھی انہی کی سواری میں چڑھ جائے تاکہ وہ ان کی نظروں میں ”مرد“ ثابت ہو سکے۔

کیا حقیقی مردانگی کی یہی علامت ہے کہ نوجوان کی انتہائی خواہش بس شہوتِ رانی ہو اور راتوں کو وہ بلاخوف و خطر حرام لذتوں میں ڈوبا رہے؟ کہاں یہ نوجوان اور کہاں وہ مردِ حق کہ جس کا

دل مساجد ہی میں لگا رہتا ہے۔ کہاں یہ شوریدہ سر اور کہاں وہ پاکدامن نوجوان جسے عالی حسب و نسب اور حسن و جمال والی عورت خود دعوت گناہ دے اور وہ کہے: ”إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ“ (میں اللہ سے ڈرتا ہوں) کہاں یہ اور کہاں وہ شخص جو پوشیدہ طور پر صدقہ کرتا ہے۔ کہاں یہ اور کہاں وہ دوسرے جو صرف اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں، اسی پر وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی کے لیے وہ علاحدہ ہوتے ہیں۔ بد قماش نوجوانوں سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور ایسے نیک خصال نوجوانوں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن عرش الہی کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

اسلامی آداب مکمل مردانگی سکھاتے ہیں جس میں نسوانی حرکات و مشابہات کا شائبہ بھی نہ ہو۔ لیکن اس آخری زمانے میں افراد امت کچھ ایسے آداب بھی اپنانے لگے ہیں جن کا مردانگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں جیسے: گندے الفاظ، گھٹیا ترنم و آواز اور رسوا کن نسوانی انداز۔ انسانی زندگی کی بدترین برائی یہ ہے کہ کوئی شخص ان امور فطرت سے بغاوت کر جائے جن پر اللہ نے اسے پیدا کیا ہے۔ مردوں کا ہجرا اپن اور عورتوں کا مردانہ لباس و حرکات اور افعال و انداز اختیار کرنا، ان لوگوں میں مردانگی کہاں ہے جو نسوانی حرکات کرتے ہیں، لمبے لمبے بال، گلے میں پٹایا چین اور چال میں نزاکت، بلکہ بعض تو رقاصوں کی طرح ہی رقص کرتے ہیں، یہ تمام حرکات برائی کی جڑ ہیں اور سارے معاشرے کے فساد و بگاڑ کی علامت ہیں، کیونکہ یہ عادات و انداز فطرت سے انحراف اور امت مسلمہ کے اخلاقی انحطاط کا پتا دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔<sup>(۱)</sup>

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ہجرا انما مردوں اور مرد نما عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور حکم دیا ہے:

«أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ»<sup>(۲)</sup> ”انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔“

بعض مغربی ممالک سے درآمد کیے گئے بھانجہ قسم کے وسائل تربیت نے یہ رنگ دکھایا ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کو پتا ہی نہیں چلتا کہ اصل و حقیقی مردانگی کیا ہے؟ اور اگر پتا چل جائے تو وہ اسے صحیح طور سے اپنا نہیں پاتے۔ یہ غیر مسلم اقوام کا ایک طے شدہ منصوبہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کا

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۵۴۶)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۵۴۷)

ایک ایسا ملعون بنا دو کہ دونوں کو اپنے اپنے فرائض کا ہوش ہی نہ رہے، حتیٰ کہ مرد و زن کا لباس ایک جیسا کر دیا گیا اور جب ظاہر میں مشابہت آگئی تو باطن میں بھی ہم رنگی آ ہی جائے گی۔ جب مرد لوگ خود اپنے ہی ہاتھوں مردانگی کے خصائص و اوصاف کھو بیٹھیں تو معاشرہ بگڑ جاتا ہے گھر برباد ہو جاتے ہیں، امت کمزور پڑ جاتی ہے، مردوں کی حاکمیت و قوامیت ختم ہو جاتی ہے اور غیرت مر جاتی ہے اور اخلاقی اقدار میں فساد و بگاڑ عام ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الرِّجَالُ قَوْمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ [النساء: ۳۴]

”مرد عورتوں پر قوام (حاکم) ہیں یہ اس لیے کہ اللہ نے انھیں سے بعض کو بعض پر فضیلت و برتری دے رکھی ہے۔“

### نوںہال ہیروز:

دورِ حاضر میں مردانگی کے سلسلے میں گفتگو کریں تو وہ ننھے منے بچے یاد آنا یقینی امر ہے جو جسمانی اعتبار سے نوںہال ہیں، لیکن عملی طور پر اور کارناموں کے لحاظ سے وہ بڑے بڑے ہیرو اور کردار کے مردانِ حق ہیں۔ مردانگی کا اطلاق صحیح طور پر انھی پر ہوتا ہے۔ وہ قرآن کریم کی بساط پر تربیت پائے ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں سربکف جہاد کر رہے ہیں۔ اور کچھ دوسرے وہ لوگ ہیں جو بڑی گھن گرج والی آواز اور انتہائی پرفریب الفاظ سے تقریر جھاڑ رہے ہیں، ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ان بچوں، کنکر بکف یا پتھر بردار نوںہال ہیروز کے مقام و مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ ان بچوں کی مردانگی جو کسی سرکشی کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں اور نہ وہ زیادتی کرنے والوں کے سامنے کسی بھی طرح ہتھیار ڈالنے کے لیے تیار ہیں۔

وہ نوںہال جو توپوں کے گولوں سے بھی نہیں ڈرتے، بلکہ اپنے دلوں اور سینوں کو تانے دشمن کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں اور بیت المقدس کو یہودیوں سے آزاد کروانے تک اس پامردی کا مظاہرہ کرنے کا عہد کیے ہوئے ہیں۔ یہ ہے مردانگی اور مردانہ شان و شوکت جو پسپا ہونے اور ہتھیار ڈالنے کی ذلت کو کبھی گوارا نہیں کرتی۔

### ننھے منے ”مرد“:

یہ ننھے منے بچے، جن کے باپ ان کی آنکھوں کے سامنے اٹھا کر یہودیوں کی جیلوں میں

بھر دیے گئے، جن کے گھروں کو مسمار کیا گیا، تب وہ اپنی آنکھوں سے یہ دل دہلا دینے والے مناظر دیکھ رہے تھے، اور ان بچوں کے پاس کنکر اور پتھر کے سوا کوئی اسلحہ بھی نہیں، اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو دشمن کے مقابلے میں بہت بڑی رکاوٹ بنائے ہوئے ہیں۔ وہ بلا خوف و خطر غاصبوں کے آہنی ٹینکوں کو چیلنج کرتے آ رہے ہیں اور ان کی شیر دل مائیں اپنے جگر گوشوں کو موت اور شہادت کی طرف قدم اٹھانے کی دعائیں دیتی ہیں۔

فلسطینی عوام نے طویل عرصے تک صبر کیا ہے اور بڑی بڑی قربانیاں پیش کی ہیں۔ ارضِ فلسطین ان کے قیمتی خون سے لال کر دی گئی ہے، مگر وہ کنکر، پتھر اور لاٹھیوں کو اٹھائے غاصب قوم یہود کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں جنہوں نے ان کے دل کو لوٹا، بے قصور لوگوں کو قتل کیا اور تمام معاہدوں کو توڑا۔ سرزمینِ فلسطین کے جیالوں نے بڑے معرکے دکھائے، بڑی ہمیں سرکیں اور جاٹاری و قربانی کی نادر مثالوں کو جنم دیا، اور یہودیوں کی تاریخِ انسانی کی بدترین سفاکی و بربریت کے سامنے انہوں نے گردن نہیں جھکائی۔

وہ ممالک جو اپنے آپ کو تہذیب و ترقی یافتہ کہتے نہیں تھکتے، وہ ظالم کا ہاتھ کیوں نہیں روکتے؟ وہ معاہدے آج کہاں گئے جن میں امن و امان کی ضمانت اور جرائم کی روک تھام کے فیصلے کیے گئے ہیں؟ ظالم کو روکنے اور مظلوم کی مدد کرنے کے وعدے دیے گئے ہیں؟ آج امن و سلامتی کے دعوے دار کہاں ہیں؟ انسانی خون کی جو ہولی یہودی کھیل رہے ہیں، جو میزائل اور گولے وہ نہتے فلسطینیوں پر برس رہے ہیں، انہوں نے پورا ملک برباد کر کے رکھ دیا ہے جنہیں دیکھ دیکھ کر جسم و جان اور دل جلتے ہیں۔ وہاں عمر رسیدہ بوڑھوں اور کم سن دودھ پیتے بچوں کو گولوں کی آگ سے جلایا جا رہا ہے، کیا امن کے ان جھوٹے دعوے داروں کو یہ سب کچھ نظر نہیں آتا؟

مسلمانوں کا یہ خون یاذنِ اللہ ایک دن رنگ لائے گا۔ ایک ایک بچے اور ایک ایک بوڑھے کے خون کا ایک ایک قطرہ بہادروں کو جنم دے گا، جو اپنے دین میں کسی مدافعت اور کمزوری کو برداشت نہیں کریں گے۔ وہ سارے کفر سے چپ سادھ لیں گے اور وہ ساری قلمیں ٹوٹ جائیں گی جو اس غیر منصفانہ و غیر عادلانہ امن و امان کے گیت گار رہی ہیں۔

امتِ اسلامیہ اپنے پروردگار سے عہد کر چکی ہے کہ بیت المقدس ہمارے عقیدے کا جز اور

ہمارے گلے کا ہار رہے گا۔ وہ ہمارے دل و دماغ اور احساسات میں سایا ہوا ہے، بلکہ وہ ہماری تمام دنیوی مصلحتوں سے بالا ہے۔ ہم اس کی مٹی کے ایک ذرے سے بھی دست بردار نہیں ہوں گے اور اس کے حصول کے بغیر کوئی امن و سلامتی اور چین و استقرار پائیدار نہیں ہے۔ یہودی دشمن فلسطین میں اپنی یہودی بستیوں کی آبادی اور ان میں یہودیوں کی آبادکاری اور لاچار لوگوں خصوصاً یتیم و کم سن بچوں کو یہودی بنانے کی جتنی بھی کاروائیاں کر رہا ہے، وہ ساری کی ساری غیر قانونی ہیں اور پوری امتِ اسلامیہ ان کا بھی اسی طرح انکار و مذمت کرتی ہے جس طرح فلسطین کی زمین پر ان کے غاصبانہ قبضے کی مذمت کرتی ہے۔ ارضِ فلسطین ایک اسلامی قطعہ ارض ہے اور حالات چاہے کوئی بھی رخ اختیار کریں، وہ اسلامی ہی رہے گی۔

﴿لَا يَأْتِيَنَّكَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾ [یوسف: ۸۷]

”اور اللہ کی رحمت سے ناامید تو صرف کافر ہی ہوتے ہیں۔“

یہ جدوجہدِ آزادی بھی جاری رہے گی، جاٹاری اور قربانیوں کا یہ سلسلہ بھی اس وقت تک نہیں رکنے پائے گا جب تک یہ سر زمین اس کے مالکوں اور حقیقی وارثوں کے پاس نہ لوٹ آئے۔

مسلمانوں کی ذمہ داری:

ارضِ فلسطین اور بیت المقدس کے سلسلے میں مسلمانوں کا فرض کیا ہے؟ اسراء و معراج کے سفر نے مسلمانوں کے دلوں کو اس مقدس سر زمین کے ساتھ جوڑ رکھا ہے، مسئلہ فلسطین صرف زمین و ملک کی آزادی کا مسئلہ نہیں، بلکہ وہ ایک اسلامی مسئلہ ہے، جس کا تعلق صرف فلسطینی مسلمانوں ہی سے نہیں، بلکہ پوری امتِ مسلمہ سے ہے، اور اس وقت تک مسلمان بری الذمہ نہیں ہو سکتے جب تک اس شہر کو یہودیوں کی نجاست سے پاک نہ کر لیں گے۔ وہ شہر جو اسراء و معراج کے معجزہ خالدہ سے شرف یاب ہوا تھا، جب تک اسے آزاد نہ کر لیں تب تک وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

﴿وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ [الصف: ۸]

”اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے اگرچہ یہ کافروں کو ناگوار ہی گزرے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله

رب العالمين.

## کفار کی صفات اور ان کا انجام

امام و خطیب فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ مخلوقات کو پیدا فرمایا، پھر جسے چاہا اپنے فضل و کرم سے ہدایت عطا فرمائی اور جسے چاہا اپنے عدل کے تقاضے سے گمراہ کیا، اور یہ سب کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ﴾ [التغابن: ۲]

”اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن ہے۔“

اس نے خوش نصیب بننے کا راستہ بھی واضح کر دیا اور بد بختوں کے راستے بھی بیان کر دیے۔ اہل تقویٰ کی تعریف فرمائی اور کافروں کی مذمت کی اور ان کی عادات و اطوار سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

کفار کی عادات و اطوار:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں کافروں کے افعال و کردار، ان کے عقیدے کا فساد و بگاڑ اور اخلاق و عمل کی برائی بیان کرتے ہوئے بتایا کہ وہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں، قیامت کو بعید از عقل سمجھتے ہیں، قضا و قدر پر ایمان نہیں رکھتے، مصائب و مشکلات میں جزع و فزع کرنے لگتے ہیں اور اللہ سے مایوسی و ناامیدی ان کی نشانیوں میں سے ہے، اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے:

﴿لَا يَأْتِيَنَّكَ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾ [یوسف: ۸۷]

”اللہ کی رحمت سے کافر قوم کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا۔“

ان کی بول چال میں جھوٹ ہوتا ہے:

﴿بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يَكْذِبُونَ﴾ [الانشقاق: ۲۲]

”وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ جھوٹ بولتے ہیں۔“

غرور و تکبر ان کی خو ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿إِنَّ الْكُفْرَانَ إِلَّا فِي عُزُورٍ﴾ [الملك: ۲۰]

”بے شک کافر لوگ غرور و تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔“

وہ عبرت و نصیحت سے اعراض کرتے ہیں۔ ان کا دل حسد سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور وہ ان کی آنکھوں سے بھی ٹپک رہا ہوتا ہے۔ وہ مومنوں کو نعمتوں سے مالا مال دیکھ کر ان پر حسد کرتے ہیں اور یہ تمنا کرتے ہیں کہ یہ نعمتیں ان سے چھین جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ

مِنْ خَيْرٍ مِمَّنْ رَبِّكُمْ﴾ [البقرة: ۱۰۵]

”وہ لوگ جو کافر ہوئے، وہ اہل کتاب سے ہوں یا عام مشرکین میں سے، وہ ہرگز یہ

نہیں چاہتے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی نعمت و بھلائی نازل ہو۔“

کافروں کے حسد کی بدترین حد یہ ہے کہ وہ تمہیں بھی گمراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، تاکہ تمہارا حشر بھی قیامت کے دن انہیں کے ساتھ جہنم میں ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے:

﴿وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً﴾ [النساء: ۸۹]

”وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کفر کرو جیسا کہ انہوں نے کفر کیا تاکہ تم سب برابر ہو جاؤ۔“

وہ مسلمانوں کے ساتھ دن کو مکر و فریب کرتے اور رات کو انہیں دھوکا دیتے ہیں۔ انہیں ضرر

پہنچانے کے در پے رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان سے نعمتیں چھین جائیں:

﴿إِنْ يَشْفِقُواكُمْ يُكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَسْطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَالسِّنْتَهُمْ

بِالسُّوءِ﴾ [المتحنة: ۲]

”اگر وہ تمہیں کہیں پائیں گے تو وہ تمہارے دشمن ہوں گے اور اپنے ہاتھوں اور زبان

درازیوں سے تمہیں تکلیف پہنچائیں گے۔“



ان کے چہروں اور زبانوں سے دشمنی جھلکتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے خلاف غصے میں اپنی انگلیاں چباتے رہتے ہیں اور دلوں میں مسلمانوں کے خلاف بدترین خیالات، نیتوں میں کھوٹ اور مکرو فریب چھپائے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۖ وَأَكِيدُ كَيْدًا﴾ [الطارق: ۱۵، ۱۶]

”وہ چال چلتے ہیں اور میں بھی چال چلتا ہوں۔“

وہ اپنے آپ کو بڑے امانت دار، بااخلاق اور خوش طبع ظاہر کرتے ہیں، لیکن یہ سب کچھ محض اپنے دنیوی مقاصد کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی بدنیتی کو اپنے اس ارشاد میں بیان کر کے ان کا پردہ چاک کیا ہے:

﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ﴾ [آل عمران: ۱۷۸]

”ان کے منہ سے ان کا بغض و کینہ ظاہر ہو چکا ہے اور ان کے دلوں میں جو پوشیدہ

(زہر بھرا ہوا) ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔“

وہ سچ میں جھوٹ اور امانت میں خیانت چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ زبان سے تمہیں راضی کرنے میں کوشاں رہیں گے، لیکن ان کے دل تمہارے خلاف جلتے کنتے رہتے ہیں۔

وہ باطل جدال و مناظرہ میں بڑے تیز اور حقائق کو مسخ کرنے میں ماہر ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف ان کا مکرو فریب بڑا ہی سخت ہوتا ہے، لیکن ان کے مکرو فریب سے مسلمانوں کا تحفظ کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ کافروں کا مکرو فریب خود انہی کی گمراہی کا باعث ہے، اور ذلت و رسوائی انہیں گھیرے رہتی ہے۔

کفار کی اطاعت اور پیروی باعثِ ذلت و رسوائی اور ان کی نافرمانی باعثِ عزت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا

حَكِيمًا﴾ [الأحزاب: ۱]

”اے نبی ﷺ! اللہ سے ڈرو اور کفار و منافقین کی پیروی نہ کرو۔“

ان کا علم صرف دنیا تک محدود ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”کفار کے تمام اعمال و امور میں لازماً خلل و نقص واقع ہوتا ہے، جو ان امور کی منفعت کے مکمل ہونے میں مانع بن جاتا ہے۔ ان کے تمام امور یا تو بالکل ہی فاسد ہوتے ہیں یا کم از کم ناقص ہوتے ہیں۔ رہا معاملہ علم آخر سے، حتیٰ کہ جو باقی رہنے والا ہے، تو اس سے کفار جاہل ہوتے ہیں۔“<sup>(۱)</sup>

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ﴾ [الروم: ۷]

”وہ دنیوی زندگی کے ظاہر کو کچھ جانتے ہیں، جبکہ وہ آخرت کے معاملے میں بالکل غافل و جاہل ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿وَلٰكِنۡ اَكْثَرُهُمْ يٰجْهَلُوْنَ﴾ [الانعام: ۱۱۱] ”لیکن ان سے اکثر جاہل ہیں۔“

ان کی اولاد انھی کے لیے مصائب و آزمائش (دوبال جان) اور ان کا مال انہی کے لیے مشکلات اور پریشانیوں کا باعث ہوتا ہے۔ ان کی زندگی صرف جینے، کھانے اور پینے سے عبارت ہے، جبکہ ان کے کھانے پینے سے بھی برکت چھین لی گئی ہے، وہ تھوڑے سے سیر ہی نہیں ہوتے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

﴿الْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ، وَالْمُسْلِمُ يَأْكُلُ فِي مِعَىٰ وَّاحِدٍ﴾<sup>(۲)</sup>

”کافرسات آنتوں کو بھر کر کھاتا ہے، جبکہ مسلمان صرف ایک آنت کو بھر کر کھاتا ہے۔“

تاکہ وہ عبادت بھی کر سکے۔ مومن ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے رکھتا ہے، نیز مومن کا کھانا خیر و برکت والا ہوتا ہے، حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿طَعَامُ الْاَتْنَيْنِ يَكْفِي الثَّلَاثَةَ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ يَكْفِي الْارْبَعَةَ﴾<sup>(۳)</sup>

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم (ص: ۵۷)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۳۹۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۰۶۰)

(۳) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۳۹۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۰۵۸)

”دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار کو کفایت کر جاتا ہے۔“

کفار نور ہدایت سے دور لکڑیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان کی آرا میں اختلاف اور ان کے افکار میں تفرقہ پایا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں ارشادِ الہی ہے:

﴿وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

[البقرة: ۱۳۷]

”وہ شدید اختلاف میں مبتلا ہیں، تمہیں ان سب کے مقابلے میں اللہ ہی کافی ہے، اور وہ بہت زیادہ سننے اور جاننے والا ہے۔“

قیامت تک ان کے مابین نزاع و اختلاف موجود رہے گا، اس بات کا پتا خود کتابِ الہی نے دیا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَالَّذِينَ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْغِيَمَةِ﴾ [المائدة: ۶۴]

”ہم نے قیامت تک کے لیے ان کے درمیان بغض و عداوت ڈال دی ہے۔“  
مسلمان کے مقابلے میں وہ انتہائی بزدل ثابت ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان دو کافروں پر بھاری ہوتا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ قِطَانٌ صَابِرٌ فَقَدْ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [الأنفال: ۶۶]

”اگر تم میں سے ایک سوبر کرنے والے ہوں تو ان کے دوسو پر غالب آ جائیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے وہ دو ہزار پر غالب آ جائیں گے۔“  
وہ ایک دوسرے کو بخل کی تاکید کرنے والے، خرچ کے معاملے میں انتہائی بخیل اور مہمان نوازی کے معاملے میں انتہائی برے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے:

﴿الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا﴾ [النساء: ۳۷]

”وہ لوگ خود بخل سے کام لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی تاکید کرتے ہیں، اور اللہ

نے انھیں جو کچھ اپنے فضل سے نوازا ہے وہ اسے چھپاتے ہیں، ہم نے کافروں کے لیے ذلت ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

کافر خیر و بھلائی میں رکاوٹ بنتا اور حرام کھاتا ہے۔ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے، ان پر اس کا شکر بجا نہیں لاتا، بلکہ انھیں استعمال کرتا اور ان کا انکار کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس روش کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [النحل: ۸۳]

”وہ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں؛ پھر ان کا انکار کر دیتے ہیں اور ان کی اکثریت ناشکری کرنے والوں کی ہے۔“

وہ حرص اور ضلالت و گمراہی میں جیتے ہیں۔ انھیں ان اندھیروں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں سوجھتی۔ اعضاءے جسم جو ہدایت کا باعث بنتے ہیں، وہ ان سے صحیح معنوں میں استفادہ ہی نہیں کرتا۔ اس کا دل نا سمجھ، آنکھوں پر پردہ اور کانوں کی سماعت کے راستے میں رکاوٹیں ہوتی ہیں۔ وہ نہ حق سنتا ہے اور نہ راہ ہدایت ہی دیکھتا ہے۔ شیطان اور اس کے چیلے اسے گناہوں میں لت پت کیے رکھتے ہیں۔ وہ دنیا کی لذتوں میں غرق اور سن مانوں میں منہمک رہتا ہے۔ اس کے اعمال گرد و غبار کی طرح بے سوو ہو جاتے ہیں۔ وہ عمل کرتا ہے مگر اسے ان کا بدلہ نہیں ملتا۔ دنیا میں عمل کی محض زحمت اور آخرت میں عذاب اس کا مقدر ہے۔ اللہ کفار کو پسند نہیں فرماتا اور اس نے واضح طور پر بتا رکھا ہے کہ وہ کافروں کا دشمن ہے۔ جو شخص کوئی بھی اچھایا برا عمل کرتا ہے، اللہ اسے اس کے عمل کے مطابق ہی چادر پہنا دیتا ہے۔ فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

«وَإِذَا أَبْغَضَ اللَّهُ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ: يَا جِبْرِيلُ! إِنِّي أَبْغَضُ فَلَانًا فَأَبْغَضُهُ، فَيَبْغِضُهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ ينادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ فَلَانًا فَأَبْغِضُوهُ، فَيَبْغِضُهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوَضَّعُ لَهُ الْبَعْضَاءُ فِي الْأَرْضِ»<sup>(۱)</sup>

”اللہ جب کسی سے ناراض ہوتا ہے تو جبرائیل (علیہ السلام) کو بلا کر کہتا ہے: اے جبریل! میں فلاں شخص سے ناراض ہوں تو بھی اس سے ناراض ہو جا، تو جبرائیل (علیہ السلام) بھی اس سے

(۱) مسند أحمد، رقم الحدیث (۱۷۴۴۳)

ناراض ہو جاتے ہیں، پھر وہ آسمان کے مکینوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ فلاں سے ناراض ہے، لہذا تم سب بھی اس سے ناراض ہو جاؤ، تب تمام آسمان والے بھی اس سے ناراض ہو جاتے ہیں، اور پھر زمین والوں کے دلوں میں بھی اس کے خلاف ناراضی ڈال دی جاتی ہے۔“

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں جب کسی کافر کو دیکھتا ہوں تو فوراً آنکھیں بند کر لیتا ہوں، تاکہ وہ اللہ کے دشمن کسی کافر کو نہ دیکھ پائیں۔“

کافر کے کفر کی گواہی جمادات دیتے ہیں۔ آخر زمانے میں ارض مبارک اسے قبول نہیں کرے گی۔ درخت کہے گا: اے مومن! یہ کافر چھپا ہوا ہے، پتھر کہے گا: اے مومن! یہ ہے کافر۔<sup>①</sup> جب دجال کا فتنہ برپا ہوگا تو مدینہ منورہ تین جھٹکے دے گا جس سے مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تمام کفار و منافقین باہر نکل جائیں گے۔ اللہ سے دوری کئی نفسی و روحانی مصائب و مشکلات کا باعث ہے۔ گناہوں کے اثرات سے سینہ تنگ ہوگا اور دم گھٹے گا، ایمان کی لذت و سکینت سے محرومی ہو جاتی ہے، لعنت جلاتی ہے اور غضبِ الہی گھیرا ڈالے رکھتا ہے۔ کفار اللہ کی مخلوقات میں سے بدترین مخلوق ہیں۔ فرمانِ الہی ہے:

﴿أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ [البینۃ: ۶] ”یہ تمام مخلوقات میں سے بدترین ہیں۔“

تعداد کے اعتبار سے تو وہ زمین کی سب سے بڑی بھیر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [ہود: ۱۷] ”لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔“

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

«قَالَ اللَّهُ: يَا آدَمُ! أَخْرِجْ بَعَثَ النَّارِ، قَالَ: وَمَا بَعَثَ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ

أَلْفٍ تِسْعِمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ» وفي لفظ: «مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعِينَ»<sup>②</sup>

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے آدم! جہنم کا حصہ نکالو۔ آدم عليه السلام نے عرض کی: اے اللہ!

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۳۴۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲۲)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۵۲۹)

جہنم کا حصہ کتنا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (تیری اولاد میں سے) ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے (۹۹۹) شخص۔“ اور ایک روایت میں ہے: ”ہر سو میں سے ننانوے شخص۔“ جب کافر و فاجر مرتا ہے تو اللہ کے بندوں اور تمام دنیا کو راحت نصیب ہوتی ہے، چنانچہ نبی اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

«الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَأَذَاهَا إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ، وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالِدَّوَابُّ»<sup>(۱)</sup>

”بندۂ مومن جب وفات پاتا ہے تو دنیا کی مشقتوں سے چھوٹ کر اللہ کی رحمتوں کو جا پاتا ہے، جبکہ فاسق و فاجر شخص مرتا ہے تو اس کی موت سے بندے، دنیا، درخت اور جانور سب راحت پاتے ہیں۔“

کافر چاہتا ہے کہ اسے ہزار سال عمر مل جائے، اور جب موت آتی ہے، تو وہ اسے ناپسند کرتا ہے، تب فرشتے اس کے چہرے اور دُبر پر مارتے ہیں تاکہ مار مار کر اس کی روح نکالیں۔ جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ اس کے لیے اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور لوہے کے ہتھوڑے سے اسے ایسی ضرب لگائی جاتی ہے جس سے اس کی ایسی چیخ نکلتی ہے کہ جہنم و انس کے سوا دوسرے سب قریبی سنتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے:

«لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تَرَابًا»<sup>(۲)</sup>

”اگر وہ ضرب کسی پہاڑ کو لگائی جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی بن جائے۔“

پھر اس کی قبر میں آگ بجھا دی جاتی ہے اور اسے مسلسل عذاب دیا جاتا ہے۔ جب وہ حساب کتاب کے لیے قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس کا چہرہ کوئلے کی طرح کالا سیاہ ہوگا اور خوف سے آنکھیں نیلی ہوں گی۔ اس پر غبار چڑھا ہوگا۔ اس کا ناک منہ دھوئیں کے غبار سے اٹا ہوا ہوگا اور دل کانپ رہا ہوگا۔ اسے اٹھایا جائے گا اور وہ تمام مخلوقات کے درمیان منہ کے بل گھسٹتا ہوا چل رہا ہوگا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کافر منہ کے بل کیسے

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۱۵۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۹۵۰)

(۲) مسند أحمد، رقم الحدیث (۱۸۱۴۰) سنن أبي داود، رقم الحدیث (۴۷۵۳)

چلایا جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَيْسَ الَّذِي أَمْسَاهُ عَلَى الرَّجُلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلَى أَنْ يُمَسِّبَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟»<sup>①</sup>

”جس نے اسے دنیا میں دو قدموں پر چلایا ہے کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اسے قیامت کے دن منہ کے بل چلائے؟“

اس کی گردن میں زنجیریں پڑی ہوں گی۔ مجرموں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ باندھا ہوا ہوگا۔ وہ پیاس سے بلک رہے ہوں گے، مگر ساتھ ہی وہ اندھے، بہرے اور گونگے بھی ہوں گے۔ آج ان کے دوست ان سے کنارہ کر جائیں گے اور وہ اپنے دوست سے بری ہوں گے۔ کوئی حامی و مددگار نہیں ہوگا۔ ان کا کھانا ایک جہنمی درخت (تھوہر) ہوگا اور انھیں پینے کے لیے آگ کا ابلتا ہوا پانی ملے گا۔ جو ایک گھونٹ پیے گا اس کی انتڑیاں کٹ کر نکل آئیں گی، پھر وہ پانی اس کے سر پر انڈیل دیا جائے گا جس سے اس کی جلد اور پیرت کے اندر والی ہر چیز پگھل جائے گی، اور وہ آگ کے تپھیڑوں میں ہوگا، اس کا جسم اور داڑھیں بہت بڑی بڑی ہو جائیں گی، نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ، وَغَلَطُ جِلْدِهِ مَسِيرَةُ ثَلَاثِ»<sup>②</sup>

”کافر کی داڑھ بڑھ کر جبلِ احد جتنی ہو جائے گی اور اس کی جلد کی موٹائی اتنی بڑی ہو جائے گی جتنی مسافت کوئی سوار تین دن میں طے کرتا ہے۔“

اور ایک روایت میں ہے:

«مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ لِلرَّائِبِ الْمُسْرِعِ ﴿جَزَاءٌ وَفَاقًا﴾، ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ [النبا: ۲۶، فصلت: ۴۶]»<sup>③</sup>

”جہنم میں کافر کا جسم اتنا بڑا ہو جائے گا کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان والی جگہ تیز رفتار سوار کے تین دن کے سفر کے برابر ہو جائے گی۔“ یہ تمہارے رب کی طرف

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۵۲۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۰۶)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۵۱)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۵۵۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۵۲)

سے صحیح صحیح سزا ہے،” اور تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہرگز نہیں ہے۔“ مسلمانو! یہ ہیں کافروں کے افعال و اوصاف اور ان کی سزائیں۔ ان میں پائی جانے والی قباحتیں اور برائیاں بے حد و بے حساب ہیں۔ اپنے آپ کو ان افعال و اوصاف سے بچا کر رکھو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فَنَنَا كَقَطْعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَ يُؤْمِسِي كَافِرًا، وَ يُؤْمِسِي مُؤْمِنًا، وَ يُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا قَلِيلٍ»<sup>(۱)</sup>

”سیاہ کالی رات جیسے فتنے ہیں، جن میں آدمی صبح کو مومن ہو گا تو رات کو کافر ہو جائے گا، اور رات کو مومن ہو گا تو صبح کو کافر ہو جائے گا۔ بندہ اپنے دین کو دنیا کی معمولی چیز کے عوض بیچ دے گا۔“

### مشابہت کی قباحتیں:

اپنے آپ کو کفار کی مشابہت سے بھی بچاؤ۔ فرض نمازوں کی پابندی کرو اور باجماعت انھیں ادا کرنے کا اہتمام کرو۔ جس نے نماز اور جماعت کو ترک کر دیا وہ بڑی ہی منحوس سواری پر چڑھ گیا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»<sup>(۲)</sup>

”ہمارے اور ان (کفار و مشرکین) کے مابین جو عہد ہے وہ نماز ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی، اس نے کفر کیا۔“

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾

[الحشر: ۲۰]

”اہلِ جہنم اور اہلِ جنت برابر نہیں ہو سکتے، اہلِ جنت تو فائزین اور کامیاب لوگ ہیں۔“

ظاہری معاملات میں کفار کی مشابہت اختیار کرنا آہستہ آہستہ باطنی امور میں بھی ان سے

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۱۸)

(۲) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۶۲۱) سنن النسائی، رقم الحدیث (۴۶۲) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث

(۱۰۷۹) وقال الترمذی: ”حدیث حسن صحیح غریب“



مشابہت کرنے کا سبب بنتا ہے اور سلف صالحین صحابہ و تابعین سے مشابہت کرنا عقل و دین اور اخلاق میں اضافے کا باعث ہے۔ غیر مسلموں سے ظاہری امور میں مشابہت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہی کے اخلاق و افعال بھی آجاتے ہیں اور ان کے بارے میں دل میں ایک نرم گوشہ جنم لے لیتا ہے جس سے ان کے لیے ایک طرح کی محبت اور دوستی دل میں جگہ بنا لیتی ہے، لہذا مشرکین کے کردار اور ان کے مذاہب و نظریات کی مخالفت کریں اور ان کے ساتھ دوستی بڑھانے سے گریز و اجتناب کریں۔ ان سے پیار کی پیٹلیں نہ بڑھائیں، بلکہ دل میں ان کے خلاف ناراضی و عداوت رکھیں اور ان سے براءت کا اظہار کریں۔ ان کے دین و مذہب سے گریز کریں۔ انہیں ہدایت کی طرف لانے اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دینے کے لیے کوشاں رہیں، اور اللہ کی حمد و ثنا میں رطب اللسان رہیں کہ اس نے تمہیں ہدایت سے نوازا، اور اس سے دعائیں کرتے رہا کریں کہ وہ آپ کو ثابت قدمی عطا فرمائے۔ اللہ کے ساتھ صادق رہیں، آپ کے حالات درست رہیں گے۔ اپنے دل کو صاف رکھیں، مخلوق آپ سے محبت کرے گی۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله  
رب العالمين.



# مِلّٰ ربيع الأول

دوسرا خطبہ

## اخلاقِ حسنہ

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحذیفی رحمۃ اللہ علیہ

1/6/2001 = 9/3/1422

پہلا خطبہ

## حرص اور ہوس

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

25/5/2001 = 2/3/1422

چوتھا خطبہ

## قرض

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ

15/6/2001 = 23/3/1422

تیسرا خطبہ

## سیر و تفریح اہمیت و ضرورت اور قواعد و ضوابط

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی رحمۃ اللہ علیہ

8/6/2001 = 16/3/1422



## حرص اور ہوس

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

جس نے تقویٰ اختیار کر لیا وہ خوش نصیب ہو گیا اور جس نے اپنے نفس اور اس کی خواہشات پر حقوق اللہ کو ترجیح دی وہ کامیاب ہو گیا، اور جس نے اپنی من مانیوں پر اللہ کی رضا کو ترجیح دی وہ نجات پا گیا۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

[آل عمران: ۱۰۲]

”اے ایمان والو! صحیح معنوں میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور تمہیں موت نہ آئے سوائے اس کے کہ تم مسلمان و مطیع فرمان ہو۔“

مومن صادق اپنے نفس کی حدود و قیود کو بھلا کر ان سے آزاد ہونے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ وہ نجات کی امید اور خلاصی کی طلب میں رہتا ہے۔ اس کی تمام تر کوششیں آخرت کی سرخروئی کے لیے ہوتی ہیں اور آخرت میں اچھے مقام و مرتبے کے حصول کے لیے وہ اعمالِ صالحہ میں مشغول رہتا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾

[البقرة: ۲۰۷]

”اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے اپنی جانیں تک داؤ پر لگا دیتے ہیں، اور اللہ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا رحم والا ہے۔“

مومن کے بارے میں اس دارِ امتحان میں جس چیز کا ڈر ہے وہ اس کا حرص و ہوس اور نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو جاتا ہے جو تمام آفتوں سے بڑی آفت ہے۔ جس دل میں یہ چیز

داخل ہوگئی اسے اس نے بگاڑ دیا اور جس معاشرے میں یہ بیماری جاگھسی وہ معاشرہ ہلاک ہو گیا۔  
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«إِنَّ مِمَّا أَحْسَى عَلَيْكُمْ شَهَوَاتِ الْغَيِّ فِي بُطُونِكُمْ وَفُرُوجِكُمْ وَمُضَلَّاتِ  
الْهَوَىٰ»<sup>①</sup>

”میں تمہارے بارے میں جن چیزوں سے ڈرتا ہوں، وہ تمہارے پیٹوں اور شرم گاہوں  
کی شہوتیں اور حرص و ہوا کی گمراہیاں ہیں۔“

خواہشِ نفس اور حرص و ہوا علت و معلول اور دلالت و مدلول میں تو سب برابر ہیں، فرق  
صرف اتنا ہے کہ حرص و ہوا کا تعلق عقائد و شبہات سے اور نفسانی خواہشات اور دنیاوی لذتوں کو پیا  
لینے کا تعلق شہوت سے ہے، اور شہوت دراصل حرص و ہوا ہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

سابقہ امتوں کا حال:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس قرآن کریم میں ان سابقہ امتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو  
طاقت اور مال ہر اعتبار سے ہم سے آگے تھے۔ وہ حرص و ہوا اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ وہ اللہ  
کی نعمتوں سے استفادہ کرتے مگر اپنے خالق و مالک کی نافرمانی کرتے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان پر  
عذاب آ گیا، جس سے اللہ کے سوا انھیں پجانے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ ان پر کرب و ذلت چھا گئی۔  
انھیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَ أَكْثَرَ أَمْوَالًا وَ أَوْلَادًا  
فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَائِقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَائِقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ  
بِخَلَائِقِهِمْ وَ خَضْتُمْ كَالَّذِينَ خَاصُوا أُولَئِكَ حَبِطَتِ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ  
الْآخِرَةِ وَ أُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ﴾ [التوبة: ۶۹]

”ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ تم سے زیادہ قوت والے تھے اور زیادہ مال  
و اولاد والے تھے، پس وہ اپنا حصہ برت گئے اور تم بھی اپنا حصہ برت چکے ہو، جیسے تم  
سے پہلے لوگ اپنے حصے سے مستفید ہوئے تھے تم نے بھی اسی طرح کی مذاقاندہ بحث کی

① مسند أحمد (۴/۴۲۰)

جیسے انھوں نے کی تھی، ان کے دنیا و آخرت کے تمام اعمال غارت ہو گئے اور وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں۔“

اللہ کے بندو! ان لوگوں جیسا رویہ اپنانے سے بچو اور نہ ان کی راہ پر چلو۔ سب سے سخت جہاد تو حرص و ہوا اور خواہشاتِ نفس کا مقابلہ کرنا ہے، کیونکہ اس کا راستہ بڑا کٹھن ہے۔ اس کا ایک ایک دن ایک ایک ماہ کا، اس کا ایک ایک ماہ ایک زمانے کے برابر اور اس کا زمانہ بلا اور شر سے معمور ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿أَفْضَلُ الْجِهَادِ أَنْ يُجَاهِدَ الرَّجُلُ نَفْسَهُ وَهَوَاهُ﴾<sup>①</sup>

”بہترین جہاد یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس اور خواہشات کے ساتھ جہاد کرے۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”نفس اور خواہشات سے جہاد ہی دراصل کفار و منافقین سے جہاد ہے۔ جو شخص پہلے اپنے نفس کے ساتھ جہاد نہ کر سکے وہ ان سے جہاد کر ہی نہیں سکتا۔ جس نے اپنی خواہشات پر غلبہ پالیا وہ عزت پا گیا اور اقتدار اس کا مقدر بنا، اور جس پر خواہشات نے غلبہ پالیا وہ ذلیل و خوار اور ہلاک و برباد ہو گیا۔“

دل ایک برتن کی طرح ہوتے ہیں، ان میں سے جو اچھا ہے وہ بھلائی و ہدایت کو اپنے اندر زیادہ سمو لیتا ہے اور جو برا ہوتا ہے وہ بغاوت و بگاڑ کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے۔ نفس کو اگر اس کی ہر مطلوبہ چیز دیتے رہو گے تو وہ خواہشات کی طرف بڑھتا ہی چلا جائے گا، اور جس نے نفس کو خواہشات کا بندہ نہ بننے دیا وہ دنیا اور اس کی بلاؤں سے بچ گیا اور ہر قسم کی اذیتوں سے بھی محفوظ ہو گیا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۖ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۗ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۖ وَقَدْ

خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۗ﴾ [الشمس: ۱۰ تا ۱۷]

”اور تم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی، پھر سمجھ دی اسے برائی کی اور بچ کر نکلنے کی، جس نے اسے پاک کر لیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔“

① صحیح الجامع للالبانی، رقم الحدیث (۱۰۹۹)

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«كُلُّ النَّاسِ يَعْدُو فَبَانِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتَقُهَا أَوْ مُؤَبِقُهَا»<sup>(۱)</sup>

”سب لوگ نکلنے ہیں، کوئی اپنے نفس کا سودا کرنے والا ہوتا ہے، تو کوئی اسے جہنم کی آگ سے آزاد کروا لیتا ہے اور کوئی اسے ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔“

حرص و ہوا کا دیو:

حرص و ہوا اور خواہشاتِ نفس کا دیو معاویٰ اور اسباب و ذرائع کی وجہ سے قوت پاتا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھتے جاتے ہیں ویسے ویسے وہ قوت اختیار کرتا جاتا ہے۔ یہ بڑا ظالم و جابر قسم کا دیو یا بادشاہ ہے۔ جس نے اپنے نفس کو تقویٰ کی لگام نہ ڈالی وہ جلد ہی ندامت و ہلاکت کی وادی میں جانے لگا، اور جو وقت کے ہاتھ سے نکل جانے سے ڈر گیا اور اس نے موت سے پہلے پہلے اپنے آپ کو توبہ کے سہارے سے سنبھال لیا وہ بچ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ، وَ حُنَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ»<sup>(۲)</sup>

”جنت ناپسندیدہ اشیا سے گھری ہوئی ہے اور جہنم کے ارد گرد نفس کی خواہشات و شہوات نے گھیرا ڈالا ہوا ہے۔“

لہذا ہوا و ہوس کے شباب اور طغیانی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھو اور ان کی پیروی سے اجتناب کرو۔ یہ دنیاوی لذتیں بظاہر بڑی چمکدار ہیں، مگر ان کے نتیجے میں جن مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا وہ بھی بڑے قبیح ہیں۔ اپنے نفسوں کی صحیح خواہشات کو بھی پابند کرو اور جن چیزوں کی طرف وہ جھکیں انہیں اچھا کہنے سے بھی بچو، کیونکہ خواہش و ہوس کی آنکھیں اندھی اور کان بہرے ہوتے ہیں۔ اللہ کی کتاب سے آیات کو صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنے والی بناؤ تو ہر چیز کھل کر سامنے آجائے گی۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ

سَيِّئَاتِكُمْ وَ يُغْفِرْ لَكُمْ وَ اللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ [الأنفال: ۲۹]

”ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہارے لیے حق و باطل میں فرق کرنے والا بنا دے گا۔“

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲۳)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۱۲۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۲۲)



اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ سَمِيْنَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتِي»<sup>(۱)</sup>  
 ”میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان پر عمل کرتے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب اور اپنی سنت۔“

ہوا و ہوس کے بندوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ملنے جلنے سے گریز کرو، کیونکہ ان کی رفاقت و دوستی کا نتیجہ ذلت و رسوائی ہوگا۔ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں بڑا جلد باز ہوتا ہے، جو دیوانہ وار ان کے پیچھے بھاگتا ہے۔ اسے سرداری چاہیے جس کے لیے وہ اپنے سے بڑوں کے تلوے چاشتا اور ضعیفوں کی مذمت و تحقیر کرنا کوئی برائی نہیں سمجھتا، اس کے کروت عجیب و غریب، اس کی بری حرکات و عیوب لا تعداد اور اس کی طبیعت و آرا انتہائی ردی قسم کی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿ اَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْاِلٰهَ هُوَ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَاِكْبٰرًا ۗ اَمْ تَحْسَبُ اَنْ اَكْتَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۱﴾  
 اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۲﴾ [الفرقان: ۴۳ تا ۴۵]

”کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے؟ کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔“

اسی لیے جمہور سلف رضم کہا کرتے تھے:

”دو قسم کے لوگوں سے بچو، ایک وہ جسے اس کی خواہشاتِ نفس نے اور دوسرا وہ جسے حسبِ دنیا نے اندھا کر رکھا ہو۔“

ہر وہ شخص جو لوگوں کو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے نظریے کی طرف دعوت دے وہ اہلِ حرص و ہوا اور اہلِ فساد میں سے ہے، اور ہر وہ شخص جو کتاب و سنت اور اجماع امت کی مخالفت کرے اور لوگوں کو خود ساختہ قوانین کی طرف دعوت دے یا بدعتی افعال کی طرف بلائے یا پھر حریتِ فکر کی

(۱) المستدرک للحاکم (۱/۱۷۲)

دعوت دے یا تہجد و تمدن کے نام سے اور روشن خیالی اور گلوبل اتح کے حوالے سے تہذیبِ مغرب کو اپنانے کی ترغیب دلائے، وہ حرص و ہوس، بگاڑ و فساد اور عناد و بد اعتقادی میں مبتلا ہے، اس کی اطاعت و پیروی ہرگز جائز نہیں، اس کی مدد و تعاون کرنا ہرگز حلال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ... الخ﴾ [المائدہ: ۴۸]

”آپ اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ جائیں جو حق آپ تک پہنچ چکا ہے... الخ۔“  
نیز فرمایا:

﴿وَلَا تَتَّبِعِ أَهْوَاءَ هُمْ وَاحْذَرُهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنْ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ﴾ [المائدہ: ۴۹]

”اور آپ ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں، کہیں یہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر ادھر نہ کر دیں، اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو یقین کریں کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی ڈالے، اور اکثر لوگ فاسق ہوتے ہیں۔“

اور ارشادِ الہی ہے:

﴿قُلْ إِنِّي نَهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا آتِبِعُ أَهْوَاءَ كُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾ [الأنعام: ۵۶]

”آپ کہہ دیجیے کہ (مجھے اس کی ممانعت کی گئی ہے کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی کروں) میں تمہاری خواہشات کی اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور راہِ راست پر چلنے والوں میں سے نہیں رہوں گا۔“

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَلَكِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [البقرہ: ۱۷۵]

”علم آجانے کے بعد بھی اگر آپ نے ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔“

اے مسلمانو! اہل بدعت و ہوا سے بچ کر رہو، جنہوں نے بدعات، اوہام پرستی اور اپنی بدنہی و کم عقلی سے قرآن و حدیث کی نصوص کو ٹھکرا دیا، اپنے عقلی اڑنگوں اور فلسفوں کو یقینی و قطعی امور سے متصادم کر دیا، اسماء و صفات باری تعالیٰ کے معاملے میں زیادتیاں کیں۔ ان میں تاویل و تحریف اور تعطیل کا ارتکاب کیا۔ ان کے تصورات کے بگاڑ، عقول کے تصور اور نبی مکرم ﷺ کے صادق مصدوق ہونے کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

« إِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَىٰ بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَىٰ الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ، لَا يَبْقَىٰ مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ »<sup>(۱)</sup>

”میری امت میں ایسی قومیں بھی نکلیں گی ان میں یہ خواہشات ایسے سراپت کر جائیں گی، جیسے کہ باؤلے پن کی بیماری اپنے بیمار میں سراپت کر جاتی ہے، اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا، جس میں اس بیماری کا اثر نہ ہو۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں باطل افعال و اقوال سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَ ذَرُوْا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَائِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف: ۱۸۰]

”اللہ کے خوبصورت نام ہیں، اسے انہی ناموں سے پکارو اور وہ لوگ جو اس کے ناموں

میں الحاد کرتے ہیں، آپ انہیں چھوڑ دیں، وہ اپنے کیے کی سزا خود ہی پائیں گے۔“

اللہ کی کتاب اور صحیح و ثابت احادیث کو اپنائیں، کیونکہ یہی دراصل ہدایت ہے، اور کیوں؟

کیسے؟ جیسے سوال کرنا چھوڑیے، کیونکہ یہ اہل بصیرت کو اندھا کر دیتے ہیں۔

خود ساختہ اور جعلی افعال و اعمال کے ذریعے سے اعتقادات و عبادات کو اپنا کر اللہ کا تقرب

حاصل کرنے کی کوششیں کرنا بھی خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔ ایسے افعال و اعمال بندے کو اللہ کے

قریب نہیں بلکہ اس سے دور کرتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد سنئے:

« عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَ

(۱) سنن أبي داود، رقم الحديث (۴۵۹۷)

عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ،  
وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ<sup>(۱)</sup>»

”تم پر میری سنت اور میرے ان خلفائے راشدین کا طریقہ لازم ہے جو ہدایت یافتہ تھے۔ اسے مضبوطی سے تھامے رہو اور بدعات و محدثات سے بچو، کیونکہ ہر محدث اور نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ أَحَدَّثَ فِيهِ أَمْرًا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ<sup>(۲)</sup>»

”جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز پیدا کی جو اصلاً اس میں سے نہیں تو وہ چیز مردود اور نامقبول ہے۔“

اور ایک روایت میں ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ<sup>(۳)</sup>»

”جس نے کوئی ایسا کام کیا جو اصلاً اس دین میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔“

یہ اس شخصیت کا ارشاد ہے جو اپنی مرضی سے بولتے ہی نہیں، بلکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ انہیں وحی کیا گیا ہوتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”ہم اقتدا کرتے ہیں، ایجا نہیں کرتے، ہم اتباع کرتے ہیں بدعت سازی نہیں کرتے، اور جب تک ہم اسی طرح دین کو پکڑے رکھیں گے، تب تک ہم ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے۔“<sup>(۴)</sup>

### بدعات:

دور حاضر کی سخت تکلیف وہ چیز بدعات کا انتشار اور لوگوں کا ان کے بارے میں خاموشی کا رویہ ہے۔ لوگ نہ صرف بدعات کو برقرار رکھتے ہیں، بلکہ اہل بدعت کے ساتھ مدافعت اور رواداری کا سلوک کرتے ہیں، اور یہ بکثرت اسلامی ممالک میں ہو رہا ہے، جبکہ یہ بڑا قابلِ مذمت فعل اور

(۱) سنن أبي داود، رقم الحديث (۴۶۰۷)

(۲) صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۵۵۰) صحيح مسلم، رقم الحديث (۱۷۱۸)

(۳) صحيح مسلم، رقم الحديث (۱۷۱۸)

(۴) أمالي ابن بشران (۹)

موجب عذاب الہی بھی ہے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان بدعات کی تردید کرے اور ان کے خطرات و نقصانات سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«الَّذِينَ النَّصِيحَةُ» قلنا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ? قال: «لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ  
وَلِرَسُولِهِ وَلِأُمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ»<sup>(۱)</sup>

”دین باہمی خیر خواہی کا نام ہے۔“ ہم نے عرض کی کہ کس کی خیر خواہی کا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، مسلمانوں کے ائمہ اور حکمرانوں کی اور عام مسلمانوں کی۔“

اور سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکات ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔“<sup>(۲)</sup>

اللہ کے بندو! اپنے نفسوں کو ترغیب و ترہیب، ہر دو طرح سے کھینچنے چلے جاؤ، کیونکہ اللہ کا خوف باعثِ ہدایت و شفا ہے، جبکہ خواہشاتِ نفس باعثِ ہلاکت و بربادی ہیں۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ: خَشْيَةُ اللَّهِ فِي السَّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، وَالْعَدْلُ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ، وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى، وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ: هَوَى مُتَّبَعٌ، وَشُحٌّ مُطَاعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ»<sup>(۳)</sup>

”تین چیزیں باعثِ نجات ہیں: علانیہ اور در پردہ اللہ کا خوف، رضا و خوشی اور غم و غصہ میں عدل و انصاف، فقر و فاقہ ہو یا تو نگری و مالداری، ہر حال میں میانہ روی اختیار کرنا۔ اور تین چیزیں باعثِ ہلاکت ہیں: وہ خواہشات جن کی ہر وقت پیروی کی جائے، وہ بخل جس کی فرماں برداری ہو، اور بندے کا اپنے آپ پر اترانا اور غرور و تکبر کرنا۔“

فتنہ بردوش مجلسوں اور اخلاقی بدبو سے متعفن مقامات پر جانے سے بچیں۔ اللہ سے دین پر

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۵۵)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۷)

(۳) المعجم الأوسط (۵/۳۲۸) نیز دیکھیں: السلسلة الصحيحة، رقم الحدیث (۱۸۰۲)

ثابت قدمی مانگیں اور اللہ سے موت و حیات کے فتنے سے پناہ طلب کریں، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ دعا اتنے اہتمام سے سکھاتے تھے، جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھا رہے ہوں:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ»<sup>①</sup>

”اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور میں مسیحِ دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور میں موت و حیات کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

آپ ان لوگوں سے نہ بنیں جو اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار لیتے ہیں، اور اپنی موت کا سامان اپنے ہی ہاتھوں سے کر لیتے اور اپنے نفس کے نینتے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ [ص: ۲۶]

”خواہشاتِ نفس کی پیروی مت کرو، ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بہکا دیں گی اور جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں انہیں (اللہ اور اس کے راستے کو) بھول جانے کی وجہ سے قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا۔“

توبہ:

گناہوں کی گٹھڑی اٹھائے پھرنے والو! لہو و لعب میں سرگرداں رہنے والو! خواہشاتِ نفس کے ہاتھوں اندھے بہرے لوگو! مولیٰ کریم کو چیلنج کرنے والے اور اس کے احکام کی نافرمانی کرنے والو! ابھی وقت ہے تائب ہو جاؤ، اللہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۳۶۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۵۸۸)

يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ اللَّهَ وَ لَا  
 الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَ هُمْ كَفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۷﴾ [النساء: ۱۷، ۱۸]

”جو لوگ نادانی کی وجہ سے برائی کر بیٹھیں اور پھر جلد ہی توبہ کر لیں تو اللہ ان کی توبہ  
 قبول کرتا ہے اور اللہ بڑا ہی علم و حکمت والا ہے، توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو  
 برائیاں کرتے ہیں اور جب موت آنے لگتی ہے تو کہتے ہیں کہ میں اب توبہ کرتا ہوں،  
 اور نہ ان کی توبہ ہے جو کافر ہی مر جاتے ہیں، ان لوگوں کے لیے ہم نے درد ناک  
 عذاب تیار کیا ہوا ہے۔“

### بدعات کا انجام:

اپنی آنکھوں سے قبر دیکھنے والو! اپنے کانوں سے وعظ و نصیحت سننے والو! ڈرانے والا پہنچ چکا  
 ہے، لہذا اب باز آ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نبی ﷺ کے حوض کوثر سے دھتکار دیے جاؤ۔ سیدہ اسماء  
 بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ أَنْتَظِرُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ، وَ سَيُؤَخَذُ أَنَاسٌ دُونِي،  
 فَأَقُولُ: يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي؟ فَيُنَالُ: هَلْ شَعَرْتَ بِمَا عَمِلُوا  
 بَعْدَكَ؟ وَاللَّهِ مَا بَرَحُوا يَرْجِعُونَ عَلَيَّ أَعْقَابِهِمْ، إِنَّهُمْ ارْتَدُّوا عَلَيَّ  
 أَدْبَارِهِمْ فَتَهْقِرِي، فَأَقُولُ: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي»<sup>①</sup>

”میں حوض کوثر پر انتظار کر رہا ہوں گا، تم لوگ آؤ گے اور کچھ لوگوں کو روک دیا جائے  
 گا۔ میں کہوں گا: اے اللہ! یہ تو میری امت کے لوگ ہیں؟ کہا جائے گا: آپ ﷺ کو  
 معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔ اللہ کی قسم وہ  
 ایڑیوں کے بل پیچھے کولوٹ گئے، یقیناً وہ دین سے اٹھے پاؤں نکل گئے تھے۔ میں کہوں  
 گا: دفع ہو جاؤ، دور ہو جاؤ، کیونکہ تم نے میرے بعد (دین) بدل کر رکھ دیا تھا۔“

دین میں تغیر و تبدل کرنے اور گمراہی و جہالت پھیلانے سے بچیں۔ حرام امور و اشیا کا حکم  
 دے دے کر جہنم کے کنارے لگے ہوئے ہو، عورتوں کی آزادی کے دعویدار اور اسے بے پردہ کر

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۲۲۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲۹۳)

دینے کے ذمہ دار ہو، کھلے عام راگ رنگ کے ظاہر ہو جانے کی خواہش رکھتے ہو، امتِ اسلامیہ کو مغربی معاشرہ بنانے کے خواب دیکھتے رہتے ہو اور اس کا اصل کردار خراب کرنا چاہتے ہو، اس ٹیڑھی فکر اور ٹیڑھی سوچ و عمل سے باز آ جاؤ جس سے اللہ نے ڈرایا ہے:

﴿ يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهْوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴾ [النساء: ٢٦، ٢٧]

”اللہ تمہارے لیے پہلے لوگوں کے طریقے بیان کرتا اور تمہیں ہدایت دینا چاہتا ہے، اور تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے، اور جو لوگ خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم اس سے بہت دور ہٹ جاؤ۔“

اور نبی ﷺ بشیر و نذیر اور سراجِ منیر نے فرمایا ہے:

«مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا»<sup>①</sup>

”جس نے کسی ہدایت (نیک کام) کی طرف دعوت دی، اسے اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والے لوگوں کو ملے گا، اور ان کے اجروں سے بھی کچھ کم نہ کیا جائے گا، اور جس نے گمراہی (برے کام) کی طرف دعوت دی اسے اتنا ہی گناہ پہنچتا رہے گا جتنا اس کام کے کرنے والوں کو دیا جائے گا اور ان کے گناہ سے بھی کچھ کم نہ ہوگا۔“

صحیح ایمان و عقیدہ کو مضبوطی سے تھامے رہو اور شبہات سے دور رہو۔ صحت و جوانی پر غور نہ کرو یہ سب زائل ہو جائیں گی اور بڑھاپا آن گھیرے گا۔ اس دنیا میں تھوڑا رکنے کے بعد آخرت کی زندگی کا سفر اختیار کرنا یقینی ہے۔ آخرت کی منزل عزت افزا ہوگی یا ذلت ناک؟ اس کا تعلق عمل سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَأَمَّا مَنْ طَغَى ۝ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝ وَأَمَّا

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۷۴)



مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿١١٩﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿١٢٠﴾

[النازعات: ۳۷ تا ۴۱]

”جس نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی، اس کا ٹھکانا جہنم میں ہے، ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی سے روک لیا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔“

ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اسے ہر وقت اپنا نگران مانو، ہر دم اس کی اطاعت کرو اور ایک لمحہ بھی اس کی نافرمانی میں نہ گزارو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبة: ۱۱۹]

”اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اہل صدق و وفا کے ساتھ رہو۔“

دوسروں کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے، تنازع لوگوں میں صلح کراتے ہوئے اور جھگڑے والے لوگوں کے مابین گواہی دیتے ہوئے نفسانی خواہشات کی پیروی ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَ

اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [المائدة: ۸]

”کسی قوم کی عداوت تمہیں خلافِ عدل پر آمادہ نہ کرے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین مانو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”آج سے ساٹھ سال کے بعد امانت، غنیمت بن جائے گی۔ صدقہ، جرمانے کی طرح بھاری لگنے لگے گا۔ گواہی پہچان کے حوالے سے ہوگی اور فیصلہ نفسانی خواہشات کے تابع ہو کر کیا جانے لگے گا۔“<sup>(۱)</sup>

تیبوں کے سرپرستو! وقف شدہ اموال اور جائیدادوں کے نگرانو! وصیتوں کو نافذ کرنے کے ذمہ دارو! امانتیں ادا کرو اور خیانتوں سے بچو۔ حرص و ہوا سے دامن بچاؤ اور اس دن کو یاد رکھو جب ہر پوشیدہ راز کھل کر سامنے آ جائے گا۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

(۱) المستدرک للحاکم (۴/ ۵۳۰)

﴿يُرْفَعُ لِكُلِّ عَادِرٍ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ: هَذِهِ عَادِرَةُ فُلَانٍ بِنِ فُلَانٍ﴾<sup>(1)</sup>  
 ”قیامت کے دن ہر خائن و عذار کے نام کا جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ  
 فلاں شخص کی غداری کا نشان ہے۔“  
 اور ارشادِ الہی ہے:

﴿فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىَٰ أَنْ تَعْبُدُوا ۗ وَإِنْ تَلَّوْا أَوْ تَعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا  
 تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾ [النساء: ۱۳۵]

”تم خواہشِ نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا اور اگر تم نے کج بیانی یا پہلو تہی کی  
 تو جان لو کہ جو کچھ تم کرو گے، اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔“

مسلمانو! اللہ کی قدر پہچانو اور اس کی تعظیم کرو۔ اس کی تعظیم حقیقتاً یہ ہے کہ اس کی محبت ہر  
 محبوب چیز سے زیادہ ہو اور اس کی اطاعت ہر مرغوب چیز سے اولیت کے درجے پر ہو۔ اس کی  
 ملاقات کی تیاری کرو، اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو اور اپنے عیوب و نقائص کو دور کرو۔ اپنے  
 دلوں کی اصلاح کر لو، تلاوتِ قرآن اور بہ کثرت ذکرِ الہی اصلاحِ قلوب اور تزکیہٴ نفس کا ذریعہ ہیں۔  
 اپنے سلفِ صالحین امت کا انداز اختیار کرو جن کے لیے دنیا کی تمام دولتیں ڈھیر کر دی گئیں مگر انھوں  
 نے انھیں سمیٹنے کے بجائے اس میں عیوب نکالے اور اسے ترک کر دیا اور زندگی کا سورج غروب ہونے  
 سے ڈرتے ہوئے اعمالِ صالحہ کا خزانہ جمع کرنے میں لگے رہے۔ حق کو اختیار کرو اور اسی کے لیے اپنی  
 جانیں کھپا دو اور دنیا کی رنگینیوں میں پھنسنے کے بجائے دنیا کو طلاق دے کر فارغ کر دو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ﴾ [البقرة: ۱۹۷]

”اور زادِ راہ لے لو، اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔“

بنورِ سننے کا پھل اتباع ہے، لہذا ان لوگوں میں سے ہو جاؤ، جو سنتے ہیں اور ہر اچھی بات کی  
 اتباع کرتے اور اسے اپناتے ہیں۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله  
 رب العالمين.

(1) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۸۲۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۷۳۵)

## اخلاقِ حسنہ

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ علی بن عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اسلام ایک عظیم مقصد اور ایک اہم ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے آیا ہے اور وہ ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنا۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَ  
الْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَ  
ابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴾

[النساء: ۳۶]

”اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، قرابت دار پڑوسیوں اور ساتھ والے پڑوسیوں اور قریب والے ساتھیوں، مسافروں اور اپنے زبردست غلاموں کے ساتھ بھی حسنِ اخلاق سے پیش آؤ۔“

اس عظیم مقصد کے علاوہ جتنے دیگر مقاصد ہیں، مثلاً: زمین کی آباد کاری، حدودِ الہیہ کا نفاذ و اجرا اور ظلم کی روک تھام وغیرہ؛ یہ سب اس مقصدِ اعظم یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کے تابع اور اس کی طرف پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔

### اخلاقِ حسنہ کی اہمیت:

اخلاقِ حسنہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی اساس ہیں۔ اگر حسنِ اخلاق اور حسنِ ایمان دونوں جمع ہو جائیں تو یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی بنیاد بن جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں بندوں کے درجات بلند اور گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُذْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ»<sup>(۱)</sup>

”حسنِ اخلاق کے ذریعے سے ایک مومن دن کو روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے والے کے درجے کو پالیتا ہے۔“

اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلَ فِي مِيزَانِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَإِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبِدِيَّ»<sup>(۲)</sup>

”قیامت کے دن مومن کے میزانِ حسنات میں اخلاقِ حسنہ سے زیادہ بھاری دوسرا کوئی عمل نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ فحش گوئی اور بد زبانی کرنے والوں سے ناراض ہوتا ہے۔“  
گویا اخلاقِ حسنہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے۔

### اخلاقِ حسنہ کیا ہیں؟

شریعت اور عقلِ سلیم کی نظر میں ہر اچھی صفت اخلاقِ حسنہ کے زمرے میں آتی ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے:

”خیر و بھلائی کا کام کرنا اور برائی سے دست کش ہونا ہی حسنِ اخلاق ہے۔“

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بھلائی کرنا اور اذیت سے باز رہنا حسنِ اخلاق ہے۔

حسنِ اخلاق کی جامع تعریف یہ ہے:

”اللہ کے حکم کردہ ہر کام کو کرنا اور اس کے منع کردہ تمام افعال سے باز رہنا، حسنِ اخلاق ہے، جیسے: اللہ کا ڈر، اخلاص، صبر، حلم و بردباری، میانہ روی، حیا، عفت و عصمت، غیرت و حمیت، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، صلہ رحمی، رحم دلی، مظلوم کی دادرسی، شجاعت و بہادری، کرم و سخاوت، صدق و سچائی، سینے کی صفائی و سلامتی، نرمی، وفا، امر بالمعروف (سبکی کا حکم دینا)، نہی عن المنکر (برائی سے روکنا)، حسنِ ہمسایگی، تواضع و انکساری، تحمل و برداشت،

(۱) سنن أبي داود، رقم الحديث (۴۷۹۸) مسند أحمد (۹۰/۶) صحيح ابن حبان، رقم الحديث (۴۸۰)

(۲) سنن أبي داود، رقم الحديث (۴۷۹۹) سنن الترمذي، رقم الحديث (۲۰۰۲)

وسعتِ ظرفی و دریا دلی اختیار کرنا، مکر و غداری سے اجتناب، دھوکا و فریب کاری سے دامن کشی، فحاشی و گناہ کے امور سے گریز، حرام و خبیث مشروبات سے بچاؤ، حرام خوری، دروغ گوئی، بہتان تراشی، بخل و کجوسی، بزدلی و ریا کاری، تکبر و نخوت، خود پسندی، ظلم و زیادتی، حسد و حقد، کینہ اور تہمت بازی سے دامن کشاں رہنا وغیرہ حسنِ اخلاق کے زمرے میں آتا ہے۔“

### مومن اور کافر کے اخلاق کا فرق:

اخلاقِ حسنہ مومن کو دنیا و آخرت میں نفع پہنچاتا ہے، اور اللہ کے نزدیک اس کے درجات بلند کرتا ہے۔ مومن کے اخلاقِ حسنہ سے ہر نیک و بد فائدہ اٹھاتا ہے۔ جبکہ کافر دنیا میں ہی اپنے اخلاق کا بدلہ پالیتا ہے اور آخرت میں اس کے نصیب میں کچھ نہیں ہوتا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ بن جدعان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ مہمان نوازی، غریب پروری اور زمانے کے ستارے ہوئے لوگوں کے ساتھ تعاون کیا کرتا تھا، کیا اسے اس کے اعمال کا کوئی فائدہ پہنچے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا، إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا: رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ»<sup>(۱)</sup>

”نہیں، کیونکہ اس نے یہ کبھی نہیں کہا تھا کہ اے اللہ! قیامت کے دن میرے گناہ بخش دینا۔“

### حسنِ اخلاق... قرآن کی نظر میں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں ہر اچھے اخلاق کا حکم فرمایا ہے اور ہر برے اخلاق سے منع کیا ہے، اسی طرح سنتِ رسول اللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں بھی ہر اچھی عادت کا حکم ہے اور بری عادات سے روکا گیا ہے۔ اس موضوع کی آیات بہت زیادہ ہیں جن میں سے بعض آیات کا ذکر کیا جاتا ہے، مثلاً:

① ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ﴾ [الأنعام: ۱۵۱]

”ظاہری و باطنی (کھلے اور پوشیدہ) فحاشی کے کاموں کے قریب بھی نہ جاؤ۔“

② ﴿الَّذِينَ يَنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُلُوبِ وَالْغَيْظِ وَالْأَعْفَابِ عَنِ

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۱۴)

النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿[آل عمران: ۱۳۴]﴾

”جو اچھے برے تمام حالات میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔“

﴿[۳] خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿[الأعراف: ۱۹۹]﴾

”عفو و درگزر سے کام لو، اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے پہلو تہی کرو۔“

﴿[۴] وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ﴿[النحل: ۱۲۷]﴾

”اور صبر کرو، اور آپ کا صبر اللہ کے ساتھ ہے۔“

﴿[۵] وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ

وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿[حم السجدة: ۳۴]﴾

”اچھائی و برائی ایک جیسی نہیں ہو سکتیں، تم احسن طریقے سے برائی کا رد کرو، اس طرح وہ شخص جس کی آپ کے ساتھ عداوت و دشمنی ہے، وہ تمہارا گہرا دوست بن جائے گا۔“

﴿[۶] وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَتْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿[الشعراء: ۲۵۰]﴾

”مومن لوگوں میں سے آپ کا اتباع کرنے والے جو لوگ ہیں، ان کے لیے آپ اپنے پہلو نرم رکھیں۔“

﴿[۷] تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا

فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿[القصص: ۸۳]﴾

”یہ آخرت کا گھر، ہم ان لوگوں کو عطا کریں گے جو نہ تو دنیا میں بلندی کے طلب گار ہیں اور نہ فساد پیدا کرتے ہیں اور اچھا انجام تو صرف اہل تقویٰ ہی کے لیے ہے۔“

﴿[۸] اپنے بندوں کی صفات گنواتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ

قَالُوا سَلَامًا ﴿[۱] وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿[۲] وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا

اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿[۳] إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا

وَمَقَامًا ۖ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۖ  
وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا  
بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ﴿[الفرقان: ۶۳ تا ۶۸]

”اور حرمین کے بندے وہ ہیں جو زمین پر بڑی نرمی سے چلتے ہیں اور جب کبھی جاہلوں سے  
آشنا سامنا ہو جائے تو سلام کہتے ہوئے پہلو تہی کرتے ہیں، جو اپنی راتیں اللہ کے حضور  
قیام کرنے اور سجدوں کا نذرانہ پیش کرنے میں گزارتے ہیں اور یہ دعائیں کرتے ہیں:  
اے اللہ! ہم سے جہنم کے عذاب کو پھیر دے، اس کا عذاب تو بڑا ہی سخت ہے، وہ بہت برا  
ٹھکانا اور برا مقام ہے، اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو حد سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ بخل  
برتتے ہیں، بلکہ ان دونوں کی درمیانی راہ اپناتے ہیں، وہ لوگ اللہ کے ساتھ کسی غیر کو نہیں  
پکارتے اور نہ اللہ کی حرام کردہ کسی جان کو ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں۔“

﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدة: ۱]

”اے ایمان والو! معاہدے پورے کرو۔“

﴿وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ۷]

”جو حکم تمہیں رسول ﷺ دے اسے مان لو اور جس بات سے وہ منع کر دے اس سے  
باز آ جاؤ۔“

حسنِ اخلاق... احادیث کی روشنی میں:

حسنِ اخلاق سے متعلقہ ارشاداتِ نبوی ﷺ بھی بہ کثرت ہیں، مثلاً:

① ارشادِ نبوی ہے:

«أَنَا رَبِّعِمُ بِبَيْتِ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ» ①

”جو حسنِ اخلاق والا ہوا، میں اس کے لیے جنت کے اعلیٰ درجے میں ایک گھر کی

ضمانت دیتا ہوں۔“

② سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

① سنن أبي داود، رقم الحديث (۴۸۰۰)

«أَلَا أَخْبِرُكُمْ بِمَنْ يُحْرَمُ عَلَى النَّارِ أَوْ تُحْرَمَ عَلَيْهِ النَّارُ؟ تَحْرِمُ عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيْنَ لَيْسَ سَهْلًا»<sup>(۱)</sup>

”میں تمہیں اس شخص کی خبر نہ دوں جو آگ پر حرام ہے یا جس پر آگ حرام ہے؟ ہر وہ شخص جو لوگوں کے قریب رہنے والا ہے، ان کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آتا ہے اور نرم دل اور سہل معاملہ ہے۔“

(۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ»<sup>(۲)</sup>

”رفق و نرم دلی جس چیز میں بھی ہو وہ اسے مزین کر دیتی ہے، اور جس سے یہ صفت چھن جائے اس کی زینت بھی ختم ہو جاتی ہے۔“

(۲) سیدنا نواس بن سمان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اقدس ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَالَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ»<sup>(۳)</sup>

”حسنِ اخلاق نیکی ہے اور ہر وہ کام گناہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم اس بات سے ڈرو کہ کہیں لوگوں کو پتا نہ چل جائے۔“

حسنِ اخلاق، صاحبِ اخلاق کے لیے اور اس کے معاشرے کے لیے باعثِ خیر و برکت اور ترقی کا سبب ہے۔ یہ عند اللہ بلندیِ درجات کا باعث اور مخلوق کے دلوں میں محبت کا ذریعہ ہے۔ حسنِ خلق دلوں میں اطمینان و کشادگی لاتا ہے، معاملات کو آسان کرتا ہے، دنیا میں نیک نامی ہوتی ہے اور آخرت میں اچھا انجام ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بد اخلاقی نحوست و بے برکتی ہے، مخلوق کے دلوں میں نفرت کے بیج بوتی ہے، دلوں میں ظلمت و اندھیرا کرتی ہے اور دنیا میں باعثِ بدبختی اور آخرت میں برے انجام کا ذریعہ ہے۔

(۱) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۴۸۸) مسند أحمد (۱/ ۴۱۵)

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۹۴)

(۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۵۳)



مسلمانو! سلف صالحین امت کی پیروی کرو جو حسنِ اخلاق کی صفات سے متصف تھے، جیسا کہ ان کے بارے میں خود خلاقِ ازل نے گواہی دی ہے اور فرمایا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءَ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا  
سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ  
السُّجُودِ﴾ [الفتح: ۲۹]

”محمد جو اللہ کے رسول ہیں، اور آپ کے ساتھی (صحابہ کرام) کافروں کے مقابلے میں بڑے سخت اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے بڑے نرم ہیں، آپ انہیں کبھی رکوع میں پائیں گے اور کبھی وہ سر بہ سجود نظر آتے ہیں، وہ اللہ کے فضل کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور اس کی رضا کے خواہاں ہیں، ان سجدوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر ان کی نشانیاں موجود ہیں۔“

اور ارشادِ الہی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

غرض صحابہ کرام لوگوں کے لیے تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَ  
مِنْهُمْ مَن يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ [الأحزاب: ۲۳]

”مومنوں میں سے کچھ لوگ ہیں، جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کو سچ کر دکھایا ہے، ان میں سے کچھ اپنی ذمہ داری نبھائے ہیں اور ان میں سے کچھ ابھی اپنی باری کے انتظار میں ہیں اور انہوں نے کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔“

صحابہ کرام میں سے ہر شخص اخلاقِ حسنہ کے اعتبار سے اپنی ذات میں امت تھا۔ وہ گھٹیا امور سے بڑے دور رہنے والے لوگ تھے، جیسا کہ ان کے حالاتِ زندگی پڑھنے سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

### اخلاقِ نبویہ:

ہر اچھے اخلاق اور ہر قابلِ تعریف والے صفت سے متصف ہونے میں سب سے اعلیٰ مثال خود سید البشر محمد رسول اللہ ﷺ تھے، آپ ﷺ ہر معاملے میں مکمل نمونہ تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ الْيَوْمَ  
الْآخِرَ وَ ذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ [الاحزاب: ۲۱]

”تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی میں بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو

اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اور اللہ کا بکثرت ذکر کرتا ہے۔“

اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کی انتہائی عمدہ تربیت فرمائی، اور آپ ﷺ نے ہر اچھے کام اور عمدہ اخلاق کی تربیت اپنی امت کو دی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ﴾<sup>①</sup>

”میری بعثت ہی اس لیے ہوئی ہے تاکہ میں نیک و صالح اخلاق کی تکمیل کروں۔“

خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی انتہائی پیارے انداز سے تعریف بیان کی ہے، ایسی تعریف کہ جو لوگوں کی سماعت سے بار بار نکراتی ہے جسے ملا اعلیٰ (فرشتے) اور جن و انس سب تلاوت کرتے ہیں اور مرد و زمانہ اسے دماغوں سے محو نہیں کر سکا۔ نبی اکرم ﷺ کی تعریف پر مشتمل وہ ارشادِ الہی یہ ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقِ عَظِيمٍ﴾ [الانعام: ۱۴]

”اور (اے نبی!) آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔“

﴿وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ [النساء: ۷۹]

”اور کسی کے لیے اللہ کا گواہ ہونا ہی کافی ہے۔“

① مسند أحمد (۲/ ۳۸) الأدب المفرد (۷۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ”کان خلقه القرآن“<sup>①</sup> ”آپ کا اخلاق قرآن کریم تھا۔“

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”قرآن کریم کے ادا اور نواہی پر عمل کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت بن گئی تھی۔ یہ چیز آپ کی فطرت میں شامل تھی کہ جس کام کا قرآن کریم میں حکم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بجالاتے اور جس کام سے قرآن کریم نے منع کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب بھی نہ جاتے تھے۔ حیا داری، کرم و سخاوت، شجاعت و بہادری، معاف کرنا، درگزر فرمانا اور ہر قسم کا حسن اخلاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع تھا۔“<sup>②</sup>

یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے اور نبی بننے سے پہلے بھی ان لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کوئی عیب و نقص نظر نہ آیا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بھی بہت تھے، عیب چینی کے اسباب بھی وافر تھے اور ان لوگوں کی بھرپور کوشش بھی رہی مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔

جب وحی کا اچانک نزول ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

«لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي» فَقَالَتْ: «كَلَّا وَاللَّهِ، لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ»<sup>③</sup>

”مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا ہے۔“ تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں، ناداروں کی مدد کرنا، مہمان نوازی کرنا اور زمانے کے ستائے ہوؤں کے ساتھ تعاون کرنا آپ کی فطرت ہے۔“

بعثت و نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا یہ عالم تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے بعثت و نبوت کے ساتھ اپنی نعمت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کی تکمیل فرمادی۔

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۴۶)

② تفسیر ابن کثیر (۴/۴۰۳)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۶۰)

مسلمانو! اپنے نبی ﷺ کے اخلاق کو اپناؤ، آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو مضبوطی سے تھام لو، آپ کی شریعت پر کاربند رہو اور اللہ سے حاصل شدہ توفیق کے بقدر آپ کے اخلاقِ عالیہ کو اختیار کرو۔ اپنے آپ کو آپ ﷺ کے منہج و طریقے کے مطابق ڈھالو جو صرف اللہ کے لیے پورے اخلاص کے ساتھ اور نبی اکرم ﷺ کے طریقے کے عین مطابق ہو، اللہ کے دین میں نئے طریقوں کو داخل کر کے نہیں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [آل عمران: ۳۱]

”(اے میرے نبی!) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

کسی کی خاطر و مدارات تو حسنِ اخلاق کا حصہ ہے، البتہ حق کے معاملے میں مہانت اختیار کرنا ایک انتہائی مذموم فعل ہے۔ مدارات سے مراد یہ ہے کہ اچھی بات یا اچھے انداز کے ساتھ شر کو دور کیا جائے اور حق کی عمدہ طریقے سے تبلیغ کی جائے، جبکہ مہانت یہ ہے کہ حق گوئی سے خاموشی اختیار کی جائے یا معصیت و گناہ کے معاملے میں لوگوں کی موافقت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [الحج: ۷۷]

”اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور بھلائی کے کام کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

اللہ تعالیٰ کا اس طرح تقویٰ اختیار کرو، جس طرح کہ اس نے تمہیں حکم دے رکھا ہے، اور ہر اس کام سے دور رہو، جس سے اس نے تمہیں روکا اور منع کر رکھا ہے، چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [النحل: ۹۰]

”بے شک اللہ تمہیں عدل و انصاف کرنے، احسان کرنے اور قرابت داروں کو دینے کا

حکم فرماتا ہے اور فحاشی و برائی اور بغاوت و سرکشی سے روکتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

یہ آیت تمام اخلاقِ عالیہ و حسنہ کی جامع اور ہر مذموم عادت سے منع کرنے والی ہے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«إَتَى اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمُحُّهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقِي حَسَنٍ»<sup>(۱)</sup>

”اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، تم چاہے جہاں بھی ہو، اور برائی ہو جائے تو نیکی کرو، وہ اسے مٹا دے گی، اور لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو سب سے زیادہ کیا چیز جنت میں داخل کرے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ» وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: «الْفَمَّ وَالْفَرْجُ»<sup>(۲)</sup>

”اللہ کا تقویٰ اور حسنِ اخلاق۔“ اور پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ کیا چیز جہنم میں پہنچائے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منہ اور شرمگاہ۔“

لوگو! اپنے دین میں ثابت شدہ اخلاقِ حسنہ اور عاداتِ جمیلہ پر مضبوطی سے عمل کرو گے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت و شریعت پر کابر بند رہو گے تو دنیا و آخرت کی کامرئیاں اور فوز و فلاح تمہارا مقدر ہوں گی۔ ان شاء اللہ

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

(۱) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۹۸۷)

(۲) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۰۰۴)

## سیر و تفریح

اہمیت و ضرورت اور قواعد و ضوابط

امام و خطیب: فضیلة الشیخ عبد الباری الشیبی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثناء کے بعد:

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے انجام (آخرت) کو یاد رکھو اور اس بات پر نظر رکھو کہ تم نے آگے کیا بھیجا ہے۔ اس دنیا کی زندگی تمہیں کہیں فریفتہ نہ کر دے، بے شک یہ متاع دنیا، متاع غرور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

[آل عمران: ۱۰۲]

”اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، جیسا کہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے،

اور تمہیں موت آئے تو صرف مسلمان ہونے کی حالت میں آئے۔“

آج کل سکولوں اور کالجوں کی چھٹیوں کے دن ہیں۔ ان دنوں میں بچوں کے والدین،

سرپرستوں اور تربیت کرنے والوں کو دو مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

① سیر و تفریح اور اس کا صحیح مفہوم۔ ② فراغت و فرصت اور اس کی پریشانیاں۔

منہج اسلام کی وسعتیں:

اگر آپ سیدنا حظلہؓ سیدی رضی اللہ عنہما والی حدیث پڑھیں تو اسلام کے طریق و منہج کی وسعتوں پر حیران رہ جائیں گے۔ سیدنا حظلہؓ ان لوگوں میں سے ہیں جو یہ چاہتے تھے کہ ان کا پورا دن بلکہ پوری زندگی ہی ایمان کے اعلیٰ مقام اور کمال کے اعلیٰ درجے پر گامزن رہے۔ انھوں نے تو یہاں تک گمان کر لیا کہ اپنی بیوی سے ہنسی کھیل، اپنے بچوں کا دل بہلانا، ان سے کھیل کود کرنا اور ان کے ساتھ

ہنسی مذاق کرنا، اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے مطلقاً سر تسلیم خم کر دینے اور بندگی کے منہج کے منافی ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے کہتے ہیں: حنظلہ تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ انہوں نے تعجب کرتے ہوئے سجان اللہ کہا اور فرمایا کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے عرض کی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جنت و دوزخ کے بارے میں بتاتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے ہم اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں، لیکن جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکل آتے ہیں تو ہمیں بیوی بچوں اور زمین جائیداد کی ذمے داریوں میں وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح میں اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں چلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَمَا ذَاكَ» ”کیا بات ہے؟“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور زمین جائیداد کی ذمہ داریاں ہمیں ان باتوں میں سے اکثر چیزیں بھلا دیتی ہیں، تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنْ كُنْتُمْ تَدْرُمُونَ عَلَيَّ مَا تَكُونُونَ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحْتَكُمْ الْمَلَائِكَةَ عَلَيَّ فُرُشَكُمْ وَفِي طَرْفِكُمْ، وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَ سَاعَةً -ثَلَاثَ مَرَّاتٍ-»<sup>①</sup>

”قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم ہر وقت اسی حالت میں رہو، جس حالت میں تم میرے پاس ہوتے ہو اور ذکرِ الہی میں مشغول ہوتے وقت ہوا کرتے ہو تو راہ چلتے اور تمہارے بستروں پر فرشتے تم سے مصافحہ کیا کریں، لیکن حنظلہ! کبھی وقت کسی طرح کا ہوتا ہے اور کبھی مصروفیات سے وقت کسی اور طرح کا ہو جاتا ہے۔ یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔“

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۵۰)

## سیر و تفریح کی ضرورت و اہمیت:

سیر و تفریح، ہنسی کھیل اور راحت و آرام تھکاوٹ و پریشانی کو زائل کر دیتے، جسم میں چستی لاتے، تازہ دم ہو کر کام کرنے کی قوت میں اضافہ کرتے اور قوت میں زیادتی کا باعث بنتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد میں جو فرمایا گیا ہے کہ ”کبھی وقت کسی طرح کا اور کبھی کسی طرح کا ہوتا ہے۔“ اس کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ مسلمان اپنا پورا دن ہی لہو و لعب، کھیل کود، لالچنی کود پھاند اور تماشوں یا بیہودہ و مخرب اخلاق فلموں کے دیکھنے اور ایسے ہی مقامات پر گھومنے میں صرف کر دے، کیونکہ یہ آدمی کے جنسی جذبات کو بھڑکاتے اور دلوں کو میلا کرتے ہیں۔

## شرعی قواعد و ضوابط:

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کھیل کود اور خوش طبعی اور مزاح میں مسلمان پر کوئی حرج نہیں ہے، مگر شرط یہ ہے کہ بندہ اسے اپنی ہر وقت کی عادت ہی نہ بنا لے کہ سنجیدگی کے موقع پر بھی ہنسی مذاق ہی کر رہا ہو اور کام کے وقت بھی کھیل کود اور خوش طبعی میں لگا رہے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے:

”میں تمہیں وعظ و نصیحت کرنے میں ناغہ بھی کر دیا کرتا ہوں، اور یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح نبی اکرم ﷺ بھی کیا کرتے تھے، تاکہ ہم کہیں وعظ و نصیحت سے آکتانہ جائیں۔“<sup>①</sup>

اور یہاں چھٹی دینے کا مطلب ہے موقع و مناسبت کو بدلتے رہنا۔ بعض عقل بیمار کے مالک لوگ اس کا مطلب یہ لے لیتے ہیں کہ ذکر الہی، سنجیدگی اور عزم و جزم کا تو تھوڑا سا وقت ہے اور لہو و لعب یا تفریح کی گھڑیوں میں بڑی وسعت ہے، اس طرح وہ مجالس علم اور حلقاات وعظ و نصیحت میں کم ہی حاضر ہوتے ہیں۔

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ کھیل کود اور راحت و سیاحت کا کوئی قاعدہ و ضابطہ ہے اور نہ اس کے لیے کوئی خاص منج اور طریقہ ہے۔ اس طرح یہ لوگ حدود شریعت کو

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۲۱)



پھلانگ جاتے ہیں اور سیر و تفریح، کھیل کود کے لیے جو طریقہ بھی چاہتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں، وہ اس میں حلال و حرام، جائز و ناجائز یا افضل و غیر افضل کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ ان لوگوں کے لیے ہم یہاں سلف صالحین امت کے کھیل کود اور تفریح کا انداز ذکر کر دیتے ہیں، تاکہ اس معاملے میں ان کا منہج و طریقہ واضح ہو جائے، چنانچہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ تفریح کی اہمیت و ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اپنے دلوں کی تفریح کا بھی اہتمام کرو، کیونکہ دل کو اگر کسی کام پر مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔“<sup>①</sup>

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”دلوں کی تفریح کا خیال رکھا کرو، اور ان کے لیے دانش و حکمت پر مبنی لطائف و طرائف کا بھی اہتمام کرو، کیونکہ دل بھی اسی طرح یک رنگی سے اکتا جاتے ہیں جیسے بدن اکتا جاتے ہیں۔“<sup>②</sup>

اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”میں جائز کھیل کود سے اپنے دل کی تفریح کرتا ہوں، تاکہ یہ میرے لیے حق پر قائم رہنے کے لیے زیادہ قوی رہے۔“<sup>③</sup>

لحہ فکریہ:

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تفریح اور کھیل کود سلف صالحین امت کی زندگیوں میں بھی موجود ہے تو ایک سوال ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ وہ لوگ تفریح کا اہتمام کیوں کرتے تھے؟ کیا وہ بھی فرصت و فراغت کے ہاتھوں تنگ آجاتے تھے؟ یا کسی تھکاوٹ و استراحت میں مبتلا ہو جاتے تھے؟ ہرگز نہیں! ان کی تفریح ان اسباب کے تحت نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ تو اپنے دلوں کو تازہ کرنے کے لیے ایسا کرتے تھے، تاکہ وہ محنت و ریاضت کے لیے پھر سے تیار ہو جائیں اور اللہ کی عبادت کے لیے چاک

① بہجة المجالس لابن عبد البر (ص: ۱۱۵)

② جامع بیان العلم، رقم الحدیث (۶۵۹) الجامع للنخبط (۱۲۹/۲)

③ سیر أعلام النبلاء (۴۲۱/۵)

وچوبند، تازہ اور زیادہ ہمت و قوت والے ہو جائیں۔ وہ اس تفریح کو اپنا مقصد بناتے تھے اور نہ بذاتِ خود یہ تفریح ان کا ہدف ہوتی تھی جس میں وہ اپنے مال اور اوقات صرف کر دیں، بلکہ اصل مقصد ”عبادت“ کے لیے تیاری اور نشاط انگیزی کا ذریعہ تھا۔

جبکہ دورِ حاضر کے مفہوم میں تفریح بالکل ایک مختلف چیز بن گئی ہے جس میں لوگوں کی ساری شخصیت ہی گھل جاتی ہے اور شرعی احکام اور اسلامی کردار کی ان کے ہاں کوئی جھلک باقی نہیں رہتی۔ یہ انداز دورِ حاضر کی پیداوار ہے جس میں تفریح کو اصل ہدف قرار دے لیا گیا ہے، لیکن اس کے برعکس سلف صالحین امت کے ہاں یہ تفریح مقصد نہیں بلکہ اعلیٰ مقصد کو پانے کا وسیلہ و ذریعہ تھی جس کے زپر سایہ ایک جاندار اسلامی شخصیت پروان چڑھتی ہے۔ اس تفریح کو وہ جسموں کی تقویت، اخلاق کی تہذیب اور مردانگی و سنجیدگی کی مشق سمجھتے تھے، جو ان کے سامنے علم و عمل کے نئے میدان اور نئے زاویے پیش کرے۔ وہ دوڑ کے مقابلے کرتے، جسموں کی ورزش کے لیے کشتی کرتے اور تیر اندازی کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفریح کے بعض نمونے:

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا اور اپنی بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی دوڑ کا مقابلہ کیا۔<sup>①</sup> سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ سے نبی مکرم ﷺ نے کشتی کی اور انھیں چت کر دیا۔ اسی کے نتیجے میں سیدنا رکانہ مسلمان ہو گئے۔<sup>②</sup> ایک مرتبہ نبی مکرم ﷺ قبیلہ بنی اسلم کے پاس گئے تو ان کے لوگ تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، آپ نے فرمایا:

«ارْمُوا، بَنِي إِسْمَاعِيلَ! فَإِنَّ آبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا»<sup>③</sup>

”اے بنو اسماعیل! تیر اندازی کرو، کیونکہ تمہارے باپ (اسماعیل علیہ السلام) بڑے تیر انداز تھے۔“

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کتاب اللہ کی تعلیم و تدریس میں اپنا غالب وقت صرف کرو، اور اگر کبھی اکتاہٹ محسوس

① مسند أحمد (۶/۲۶۴) سنن أبي داود، رقم الحديث (۲۵۷۸) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۱۹۷۹)

② سنن أبي داود، رقم الحديث (۴۰۷۸) سنن الترمذی، رقم الحديث (۱۷۸۴)

③ صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۸۹۹)

کرد تو مردان میدان کی تاریخی باتیں کرو، کیونکہ یہ خوبصورت تاریخی روایات اکتاہٹ کم کر دیں گی۔<sup>①</sup>

### فائدہ مند تفریح:

سلف صالحین امت کی تفریح لایعنی امور پر مشتمل نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ ایسی تفریح تھی جس کے نتیجے میں بہت سارے فوائد حاصل ہوتے تھے اور ان میں کئی مصلحتیں پوشیدہ ہوتی تھیں۔ ان کی تفریح میں نہ لوگوں کا مذاق اڑانا شامل تھا نہ دوسروں کی طرف انگلیاں اٹھانا، نہ ان کی تفریح میں کسی قسم کی غیبت و جعلی تھی، نہ کسی پر افتزا اور جھوٹ باندھنا تھا۔ ایسی تفریح جس میں کوئی دنیوی فائدہ یا دینی منفعت نہ ہو وہ محض انسانی زندگی کو چاٹنے والی دیمک ہے۔

جائز تفریح یہ نہیں کہ سڑکوں پر آوارہ گردی کی جائے، بازاروں میں عورتوں کو تاڑا و چھیڑا جائے، پردہ دار خواتین کو ستایا جائے، اور نہ یہ تفریح ہے کہ عورتوں کا پیچھا کر کے انھیں پریشان کیا جائے۔ سڑکوں بازاروں کے دائیں بائیں ڈیرہ لگا لینا یا قبوہ خانوں میں جسے رہنا کوئی تفریح نہیں ہے۔ اسلام میں تفریح کا تصور عام تصور تفریح سے بالکل مختلف ہے، اسلام میں تفریح کے ساتھ یہ قاعدہ بھی وابستہ ہے کہ وہ تفریح انتہائی معصومیت بردوش، بد اخلاقی سے دور، مرد و زن کے اختلاط سے مبرا، حرام نظر بازی سے پاک اور تمام شرعی خلاف ورزیوں سے خالی ہو۔

### پاکیزہ نمونے:

سلف صالحین امت کے اقوال سے پتا چلتا ہے کہ نفسِ انسانی کی دو حالتیں ہیں۔ کبھی وہ چست اور کارِ خیر کے لیے بھرپور آمادہ ہوتا ہے، اور کبھی وہ تھکاوٹ و اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”دلوں میں خواہش و آمادگی ہوتی ہے اور کبھی اکتاہٹ اور گریز کی حالت ہوتی ہے۔ جب خواہش و آمادگی کی حالت دیکھو تو کچھ کر گزرو اور جب پشیمردگی و گریز کی حالت محسوس کرو تو اسے تھوڑا ستانے کے لیے چھوڑ دو۔“<sup>②</sup>

① شعب الإيمان (۴/۳۷۸)

② بہجة المجالس لابن عبد البر (ص: ۱۱۵)

لیکن سلفِ صالحین امت اپنے اوقاتِ تفریح میں بھی اپنے نفس کو اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ حقوق اللہ میں کمی بیشی کا ارتکاب کرے۔ نماز کے اوقات میں کوئی تفریح نہیں ہے، کیونکہ یہ تو حقوق اللہ پر زیادتی ہے، اور اوقاتِ کار میں بھی تفریح نہیں، کیونکہ یہ حقوق العباد پر زیادتی ہے۔ امتِ اسلامیہ کے افراد کی زندگی میں تفریح ہی سب کچھ نہیں ہے کہ صبح و شام صرف یہی کام ہو، بلکہ ایک محدود پیمانے پر تفریح ہے تاکہ وہ کہیں سنجیدہ امور پر نہ چڑھ دوڑے، اور نہ دوسرے واجبات اور ذمہ داریوں سے پہلو تہی برتتے پائے۔ انسانی زندگی اس سے کہیں بلندو بالا اور قیمتی چیز ہے کہ اسے بالکل لایعنی امور ہی میں ضائع کر دیا جائے یا باطل قسم کے کھیل تماشے میں بہرہ برد کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فعل سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ تیر اندازی کے مقابلے کیا کرتے تھے اور جب میدان میں اترتے تو مردانگی کے جوہر دکھاتے تھے۔

سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں انحراف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ اپنی مجلسوں میں شعر گوئی کر لیتے تھے۔ اپنے عہدِ جاہلیت کے واقعات بھی عبرت کے لیے بیان کر لیا کرتے تھے، لیکن اگر دین کے معاملے میں کسی سے کوئی اونچی نیچی بات ہو جاتی تو فوراً ان کی آنکھیں پھر جاتی تھیں۔“<sup>(۱)</sup>

اسوۂ حسنہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزاح فرمایا کرتے تھے اور کھیل بھی لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے دعا کریں کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا أُمَّ فُلَانِ! إِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا عَجُوزٌ»<sup>(۲)</sup>

”اے فلاں کی ماں! جنت میری کوئی بوڑھی عورت داخل نہیں ہوگی۔“

وہ خاتون پریشان ہو گئی اور رونے لگی اور سمجھی کہ شاید میں بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکوں

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ (۵/ ۲۷۸) الأدب المبرور (۴۱، ۸۱) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (۴۳۵)

(۲) المعجم الأوسط (۵/ ۳۵۷)

گی۔ جب آپ نے یہ بات دیکھی تو فوراً وضاحت کر دی کہ ”جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہیں ہوگی“ سے میری مراد یہ ہے کہ بڑھاپے کی عمر والی کوئی عورت اسی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی، بلکہ اللہ اسے دوسری شکل میں کنواری نوجوان لڑکی بنا کر جنت میں داخل کرے گا، پھر آپ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿ إِنَّا أَنْشَأْنَهُمْ إِنْشَاءً ۖ فَجَعَلْنَاهُمْ أَبْكَارًا ۖ عَرِبًا آتْرَابًا ۖ ﴾ [الواقعة: ۲۵ تا ۲۷]

”ہم نے انہیں خاص طور پر بنایا ہے۔ اور ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے۔ محبت والیاں اور ہم عمر ہیں۔“

ایک عورت اپنے شوہر کے کسی کام سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارا شوہر کون ہے؟ اس نے کہا: فلاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ ایک روایت میں ہے کہ وہ عورت جلدی جلدی اپنے شوہر کی طرف لوٹ گئی اور اس کی آنکھوں میں غور سے جھانکتا شروع کیا، اس کے شوہر نے کہا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: مجھے نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے تو اس کے شوہر نے کہا: کیا تم دیکھتی نہیں ہو کہ آنکھوں میں سیاہی کی نسبت سفیدی زیادہ ہوتی ہے؟<sup>(۱)</sup>

اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ! »<sup>(۲)</sup> ”اے دوکانوں والے!“

یہ وہی شخصیت ہیں جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہلکی کھیل اور مذاق کرتے ہیں۔ یہی شخصیت دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو تہجد کی نماز کے لیے قیام کرتے تھے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور اس کی راہ میں اپنی جان و مال لے کر نکلا کرتے تھے۔ وہ شخصیت جن کے ہاتھ سخاوت کرتے نہیں تھکتے تھے۔ جب ہم آپ ﷺ کی شخصیت کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں جن میں آپ ﷺ کی خوش طبعی، مزاح اور کھیل کود کا تذکرہ آتا ہے تو اس وقت ہمیں زبردست روشنی والے چراغ جلا کر آپ ﷺ کی زندگی کے وہ واقعات بھی پڑھنے چاہئیں جو ان کے علاوہ ہیں، کیونکہ

(۱) تاویل مختلف الحدیث (ص: ۲۷۲) المغنی للعراقی (۲/ ۷۹۶)

(۲) سنن أبي داود، رقم الحدیث (۵۰۰۲) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۹۹۲)

آپ ﷺ کی شخصیت بھی ایک ہے اور آپ ﷺ کی شریعت بھی ایک ہے، جنھیں کلموں میں نہیں بانٹا جاسکتا۔ آپ ﷺ کی خوش طبعی و مزاج کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ طویل العبادات، اندھیروں میں خشیۃ الہی سے رونے والے، گہرے خشرع و خضوع والے، ذکر الہی سے ہر وقت اپنی زبان کو تر رکھنے والے اور ہر وقت فکر و تامل میں مشغول رہنے والے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

« إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ »<sup>(۱)</sup>

”آپ کے رب کا آپ پر حق ہے، آپ کی جان کا آپ پر حق ہے، آپ کے اہل و عیال کا آپ پر حق ہے، پس ہر حق وار کو اس کا حق دو۔“

### مسئلہ فراغت:

چھٹیوں کے شروع ہوتے ہی ماں باپ اور تربیت کرنے پر مامور لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ ان کی نیندیں اڑانے کے لیے آجاتا ہے کہ فرصت و فراغت کے اوقات میں بچے اور بچیاں کیا کریں؟ ان اوقات کو کیسے کاٹیں؟ نوجوان نس کا راہ مستقیم سے انحراف دراصل اسی مسئلے کی صدائے بازگشت ہے اور موجودہ دور کی مادی تہذیب نے اس کے خطرات کو دو چند، بلکہ وہ چند کر دیا ہے اور ان خطرات و مضرت کو اور گہرا کر دیا ہے۔

نفس انسانی جب کام کاج یا مصروفیت سے خالی ہو تو وہ صرف خالی ہی نہیں رہتا بلکہ وہ خیر یا شر کسی نہ کسی سے بھر ہی جائے گا۔ اگر کوئی شخص اپنے نفس کو حق کے ساتھ مشغول و مصروف نہیں کرتا تو وہ باطل کے ساتھ مصروف ہو جاتا ہے۔ جی ہاں! اگر فرصت کے اوقات بڑھ جائیں اور انھیں کسی مفید کام میں لگانے کے بجائے ایسے ہی چھوڑ دیا جائے تو وہ خالی اوقات ایک مسئلہ بن جاتے ہیں۔ اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اگر کوئی تعمیری کام نہ ہوگا تو فرصت کے ان اوقات میں انحراف کے اسباب قوی ہو جاتے ہیں، ہجیان انگریزی پیدا ہوتی ہے، شعور اور فکر کی موت واقع ہو جاتی ہے، عقل کمزور و بوجھل ہو جاتی ہے، وہم و دوسواس کے دروازے کھل جاتے ہیں اور خطرات بڑھ جاتے ہیں۔

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۹۶۸)

## ماہرین کی گواہی:

ماہرین اس بات پر گواہ ہیں کہ فرصت و فراغت میں گزارا جائے گا تاکہ عام اوقات کی بہ نسبت بڑھ جاتا ہے۔ دورِ حاضر کے وسائل ان خطرات و جرائم میں جلتی پرتیل کا کام دیتے ہیں۔ یہ بے کاری و فراغت نوجوان طبقے کو بہکاتی ہے اور ان کے سامنے ضیاعِ اوقات اور شریعتی کے دروازے کھلتی ہے۔ یہ فراغت بے کاری دلوں میں شر کے بیج نہ بوائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ فراغت کے اوقات کو مفید کاموں میں صرف کرو۔ ایک ختم ہو تو دوسرا شروع کر دو، اسی میں حفاظت و بچاؤ ہے۔

## فراغت کو ختم کرنے کے مفید ذرائع:

بے کاری اور فراغت کے اوقات کو پُر کرنے کے مفید وسائل و ذرائع یہ ہیں کہ عبادات و سنن ادا کریں، امورِ دین سے تعلق رکھنے والی مفید اور بامقصد کتابوں کا مطالعہ کریں، سیرت النبی ﷺ اور تاریخ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مطالعہ کریں، اخلاقیات پر مبنی لٹریچر پڑھیں۔

بعض اہلِ دانش نے مطالعہ کتب کے فوائد کے بارے میں کہا ہے:

”یہ دل و جان پر اثر انداز ہونے والی چیز ہے۔ شرحِ صدر کا باعث بنتا ہے، دل کو پاکیزگی، زبان کو فصاحت و روانی دیتا ہے۔ اس میں قوتِ قلب کا سامان ہے۔ اس سے بلیغ اشارے ملتے ہیں، اختلافات کو کم کرنے کا باعث بنتا ہے۔ کتاب کا مطالعہ بکثرت فائدے کا باعث ہوتا ہے۔ اس پر معمولی محنت اور خرچہ آتا ہے، مگر اس کے نتائج بڑے پیارے اور قابلِ تعریف ہوتے ہیں۔ کتاب ایسی گنتگو کرنے والی چیز ہے جو بولتے ہوئے تھکتی نہیں اور یہ ایک ایسی دوست ہے جو ساتھ نہیں چھوڑتی۔ یہ ایسا ساتھی ہے جو بات کرنے میں کسی لحاظ کو پیشِ نظر نہیں رکھتا۔ یہ کتاب ایسی مترجم ہے جو ماضی کی عقل و نقل کا ترجمہ کرتی ہے، سابقہ امتوں کے حالات اور ان کی دانائیوں کو ہم تک پہنچاتی ہے۔ وہ یادیں جنھیں دماغوں نے مار دیا ہے، یہ کتابیں انھیں زندہ کر دیتی ہیں۔ زمانے نے جن چیزوں کو پرانا کر دیا ہوتا ہے، یہ مطالعہ کتب انھیں تازہ کر دیتا ہے۔“

عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ اپنے کام کاج اور بیرونی مصروفیات کے بعد اپنے گھر میں سلف صالحین امت کی تاریخ و سیرت کے مطالعہ میں مصروف رہتے، اگر انہیں پوچھا جاتا کہ آپ گھبرا نہیں جاتے تو وہ جواب دیتے: میں کیسے اور کیوں گھبراؤں؟ کیونکہ میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں ہوتا ہوں۔<sup>(۱)</sup>

جو لوگ اپنے اوقات فراغت کو مفید مطالعہ سے پُر کرتے ہیں اور حصولِ علم میں صرف کرتے ہیں، وہ ترقی و تہذیب میں بہت بلند مقام پالیتے ہیں۔ وہ زندگی کو سمجھنے، اس کی اصلاح کرنے اور اس کے اغراض و مقاصد کو پالینے کی صلاحیت پالیتے ہیں، اور جن لوگوں کا علم و ثقافت صرف لہو و لعب، کھیل کود اور فیشن و لباس تک ہی ہوتے ہیں وہ دوسروں کے تابع اور رسوا حال رہتے ہیں اور قافلے کے ان آخری لوگوں میں رہ جاتے ہیں جن کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔

چھٹیوں کے دوران مفید کاموں میں سے اسلامی دروس، لیکچرز اور علمی مذاکرات میں حاضری، صلہ رحمی اور عزیز و اقارب کی زیارت، اسلامی سمرسٹنز کی سرگرمیوں میں شرکت کرنا اور طے شدہ اور ذکر کردہ قواعد و ضوابط کے مطابق تفریح کرنا بھی ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ان ہاتھوں کو اطاعت کے کاموں میں لگاؤ، قبل ازیں کہ کہیں یہ تمہیں معصیت و نافرمانی کے کاموں میں لگا دیں۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله

رب العالمين.

(۱) تاریخ بغداد (۱۰/۱۵۴) سیر اعلام النبلاء (۸/۳۸۲)



## قرض

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

شریعتِ اسلامیہ کے معارف کا احاطہ اور اس کے کلیات و جزئیات کو پوری طرح جاننے والا شخص بخوبی سمجھ لیتا ہے کہ اسلامی قانون کا مقصد اعلیٰ افرادِ امت کی زندگی اور اس کے نظام کا تحفظ ہے، اور اس کی غرض و غایت میں افراد کی استقامت اور امت کی اصلاح کا پہلو بھی نمایاں ہے، جس کا آغاز اصلاحِ عقیدہ و عمل سے ہو کر اس کی انتہا لوگوں کے مختلف شکلوں اور متعدد انواع و اقسام کے احوال کی اصلاح کی جائے، تاکہ ان امور کی جائے اور شر و فساد کو دفع کیا جائے۔

### حقوق العباد:

اس چیز کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے جن وسائل کو بروئے کار لایا ہے، انھی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے حقوق العباد کو پورے اہتمام کے ساتھ ایک اعلیٰ مقام عطا کیا ہے اور حقوق العباد کا احترام کرتے ہوئے انھیں ایک بلند منزلت سے نوازا ہے۔

اس غرض کے لیے شریعت نے اصحابِ حقوق کی تعیین اور ان سے استفادہ کرنے کی کیفیت کا عام فطری انداز کے مطابق فیصلہ کیا ہے جن سے انسانی نفوس میں نفرت پیدا نہ ہونے پائے۔ اسلام کی دائمی تعلیمات میں حقوق العباد کے تحفظ اور ان کے احترام کی پوری دلچسپی پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ اہل علم نے وہ مشہور قاعدہ طے کیا ہے جس میں ہے:

”بندوں کے حقوق انتہائی باریک بینی پر مبنی ہیں اور اللہ کے حقوق آسانی اور معافی کے

اصول پر مبنی ہیں۔“

حقوق العباد کے اس اعلیٰ مقام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے دو مقامات پر

تنبیہ فرمائی ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ [النساء: ۲۹]

”اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کے اموال کو باطل طریقے سے مت کھاؤ۔“

اسی بات کی طرف نبی اکرم ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مِّنْكُمْ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ﴾<sup>①</sup>

”کسی مسلمان کا مال کسی دوسرے کے لیے اس کی دلی رضا اور خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے۔“

اور فرمایا:

﴿إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا وَفِي بَلَدِكُمْ هَذَا﴾<sup>②</sup>

”تمہارے خون، اموال اور آبرو تم سب کے لیے اسی طرح حرامت والے ہیں جیسے آپ کا یہ دن، آپ کا یہ مہینا اور آپ کا یہ شہر حرامت والے ہیں۔“

اسی بات کی مزید تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَعَلَى الْيَدِ مَا أَلْخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّيَهُ﴾<sup>③</sup>

”وہ چیز ہاتھ کے ذمے ہے جو اس نے پکڑی جب تک کہ وہ اسے واپس نہ لوٹا دے۔“

اور اس امر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ اتَّمَنَّاكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ﴾<sup>④</sup>

”جس نے آپ کے پاس کوئی چیز امانت کے طور پر رکھی اس کی امانت اسے واپس لوٹا دیں اور جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے تم اس کے ساتھ خیانت کا رویہ نہ اپناؤ۔“

حقوق ادا کرنے کی تاکید:

حقوق العباد، جن کے اسلام نے اصول و قواعد بنائے ہیں، اور جن کو ادا کرنے کے لیے نظام

① صحیح ابن حبان، رقم الحدیث (۵۹۷۸)، مستدرک حاکم (۹۳/۱)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۷)، صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۶۷۹)

③ مسند أحمد (۸/۵) سنن أبي داود، رقم الحدیث (۳۵۶۱) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۲۶۶)

④ سنن أبي داود، رقم الحدیث (۳۵۳۵) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۲۶۴)

ضمانت طے کیا ہے، اس کے مختلف متعلقات میں سے ایک مسئلہ ”لوگوں کا باہم قرض کا لین دین“ کرنا بھی ہے۔ جی ہاں! اسلام نے قرض ادا کرنے میں تاخیر اور نال منول پر سخت گرفت کی ہے۔ آدی کا قرض ایک عظیم امانت ہے اور اسلام نے اسے بہت بڑی مسئولیت اور ذمہ داری قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ﴾ [النساء: ۵۸]

”اللہ تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا دو۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ان لفظوں میں ایک عنوان قائم کیا ہے: ”قرضوں کے ادا کرنے کا بیان“ اور پھر یہ پوری آیت ذکر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ فَإِنْ آمَنَ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ فَلْيُوْذِ الْذِي أَوْتُمِنَ عَلَيْهِ ﴾ [البقرة: ۲۸۳]

”اگر تم آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں مطمئن ہو جاؤ تو جسے امانت دی گئی ہو اسے چاہیے کہ وہ امانت مالک کو لوٹا دے۔“

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ﴾ [المائدة: ۱]

”اے ایمان والو! اپنے معاہدے پورے کرو۔“

حقوق کے ادا نہ کرنے پر وعید شدید:

اگر کوئی شخص انسانوں کے باہمی حقوق ادا کرنے میں سستی و لاپرواہی کرتا ہے تو اس کے بارے میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے سخت الفاظ میں وعید فرمائی ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ارشادِ نبوی ہے:

« مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ فَلْيَتَحَلَّلْ، فَإِنَّهُ لَيْسَ تَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤَخَّذَ لِأَخِيهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ، أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيهِ، فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، فَطُرِحَ فِي النَّارِ ① »

”اگر کسی نے اپنے کسی مسلمان بھائی سے کوئی چیز جبراً و ظلماً اپنے قبضے میں لے رکھی ہو تو اسے چاہیے کہ اس کو ادا کر کے اس سے سبکدوش ہو جائے، قبل اس کے کہ

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۵۳۴)

قیامت کا وہ دن آجائے جب کسی کے پاس درہم ہوں گے نہ دینار، بلکہ قرض وغیرہ ادا کرنے کے لیے اس کی نیکیاں لے کر اسے دے دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیوں میں سے کچھ نہ بچا تو دوسروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے اور وہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔“

قرض ادا نہ کرنا وہ گناہ کبیرہ ہے جسے کسی کفارے سے مٹایا نہیں جاسکتا، یہاں تک کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«يَغْفِرُ اللَّهُ لِلشَّهِيدِ كُلِّ ذَنْبٍ إِلَّا لَدَيْنِ»<sup>①</sup>

”اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے سوائے قرض کے۔“

اور صحیح مسلم ہی کی ایک اور روایت ہے:

«الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ»<sup>②</sup>

”اللہ کی راہ میں قتل ہونا ہر گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے سوائے قرض کے۔“

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ ایک دن کھڑے ہوئے اور فرمایا:

«إِنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْإِيمَانَ بِاللَّهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ»

”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا افضل ترین عمل ہیں۔“

ایک آدمی اٹھا اور اس نے کہا: کیا خیال ہے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو کیا

میرے گناہ مٹا دیے جائیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«نَعَمْ، إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرٌ مُدْبِرٌ،

إِلَّا الدَّيْنَ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ قَالَ لِي ذَلِكُ»<sup>③</sup>

”ہاں بشرطیکہ آپ صابر، اجر کے طالب، سینہ سپر ہوں گے، پیٹھ پھیرنے والے نہیں ہوں

گے، لیکن قرض معاف نہیں ہوگا۔ یہ بات ابھی آ کر مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتائی ہے۔“

اسی منج ربانی اور وحی الہی کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھایا

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۵۳۴)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۸۸۶)

③ مصدر سابق

کرتے تھے جس کے ذمے قرض واجب الادا ہو۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی فوت ہو گیا، ہم نے اسے غسل دیا، حنوط کیا اور کفن پہنایا، پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جنازہ پڑھانے کا کہا، آپ ﷺ نے چند قدم آگے بڑھائے اور پوچھا:

«أَعْلَيْهِ دَيْنٌ؟» ”اس پر کوئی قرض تو نہیں تھا؟“

ہم نے عرض کی: ”دَيْنًا رَانَ، فَأَنْصَرَفَ“ (دو دینار قرض ہیں۔ آپ ﷺ وہاں سے ہٹ گئے اور جنازہ نہ پڑھایا) سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا قرض اپنے ذمے لے لیا اور آپ ﷺ سے جنازہ پڑھانے کا کہا اور بتایا کہ وہ دو دینار قرض میں نے اپنے ذمے لے لیا ہے، تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«حَقُّ الْغَرِيمِ، وَبِرِّي مِنْهُمَا الْمَيْتُ»

”قرض خواہ کا حق محفوظ ہو گیا اور میت بری الذمہ ہو گئی؟“

انہوں نے عرض کی: جی ہاں، تب آپ ﷺ نے میت کی نماز جنازہ پڑھائی۔<sup>(۱)</sup>

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جنازہ پڑھانے کے لیے میت لائی جاتی، تو آپ ﷺ پوچھتے کہ اس پر قرض ہے؟ «هَلْ تَرَكَ لِذَيْنِهِ قَضَاءً؟» ”اور کیا قرض ادا کرنے کے لیے اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟“ اگر آپ ﷺ کو بتایا جاتا کہ اس نے قرض ادا کرنے کے لیے کچھ چھوڑا ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے، اور اگر آپ ﷺ کو بتایا جاتا کہ اس نے قرض ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں چھوڑا تو آپ ﷺ فرما دیتے: «صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبِكُمْ» ”تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔“ پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات عطا فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تَوَلَّىٰ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَلَيَّْ قَضَاؤُهُ»<sup>(۲)</sup>

”میں مومنوں کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کا ذمے دار ہوں، اگر کوئی شخص مر جائے

اور اس پر قرض ہو تو اس کا قرض میں چکاؤں گا۔“

اہل علم نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کا مقروض کی نماز جنازہ پڑھانے سے رک جانا اس لیے تھا

(۱) مسند أحمد (۲/۲۳۰) نیز دیکھیں: صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۲۹۵)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۲۹۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۶۱۹)

کہ آپ ﷺ کا جنازہ پڑھانا سفارش کرنا ہے اور آپ ﷺ کی سفارش مقبول ہے جو رو نہیں کی جاتی، لیکن قرض ایسی چیز ہے جو ادا کیے بغیر ساقط نہیں ہوتی، لہذا آپ ﷺ مقروض کا جنازہ ہی نہ پڑھاتے، کیونکہ قرض سفارش کی قبولیت میں مانع امر ہے۔  
**قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا:**

مالدار آدمی کا قرض ادا کرنے میں پس و پیش کرنا بدترین ظلم ہے اور پیسے موجود ہونے کے باوجود قرض ادا کرنے میں تاخیر کرنا ذلیل کن زیادتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدٌكُمْ عَلَىٰ مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ»<sup>①</sup>

”مالدار کا پس و پیش کرنا ظلم ہے، اگر کسی کو کسی مالدار (سے قرضہ واپس لینے کے لیے اس) کے پیچھے لگایا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے پیچھے لگ جائے۔“

ایک روایت میں ہے:

«لَيْتِي الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَ عَقُوبَتَهُ»<sup>②</sup>

”مالدار کا قرض ادا کرنے میں پس و پیش کرنا، اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے اور اس کے لیے سزا کا جواز پیدا کر دیتا ہے۔“

**برادرانِ اسلام!:**

اللہ تعالیٰ کی توجیہات و ہدایات اور نبی مکرم ﷺ کی وصیتوں کو بغور دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ قرض کے معاملات کا تعلق احسان، رحم و کرم اور شفقت کے قواعد پر مبنی ہے جن میں سے دین اسلام کی آسانی اور وسعت پھوٹی ہے۔ انہی اصول و قواعد احسان میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ اگر حاجت مند کسی اچھے مقصد کے لیے قرض لینے پر مجبور ہو ہی جائے تو وہ قرض ادا کرنے کی نیک نیتی اور وفا کے عزم صادق سے قرض لے، نہ تو وہ کسی برے مقصد کے لیے قرض لے اور نہ وہ واپس کرنے کے سلسلے میں بدنیت ہو، چنانچہ نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَهَا يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ»<sup>③</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۲۸۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۵۶۴)

② سنن أبي داود، رقم الحدیث (۳۶۲۸) سنن النسائي، رقم الحدیث (۴۶۸۹) سنن ابن ماجه، برقم (۲۴۲۷)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۲۵۷)

”جس نے لوگوں کا مال (قرضہ) لیا اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہے تو اللہ ادا کرنے میں اس کی مدد کرتا ہے، اور اگر کوئی کسی کا مال لے اور اسے وہ تلف اور ضائع کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تلف کر دیتا ہے۔“

اہل علم نے کہا ہے:

”اس کی طرف سے اللہ قرض ادا کر دیتا ہے۔“ کا معنی یہ ہے کہ اللہ اس دنیا ہی میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دیتا ہے کہ وہ قرض سے سبکدوش ہو جائے یا پھر اگر کسی پر اس دنیا میں قرض ادا نہ ہو پائے تو قیامت کے دن قرض خواہ کو قرض دار پر راضی کر دیتا ہے، اس کے لیے اللہ جو طریقہ چاہے اختیار کرے۔“

سنن ابن ماجہ، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدَانِ دَيْنًا، يَعْلَمُ اللَّهُ أَنَّهُ يُرِيدُ آدَاءَهُ، إِلَّا آدَاهُ اللَّهُ عَنْهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»<sup>①</sup>

”اگر کوئی مسلمان کسی سے قرض لے اور اللہ اس کی نیت کو جانتا ہے کہ وہ قرض ادا کرنا چاہتا ہے تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کا قرض ادا کر دیتا ہے۔“

برے مقصد کو دل میں چھپانے اور عدم ادائیگی کی بد نیتی سے ہر ممکن احتراز کرنا چاہیے، تاکہ نبی مکرم ﷺ کے ارشاد میں وارد اس وعید کا ہم شکار نہ ہو جائیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

”جس نے کسی کا مال لیا اور واپس کرنے کے بجائے اسے وہ تلف کرنا چاہتا ہے، تو خود ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ تلف کر دیتا ہے۔“

اہل علم نے کہا ہے:

”یہاں اللہ کے تلف کر دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا ہی میں اس شخص کو ہلاک کر دے گا یا اس کی زندگی اجیرن بنا دے گا، اس کی معیشت تنگ کر دے گا اور اس سے برکت اٹھالے گا اور ساتھ ہی ساتھ آخرت میں اسے عذاب دینا بھی اس تلف کرنے میں شامل ہے۔“

① سنن النسائي، رقم الحديث (٤٦٨٦) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٤٠٨) اس کی سند میں ”زیاد بن عمرو“ اور اس کا استاد ”عمران بن حذیفہ“ مجہول ہیں، لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

بہتر طریقے سے قرض ادا کرنا:

دین اسلام کی توجیہات و ہدایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شریعت نے قرض دار کو حکم دیا ہے کہ وہ حسن ادائیگی کا مظاہرہ کرے، اور قرض خواہ کو بوقت ادا انعام و اکرام سے نوازے، جیسا کہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے جو ان زراعت لیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقے کے اونٹ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس آدی کو قرض ادا کیا جائے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ میں اس وقت زیادہ اچھے اونٹوں کے سوا کچھ نہیں پا رہا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَعْطِهِ إِيَّاهُ، فَإِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً»<sup>①</sup>

”انہی میں سے اسے دے دو، کیونکہ لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو ادا کرنے میں بہترین ہو۔“

مقروض کو مہلت دینا:

شریعت اسلامیہ کی وصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرض خواہ، قرض دار خصوصاً تنگ دست پر آسانی کرے، اسے مہلت دے۔ محتاج و نادار کو مہلت دینا، اس پر آسانی کرنا اور حالت بہتر ہو جانے کی مہلت دینا دین اسلام کے واجبات میں سے ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ﴾ [البقرة: ۲۸۰]

”اگر کوئی تنگ دست ہے تو اسے آسانی ہو جانے تک مہلت دو۔“

تنگی سے مراد یہاں مال کی عدم موجودگی کی وجہ سے تنگ حالی ہے۔ تنگ دست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا بڑی فضیلت اور اجرِ عظیم والا عمل ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

«وَمَنْ يَسَّرَ عَلَيَّ مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيَّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»<sup>②</sup>

”جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی، اللہ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی کرے گا۔“

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۶۰۰)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۹۹)



اور آسانی کرنے کی سب سے بہترین شکل یہ ہے کہ سارے کا سارا یا کچھ قرضہ معاف کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ [البقرة: ۲۸۰] ”اور صدقہ کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔“  
صحیحین میں مروی ہے:

«كَانَ تَاجِرٌ يُبَايِعُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهِ: تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهُ»<sup>①</sup>

”ایک تاجر تھا، جو لوگوں کو ادھار مال دیا کرتا تھا، اگر وہ کسی کو تنگ دست دیکھتا تو اپنے کام کرنے والوں کو کہتا کہ اسے معاف کر دو، ہو سکتا ہے کہ اس کے عوض اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کر دے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔“

نیز بخاری و مسلم میں سیدنا حذیفہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

«مَاتَ رَجُلٌ، فَقِيلَ لَهُ: بِمَ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ؟ فَقَالَ: كُنْتُ أَبَايِعُ النَّاسَ، فَاتَّجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ، وَأُخْفِفَ عَنِ الْمُعْسِرِ»<sup>②</sup>

”ایک آدمی مر گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں اللہ نے کس چیز پر بخش دیا ہے؟ اس نے کہا: میں لوگوں سے لین دین کرتا تھا، اگر کسی تنگ دست کو پاتا تو اس سے درگزر کر جاتا اور محتاج و نادار کے قرضے میں کمی کر دیتا تھا۔“

صحیح مسلم میں سیدنا ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنَجِّبَهُ اللَّهُ مِنْ كُرْبٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلْيُنْقِسْ عَنِ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ»<sup>③</sup>

”جسے یہ اچھا لگے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی تکلیف سے نجات دے دے اسے چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔“

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۰۷۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۵۶۲)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۳۹۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۵۶۰)

③ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۵۶۳)

صحیح مسلم ہی میں سیدنا ابو یسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظْلَمَ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ»<sup>①</sup>

”جس نے تنگدست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کیا یا اسے قرض معاف ہی کر دیا، قیامت

کے دن اللہ اسے اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن دوسرا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔“

مالدارو! غربا و مساکین کو تلاش کرو، ترخدا روں کو ڈھونڈو اور ان کی ہر ممکن مدد کرو۔ اللہ نے

تمہیں جو دولت دے رکھی ہے، اس سے انہیں بھی دو اور ان کے لیے آسانی کا سامان کرو۔

صحیح مسلم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ»<sup>②</sup>

”جس نے کسی مومن کی کوئی تکلیف دور کی جو اس دنیا سے تعلق رکھتی ہے، تو اللہ اس کی

آخرت کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف دور کرے گا۔“

اور مسند احمد میں ہے:

«مَنْ أَرَادَ أَنْ تَسْتَجَابَ دَعْوَتُهُ، وَتُكْشَفَ كُرْبَتُهُ، فَلْيَفْرِجْ عَنْ مُعْسِرٍ»<sup>③</sup>

”جو چاہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں اور اس کی (آخرت کی) مشکلات دور ہوں

اسے چاہیے کہ وہ تنگ دست کی مدد کرے۔“

ان ہدایات و وصایا پر عمل کرو گے تو سعادت و خوش بختی تمہارا مقدر ہوگی، تمہارے حالات

سدھر جائیں گے اور پورا معاشرہ ہی سنور جائے گا۔

### مزدور کی اجرت:

اسلام نے جن معاملات کی بڑی تاکید کی ہے اور جس چیز کو ادا کرنے میں تاخیر کرنے اور

ٹال مٹول کرنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے، وہ ہے کمزور مزدور کی اجرت اور اس کے حقوق۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۰۱۴) اس میں ”یوم لا ظل إلا ظله“ کے الفاظ نہیں ہیں۔

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۹۹)

③ مسند أحمد (۲/۲۳) اس کی سند میں ”زید العمی“ ضعیف ہے۔

سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أُعْطِيَ بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ»<sup>(۱)</sup>

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا فریقِ مخالف ہوں گا جس نے میرے حوالے سے وعدہ کیا اور پھر غداری کی، اور جس نے کسی آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی، اور جس نے کسی کو مزدوری پر لگایا اور پورا کام لیا مگر اس کی مزدوری نہ دی۔“

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرْفُهُ»<sup>(۲)</sup>

”مزدور کا پسینا خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت اسے دے دو۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله

رب العالمين.

(۱) صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۲۲۷)

(۲) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۲۴۴۳) نیز دیکھیں: صحيح الترمذی والترهيب، رقم الحديث (۱۸۷۸)



# مِلا ربيع الثاني

دوسرا خطبہ

گانے بجانے کی

شرعی حیثیت

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

29/6/2001 = 8/4/1422

پہلا خطبہ

غزوة اُحد

دروس و عبرتیں

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

22/6/2001 = 1/4/1422

چوتھا خطبہ

عفتا و پاک دامنی کی برکات

اور

زنا کے خطرات

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ

13/7/2001 = 22/4/1422

تیسرا خطبہ

اسلامی نظامِ خاندان

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی رحمۃ اللہ علیہ

6/7/2001 = 15/4/1422

تہذیبِ نفس اور دعوتِ محاسبہ

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

امام و خطیب

20/7/2001 = 29/4/1422

پانچواں  
خطبہ



## غزوةُ اُحد... دروس اور عبرتیں

امام و خطیب: فضیلة الشیخ عبد المحسن القاسم رحمہ اللہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو، کیونکہ تقویٰ سے نعمتیں بڑھتی اور مصیبتیں کم ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بعثتِ انبیا کے سلسلے کے آخر میں بھیجا، جبکہ دنیا جہالت اور گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ نبی اقدس ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دینِ اسلام کو پھیلانا شروع کیا تو اہل کفر نے ان کی دعوتِ اسلام کی تردید کی، جس کے مقابلے میں تلواریں اٹھیں، اور غزوة بدر میں حق و باطل کا مقابلہ ہوا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کی جیت ہوئی اور اسلام کا پرچم لہرایا گیا۔ مشرک شکست خوردہ مکہ واپس لوٹے۔ ہر کوئی اپنے اپنے مقتول پر روتا اور اپنی مصیبت پر بین کر رہا تھا۔ انھیں اپنی مصیبت بہت بڑی لگی تو قریش نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کا عزم کر لیا، اور سال بھر تیاری کرتے رہے۔ پھر اکٹھے ہو کر اپنی فوج کے ساتھ شوال ۳ھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور جبلِ اُحد کی وادی میں ٹھہرے۔ بعض مسلمان جو جنگِ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور افسوس کناں تھے، انھوں نے نبی مکرم ﷺ کو مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا۔ نبی اکرم ﷺ جمعہ کی نماز پڑھا کر اپنے گھر میں داخل ہوئے اور جنگ کے لیے تیار ہو کر جنگ کا لباس پہن کر باہر نکلے اور فرمایا:

« مَا يَنْبَغِي لِنَبِيِّ لَيْسَ لِأُمَّتِهِ أَنْ يَضَعَهَا حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَدُوِّهِ »<sup>①</sup>

”جب کوئی نبی لباسِ جنگ پہن لے تو اسے وہ تب تک، نہ اتارے جب تک کہ اللہ تعالیٰ

① مسند أحمد (۳/۳۵۱) سنن الدارمی، رقم الحدیث (۲۱۵۹)

کی طرف سے فریقین (مسلمانوں اور کافروں) کے درمیان فیصلہ نہ ہو جائے۔“

پھر ایک ہزار آدمی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب وہ مدینہ اور جبلِ اُحد کے درمیان پہنچے تو منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی لشکر کا تیسرا حصہ لے کر پیچھے کی طرف پلٹ گیا۔ یہ جان کر نبی اکرم ﷺ چلتے گئے اور میدانِ اُحد میں وادیِ اُحد کے شروع میں پہاڑ کے پاس جا اترے۔ اپنی پشت کو جبلِ اُحد کی طرف کیا، مشرکین کے لشکرِ مسلمانوں اور مدینہ منورہ کے درمیان ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پچاس تیر انداز متعین کیے اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہما کو ان کا امیر مقرر کیا اور حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں چاہے پرندے انھیں نوچ ڈالیں اور فرمایا:

«إِنْ رَأَيْتُمُونَا نُقْتَلُ فَلَا تَنْصُرُونَا، وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا نَغْنَمُ فَلَا تُشْرِكُونَا»<sup>(۱)</sup>

”اگر تم ہمیں قتل ہوتے دیکھو تو ہماری مدد کے لیے نہ آنا، اور اگر تم ہمیں مالِ غنیمت جمع کرتے دیکھو تو ہمارے ساتھ شرکت نہ کرنا۔“

ہفتے کے روز صبح کا وقت تھا، نبی کریم ﷺ نے جنگ کی تیاری اور انتظامات کا معائنہ کیا اور جنگ کے لیے تیار نوجوانوں کو دیکھا۔ جنھیں چھوٹا سمجھا انھیں واپس بھیج دیا اور بعض کو اجازت دے دی۔ ان میں سے سیدنا سرہ بن جنذب رضی اللہ عنہما اور سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما تھے، جن کی عمر پندرہ سال تھی۔

قریش مکہ نے بھی جنگ کی بھرپور تیاری کی۔ ان کی تعداد تین ہزار تھی، جن میں دو سو گھوڑ سوار تھے۔ ان کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا۔ وہ اللہ کا نور ختم کر کے لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن  
پھونکوں سے یہ چراغِ بجھایا نہ جائے گا

مسلمان صرف سات سو کی تعداد میں تھے جو فتح یا شہادت کے طلبگار تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو جنگ کے لیے گرمایا اور صبر و تحمل کی تلقین کی، پھر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا، تلواروں سے تلواریں ٹکرائیں، نیزے بلند ہوئے اور تیر چلے۔ اللہ کے لشکر اور شیطان کی فوج میں مقابلہ ہوا، نبی اکرم ﷺ نے جنگ کی اجازت دے دی، دونوں فوجیں آگے بڑھیں اور پھر جنگ

(۱) مسند احمد (۲۶۰۴) مستدرک حاکم (۲/۲۹۶) نیز دیکھیں: صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۰۴۳)



عروج پر پہنچی، اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے فتح و نصرت نازل فرمائی اور مشرکوں کا زور ٹوٹ گیا، ان کا پرچم سرنگوں ہو گیا تو وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔

جب تیر اندازوں نے مشرکوں کی ہار دیکھی تو انھوں نے سمجھا کہ اب مشرک واپس نہیں آئیں گے، چنانچہ تیر اندازوں میں سے کچھ اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے مالِ غنیمت اکٹھا کرنے اتر آئے، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں وہیں رہنے کا حکم دیا تھا۔ ان کے امیر نے بھی اپنی اپنی جگہ سنبھالے رکھنے کی تاکید کی تھی، جب وہ اتر گئے تو وہ ٹیلہ خالی ہو گیا تب سیدنا خالد بن ولید نے پلٹ کر پہاڑ کے پیچھے سے حملہ کر دیا (ان دنوں تک وہ مشرک ہی تھے) انھوں نے پہاڑ پر باقی دس تیر اندازوں کو شہید کر دیا اور پھر مسلمان مشرکین کے زخمے میں آگئے۔ پیچھے سے مشرکوں کے گھوڑ سواروں اور آگے سے مشرکین کی پیدل فوج نے مسلمانوں کو گھیر لیا، مسلمان گھبرا کر بکھر گئے اور ان میں لڑائی کی ہمت نہ رہی۔ وقتی طور پر مشرکوں کا جھنڈا بلند ہوا اور مسلمانوں کی صفوں میں ہلچل مچ گئی، تب جیسا اللہ نے چاہا وہ ہوا، جس کو چاہا شہادت سے نوازا اور نبی کریم ﷺ کو ثابت قدم رکھا، جبکہ وہ سب کو اکٹھا کر رہے تھے حتیٰ کہ کچھ لوگ لوٹ آئے۔

پھر مشرکین نے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے گھیرے میں لے لیا، انھوں نے نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی کر دیا اور پتھر مار کر دانت مبارک شہید کر دیے۔ آپ ﷺ کے خود کی دو کڑیاں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں گھس گئیں، نبی کریم ﷺ کے سر اقدس پر جو جنگی لباس والی ٹوپی (خود) تھا وہ توڑ دیا اور پتھر مارے حتیٰ کہ آپ ﷺ اس گڑھے میں گر گئے جو فاسق ابو عامر نے کھودا تھا تاکہ مسلمانوں کو شکار کر سکے۔

تب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھاما اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے گلے سے لگایا۔ ان کے سامنے ہی سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو مشرکین رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے۔ تقریباً دس مسلمانوں نے آپ ﷺ کا دفاع کیا اور وہ سب شہید ہو گئے تو پھر سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے مشرکین کا مردانہ وار مقابلہ کیا حتیٰ کہ انھیں نبی اکرم ﷺ سے دور کر دیا، ان کا ہاتھ شل ہو گیا، سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ پشت سے آپ ﷺ کا دفاع کرتے رہے۔ تیر اور نیزے ان کو لگتے رہے لیکن وہ نبی اکرم ﷺ کو بچانے کی خاطر اپنی جگہ سے نہ ہلے، تب شیطان اونچی آواز

سے چلایا اور کہا کہ محمد (ﷺ) شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے دلوں پر اس بات کا بہت گہرا اثر ہوا جس سے ان میں سے زیادہ تر بھاگ کھڑے ہوئے اور اسی طرح اللہ کو منظور تھا، پھر نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی طرف آئے اور جب مسلمانوں نے انھیں دیکھا تو اکٹھے ہو کر وادی کی طرف چل پڑے، جہاں آپ ﷺ پہاڑ کی غار میں آرام فرما تھے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم ﷺ کے چہرہ مبارک سے خون دھویا اور آپ ﷺ کے سر اقدس پر پانی انڈیل دیا۔ جب نبی اکرم ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون بند ہونے کے بجائے زیادہ بہہ رہا ہے تو انھوں نے چٹائی کے ٹکڑے کو جلا کر راکھ کو زخموں میں بھر دیا، چنانچہ خون تھم گیا، نبی اکرم ﷺ بہت زیادہ زخمی ہو گئے تھے، جب آپ ﷺ پہاڑ پر چڑھنے لگے تو آپ ﷺ میں اس کی سکت نہ رہی، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھے تو ان کی پشت پر کھڑے ہو کر نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے مقتولین کو تلاش کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نیچے اتر کر شہدائے جنگ کو دیکھا کہ ان کے ساتھ کتنا برابر تاؤ کیا گیا ہے، پھر آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ وادی میں شہید پڑے ہیں اور ان کا پیٹ کھول دیا گیا ہے، ناک اور کان کاٹ دیے گئے ہیں۔ پھر مشرک واپسی کے لیے تیار ہونے لگے۔ میدان میں کئی لاشیں اور کئی آخرت کے مہمان پڑے ہوئے تھے، یہ سب ہفتے کے دن ہوا تھا۔ جنگ کا زور ٹوٹا اور لڑائی ختم ہو گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کے ستر شہید ہوئے اور کافروں کے بائیس افراد ہلاک ہوئے۔ ہمارے شہید جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں گئے۔

مسلمانو! غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی فتح و کامیابی تھی، نہ کہ شکست و ہزیمت۔ اس لڑائی (جنگ) میں بہت سے سبق ہیں جن سے عبرت حاصل کرنی چاہیے، اس کے واقعات سنہرے حروف میں لکھے گئے صفحات ہیں، جو نسل در نسل مسلمانوں کو ورثے میں مل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں اپنے کلام پاک میں ساٹھ (۶۰) آیتیں نازل فرمائی ہیں، جن کا نبی مکرم ﷺ پر بہت گہرا اثر ہوا۔ یہ دین اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کی سخت محنت اور جدوجہد سے ہم تک پہنچا ہے، اس دین کی خاطر انھوں نے بہت مصیبتیں جھیلی ہیں اور بہت سی مشکلات کا سامنا کیا ہے، سیدنا انس بن نصر رضی اللہ عنہ کو اس جنگ میں اسی (۸۰) سے زیادہ زخم آئے اور دشمنوں نے ان کی نعش سے اتنا برا سلوک کیا کہ کوئی انھیں پہچان نہ سکا، سوائے ان کی بہن کے اور وہ بھی پاؤں کی انگلی کے کسی نشان

سے، اور سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے تلواروں کے ستر (۷۰) زخم کھائے تھے۔

اب ہمیں بھی اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ ہم نے اپنے دین کے لیے کیا پیش کیا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سلسلے میں ہم سے سبقت حاصل کر گئے، شرف صحابیت کے حصول اور بہادری کے جوہر دکھانے میں ان کے جسموں کے ٹکڑے ہوئے، زخم کھائے، عورتیں بیوہ ہو گئیں، انہوں نے اپنی جانوں کو اپنے دین پر فدا کر دیا تب جا کر یہ دین کامل ہم تک پہنچا، لہذا ان کی کوششوں کی ہم قدر کرتے ہیں اور ان کی محنت کے شکر گزار ہیں اور ان پر خوش ہیں کیونکہ اللہ ان پر خوش ہے۔ رضی اللہ عنہم و أَرْضَاهُمْ

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی نافرمانی کی وجہ سے اس جنگ میں کئی جانیں گئیں۔ نافرمانی کی وجہ سے آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے، «وَدَخَلَتْ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هَرَّةٍ»<sup>(۱)</sup> ”اور ایک عورت بلی کو باندھ کر بھوکے مار دینے کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی۔“ لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو تا کہ مشکل اوقات میں تمہارا ساتھ دیا جائے اور تمہاری مشکلات آسان ہوں، اور کوئی ایسا کام نہ کرو جو تمہارے خود اپنے ہی خلاف ہو اور اس سے تمہارے دشمن کی طاقت مزید بڑھے۔

اس جنگ میں پندرہ پندرہ سالہ سرہ اور رافع رضی اللہ عنہما نے بھی جہاد کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بچوں کے لبو سے یہ دین سرخرو ہوا، نہ کہ کھیل کود اور دنیاوی امور کے پیچھے بھاگنے سے۔ اس زمانے کے والدین نے اپنے بچوں کی تربیت صحیح انداز سے کی تو انہیں اس کا پھل بھی ملا، آج کل کے نوجوانوں نے اپنے دین کے لیے کیا کیا ہے؟ اور ان میں کتنی بہادری ہے؟ انہیں فکر کس بات کی ہے؟ ان کی سوچ کہاں تک ہے؟ کس چیز سے ان کا واسطہ ہے؟

بُری صحبت سے بچو۔ تمہیں ان بد فطرت دوستوں کی ضرورت پڑے گی تو وہ ساتھ چھوڑ جائیں گے، اچھے وقت میں تمہارے دوست اور برے وقت میں وہ تمہارے دشمن ہیں۔ منافقوں نے شدید حاجت و ضرورت کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ نیک لوگوں کی صحبت میں رہو وہ موجودگی اور عدم موجودگی میں تمہارے محافظ ہیں۔ تمہارے فائدے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور تمہیں نقصان سے بچاتے ہیں۔

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۳۱۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲۴۲)

حسنِ عاقبت پر ہمیزگاروں ہی کے لیے ہے۔ معاشرے کی اصلاح کرنے اور لوگوں کو ہدایت کے راستے پر لانے سے مایوس نہ ہوں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہر اذیت اور چوٹ پر صبر کیا تھا حتیٰ کہ اللہ کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہوئے۔

ہر کام کا نتیجہ اور انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دعوتِ الٰہی اللہ کا کام کرتے رہو اور دعا کرتے رہو، انسان کی ہدایت تو اس کے خالقِ مہمے ہاتھ میں ہے۔ غزوہٴ اُحد میں ابوسفیانِ مشرکین کا سپہ سالار تھا اور اس کا نعرہ تھا: ”أَعْلَى هَبْلٍ“ (ہبل سرفراز ہو) اور فتحِ مکہ کے موقع پر وہ مسلمانوں کے ساتھ تھے اور ان کا نعرہ تھا: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ وحشی نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، پھر وہ مسلمان ہو گئے اور نبوت کے جھوٹے مدعی مسیلہ کذاب کو قتل کیا۔ اپنے آپ کو سنبھال کر رکھو:

﴿فَالْقُلُوبُ بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ، يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ﴾<sup>(۱)</sup>

”کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جب چاہے انہیں پھیر دے۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ ثابت قدم رکھے۔ آمین

بندہ چاہے گناہوں میں ڈوب جائے مگر توبہ کرنے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، چاہے وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کافروں کے سپہ سالار تھے۔ ان کے ہاتھوں کتنے بڑے بڑے عظیم صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، جب اللہ نے انہیں ہدایت دی تو نبی اکرم ﷺ کے پاس اسلام لانے اور بیعت کرنے کے لیے آئے تو عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری شرط یہ ہے کہ میری خطائیں معاف کر دی جائیں۔ تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿يَا خَالِدُ! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ، وَأَنَّ التَّوْبَةَ تَجِبُ مَا قَبْلَهَا؟﴾<sup>(۲)</sup>

”اے خالد! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام پہلے کے تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور

توبہ کرنے سے پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“

اپنے آپ کو گناہوں کی دلدل سے بچا کے رکھو اور گناہوں سے توبہ کر کے اپنے رب کی

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۵۴)

(۲) دیکھیں: صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۱)

طرف رجوع کرو اور لوٹ آؤ، کیونکہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ اس دین کو چھوڑنے کا سوچو بھی نہیں، اس دین کی خاطر بہت خون بہایا گیا ہے۔

انسان کو اپنے عزیز و اقارب سے بھی تکلیف پہنچ سکتی ہے، اس پر صبر کرو، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے رشتہ داروں نے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی کوششیں کیں، آپ ﷺ کو اپنے وطن اور مال و دولت کو چھوڑ کر آنا پڑا، حالانکہ وہ ان کے چچا زاد تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے انہیں معاف کر کے آزاد کر دیا اور کہا تھا: «أَنْتُمْ الطُّلُقَاءُ»<sup>(۱)</sup> ”تم آزاد ہو۔“

نبی مکرم ﷺ کو قدوہ حسنة (اعلیٰ نمونہ) بناؤ۔ صبر کرو۔ معافی دینے کا رویہ اپناؤ۔ رحم دلی اور صلہ رحمی کرو۔ اگر تمہیں اپنے ہی لوگوں سے نقصان پہنچے تو انہیں معاف کر دو، کیونکہ لڑائی اور علاحدگی اختیار کر لینے سے ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے جبکہ پیار و سلوک سے دل صاف رہتے ہیں، لہذا اختلاف اور لڑائی سے پرہیز کرو، کیونکہ اس میں شکست ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا﴾ [الأنفال: ۴۶]

”اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر کرو۔“ خوشی کے وقت یہ نہ سمجھو کہ غمی سے ہمیشہ بچے رہو گے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ خوشی غم میں تبدیل ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مال غنیمت اکٹھا کرنے کے لیے پہاڑ سے نیچے اترے تو انہیں شکست ہو گئی۔ دنیا ایک ہی حال میں نہیں رہتی، مصیبت پر صبر کرو اور نعمت پر شکر کرو۔

انبیاء اللہ کے پیدا کردہ بندے ہیں، جو کچھ انسانوں کو پیش آتا ہے وہ انہیں بھی پیش آتا ہے۔ انہیں عبادت کی حد تک نہیں پہنچانا چاہیے اور نہ ہی ان کی شان میں کمی کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ دو درع پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جنگ میں شریک تھے۔ آپ ﷺ کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے بھی جنگ لڑی، اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ کی پیشانی مبارک زخمی ہو گئی اور دانت شہید ہو گئے۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے، وہی نفع دینے والا اور وہی نقصان پہنچانے والا ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ خود مختار ہوتے اور اپنے لیے سب کچھ کر سکتے تو آپ ﷺ کا خون نہ بہتا۔

(۱) السيرة النبوية لابن هشام (۴/ ۴۱۲) اس کی سند منقطع ہے۔

اپنی عبادات صرف اسی ذات کے لیے خاص کرو جو جبار و قہار ہے، اور اپنے رب کے سامنے گڑگڑاؤ اللہ کے حکم سے تمہاری مرادیں پوری ہوں گی۔ میدانِ اُحد کی مٹی سے تبرک حاصل کرو نہ وہاں کی کنکریاں اکٹھی کرو۔ وہاں پر ستر مسلمان شہید ہوئے اور نبی مکرم ﷺ زخمی ہوئے۔ اگر وہاں برکت ہوتی تو یہ مصیبت نہ آتی۔ اپنے کام کو اللہ کے سپرد کرو اور ڈھکی چھپی باتوں کو جاننے کے لیے اللہ ہی کی طرف رجوع کرو۔

اچھی بات یہ ہے کہ جو دین کی خدمت کرے اس کا احسان مانیں اور ان کے ساتھ وفا کریں، شہدائے اُحد کی یاد نبی کریم ﷺ کے دل میں آپ ﷺ کی وفات تک باقی رہی۔ جس سال نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی اس سال آپ ﷺ نے شہدائے اُحد کے لیے الوداعی نمازِ جنازہ بھی پڑھی، لہذا آپ بھی ان محافظوں کی قدر و نزت کریں، ان کا حقِ صحبت ادا کریں، ان سے محبت کریں اور ان کا راز محفوظ رکھیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”میں نے لوگوں میں سے کسی کو کسی سے اتنا پیار کرتے نہیں دیکھا جتنا حضرت محمد ﷺ کے صحابہ حضرت محمد ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔“<sup>(۱)</sup>

جنت حاصل کرنے کے لیے محنت و مشقت اور مصائب کا پل پار کرنا پڑتا ہے۔ یہ راستہ بہت مشکل اور طویل ہے جو مشکلات اور کانٹوں سے بھرا پڑا ہے۔ امتحان میں کامیابی بھی ہوتی ہے اور ناکامی بھی ممکن ہے۔ عاجزی عزت و نصرت کو واجب کرتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو عزت دینا چاہے تو پہلے اسے آزما تا ہے، پھر اس کی قدر و منزلت اس کی عبادت اور خشوع و خضوع کے حساب سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے اپنے دارِ کرامت میں کئی منزلیں بنائی ہیں جہاں وہ اپنے انمال اور محنت و مشقت سے پہنچ سکیں گے۔ وہاں پہنچنے کے لیے اسباب و ذرائع بنائے گئے ہیں۔ اپنی قسمت پر راضی رہو اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرو۔ بعض سلف صالحین کا کہنا ہے:

”لَوْ لَا الْمَصَائِبُ لَوَرَدْنَا إِلَى الْآخِرَةِ مَقَالِسٍ“<sup>(۲)</sup>

(۱) تاریخ الطبری (۷۹/۲)

(۲) عدة الصابرين لابن القيم (ص: ۷۳)

”اگر مصائب و مشکلات نہ ہوتیں تو قیامت کے دن ہم نیکیوں سے خالی ہی ہوتے۔“  
زندگی کے شب و روز تو ایک جیسے نہیں رہتے، کبھی کامیابی تو کبھی ناکامی، کبھی عزت کبھی  
ذلت، کبھی بیماری تو کبھی تندرستی، کبھی امیری اور کبھی غریبی۔ اپنی آخرت کے لیے نعت کو ایک غنیمت  
سمجھو اور جس شخص نے دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اس نے اپنے دین اور دنیا کا نقصان کیا۔  
و صل علی نبینا محمد و علی آلہ و سلم

## گانے بجانے کی شرعی حیثیت

امام و خطیب: فضیلة الشيخ صلاح البدير

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، کیونکہ اس کے تقویٰ و اطاعت ہی میں سرفرازی و کامیابی ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿١٠١﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ  
وَ يُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿١٠٢﴾

[الأحزاب: ٧٠، ٧١]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے، اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی۔“

اے مسلمانو! اہل اسلام اس دین کے سائے میں عزت و شرف کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ اس میں ایمان کی مٹھاس، یقین و ایمان کی ٹھنڈک، اطاعت کا انس اور عبادت ادا کرنے کا مزہ پاتے ہیں۔ دین اسلام کی تعلیمات غیر فطری امور کے سامنے ایک مضبوط قلعے کی مانند کھڑی ہوئی ہیں، جو انسان کو شہوانی حرکات و افعال سے بچاتی ہیں اور اس کے دکھوں، غموں کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔ جو شخص اللہ کے دین پر قائم رہے، حقیقتاً وہی امیر و غنی ہے، چاہے وہ بہ ظاہر غریب ہی کیوں نہ ہو، اور کتنا فقیر ہے وہ شخص جس نے اللہ سے عداوت کی، چاہے وہ بہ ظاہر امیر و غنی ہی کیوں نہ ہو۔

گانے بجانے کی مذمت، حدیثِ شریف میں:

مسلمانو! ایک غیرت مند مسلمان کے نزدیک دکھ کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان دین اسلام



سے ہٹ کر خوشی تلاش کرتے ہیں۔ ہنستے گاتے ہیں۔ شہوت میں شفا و عافیت طلب کرنے کے لیے دوا کے بجائے زہر استعمال کرتے ہیں۔ ایسے ہی کئی لوگ آج کل موسیقی اور گانے وغیرہ سنتے ہیں اور جھوٹی وبے سود دلیلیں پیش کرتے ہیں، جو سند کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہیں۔ یہ فتنہ پھیلانے والے کچھ ایسے لوگ ہیں جو گانے اور موسیقی کے فتنوں میں مبتلا ہیں۔ اس کے بارے میں نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں:

«لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ وَالْحَمْرَ وَالْمَعَارِفَ»<sup>①</sup>

”میری امت میں سے کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو شرمگاہ، ریشم، شراب اور گانے بجانے والی چیزوں کو حلال بنا لیں گے۔“

مسلمانو! آج کل کے گانوں کو اگر کوئی صاحب علم و ایمان جائز قرار دے وے تو وہ سب سے بڑا باطل اور گناہ ہے، جو ہر فساد اور بربادی پر مشتمل ہے۔ ایسے گانے جن میں آنکھوں کا وصف، محبوب و معشوق کی خوبیاں اور عشق و فراق کے اشعار ہوتے ہیں۔ وہ ایک شیطانی آواز ہے، جو دلوں میں پیوست ہو کر ان کے شہوانی جذبات کو بھڑکاتی ہے۔ ناچ گانا اور کھیل تماشاً، ناک میں گندی بو اور کانوں میں فسق و فجور کی آواز بھرتے ہیں۔

مسلمانو! کوئی عقلمند اپنے آپ کو اس طرح کی گندگی میں کیسے دھکیل سکتا ہے جس سے نفس مومن اور فطرتِ سلیمہ دور بھاگتی ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہما سے مروی نبی اکرم ﷺ کا ارشاد و گرامی ہے:

«إِنِّي لَمُ أَنَّهُ عَنِ الْبُكَاءِ، وَلَكِنِّي نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٍ عِنْدَ نَعْمَةٍ، لَهْوٍ وَ لَعِبٍ وَ مَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ، وَ صَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ، لَطْمٍ وَ جُؤُوهٍ وَ شَقِّ جُيُوبٍ وَ رَنَةِ شَيْطَانٍ»<sup>②</sup>

”یقیناً میں نے رونے سے کبھی منع نہیں کیا، مگر دو احمق اور فاجر آوازوں سے روکا ہے: ایک وہ آواز جو کھیل تماشے اور شیطانی نغموں کے ساتھ ہو، اور دوسری وہ آواز جو مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے اور شیطان کے ساتھ بین کرنے کی ہوتی ہے۔“

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۵۹۱)، معلقاً مجزوماً بہ (مسند أحمد (۵/۳۴۲))

② المستدرک للحاکم (۴/۴۰) نیز دیکھیں: سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۰۵۰) السلسلۃ الصحیحۃ، برقم (۳۵۷)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

« صَوْتَانِ مَلْعُونَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ: مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ، وَرَنَةٌ عِنْدَ مُصِيبَةٍ ① »

”دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں: ① نعمت کے وقت موسیقی، ② اور مصیبت کے وقت چیخ و پکار اور بے چین۔“

گانے بجانے کی مذمت، قرآن کریم میں:

قرآنی آیات میں بھی گانے کی مذمت وارد ہوئی ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴾ [لقمان: ۶]

”اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں، جو لہو باتوں (لہو الحدیث) کو خریدتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

« لَا يَحِلُّ بَيْعُ الْمُغْنِيَاتِ وَلَا تَبْرَأَهُنَّ، وَلَا تِجَارَةٌ فِيهِنَّ، ثُمَّ نَهَنَ حَرَامًا، إِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكِ ② »

”گانے والیوں کی خرید و فروخت، ان کی تجارت اور قیمت حرام ہے، بے شک یہ آیت گانے بجانے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس (لہو الحدیث) سے مراد گانا بجانا ہی ہے۔“ ③

مسلمانو! گانا شیطان کی آواز ہے، جس سے وہ بنی نوع انسان کو گناہ اور نافرمانی کی طرف

① مسند البزار (۲/ ۳۶۳) رقم الحدیث (۷۵۱۳) نیز دیکھیں: تحريم آلات الطرب للالباني (ص: ۵۲)

② المعجم الكبير للطبراني (۸/ ۲۱۲) اس کی سند میں ”ولید بن ولید“ ضعیف ہے۔

③ تفسیر ابن جریر (۲۱/ ۶۲) مصنف ابن ابی شیبہ (۶/ ۳۰۹)

لے جاتا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس سے بچے اور دور رہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَاسْتَفْزِرْ مَنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمُ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكِهِمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدَّتِهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴾  
[الإسراء: ٦٤]

”ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے، بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لے اور ان کے مال اور اولاد میں اپنے آپ کو شریک بنا لے اور انھیں (جھوٹے) وعدے دے لے، ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں، سب کے سب سراسر فریب ہیں۔“

اللہ کے بندو! گانے اور کھیل تماشے کی جگہیں چھوڑ دو، کیونکہ یہ گناہ کے اڈے، شیطان کا

جال اور زنا کاری کے راستے ہیں۔ یزید بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”اے بنی امیہ! گانے بجانے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ حیا کو کم کرتا، شہوت بڑھاتا اور مروت کو تباہ کر دیتا ہے، اور یہ شراب کا نائب ہے جو شراب جیسا کام کرتا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے اتالیق (استاد) کو لکھا تھا:

”تعلیم و ادب کے طور پر سب سے پہلے انھیں کھیل تماشے والی جگہوں کی نفرت سکھاؤ، جس کی ابتدا شیطان سے ہوتی ہے اور اس کا انجام اللہ کا عذاب ہے۔ مجھے اہل علم سے یقینی خبر اور اطلاع ملی ہے کہ گانے بجانے کی محفل میں شرکت کرنے سے دل میں یوں نفاق پیدا ہوتا ہے، جس طرح پانی سے گھاس اُگتی ہے۔“<sup>(۲)</sup>

انھوں نے عمر بن ولید کو خط لکھا، جس میں مرقوم تھا:

”تم نے آلاتِ موسیقی کی بدعت کو تقویت دی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمھاری طرف کچھ لوگ بھیجوں جو تیری بڑی کھوپڑی کو کاٹ ڈالیں۔“<sup>(۳)</sup>

(۱) ذم الملاہی لابن ابی الدنیا (ص: ۴۱) شعب الإیمان للبیہقی (۲۸۰/۴)

(۲) ذم الملاہی (ص: ۴۰)

(۳) سنن النسائی (۱۲۹/۷)

مسلمانو! اللہ کے غضب و عذاب کے اسباب سے پرہیز کرو۔ گانے بجانے اور آلاتِ طرب و غنا کا ظاہر ہونا، اللہ کے عذاب کے نازل ہونے کا سبب ہے، سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«لَيْسَ رَبَّنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسْمُونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا، يُعْزَفُ عَلَي رُؤُوسِهِمْ بِالْمَعَارِيفِ وَالْمُغْنِيَّاتِ، يَخْسِفُ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ، وَيَجْعَلُ مِنْهُمْ الْفِرْدَةَ وَالْخَنَازِيرَ»<sup>①</sup>

”میری امت کے کچھ لوگ شراب پیئیں گے، لیکن اس کا نام بدل کر کچھ اور نام رکھیں گے، ان کے سروں پر آلاتِ طرب بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گھویں گی، اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان کی شکلیں مسخ کر کے انہیں بندر اور خنزیر بنا دے گا۔“

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَ مَسْخٌ وَ قَذْفٌ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَ مَتَى ذَاكَ؟ قَالَ: «إِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَ الْمَعَارِيفُ، وَ شُرِبَتِ الْخُمُورُ»<sup>②</sup>

”اس امت میں زمین میں دھنسا دیا جانا (خسف) اور آسمان سے پتھر برسایا جانا (قذف) اور شکلیں بگاڑنا (مسخ) واقع ہوں گے۔“ کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کب ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب گانے والی عورتیں اور آلاتِ موسیقی و غنا آجائیں گے اور شراب پی جائے گی۔“

ضحاک رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ”گانا دل کو فاسد اور رب کو ناراض کرتا ہے۔“<sup>③</sup>

اللہ کے بندو! گانے کی حقیقت، اس کا مقصد اور اس کا پھل یہ سب ان برے اشعار کے ارد گرد گھومتے ہیں جو ایسی صفت و تعریف پر مشتمل ہوتے ہیں جو اللہ کو بری لگتی ہے، اور جس پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔ بعض دفعہ وہ لوگ حد سے تجاوز کر کے کفریہ اشعار بھی گانے لگتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اپنے رسول ﷺ پر نازل کردہ احکام کی خلاف ورزی ہے۔

① سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۴۰۲۰) المعجم الكبير (۳۴۱۹)

② سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۲۱۲)

③ ذم الملاہی لابن ابي الدنيا (ص: ۶۰)

دیکھو! ان گانوں اور کھیل تماشے کی جگہوں نے ان کے مالکوں پر کتنا شر و فساد پھیلا دیا ہے جو اپنا اصل چہرہ بدل کر برے آثار و نتائج کو بنا سنوار کر دکھاتے ہیں۔ جنہیں ہر صاحب بصیرت ان کے چہروں، باتوں، حرکتوں اور ان کے احوال سے دیکھ سکتا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا﴾ [المائدة: ۴۱]

”اور جس کا خراب کرنا اللہ کو منظور ہو تو آپ اس کے لیے ہدایتِ الہی میں سے کسی چیز کے مختار نہیں۔“

جب امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے ان کے زمانہ میں بعض لوگوں نے گانے بجانے کے بارے میں رخصت دینے والوں کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے کہا: ”یہ فاسقوں کا فعل ہے۔“<sup>①</sup> مسلمانو! گانے سننا اور ان کا التزام کرنا شیطان کی بہت بڑی چال ہے جو جاہلوں کے دلوں کو قید کر کے انھیں قرآن کریم کی تلاوت کرنے اور سننے سے روکنے کا جال ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”میں نے بغداد میں دیکھا ہے کہ زنادقہ نے ایک چیز ایجاد کی ہے جسے ”تغییر“ (یعنی گانے)

کر لہر دار آواز میں پڑھنا) کہتے ہیں، اس سے وہ لوگوں کو قرآن سے دور کرتے ہیں۔“<sup>②</sup>

اللہ اکبر! اگر تغیر کا یہ حال ہے جو ایسے اشعار ہوتے ہیں جو لوگوں کو زہد کی طرف مائل کرتے ہیں، وہ ان اشعار کو گاتا ہے اور ساتھ ہی ایک سلاخ لے کر کسی سوکھی جلد وغیرہ پر مارتا ہے، تو پھر اس گانے کے بارے میں کیا کہا جائے گا، جو شراب کا قائم مقام ہے، جسے فن اور آرٹ کہتے ہیں، جبکہ وہ شہوت اور گندے الفاظ ہوتے ہیں، جن سے دل کو فرار آتا ہے نہ دماغ کو سکون!! سبحان اللہ! عقلیں کیسے گمراہ ہو گئیں اور فکر و فہم اور سوچیں کیسے غارت ہو گئیں؟ ارشادِ الہی ہے:

﴿فَأَنهَآ لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ [الحج: ۴۶]

”بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“

① العلل و معرفة الرجال (۲/۷۰) تفسیر القرطبي (۱۴/۵۵)

② حلیۃ الأولیاء (۹/۱۴۶) سیر أعلام النبلاء (۱۰/۹۱)

اللہ کے بندو! قوتِ سماعت ایک عظیم امانت اور بہت بڑی نعمت ہے جس سے اللہ نے اپنے بندوں کو نوازا ہے اور اس کی حفاظت کرنے کا حکم دیا اور بتایا ہے کہ وہ اس کے ذمے دار و جواب دہ ہیں۔ طرب و غنا اور آلاتِ طرب (موسیقی) وباجے وغیرہ) سنا اس نعمت کی ناشکری کرنا اور اللہ کی معصیت و گناہ میں واقع ہونا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«الْعَيْنَانُ زِنَاهُمَا النَّظْرُ، وَالْأُذُنَانُ زِنَاهُمَا الْإِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْحُطْيُ، وَالْقَلْبُ يَهْوِي وَيَتَمَنَّى، وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيَكْذِبُهُ»<sup>(1)</sup>

”آنکھوں کا زنا نظر بازی، کانوں کا زنا شہوانی باتیں سنا، زبان کا زنا شہوانی باتیں کرنا، ہاتھ کا زنا حرام چیز کو پکڑنا، پاؤں کا زنا حرام کام کے لیے چلنا، دل کا زنا تمنا کرنا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔“

لحجہ رفقریہ:

مسلمانو! گانے بجانے اور کھیل تماشے کی جگہوں کی تعظیم کرنا اور ان کے مالکوں کا خود کو بڑا ظاہر کرنا، لوگوں کو برائی اور گمراہی کی طرف دعوت دینا کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے دور کرنے کے مترادف ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا»<sup>(2)</sup>

”جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی، اسے اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا اس کا اتباع کرنے والوں کو ہوگا، ان کے گناہوں سے کچھ کم کیے بغیر۔“

مسلمانو! حیرت و افسوس ہے اس قوم پر جو ناجیتی اور گاتی پھرتی ہے، جبکہ یہ امتِ زخموں سے چور اور خون میں لت پت ہے۔ اس کے افراد کی لاشوں کے ڈھیر اور اپانجوں کے انبار لگے ہوئے ہیں، اس کی بہو بیٹیوں کی عزتیں لوٹی جا رہی ہیں۔ زمین اور مقاماتِ مقدسہ صبح و شام چھینے جا رہے

(1) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۵۷)

(2) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۷۴)

ہیں اور یہ لوگ ایسے گنگناتے اور گاتے پھرتے ہیں جیسے کوئی لڑائی ہوئی ہی نہیں۔ ان میں کسی طرح کے ہولناک واقعات رونما ہی نہیں ہوئے، ہم دلوں کے مردہ ہو جانے اور بصیرت کے چھین جانے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

مسلمانو! اپنے نفس اور اپنی سماعت کو کھیل تماشوں اور شیطان کی راہوں سے محفوظ رکھو۔ انہیں باغاتِ جنت بناؤ۔ قرآن پڑھنے سننے اور سنتِ رسول ﷺ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حلقے قائم کرو، تاکہ تم اس کا پھل پاؤ، گمراہی کے بجائے تمہیں سیدھا راستہ ملے، اندھے پن کی جگہ بصیرت حاصل ہو، نیکی کی ترغیب ملے، برائی سے نجات حاصل ہو، دلوں کو زندگی ملے اور روحانی امراض کی دوا و شفا اور ان سے نجات ملے، خود ان لوگوں میں سے جو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾ [الفرقان: ۷۲]

”اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔“

اور فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾ [المؤمنون: ۳] ”جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔“

جواز کی ایک مشروط شکل:

جی ہاں، نکاح اور شادی کے موقع پر دف بجانے اور ایسے اشعار گانے کی اجازت ہے، جن میں ناجائز تعریفی کلمات نہ ہوں اور یہ خاص طور پر عورتوں اور بچیوں کے لیے جائز ہے۔ یہ دف نکاح اور سفاح (بدکاری) میں فرق کرنے کے لیے ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فَصَلِّ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدَّفُّ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ﴾<sup>①</sup>

”حلال اور حرام میں نکاح کے موقع پر دف بجانے اور خوشی کی جائز آواز نکالنے کا فرق ہے۔“

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ربیع بنت معوذ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتی ہیں:

”ان کے نکاح اور رخصتی کے موقع پر لڑکیوں نے دف بجاؤ اور غزوہ بدر میں ہمارے جو

① مسند أحمد (۱۸/۳) سنن الترمذی، برقم (۱۰۸۸) سنن النسائی (۱۲۷/۶) سنن ابن ماجہ، برقم (۱۸۹۶)

آبا واجداد قتل ہوئے تھے، ان کی خوبیاں بیان کیں۔<sup>①</sup>

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں کہتے ہیں:

”صحیح احادیث کی رو سے صرف عورتوں کو اس کی اجازت ہے، لہذا مرد اس طرح نہ کریں، کیونکہ عموماً مرد وزن کا ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا منع ہے۔“<sup>②</sup>

حد سے تجاوز:

انتہائی انفسوس کی بات ہے کہ بہت سارے لوگ جس بات کی شرعاً اجازت دی گئی ہے اس سے تجاوز کر کے حرام امور تک پہنچ جاتے ہیں، وہ بھی گانے بجانے والے (گویے یا سنگرز) اور گانے بجانے والی (لیڈی سنگرز) کرائے پر لے آتے ہیں جو فسق و فجور پر مشتمل گانے گاتے ہیں اور ساتھ ہی آلات موسیقی وغیرہ بجاتے ہیں۔ ان حرام امور پر وہ بڑی بڑی خطیر رقمیں خرچ کرتے ہیں، گانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرتے ہیں، پڑوسیوں کو اذیت پہنچاتے اور بدکار ناپنے والی فاحشہ عورتوں (ڈانسرز) سے ناپنے میں مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہاں مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے، وقت برباد اور نمازیں ضائع کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور کئی بڑے بڑے فتنے اور انجام بد والے امور ہیں جو اکثر مسلمانوں کی حنوں میں وبا اور اندھی تقلید کی راہ سے پھیل گئے ہیں۔ اللہ کے بندو! ان امور سے بچو اور اس طرح کی محافل میں شرکت کرنے سے پرہیز کرو۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ایسی شادی (یا ولیمہ و دعوت) میں مت جاؤ، جس میں طبلہ، سارنگی اور گانا بجانا ہو۔“<sup>③</sup>

اللہ کے سامنے توبہ کرو، اس کی طرف رجوع کرو اور اسلام کے احکام و آداب پر عمل کرو۔ اپنے بگڑے ہوئے امور کو سنوارو اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرو، تاکہ تم فلاح و نجات پاؤ۔ سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۱۴۷)

② فتح الباری (۲۲۶/۹)

③ آداب الزفاف للالبانی (ص: ۱۶۶)



## اسلامی نظامِ خاندان

امام و خطیب: فضیلة الشيخ عبد الباري الثبيتي

حمد و ثنا کے بعد!

مسلمان خاندان نیک اور صالح معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ اگر خاندان اچھا ہوگا تو اس کے افراد بھی صحیح ہوں گے اور اگر خاندان اچھے ہوں گے تو ان کے مجموعے سے تیار ہونے والا پورا معاشرہ ہی اچھا ہوگا۔ اسلام نے خاندان کی تشکیل و تکوین کی بنیادوں اور اس کے اتحاد و ارتباط کے اسباب و ذرائع پر خصوصی توجہ دی ہے، تاکہ مسلم معاشرہ سر بلند رہے، اس کے افراد کے دل باہم ملے رہیں اور ان پر محبت و پیار کی فضا طاری رہے اور سب کے دلوں میں محبت و مودت کے جذبات موجزن رہیں۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ [الروم: ۲۱]

”اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے اس نے تمہیں میں سے تمہاری بیویاں بنائیں اور تمہارے درمیان محبت و رحم دلی پیدا فرمادی۔“  
مسلم سوسائٹی کے تمام افراد (میاں بیوی) وحدتِ شعور اور وحدتِ جذبات کے ساتھ زندگی گزاریں، اس کے لیے اللہ نے ان کو یوں شیر و شکر کر دیا کہ فرمایا:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

”وہ (بیویاں) تم (شوہروں) کا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔“  
قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر کوئی دوسرے کے لیے ضروری اور اس کی تکمیل کا لازمی حصہ ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾

[الأعراف: ۱۸۹]

”اللہ ہی وہ ذات ہے، جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور پھر اسی سے اس کی بیوی بنائی تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کر سکے۔“

خاندانی استقامت کے اسباب:

اگر خاندان کے نظام کو توڑ دیا جائے تو انسانی زندگی کے استقامت پانے کا کسی بھی طرح تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ لوگ جو نظام خاندان کو توڑنے کے درپے ہیں وہ بنی نوع بشر کے ساتھ کسی خیر خواہی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ تاریخ کے ہر دور میں ان کی یہ دعوت ایک سرکش آواز شمار کی گئی ہے اور آج بھی اس کا یہی حال ہے۔

خاندان باہمی افہام و تفہیم کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ اس کے افراد باہمی رضامندی اور صلاح و مشورے سے ہر کام سرانجام دیتے ہیں۔ اور تو اور بچوں کو دودھ پلانے اور دودھ چھڑوانے کے سلسلے میں قرآن کریم نے کتنے بلیغ انداز سے مشورہ اور رضامندی کے بنیادی اصولوں کو بیان فرمایا ہے، چاہے یہ دونوں میاں بیوی کی علاحدگی کے بعد ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا اتَّيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [البقرة: ۲۳۳]

”اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، اس کے لیے جو چاہے کہ دودھ کی مدت پوری کرے اور وہ مرد جس کا بچہ ہے، اس کے ذمے معروف طریقے کے مطابق ان (عورتوں) کا کھانا اور ان کا کپڑا ہے۔ کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر جو اس کی گنجائش ہے، نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ اس مرد

کو جس کا بچہ ہے، اس کے بچے کی وجہ سے۔ اور وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے، پھر اگر وہ دونوں آپس کی رضا مندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر تم چاہو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں، جب معروف طریقے کے مطابق پورا ادا کر دو جو تم نے دیا تھا اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔“

وہ خاندان جسے سعادت، خوشی اور داخلی امن واستقرار کی تلاش ہے، وہ اپنی زندگی کی بنیاد ان راسخ امور پر رکھتا ہے، جو اس کے ضامن ہیں، جن میں سے اہم ترین امور میاں بیوی کا باہم ایک دوسرے کے حقوق کا احترام اور رعایت کرنا، اچھے طریقے سے زندگی گزارنا اور وسیع آفاق کو جنم دینا ہے، تاکہ میاں بیوی کے تعلقات میں گہرائی و تقویت آئے اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت کے چشمے پھوٹیں، تب جا کر میاں بیوی دونوں بہن ایک دوسرے سے سکون پاسکتے ہیں، جس کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح خاندان باہمی اختلافات سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اگر کبھی کوئی معمولی سا اختلاف پیدا ہو جائے تو حسبِ صادق اسے زائل کر دیتی ہے۔

حکیم و خیر ذاتِ الہی کو معلوم تھا کہ افراد اور خاندان میں کبھی کبھی اختلاف ہو جانے کی شکل میں ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہو سکتی ہے، ایسے وقت میں شیطان اپنی مراد پوری ہوتی دیکھتا ہے تاکہ اس حوالے سے خاندانی نظام میں دراڑیں ڈال دے، لیکن قرآنی تعلیمات ایسے حالات میں بھی راہنمائی کرتی ہیں، تاکہ زندگی میں صدق و صفا، دلوں میں پیار و محبت اور خاندان میں رونق و جمال لوٹ آئیں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُنَّ وَهِيَ شَيْئَةٌ وَيَجْعَلَ

اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ [النساء: ۱۹]

”اور اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور اگر تمہیں ان سے نفرت بھی ہو جائے تو یاد رکھو کہ ہو سکتا ہے تمہیں کسی چیز سے نفرت ہو، لیکن اللہ نے اس میں تمہارے لیے خیر کثیر پنہاں کر رکھی ہو۔“

اسی لیے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”ہو سکتا ہے کہ تمہاری اس سے نفرت کے باوجود اسے اپنے گھر میں بسائے رکھنے میں اور صبر و ہمت سے کام لینے کی وجہ سے اللہ تمہیں دنیا و آخرت ہر دو جہاں کی خیر کثیر سے نواز دے۔“<sup>(۱)</sup>

جاہل لوگ خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلباڑی مار لیتے ہیں اور اپنی زندگی کو اپنے ہی ہاتھوں اور اختیار سے تباہ کر لیتے ہیں اور دلوں کی باہمی محبت و مودت اور رحم دلی کے بجائے عناد و انانیت سے کام لیتے ہیں جو نحوست و بربادی کا پیغام اور خاندان کے باہمی اختلافات کا آغاز ہوتا ہے۔ اس عناد و انانیت اور چیخ و پکار سے بڑھ کر خاندانی روابط کو نقصان دینے والی دوسری کوئی چیز نہیں۔ معمولی جھگڑا عناد کی وجہ سے بڑا بن جاتا ہے۔ اگر نرمی و صبر کا رویہ اختیار کیا جائے تو بڑے بڑے اختلافات اور جھگڑے بھی معمولی بنتے بنتے ختم ہو جاتے ہیں۔

ہم کتنے ہی واقعات سنتے اور مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ خاندانی نظام میں قدم رکھتے ہی ان میں اختلاف شروع ہو جاتا ہے جبکہ وہ خاندان ابھی گہوارے میں ہوتا ہے اور ابھی تک اس کی عمارت بھی مکمل نہیں ہوئی ہوتی۔ یہ صرف اسی جھوٹی انانیت و خود پسندی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

### بچوں کے انحراف کا اصل سبب:

ماہرین کا کہنا ہے کہ بچوں اور نوجوانوں میں پائے جانے والے انحراف اور بے راہ روی کا اصل سبب یہ خاندانی کشمکش ہی ہے، لہذا خاندان کے افراد کی ذمہ داری ہے کہ داخلی امن و استقرار کے لیے لڑائی جھگڑے کی نوبت آنے سے پہلے پہلے ہی اپنے آپ کو سنبھال لیں۔

### مسلم خاندان کی ذمہ داریاں:

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ زندگی ہر لمحہ ایک جیسی نہیں رہتی۔ یہ غم اور خوشی کا میل ہے اور اس دنیا میں ہر چیز اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرتی ہے:

① مسلم معاشرے میں ایک خاندان کی ذمہ داریوں میں سے پہلی اور اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم کریں اور مسلم گھرانے کی تعمیر میں اللہ کی رضا اور اس کی شریعت پر عمل کریں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ فَإِنْ حِفْتُمْ إِلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾ [البقرة: ۲۳۹]

(۱) تفسیر ابن کثیر (۱/ ۴۴۲)

”اگر تمہیں ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، تو پھر ان میاں بیوی پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی فدیہ دے کر خلع حاصل کر لے۔“

﴿مسلمان نسل کی کثرت کے لیے کوشش کرنا بھی ہر مسلم خاندان کی ذمہ داری ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«الْكَفَّاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي، وَتَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَافِّرٌ بِكُمْ الْأُمَّمَ»<sup>(1)</sup>

”نکاح کرنا میری سنت سے ہے اور جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا، وہ مجھ سے نہیں ہے۔ شادی کرو، کیونکہ میں اپنی امت کی کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔“

نسلِ مسلم کی کثرت امتِ اسلامیہ کی قوت کا باعث ہے، اس میں ہماری عزت ہے اور موت کے بعد کسی کے نام کے زندہ رہنے کا ذریعہ بھی یہی ہے۔ وہ لوگ جو متحد نسل (فیملی پلاننگ) کی دعوت دینے والے ہیں، وہ امتِ اسلامیہ کے ساتھ کوئی خیر خواہی کرنے والے ہرگز نہیں ہیں۔ ان کی بودی اور کمزور دلیلیں اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ وہ نفسیاتی طور پر شکست خوردگی کا شکار ہو چکے اور احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں اور اللہ کی ذات پر ان کا یقین اور توکل بھی کمزور پڑ چکا ہے۔

﴿مسلمان نوجوان نسل کی تربیت بھی خاندان کی ذمہ داری ہے، بلکہ خاندان ہی بچے کا پہلا مدرسہ ہوتا ہے، جس میں وہ عقیدے کے اصول اور اسلام کے مبادیات، اس کی تعلیمات اور قدریں سیکھتا ہے۔ بچوں کی تربیت دگرانی کے لیے بنائے گئے کسٹڈی ہومز اور خادما میں اس خاندان کی جگہ ہرگز نہیں لے سکتیں۔ وہ بچہ جو ماں کا دودھ پیتا ہے اور دودھ کے ساتھ ماں کی مامتا اور شفقت و محبت سے بہرہ ور ہوتا ہے، اس کے ساتھ وہ بچہ کبھی نہیں مل سکتا جو بلا مامتا اور بلا شفقت خادماؤں کے ہاتھوں پلتا ہے۔

مسلمان خاندان اللہ کے سامنے اس بات کا جواب دہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسلام کے سچے سپاہی بنائے، اللہ کی عبادت کا شوق ان کے رویوں میں بھر دے اور انہیں زندگی میں اسلام کے سچے و طریقے کو اپنانے کا پابند بنائے۔

(1) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۱۸۴۶)

لحہ فکریہ:

کیا آج کل ہمارے مسلم خاندان اپنا یہ تربیتی عمل پورا کر رہے ہیں؟ کیا وہ نوجوان نسل کو اتنی قوت و متانت اور رسوخ مہیا کر رہے ہیں جن کے بل بوتے پر وہ بے دینی، دہریت اور مغربی فکری یلغار کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں؟ کیا افرادِ خاندان درسِ قرآن کی بساط بچھاتے ہیں یا صرف وہ گناہ و نافرمانی کے مناظر ہی دیکھتے دکھاتے رہتے ہیں؟ کیا ہمارے بچے ہمارے گھروں میں مفید پسند و نصیحت، وعظ و ارشاد اور اعلیٰ اخلاق و آداب سیکھنے کا موقع پاتے ہیں؟

صالح خاندان کے قائم کرنے میں خاندان نے اپنے تربیتی عمل میں جو بھی کوتاہی کی اس کے برے نتائج بچوں اور بچیوں کے کردار و عمل پر اثر انداز ہوں گے اور پھر معاشرے کی تعمیر و ترقی، اس کی فکر و سوچ اور اس کے امن و امان پر بھی اس کے برے اثرات مرتب ہوں گے۔

خاندانی ذمہ داریوں کا ادا کرنا ایک امانت ہے، جس کے بارے میں میاں بیوی دونوں سے جواب دہی ہوگی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الْإِمَامُ رَاعٍ وَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا»<sup>(۱)</sup>

”تم میں سے ہر شخص جواب دہ ہے اور ہر شخص اپنے زپر اثر لوگوں کا ذمہ دار ہے۔ حاکم و امام بھی ذمہ دار ہے اور وہ اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر میں ذمہ دار ہے اور وہ اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں ذمہ دار ہے اور وہ اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔“

❖ میاں بیوی کی امانت و ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنے گھروں کو برائی کے تمام ذرائع سے پاک رکھیں اور گھر والے اپنے بچوں کو فرائض و واجبات ادا کرنے کا پابند بنائیں اور انھیں فضائل و استحباب والے امور کی ترغیب دلائیں۔

❖ خاندان کی ذمہ داریوں بلکہ اغراض و مقاصد میں سے ایک اہم ترین چیز یہ ہے کہ وہ اپنے

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۸۵۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۸۲۹)

بچوں اور مسجد کے مابین ایک گہرا تعلق اور مضبوط رشتہ بنائیں، کیونکہ ایک مسلمان کی زندگی میں مسجد کو ایک بنیادی اور جوہری مقام حاصل ہے۔ مسجد میں آنا جانا ایک جلیل القدر تربیتی عمل ہے جس کا اثر انتہائی گہرا ہوتا ہے اور یہ دلوں میں فضائل و برکات والے کاموں، اعلیٰ قدروں اور اخلاق و آداب کے بیج بوتا ہے۔

### اسلامی نظام خاندان کا عطیہ:

وہ مسلمان خاندان جو ایمان باللہ کی بنیاد پر قائم ہوئے، اسلامی اخلاقیات کو جنھوں نے اپنا اوزھنا بچھونا بنایا اور مسجد کے ساتھ اپنا گہرا تعلق استوار کیا، ان خاندانوں نے نورِ قرآن میں تربیت دے کر دنیا کو بڑے بڑے جانناز، کبار ائمہ و علماء، اعلیٰ پائے کے عابد و زاہد، انتہائی خیر خواہی کے جذبات سے معمور مجاہد قوم قائدین اور عابد و زاہد خواتین مہیا کیں جنھوں نے صفحاتِ تاریخ کو روشن کیا ہوا ہے۔

### پیرونی حملے:

آج وہی مسلم خاندان اور اس کا نظام انتہائی خطرناک حملوں کی زد میں ہے، جن کا ارادہ ہے کہ اس کی چولیس ہلا دیں، اس کی عمارت گرا دیں اور اس کے باہمی تعلقات کو توڑ کر رکھ دیں، تاکہ اسی طریقے سے عورتوں میں اخلاقی گراؤٹ کو داخل کیا جائے، خاندانی قدروں کو ختم کر دیا جائے اور عربیاتی و اختلاط اور اباحت و غلاظت کی طرف دعوت دی جائے۔ جب نظام خاندان کو برباد کر دیا گیا تو کیا کسی امت کا وجود ممکن رہے گا؟ اگر اس کا وجود ہی بھی گیا تو کیا وہ صرف دنیا کی حاشیہ نشین بن کر نہ رہ جائے گی؟ بعض مسلم ممالک میں نظام خاندان کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں، اس لیے کہ وہ ممالک تقلید مغرب کے حامیوں کے چنگل میں پھنس چکے ہیں اور وہ اقوام مغرب کی ہر معاملے میں اندھی تقلید کر رہے ہیں، وہاں طلاق کے اعداد و شمار بہت بڑھ گئے ہیں اور اکثر نوجوان شادی کرنے سے پہلو تہی کرنے لگے ہیں، جس کا نتیجہ واضح ہے کہ وہ شہوت رانی کے لیے شتر بے مہار ہوئے پھرتے ہیں۔

آئندہ دور انتہائی موثر اور خطرناک دور ہوگا۔ معاشرتی تغیرات نے خاندانی کردار کو بہت محدود کر دیا، سیٹلائٹ چینلوں نے خاندان کا سارا وقت اپنے کھاتے میں ڈال لیا ہے اور خاندان کی راہوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں، اس کی قدروں کو بدل رہے ہیں۔ بعض مواقع پر خاندان اپنی تاثیر کھوتا جا رہا ہے اور اس کی فعال شخصیت بھی ماند پڑتی جاتی ہے۔

ان خطرناک ذرائعِ ابلاغ نے طے شدہ پلاننگ، جاذبِ نظر پروگراموں اور کھلی اور درپردہ فکری یلغار کے ذریعے خاندانوں کو اپنے ہی گھروں میں اپنے بچوں اور بچیوں کی راہنمائی کرنے سے روکنا شروع کر دیا ہے، تاکہ ان بچوں کے امت مسلمہ کے ساتھ روابط کو منقطع کر سکے، ان کے عقائد کمزور اور ان میں حمیتِ دین اور غیرتِ اسلام ختم ہو جائے۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ بعض خاندان واقعی اپنی تربیتی ذمہ داریوں خصوصاً اصلاحِ عقائد و افکار کی ذمہ داری سے دست کش ہو چکے ہیں اور انھوں نے اپنے بچوں کو ان ذرائعِ ابلاغ کے رحم و کرم پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ جو چاہیں ان کی درگت بنائیں، ان کے عقائد و افکار کو مسخ کریں اور اخلاق و کردار میں انحطاط و گراؤ لائیں۔

برادرانِ اسلام! صحیح اور درست انداز سے خاندان کی تعمیر کوئی آسان کام نہیں، بلکہ یہ ایک جلیل القدر فریضہ ہے، جس کے لیے بھرپور تیاری کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ازدواجی زندگی کوئی کھیل تماشا ہے نہ محض یہ شہوانی جذبات کی تسکین کا ایک ذریعہ ہے، بلکہ یہ چند ذمہ داریوں اور فرائض و واجبات کا مجموعہ ہے۔ جس نے بلا ملاحیت و قدرت اس سے تعرض کیا، وہ شریعتِ الہیہ کی حکمتوں سے سراسر ناواقف و جاہل ہے، اور جس نے اس کا غلط استعمال کیا یا اس کے حقوق کو جان بوجھ کر ادا نہ کیا، وہ اللہ کے غضب و عقاب کا مستحق ہے، لہذا چاہیے کہ انسان اس ازدواجی زندگی کے لائق ہو تو اس کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے بھی قابل ہو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [التحریم: 6]

”اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔“

**گھر کی کشتی اور مردِ ناخدا:**

خاندانی زندگی ایک اعلیٰ زندگی ہے۔ زندگی کی کچھ ذمہ داریاں اور بوجھ ہوتے ہیں جو اٹھانے پڑتے ہیں، لہذا زندگی کی کشتی کو چلانے کے لیے ایک ناخدا یا کپتان کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی سلامتی اور رفتار پر کنٹرول رکھ سکے۔ اس کشتی رانی کی ذمہ داری کو قرآن نے توامیت و سربراہی سے تعبیر فرمایا ہے اور اسے مرد کا نصیب قرار دیا ہے۔ سربراہی دوسروں کو مسخر کرنے یا انھیں غلام بنانے کے لیے نہیں ہوتی، بلکہ یہ صرف نگرانی و کنٹرول کی غرض کے لیے ہوتی ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ



نہیں ہوتا کہ اس سے عورت کی شخصیت مجروح ہوگی اور اس کے ارادوں کی نفی ہوگی یا خاندان میں الفت و محبت کے نشانات مٹیں گے، ایسا ہرگز نہیں ہے۔

### مرد و عورت میں فطرتی فرق:

اللہ نے عورت کو کچھ کاموں کے لیے بنایا ہے اور اسے ان کی اہلیت سے نوازا ہے، اسی طرح مرد کو کچھ دیگر کاموں اور ذمہ داریوں کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اسے ان کا اہل بنایا ہے۔ اس کی ضرورت کے مطابق اسے قوی، جسمانی، نفسیاتی اور اجتماعی و معاشرتی ساخت سے نوازا ہے۔ اگر تو اہلیت و سربراہی مرد سے لے کر عورت کو دے دی جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ عورت پر ایسے کام کی ذمہ داری ڈال دی گئی، جس کی اس میں طاقت نہیں ہے اور خاندان اپنی اصل لائن سے ہٹ جائے گا۔ مرد کا حق تو اہلیت عورت کو دے دینا گویا خاندان کو مشکلات و مصائب میں مبتلا کر دینے کے مترادف ہے۔ مرد و زن کی جسمانی ساخت میں اللہ نے کچھ فطرتی فرق رکھے ہوئے ہیں، جن کی بنیاد پر وہ دونوں اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لائق ہیں اور وہ ایک دوسرے کی ذمہ داریوں کو انجام دینے پر قادر نہیں ہیں، اس تو اہلیت و سربراہی کے اجزا میں سے کسی بھی جزو کی کمی پہلے تو خاندان کو نقصان دے گی اور پھر وہ پورے معاشرے کے لیے مضرت ثابت ہوگی، لہذا جو لوگ مرد سے تو اہلیت چھین لینا چاہتے ہیں، وہ حرص و ہوا کے بندے اور ہوس پرست لوگ ہیں اور وہ احمق ہیں جو شریعتِ الہیہ کو چیلنج کر رہے ہیں۔

### تواہلیت و سربراہی:

مرد کی تواہلیت و سربراہی کا معنی صرف یہ ہے کہ وہ سربراہِ خاندان ہونے کی حیثیت سے افرادِ خاندان کے ابدان و ادیان کی سلامتی کا ذمہ دار ہے۔ وہ خاندان کو برائی و ذلالت اور انحراف کے راستوں سے دور رکھے گا۔ وہ اپنے آپ کو حدود اللہ کو قائم کرنے اور شعائرِ دینیہ کی تعظیم کرنے میں اعلیٰ مثال بنائے گا، وسعتِ ظہنی اور حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرے گا، وہ ایسا نگران ہے جو اپنی چراگاہ کی نگرانی کرتا ہے۔

سربراہِ خاندان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کام کاج، عبادت اور خاندان کی ضروریات کے لیے اوقات کی تقسیم میں توازن پیدا کرے، ہر حقدار کو اس کا پورا پورا حق دے، اگر گھر کا سربراہ اپنی

ذات کے علاوہ گھروالوں کی اصلاح، ان کے مسائل سننے اور ان سے مل بیٹھ کر بات کرنے کا وقت نکالنے سے عاجز ہو تو یہ اس کے لیے باعثِ ندامت امر ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

« يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو! إِنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ، وَتَقُومُ اللَّيْلَ، فَلَا تَفْعَلُ فَإِنَّ لِحَسَدِكَ عَلَيْكَ حَظًّا، وَلِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا، وَإِنَّ لِرِزْوَجِكَ عَلَيْكَ حَظًّا، صُمْ وَأَفْطِرْ، صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَذَلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ<sup>(1)</sup>»

”اے عبداللہ بن عمرو! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟ ایسا نہ کیا کرو (روزانہ روزہ اور رات بھر کا قیام نہ کیا کرو) تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی آرام میں حصہ ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ بھی رکھو اور نافع بھی کرو۔ ہر ماہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، یہ تمہارے لیے زمانے بھر کے روزوں کے برابر ہو جائیں گے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

(1) صحيح البخاري، رقم الحديث (1874) صحيح مسلم، رقم الحديث (1159)

## عفت و پاکدامنی کی برکات اور زنا کے خطرات

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد!

دینِ اسلام ہر خیر اور بہتری کو شامل اور تمام اعلیٰ امور و فضائل کا ضامن ہے۔ اس نے تمام اخلاقی کریمانہ کا حکم دیا ہے اور ہر بُری حرکت اور اخلاقِ بائستگی سے منع کیا ہے، ہر اس کام کا حکم دیا ہے جو بندے کے ظاہری و باطنی حسن و جمال میں اضافہ کرے اور ہر اس فعل سے اسے روک کر دور کر دیا ہے، جو اس کی شان اور قدر و منزلت میں کمی کا باعث ہو سکتا ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

«إِنَّ اللَّهَ كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكُرْمَاءَ، يُحِبُّ مَعَالِيَ الْأُمُورِ وَيَكْرَهُ سَفَاسِفَهَا»<sup>①</sup>

”اللہ عز و جل خود کریم ہے اور کریمانہ اخلاق والوں کو پسند فرماتا ہے۔ وہ اعلیٰ صفات کو

پسند کرتا اور رذیل عادات کو ناپسند کرتا ہے۔“

### عفت اور پاکدامنی:

یہی وجہ ہے کہ اسلام کے مقاصد اور اس کے اغراض و اہداف میں یہ بات شامل ہے کہ دلوں میں طہارت و پاکیزگی پیدا کی جائے اور انسانی مناشروں میں اعلیٰ اخلاق و کردار اور اچھے اعمال و خصائل کی تخم ریزی کی جائے، رذیل حرکتوں، قبیح عادتوں اور مہلک کبیرہ گناہوں سے انھیں دور رکھا جائے۔ انھی بنیادی اغراض و مقاصد کے پیش نظر اسلام چاہتا ہے کہ لوگ حیوانی انداز کی شہوت رانی اور شیطانی اخلاق و کردار سے دور رہیں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

«وَلَيْسَتَفِيفَ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ» [النور: ۳۳]

① المعجم الكبير (۶/۱۸۱) المستدرک للحاکم (۸/۴۸) نیز تصحیح: السلسلة الصحيحة، برقم (۱۳۷۸)

”اور ان لوگوں کو پاکدامن رہنا چاہیے جو اپنا نکاح کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے۔“

اور ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [النور: ۶۰]

”تاہم اگر وہ (ان سے بھی) پاکدامنی اختیار کریں تو ان کے لیے بہت افضل ہے، اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔“

صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ابوسفیان اور قیسر روم کا مکالمہ موجود ہے، جس میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

«يَأْمُرُنَا أَنْ نَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَبِنَهَانَا عَمَّا كَانَ يَعْْبُدُ آبَاؤُنَا، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ»<sup>①</sup>

”آپ ہمیں اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمارے آبا و اجداد جن اشیا کی عبادت کیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز قائم کرنے، صدقہ دینے، عفت و پاکدامنی اختیار کرنے، عہد و پیمانہ کو وفا کرنے اور امانتوں کے ادا کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔“

سنن ترمذی میں حسن سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

«عَرَضَ عَلَيَّ أَوْلَى ثَلَاثَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: شَهِيدٌ وَعَفِيفٌ مُسْتَعْفِفٌ، وَعَبْدٌ أَحْسَنَ عِبَادَةَ اللَّهِ وَنَصَحَ لِمَوْلَاهِ»<sup>②</sup>

”میرے سامنے وہ تین آدمی پیش کیے گئے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے:

① شہید۔ ② عفت و پاکدامنی اختیار کرنے والا۔ ③ وہ غلام جو اچھے طریقے سے اللہ کی عبادت کرے اور اپنے مالکوں کا خیر خواہ رہے۔“

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۷۸۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۷۷۳)

② سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۶۲۲) اس کی سند میں ”عامر عقیلی“ اور اس کا باپ ”عقبہ عقیلی“ مجہول ہیں۔

## نظامِ عفت کی برکات:

اسلامی نظامِ عفت و عصمت ہی وہ نظام ہے، جس کی بدولت انسانوں کے اخلاق و کردار اعلیٰ اخلاقی ضابطوں کے پابند رہتے ہیں اور رذیل حرکتوں اور اخلاقی انحطاط و گراؤٹ سے وہ بچے رہتے ہیں۔ وہ ان کے ارادوں کو کنٹرول کرتا اور ان کی شہوتوں کو بے ضابطہ ہو کر پھسلنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ نظامِ عفت و عصمت کہ جس میں انسانی عزت و شرف کے مظاہر پائے جاتے ہیں اور جسمانی طہارت و پاکیزگی اور ایمانی نزاہت و نظافت جنم لیتی ہیں۔

مروت و مردانگی اور عزتِ نفس و غیرتِ انسانی کے استخراج سے عفت و پاکدامنی وجود میں آتی ہے۔ جب یہ پیدا ہو جائے تو انسان کا دل نیک اعمال اور اعلیٰ انسانی آداب کو اپنانے کی طرف مائل ہو جاتا ہے، جو اسے عمدہ عادات اور اچھی صفات اپنانے پر آمادہ کرتا ہے اور حقیر عادات و خصائل اور ذلیل حرکات سے بالا رہنے پر ابھارتا ہے۔

اسلام عفت و عصمت کے تحفظ کا خاص خیال کرتا ہے تاکہ وہ عزت و شرف کا تحفظ کرے اور عزت و آبرو اور نیک نامی کی حفاظت کرے۔ اگر ایسا ہو جائے تو انسان کے ارادے قوی اور اس کا دل شجاعت و بہادری کا پیکر بن جاتا ہے، تب وہ شہوت پرستی کے جذبے کا غلام بنتا ہے نہ سر جھکائے اس کی اطاعت کرتا ہے، بلکہ وہ آسمانی شرف و فضیلت کا تابندہ ستارہ بن جاتا ہے، رذیل و ذلیل حرکات سے بہت بالا نکل جاتا ہے اور شہوت کو کنٹرول کر کے اس کی حدود میں بند کر دیتا ہے جن کے اندر رہنا ان کے لیے شرعی نظر اور اخلاقی مفہوم و قاعدے کی رو سے ضروری ہے۔

## ترکِ نظامِ عفت کے نتائج:

برادرانِ اسلام! جب ہم اسلام کے ان اعلیٰ قواعد و ضوابط کی بات کرتے ہیں تو ہر عقل و دانائی، بصیرت و بصارت رکھنے والے منصف مزاج شخص پر یہ حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ امور دینِ اسلام کے محاسن اور اعلیٰ صفات کا حصہ ہیں اور یہ بات بھی سامنے آ جاتی ہے کہ اسلام کی تعلیمات کتنی بلند تر ہیں۔ وہ اس بات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتا ہے کہ آج دنیا کے بے شمار علاقوں میں یہ نظامِ عفت و عصمت مفقود ہو چکا ہے، وہاں کھلی اباحت و بے حیائی کا دور دورہ ہے، وہاں کوئی شخص عزت و شرف کو جانتا ہے نہ آبرو نام کی کسی چیز کو پہچانتا ہے۔ حیوانوں کی سی ان کی

عادات ہیں اور ان کے ذلالت و فضیحت والے افعال و حرکات ہیں، ان کے ہاں نہ عزت کی پروا نہ غیرت سے تعلق، نہ مروت و مردانگی اور نہ شرافت و کرامت، شتر بے مہار شہوت رانی، عزت و آبرو سے بے پروائی، حیا داری کا ضیاع ہے اور بد ذوقی کی انتہا ہو چکی ہے، نہ کوئی اپنی مجرم عورتوں کی آوارگی پر غیرت کھاتا ہے اور نہ فحاشی و جرائم پر کسی کا ماتھا ٹھکتا ہے۔

اس اباحت پسندی نے کیا کیا گل نہیں کھلائے اور عفت و عصمت کو پس پشت ڈالنے اور طہارت و حیا کو ترک کرنے نے ان لوگوں کو کن کن اخلاقی بیماریوں میں مبتلا نہیں کیا۔ یہ اباحت ان میں وہ برائیاں لائی، جن کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ انہیں ان اضرار و نقصانات سے دوچار کیا جن کی مقدار کا اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔ ایسا فساد اور اخلاقی بگاڑ پیدا کیا کہ جرائم کی تعداد ہی معلوم نہیں کی جاسکتی اور نہ ان کے برے اثرات کا کوئی اندازہ لگایا جاسکتا ہے جن کے انتہائی قبیح نتائج سامنے آئے۔

### اسلامی نظامِ عفت و پاکدامنی:

افراد اور معاشروں کی سطح پر عفت و پاکدامنی پیدا کرنے اور نفاذ و حیا داری کو عام کرنے کے لیے اسلام کی تعلیمات اور شریعت کے قواعد میں بہت سارے طریقے موجود ہیں جن کے ذریعے سے یہ اعلیٰ مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

### نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت:

ان میں سے شریعت کے وہ اوامر، قطعی تعلیمات اور لازمی قوانین ہیں جو عام مومنوں اور تمام مسلمانوں کو شرمگاہوں کے تحفظ اور انہیں حرام سے بچانے کا حکم دیتے اور ذلیل حرکات اور افعالِ بد سے روکتے ہیں۔ شرمگاہوں کو فحاشی کے امور و افعال سے محفوظ رکھنے سے نفوس کا تزکیہ و طہارت یعنی امر ہے، اس سے معاشروں کی سلامتی اور امن کا تحفظ ہوتا ہے اور اس سے آبرو محفوظ ہوتی ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ ﴿٣٠﴾ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ ﴿٣١﴾ [النور: ٣٠، ٣١]

”مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے، اور مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مردوں اور عورتوں کی بڑی تعریف فرمائی ہے اور اسے فوز و فلاح اور نجات کا ذریعہ و علامت قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿۲﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ﴿۳﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ﴿۴﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿۵﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿۷﴾﴾ [المؤمنون: ۱ تا ۷]

”یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی، جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، جو لغویات سے مہ موڑ لیتے ہیں، جو زکات ادا کرنے والے ہیں، جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، مگر اپنی بیویوں یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملکیت میں ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے سے انھیں ملامت نہیں، اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے) نکل جانے والے ہیں۔“

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ وَمَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ أَضْمَنَ لَهُ الْجَنَّةَ»<sup>①</sup>

”جو شخص مجھے اپنے جبروں کے درمیانی چیز (زبان) اور اپنی ٹانگوں کی درمیانی چیز (شرمگاہ) کی ضمہ دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

اور مسند امام احمد میں صحیح سند سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا صَلَّتِ الْمَرْءُ حَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ رُوجَهَا، قِيلَ لَهَا: أُدْخِلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ الْأَبْوَابِ شِئْتَ»<sup>②</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۷۴)

② مسند أحمد (۱/۱۹۱) نیز دیکھیں: صحیح الترغیب والترہیب للألبانی، رقم الحدیث (۱۹۳۲)

”جو عورت نماز پنج گانہ کی پابندی کرے، ماہ رمضان کے روزے نہ چھوڑے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے، اسے کہا جائے گا: جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔“

### زنا کی قباحت:

اس حفاظت کو توڑنے اور اس عظیم قاعدے کی دیوار میں دراڑ پیدا کرنے والا سب سے بدترین فعل ”زنا کاری“ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ فعل تمام فحاشیوں میں سے بدترین فحاشی اور تمام مہلک کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے شرک، زنا کاری اور لواطت و اغلام بازی کو اپنی کتاب مقدس میں خباثت و نجاست قرار دیا ہے اور یہ نام اس نے کسی دوسرے گناہ کو نہیں دیا۔“<sup>(۱)</sup>  
پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

”گناہوں میں سے دل اور دین کو تباہ کرنے والا کوئی گناہ ان دو فحاشیوں (زنا و لواطت) سے بڑھ کر نہیں۔ ان دونوں میں دل اللہ سے دور کرنے کی خاصیت پائی جاتی ہے۔ جب دل ان دونوں پر لگ جاتا ہے تو وہ اللہ پاک سے دور ہٹ جاتا ہے، کیونکہ اللہ کی طرف تو صرف پاک افعال و اعمال ہی کی رسائی ہوتی ہے۔“<sup>(۲)</sup>

اللہ تعالیٰ نے زنا کاری کی ہلاکتیں، اس کا انجام بد اور اس کی قباحتیں بیان کرتے ہوئے اس سے روکا ہے اور فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٧٠﴾﴾ [الفرقان: ٦٨ تا ٧٠]

”اور وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہیں پکارتے، اور نہ کسی کو (ناحق) قتل کرتے ہیں

(۱) إغاثة اللہمان لابن القیم (۱/ ۷۱)

(۲) مصدر سابق (۱/ ۷۷)



کہ جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے، اور نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں، اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا، اسے قیامت کے دن دہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اس میں رہے گا، سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں۔“

نیز ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَا تَقْرُبُوا الزَّانِيَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ [الإسراء: ۳۴]

”اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، کیونکہ یہ فحاشی کا کام اور بہت ہی برا راستہ ہے۔“

زنا کاری مومنوں اور متقین کے اخلاق و کردار کے متافی فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحَرَّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النور: ۳]

”زانی مرد زانیہ یا مشرکہ عورت کے سوا کسی سے نکاح نہ کرے، اور زانیہ عورت سے بھی زانی یا مشرکہ مرد کے سوا کوئی نکاح نہ کرے، اور ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا ہے۔“

صحیح بخاری و مسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾<sup>(۱)</sup>

”کوئی زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔“

اور ابو داؤد وغیرہ میں ہے:

﴿إِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ كَالظُّلَّةِ عَلَى رَأْسِهِ، فَإِذَا انْقَلَعَ مِنْهَا رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ﴾<sup>(۲)</sup>

”جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل کر چھتری کی طرح اس کے سر پر منڈلاتا رہتا ہے اور جب وہ اپنے اس فعلِ بد سے ہٹ جاتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔“

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۴۷۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۵۷)

(۲) سنن أبی داؤد، رقم الحدیث (۴۶۹۰) نیز دیکھیں: السلسلة الصحيحة، رقم الحدیث (۵۰۹)

زنا تمام برائیوں کا مجموعہ اور تمام نقصانات کا جامع ہے۔ اس کی بدولت معاشرے میں خوفناک بیماریاں پھیلتی ہیں اور قابلِ احترام خاندان کا مفہوم ختم ہو جاتا ہے، برکتیں اٹھ جاتی ہیں اور روزیاں تنگ ہو جاتی ہیں۔ ان برائیوں پر مستزاد یہ ہے کہ یہ بنی نوع انسان کے مابین عداوت و بربریت کا باعث بھی بنتا ہے اور انہیں وباؤں اور امراض کا شکار بنا لیتا ہے۔

مشکاتِ نبوت سے پھوٹنے والے نور کی کرنیں ہمیں وہ سارے اضرار و نقصانات دکھاتی اور

شُرور و مفسد سے ہمیں خبردار کرتی ہیں، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

«لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ مَا لَمْ يَفُشْ فِيهِمْ وَلَكُذُ الزِّنَا، فَإِذَا فَشَا فِيهِمْ وَلَكُذُ الزِّنَا، أَوْ شَكَ أَنْ يَعْمَهُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ»<sup>(۱)</sup>

”میری امت اس وقت تک خیریت سے رہے گی جب تک اس میں زنا کی پیداوار نہ بچے عام نہیں ہوں گے، پھر جب اس میں حرامی بچے عام ہو جائیں گے تو اللہ انہیں عذابِ عام میں مبتلا کر دے گا۔“

مشدرک حاکم میں ارشادِ نبوی ہے:

«إِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِي قَوْمٍ فَقَدْ أَحْلَوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابًا»<sup>(۲)</sup>

”جب کسی قوم میں زنا کاری اور سود خوری پھیل جائے تو ان لوگوں پر اللہ کا عذاب نازل ہو جاتا ہے۔“

اور سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ إِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ، وَلَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ إِلَّا سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ»<sup>(۳)</sup>

”جب کسی قوم میں عہد شکنی عام ہو جائے تو ان میں قتلِ عام کی وبا پھوٹ نکلتی ہے اور جب کسی قوم میں فحاشی پھیل جائے تو اللہ ان پر موت کو عام کر دیتا۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) مسند احمد (۶/۲۳۳) مسند أبي يعلى، رقم الحديث (۷۰۹۱)

(۲) المستدرک للحاکم (۲/۳۷)

(۳) المستدرک للحاکم (۲/۱۲۶) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (۱۰۷)

«لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةَ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونَ  
وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضُوا»<sup>(۱)</sup>

”کسی قوم میں جب زنا کاری علانیہ عام ہو جائے تو اللہ ان لوگوں میں طاعون اور دیگر ایسے

النساک امراض پھیلا دیتا ہے جو ان سے پہلے لوگوں نے کبھی دیکھے ہوں نہ سنے ہوں۔“

مسلمانو! یاد رکھو: یہ زنا، چند لمحات کا کھیل، ایک خالص حیوانی فعل اور انتہائی بدترین شہوانی عمل ہے، جس کا انجام بہت ہی بھیانک ہے اور اس کے برے اثرات بہت ہی زیادہ ہیں۔ اس آوارہ لذت کے صرف چند لمحات ہوتے ہیں مگر راز کھل جانے پر بدنامی اور عار ہمیشہ دامن گیر رہتی ہے اور جبار و قہار خالق و مالک کا غضب بھی نازل ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کے خواب پر مشتمل ایک طویل حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«فَانْطَلَقْنَا فَاتَيْنَا عَلَى مِثْلِ التَّنُّورِ، أَعْلَاهُ ضَبِيقٌ، وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ، فِيهِ لَعَطٌ وَ  
أَصْوَاتٌ، قَالَ: فَاطْلَعْنَا فِيهِ، فَإِذَا فِيهِ رَجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ، فَإِذَا هُمْ يَأْتِيهِمْ  
لَهَبٌ مِنْ أَسْفَلٍ مِنْهُمْ، فَإِذَا أَنَاهُمْ ذَلِكَ ضَوْضُوا - أَي صَرَخُوا - فَقُلْتُ:  
مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِي»<sup>(۲)</sup>

”اور پھر ہم آگے چلے اور ایک تنور نما جگہ پر پہنچے جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے وسیع تھی،

اور اس میں چیخ و پکار کا شور مچا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اس میں جھانک کر

دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ عورتیں اور مرد سب ننگے ہیں اور ان کے نیچے سے آگ کے

شعلے آتے ہیں، جب شعلہ آتا ہے تو وہ مزید چیختے چلاتے ہیں۔ میں نے پوچھا: اے

جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے بتایا: یہ زنا کار مرد اور زنا کار عورتیں ہیں۔“

اللہ کے بندو! احکامِ الہی کی تعمیل کرو، اس کے اوامر کو بجا لاؤ اور نواہی سے باز رہو اور اس کی

قائم کردہ حدود سے تجاوز نہ کرو، یہ تمہارے لیے باعثِ سعادت و خوش بختی ہوگا، امن و سلامتی تمہارا

مقدر ہوگی اور فوز و فلاح تمہارا نصیب قرار پائے گی۔

(۱) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۴۱۹۹) السلسلۃ الصحیحۃ، رقم الحدیث (۱۰۶)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۳۸۶)

آج کے دور میں فحاشی کے بے شمار انداز پائے جاتے ہیں، جب فحاشی کا دیویوں منہ کھولے کھڑا ہو تو ان حالات میں مومن کو خاص طور پر اللہ کی نگرانی کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور اس کا خوف دل میں رہنا چاہیے۔ مسلمانوں کو صحیح بخاری و مسلم میں وارد وہ ارشاد نبوی ﷺ ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

« سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ » وَ ذَكَرَ مِنْهُمْ: « رَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَ جَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ »<sup>(۱)</sup>

”سات قسم کے لوگوں کو اللہ اس دن اپنے سائے میں جگہ عنایت فرمائے گا جس دن اس کے عرش کے سائے کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا۔ آگے آپ ﷺ نے ان میں سے ایک وہ شخص بھی ذکر کیا: جسے کوئی جاہ و منصب اور حسن و جمال والی عورت بدکاری کی دعوت دے اور وہ اس کی دعوت کو یہ کہتا ہوا ٹھکرا دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔“

وہ لوگ اس پر بطور خاص توجہ فرمائیں جن کی جوانی کی بہاریں بیت چکی ہیں اور وہ بڑھاپے کی گاڑی میں سوار ہو چکے ہیں، لیکن پھر بھی گناہوں سے لت پت زندگی گزار رہے ہیں۔ ایسے لوگ اس معاملے کی ہولناکی کو یاد کریں اور برے خاتمے اور بدترین ٹھکانے پر بھی نگاہ رکھیں اور سنیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

« ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانَ، وَمَمْلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ »<sup>(۲)</sup>

”قیامت کے دن اللہ تین قسم کے لوگوں سے بات کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر کرم فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: ① بوڑھا زانی۔ ② دروغ گو بادشاہ۔ ③ اور متکبر فقیر۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۶۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۳۱)

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۷)

## تہذیبِ نفس اور دعوتِ محاسبہ

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دینِ اسلام کو مکمل فرما دیا ہے اور اپنی نعمت کا اتمام کر دیا ہے۔ اس ذاتِ بابرکات نے ہمارے لیے دینِ اسلام کو پسند فرمایا ہے اور اس کے اصول و قواعد طے فرما دیے ہیں۔ اس میں بندوں کے مصالح و مفادات کو یوں جمع فرما دیا ہے کہ ہر اچھے کام کا حکم دے دیا ہے اور ہر برے کام سے منع کر دیا ہے۔ انسان کی عظمت کا معیار دین و اخلاق اور اسلامی آداب کو اپنانا ہے۔

دلوں کی آباد کاری:

اپنے نفوس کی تہذیب و تربیت دلوں کی تعمیر اور آباد کاری کا سبب ہے اور یہ اچھے امور کی دلیل ہے۔ اخلاق کی بھی حدود ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ان حدود سے تجاوز کر جائے تو وہ سرکش بن جاتا ہے اور اگر ان میں کوتاہی کی جائے تو یہ اہانت و نقص شمار ہوتا ہے، لہذا اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور جان لیں کہ جو دن گزر جائے وہ کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔

نفسِ امارہ کا کام:

نفسِ امارہ بالسوء کی طبیعت یہ ہے کہ وہ گزرے وقت کے بارے میں طرح طرح کے عذر گھڑتا رہتا ہے اور مستقبل کے سلسلے میں تمناؤں کے سبز بارش دکھاتا رہتا ہے۔ لوگوں میں سے از روئے عقل افضل ترین شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو خوب کنٹرول میں رکھے۔

زندگی موسمِ عمل ہے:

جو شخص اس زندگی کے شرف اور قیمت کو سمجھ جاتا ہے، وہ ہر اچھے اور افضل عمل کو انجام دینے

کی کوشش کرتا ہے۔ یہ عمر ایک موسم ہے اور باہوش و حواس آدمی نفسِ اشیا و اعمال ہی کو اختیار کرتا ہے۔ زندگی کی صحیح لذت صرف وہی پاسکتا ہے جو عملی و اخلاقی استقامت کا پیکر ہو اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو صحت و عافیت کے ایام کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان میں نیک عملوں کی کھیتی باڑی کر سکے۔ جنت میں سب سے بلند و بالا مقام و منزلت اس کی ہوگی جس نے زیادہ افضل عمل کیا ہوگا، اور افضل ترین عمل علمِ شریعت کا حصول ہے اور باقی جو کچھ ہے وہ اسی کے تابع ہے۔ جب علم نہ ہوگا تو جہالت ہوگی۔ عمر بڑی عزیز چیز ہے اور علم بہت گہرا سمندر ہے، لہذا افضل یہ ہے کہ اہم ترین کو پہلے اپنائے اور پھر اہم تر اور آخر میں اس سے بھی کم اہم کو۔ علم کے حصول کے لیے جدوجہد کرنا جس سے دین و دنیا کی خیر و بھلائی حاصل کی جاسکتی ہے، مال و متاع اور دنیا کے پیچھے دوڑ دھوپ کرنے سے کہیں بہتر اور زیادہ حقدار ہے اور زندگی کا ثمر تو علم و عمل کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

ہر وقت اللہ کی نظر میں:

جو شخص ہمیشہ سلامتی میں رہنا چاہے، اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی نگرانی اور ہر وقت اس کی نظر میں ہونے کا پختہ یقین رکھے۔ اگر کوئی شخص اپنے نفس کو اللہ کے تقوے کے منافی کسی چیز پر مطلقاً کھلا چھوڑ دیتا ہے تو یقیناً وہ اپنی اس غفلت کی جلد یا بدیر سزا ضرور پاتا ہے۔ اسے اس دھوکے میں نہیں آنا چاہیے کہ آپ نے برائی کی لیکن اس کے عوض میں آپ پر احسان کیا گیا اور آپ سمجھ بیٹھیں کہ شاید مجھے معاف کر دیا گیا ہے۔ بعض دفعہ گناہ گار شخص اپنے بدن اور مال میں صحت و سلامتی پاتا ہے تو وہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ مجھے کوئی سزا نہیں دی گئی، حالانکہ وہ کیا جانے کہ جو سزا اسے دی جا رہی ہے وہ اس سے غافل ہے، اور یہی غفلت اس کی سزا ہے۔ گناہ پر گناہ کرتے جانا بھی دراصل گناہ کی سزا ہی ہے۔ سزائیں کبھی تو فوراً نافذ کر دی جاتی ہیں اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کے حلم و بردباری کی وجہ سے موخر کر دی جاتی ہیں۔ خطا و گناہ کے بڑے ہی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور اگر یہ گناہ بہت زیادہ جمع ہو جائیں تو پھر یہ بہت ہی اذیت کا باعث ہو جاتے ہیں، ایسے میں اللہ کے سامنے گڑگڑانے اور گناہوں سے کنارہ کشی کر لینے سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ کبھی کبھی معمولی سی چنگاری پورے شہر کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ اگر کوئی شخص یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے اس قول پر غور کرے جسے قرآن نے نقل فرمایا ہے، جس میں وہ بڑی عاجزی سے کہتے ہیں:

﴿ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴾ [یوسف: ۸۸]

”اور (اے عزیزِ مصر!) ہم پر صدقہ کر، بیشک اللہ صدقہ کرنے والوں کو اچھی جزا دیتا ہے۔“

تو اسے بہ آسانی پتا چل سکتا ہے کہ گناہوں کی نحوست کیا ہے؟

جو شخص اپنے آپ کو شہوتِ رانیوں میں غرق کر لے اور تہذیب اور اصلاحِ قلب بھی طلب کرے تو اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا، لہذا فتنوں کے اسباب و ذرائع سے دور ہٹ جاؤ۔ کیونکہ ان کے قریب جانا آزمائش ہے، جس سے کسی کا بیج نکلتا بہ مشکل کام ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی کی چراگاہ کے ارد گرد رہے تو وہ کبھی بھی اس میں داخل ہو سکتا ہے اور اگر کوئی شخص حرص و ہوا کا غلام بننے کے بجائے صبر سے کام لیتا ہے تو اس کے لیے دنیا کے پھل پک کر تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر کبھی تنگدستی بھی آ جائے تو صبر کی دولت اسے کشائشِ عطا کر دیتی ہے، اور رضا بہ قضا اس کے دل کی تسلی کا باعث ہوتی ہے۔

نفسِ انسانی میں طمع و لالچ پایا جاتا ہے، اگر وہ مدد سے بڑھنے لگے تو اسے اوامر و نواہی کی تکمیل ڈال دیں۔ دنیا میں کسی کی شقاوت و بدبختی یہ ہے کہ وہ دنیا کی لذتوں میں انتہا کا خواہش مند ہو، جبکہ دنیا میں لذت ہے ہی کہاں؟ یہاں تو صرف درد سے کچھ راحت کی گھڑی میسر آتی ہے، بس صرف اتنی ہی لذت ہے۔

### تعلقات:

مسلمان بھائیوں کی ملاقات اگرچہ تھوڑے سے وقت کے لیے ہی کیوں نہ ہو، یہ زندگی میں ایک بہترین غنیمت ہے۔ جذبہ اطاعت پر قائم رہنا اور اچھی خصلتوں کا اپنانا نیکی ہے۔ صاحبِ رائے اور اہل بصیرت لوگوں سے میل جول رکھو، جن کی محبت میں ثقاہت، اسرار و رموز میں امانت داری اور بھائی بندی میں وفا کی صفات پائی جاتی ہوں۔ بچوں کی نگرانی رکھیں کہ وہ ایسے لڑکوں لڑکیوں سے نہ ملیں جو ان کے لیے مفسدِ اخلاق اور مخربِ عادات ہوں، جو ان کا مستقبل برباد کر دینے والے ہوں۔ انھیں اچھے ساتھیوں کی صحبت اپنانے پر آمادہ کریں، کیونکہ طبائع چور ہوتی ہیں اور وہ دوسروں کی عادات و اخلاق کو چوری چھپے اپنانے لگتی ہیں۔

### محاسبہٴ نفس:

اپنے نفس کے لیے ایک گھڑی مخصوص کر کے رکھ لو جس میں تم اپنے رب سے اپنی حاجتیں

مانگ سکو اور ایک گھڑی ایسی بھی ضرور ہونی چاہیے جس میں تم اپنا محاسبہ کر سکو۔ اپنے اعضاءے جسم پر گہری نگہ رانی رکھو، کہیں زبان سے کوئی بری بات نہ نکل جائے اور دل میں بلا وجہ کسی پر دشمنی و غصہ نہ جمع ہونے پائے۔ سب سے زیادہ کنٹرول کی ضرورت زبان اور آنکھ کے لیے ہے۔ نظر کو حرام کردہ اشیا کے لیے کھلا چھوڑ دینا، سعادت و نیک بختی کی راہ میں رکاوٹ ہے جو زندگی کو خراب کر دیتا ہے۔ بندہ جب اپنے اور مخلوق کے مابین تمام معاملات کی اصلاح کر لیتا ہے تو اس کا مقصود و مطلوب اسے حاصل ہو جاتا ہے۔

دنیا کی شہوت اور رنگینیاں ہلاکت کے پھندے ہیں۔ محاسبہ نفس کے لیے عزم و حزم سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ دنیا ایک میدان ہے اور واجب یہ ہے کہ اس میں سبقت لے جانے والا دماغ ہو۔ جس نے اپنے نفس کی لگام اپنی طبیعت اور ہوائے نفس کے سپرد کر دی وہ ضائع ہو گیا۔ دنیا میں جزا و سزا کی عجیب و غریب مثال یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا واقعہ ہے کہ جب انھوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا جو کچھ بھی کیا اور بالآخر وہ بڑے ستے دامنوں تک گئے، تو پھر وہ وقت بھی آیا کہ انھی بھائیوں کے ہاتھ انھی یوسف علیہ السلام کے سامنے اٹھ گئے اور وہ مٹیں کرنے لگے کہ ”ہم پر صدقہ کرو۔“

### فریبِ صحت و شباب:

جوانی اور صحت پر فریفتہ نہ ہوں۔ بوڑھے تو بہت کم مرتے ہیں، موت کی شرح تو جوانوں میں ہی زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اب بوڑھے کم ہی لوگ ہوتے ہیں۔ جس نے اپنے ضمیر کی اصلاح کر لی، اس کی عظمت و فضیلت کی خوشبو مہک اٹھی اور اس کی خوشبو سے دل چمک اٹھے۔ اخلاص پر نظر رکھیں، اس کے بغیر کوئی عمل نفع نہیں دیتا۔ اپنی آبرو کو گناہوں کی ذلت کے بدلے میں مت بیچو۔ جس چیز کی طرف دل مائل ہو رہا ہو، اسے ترک کرنے میں جتنی جدوجہد کریں گے، اتنی ہی اللہ کی محبت بڑھے گی۔

### وقت ایک غنیمت ہے:

کوئی ایسا کام جو نیک ہے اور آپ کر سکتے ہیں، اسے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ جو بیٹھ گیا وہ کم ہمتی کی وجہ سے بیٹھ گیا۔ تم ایسے میدان میں ہو کہ جس میں وقت ہاتھوں سے سرکتا جا رہا ہے۔ سستی نہ کریں، جو کھو گیا وہ سستی ہی کی وجہ سے کھو گیا اور جس نے کچھ پالیا تو وہ جدوجہد کر کے ہی پایا، خود پسندی کی گردن توڑ دو، تکبر ناپید ہو جائے گا۔ امام احمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:



”تمہیں چاہیے کہ خود پسند اور متکبر انسان سے تم کوئی حدیث نہ سنو۔“

جب تم اسباب کے ساتھ چٹ جاؤ گے تو اسباب کا اثر ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبْتَكُمْ كَثُرَتْكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا﴾ [التوبة: ۲۵]

”غزوہ حنین کے دن جب تمہیں تمہاری افرادی کثرت بہت ہی پسند آئی، مگر اس

کثرت نے تمہیں کوئی کام نہ دیا۔“

واقعہ حضرات یعقوب و یوسف علیہما السلام:

حضرت یعقوب علیہ السلام کا حال اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ان کی احتیاط کا اندازہ

کریں کہ انہوں نے فرمایا:

﴿وَ أَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ﴾ [یوسف: ۱۳]

”مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔“

اور یعقوب علیہ السلام کے لڑکوں نے وہی کلمہ کہا:

﴿أَكَلَهُ الذِّئْبُ﴾ [یوسف: ۱۷] ”اسے تو بھیڑیا کھا گیا ہے۔“

اللہ نے ہر کام کے لیے وقت مقرر کر رکھا ہے، اور غرض و غایت تک پہنچنے کے لیے راستے بنا رکھے ہیں۔ دنیا کی زینت اور مال و متاع میں سے بعض دفعہ کوئی شخص معمولی محنت ہی سے حظِ وافر پالیتا ہے اور بسا اوقات بھرپور محنت کرنے والا محروم رہ جاتا ہے۔ اسباب دراصل راستہ ہوتے ہیں، انہیں لازماً اختیار کرنا چاہیے۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ انہیں اختیار کرنا ہی عقوبت و سزا کا سبب بن جاتا ہے۔

واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعے پر غور کر کے دیکھیں کہ انہوں نے کہا:

”آج رات میں ایک سو عورت سے جماع کروں گا اور ہر عورت ایک لڑکے کو جنم دے

گی، مگر ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا، تو ان سو عورتوں میں سے صرف ایک کے سوا کوئی حاملہ

ہی نہ ہوئی، اور اس نے بھی بچے کا آدھا حصہ ہی جنم دیا۔<sup>①</sup>

خوشخبری ہے اس کے لیے جس نے مسبب الاسباب کو پہچان لیا اور وہ اس کے ساتھ ہی

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۲۴۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۶۵۴)

چمٹ گیا، یہی انتہائی غرض و غایت ہے۔

### امید و رجا اور خوف و خشیت:

ان سب کو اپنے اپنے مقام پر رکھو۔ جب پیاس بڑھ جائے تو اپنی امید کا دامن پھیلا دو، اللہ بڑا کریم ہے۔ کثرتِ دعا وہ بہترین چیز ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی ابتلا و آزمائش ہی ہے کہ بندہ دعا کرے اور قبول نہ ہو، لہذا اسے بار بار دعا کرنی چاہیے اور طویل مدت تک دعا کرتے رہنا چاہیے، اگر پھر بھی دعا کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو تو یہ بلا و مصیبت ہے جس پر صبر کرنا چاہیے۔ دعا کی قبولیت میں تاخیر دراصل ایک مرض کا نتیجہ ہے جس کا علاج کروانا ضروری ہے۔ کرمِ الہی بڑا وسیع ہے اور وہاں بخل کا کوئی دخل ہی نہیں ہے، البتہ بعض دفعہ قبولیت میں تاخیر کسی مصلحت کے تحت ہوتی ہے اور جلدی قبول ہو جانے میں نقصان ہوتا ہے تو یہ بلا میں بھی گویا نعمت کا ایک پہلو ہے۔

### قبولیتِ دعا میں تاخیر کے اسباب:

کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ قبولیتِ دعا میں مانع کوئی آفت و خطا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری روزی مشتبہ ہو، یا پھر عدمِ قبولیت کی سزا اس لیے دی جا رہی ہو کہ تم نے کوئی گناہ کیا تھا، اس سے توبہ تو کر لی مگر صدقِ دل سے نہیں کی۔ اگر اپنی حالت کو اچھا نہ پائیں تو اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کریں جن کا تم نے شکر ادا نہیں کیا، یا اپنے ان گناہوں کو ذہن میں لائیں جن کا تم نے ارتکاب کیا ہے۔ نعمتوں کے پلٹ جانے اور سزاؤں کے اچانک چھا جانے سے بچو۔ اگر بدن کسی خیر و بھلائی کے کام کو ادا کرنے سے عاجز و معذور ہے تو تمہاری نیت بدستور قائم رہنی چاہیے کہ میں یہ کام کروں گا۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ موت کے ساتھ ہی عمل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا، وہ ایسے اعمال و صدقات جاریہ سرانجام دیتا ہے جن کا اجر و ثواب اسے موت کے بعد بھی پہنچتا رہے۔ وہ ایسی اولاد کے حصول میں کوشاں رہتا ہے جو اس کے بعد اللہ کا ذکر کرتی اور اس کے لیے دعائیں کرتی رہتی ہے، اسی لیے تو کہتے ہیں: ”جس نے اولاد چھوڑی وہ گویا مرا ہی نہیں۔“ ارشادِ الہی ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴾

[حم السجدة: ۴۶]

”جس نے نیک عمل کیا وہ اس کا اجر پائے گا اور جس نے برائی کی وہ اس کا انجام بھگتے گا اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا ہرگز نہیں ہے۔“

## ذکرِ موت اور فکرِ آخرت:

حصولِ کمال بڑی عزیز دولت ہے، مگر کمال حاصل کرنے والے کمال بہت ہی قلیل و نادر الوجود ہوتے ہیں۔ ہر عقلمند کا کام یہ ہے کہ وہ ہر شب و روز میں بکثرت ذکرِ موت اور فکرِ آخرت کرے اور زبان کے ساتھ ساتھ دل بھی اس عمل میں مشغول ہوتا کہ وہ دنیاوی لالچ و طمع پر کوڑے برساتا جائے۔ موت کی بکثرت یاد آدی کو گناہوں سے محفوظ کر دیتی ہے اور اللہ کے حکم سے یہ ہلاکتوں سے بھی بچا لیتی ہے۔ دوسروں کی موت اور قبر تمہیں تمہاری موت اور قبر دکھاتی ہے۔

اللہ کی قضا پر صبر و رضا سے مشکل کوئی کام نہیں اور نہ اس سے افضل کوئی عمل ہے۔ دنیا میں سے جو چیز آپ کے ہاتھ سے نکل گئی اس پر غم زدہ نہ ہوں، اس مصیبت کو یوں سمجھو کہ تمہیں پہنچی ہی نہیں اور جو تم نے مانگا مگر ملا نہیں اسے یوں باور کرو کہ تم نے مانگا ہی نہیں تھا۔ جس نے اس دنیا کے سمندر پر غور کیا اور دیکھا کہ موجیں باہم کیسے ملتی اور چھڑتی ہیں، وہ شخص بلا مصیبت کے آنے پر غمگین نہیں ہوتا اور کسادگی آنے پر خوشی میں اپنے آپ سے باہر نہیں ہوتا۔

## غافل انسان:

سب سے زیادہ غافل وہ انسان ہے جو ساٹھ سال گزار کر ستر سالوں کے قریب پہنچ چکا ہے۔ ان دونوں عددوں کے مابین موت کی جائے معرکہ ہے اور جو جائے معرکہ میں اتر جائے وہ مقابلہ و ملاقات کے لیے تیار ہو جاتا ہے، اب اس کے جو دن بھی زندہ رہ کر گزر رہے ہیں یہ سب غنیمت ہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا يَزِيدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهُ إِلَّا خَيْرًا»<sup>①</sup>

”مومن کو اس کی عمر خیر و بھلائی میں اضافے سے نوازتی ہے۔“

دنیا ایسی چیز ہے کہ اس میں سے جو تمہارا نصیب ہے وہ تمہیں ضرور ملے گا، چاہے تم کمزور و ناتواں ہی کیوں نہ ہوں اور جو چیز تمہارے مقدر میں نہیں ہے وہ تمہیں ہرگز نہیں ملے گی تم چاہے کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں، جو تمہارے خلاف ہونے والا ہے اسے تم اپنی تمام تر قوتوں کے باوجود بھی روک نہیں سکتے اور عقل و دین سے بہتر کوئی مال نہیں ہے۔

و صلی اللہ علی نبینا محمد و علی آلہ و سلم۔

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۸۲)



# ماہِ جمادیِ الأولى

دوسرا خطبہ

مغربی تہذیب و تمدن  
کا فتنہ

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

3/8/2001 = 13/5/1422

پہلا خطبہ

زیارت و ملاقات کی اقسام  
اور  
اس کے آداب

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی رحمۃ اللہ علیہ

27/7/2001 = 6/5/1422

چوتھا خطبہ

نعمتِ امن و امان

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

17/8/2001 = 27/5/1422

تیسرا خطبہ

شیطانِ مکرو فریب  
اور  
اس سے نجات کی راہیں

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

10/8/2001 = 20/5/1422



## زیارت و ملاقات کی اقسام اور اس کے آداب

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الشیبی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنے کو پسند کرتا ہے، اور اسلام وہ دین ہے جو اجتماع و الفت اور باہمی پیار و محبت کا دین ہے۔ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا اور باہم تعارف و تعلقات پیدا کرنا اس کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے الگ تھلگ رہنے والے شخص پر اس شخص کو فضیلت دی ہے جو دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَيْهِمْ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَيْهِمْ»<sup>①</sup>

”جو مومن لوگوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ان کی اذیتیں سہتا اور ان پر صبر کرتا ہے، وہ اس مومن سے زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور نہ ان کی اذیتوں کو سہتا اور ان پر صبر کرتا ہے۔“

### زیارت و ملاقات کے فوائد:

ایک دوسرے کی زیارت کرنا باہم میل جول بڑھانے کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے، جس سے محبت بڑھتی ہے، دلوں میں تعلق پیدا ہوتا ہے اور روابط مضبوط ہوتے ہیں، اس سے لوگوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور کچھ تفریح طبع کا سامان پیدا ہوتا ہے، مصائب اور غموں کا بوجھ کچھ ہلکا ہوتا ہے۔ نیز زیارت و ملاقات میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو صاحب بصیرت پر مخفی نہیں ہیں۔

① سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۶۰۳۲)

اسوۂ حسنہ:

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کی زیارت کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مسلسل زیارت فرماتے تھے۔ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”میں نے جب ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ میرے والدین دین اسلام کے ماننے والے ہیں، تب سے کبھی کوئی ایسا دن نہیں گزرا کہ نبی مکرم ﷺ ہمارے گھر نہ آئے ہوں، آپ ﷺ ہر صبح و شام روزانہ دو مرتبہ قدم رنج فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن ہم بیٹھے تھے کہ کسی نے ظہر کے وقت کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں، حالانکہ اس وقت آپ ﷺ نہیں آیا کرتے تھے۔“<sup>①</sup>

اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”نبی اکرم ﷺ نے ایک انصاری صحابی کے گھر جا کر ان کی زیارت کی اور ان کے ہاں کھانا تناول فرمایا۔ جب آپ ﷺ نے تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا تو حکم دیا کہ گھر میں ایک جگہ پر چٹائی بچھائی جائے، چنانچہ اس پر آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور اہل خانہ کے لیے دعائے خیر کی۔“<sup>②</sup>

اقسام زیارت:

زیارت و ملاقات کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے بعض واجب و ضروری ہیں اور مستحب و نفل ہیں۔ یہ ایسے حقوق ہیں کہ تمام مخلوق اس کے اقرار پر متفق ہے۔ چھٹیاں ان حقوق کو ادا کرنے کا بہترین موقع ہوتی ہیں۔ اس طرح آپ اپنے اوقات کو مفید طریقے سے صرف کر سکتے ہیں۔ ہمارا موضوع محض یاد دہانی و نصیحت ہے، کیونکہ نصیحت و یاد دہانی انہی امور کو فائدہ دیتی ہے، اور یہ اس لیے بھی ہے تاکہ آج کی یہ چکا چونڈ اور جاذب دل و نظر چیزیں کہیں ان حقوق کو ذہنوں سے اتار نہ دیں۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ دورِ حاضر کی حالت اور اس کی چمک دمک نے ہم میں سے بہت

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۷۹)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۸۰)



سے لوگوں کو غفلت میں مبتلا کر رکھا اور انھیں یہ بھلا رکھا ہے کہ اولین فرصت میں انجام دینے والے کام کون سے ہیں۔ انھوں نے مباحات اور صرف جائز امور کو ادلیت دے رکھی ہے اور واجبات و مستحبات کی حیثیت ان کے نزدیک ثانوی ہو گئی ہے۔ ذرائعِ ابلاغ نے بھی بعض لایعنی امور کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کرنا شروع کر رکھا ہے کہ اس کے نتیجے میں بعض واجب و مستحب حقوق سے بے پروائی کا رویہ اختیار کیا جا رہا ہے۔

### والدین کی زیارت:

اس بات سے کسے انکار ہے کہ والدین کی زیارت و ملاقات والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حصہ ہے۔ ان کی مسلسل زیارت کی جائے اور ان کے حقوق ادا کیے جائیں، ان کے حال احوال کی خبر رکھی جائے، انکے ساتھ تعاون کیا جائے، ان کی ضروریات پوری کی جائیں اور ان کی خدمت کے ساتھ ساتھ ان سے محبت و عزت کا رویہ اپنایا جائے۔ کام کاج اور مصروفیات چاہے کتنی ہی کیوں نہ ہو جائیں، اولاد کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں ہے کہ وہ والدین سے میل ملاقات سے غفلت برتیں۔ محض وقتی کشش والی اشیا کے پیچھے لگ کر ان کے ساتھ حسن سلوک سے غفلت نہیں برتنی چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا بہت بڑا مقام بیان فرمایا ہے اور ان کے حقوق ادا کرنے کو واجب قرار دیا ہے، اس لیے ان کی عزت و تکریم انتہائی ضروری ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبُلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا وَ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَبِّ ارْحَمْنَاهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ﴿٢٤﴾﴾ [الإسراء: ٢٣، ٢٤]

”اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک آپ کے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے تو انھیں اف تک نہ کہو، اور نہ ان کے ساتھ سختی سے بات کرو، بلکہ ان کے ساتھ انتہائی نرم لہجے میں بات کرو اور ان کے سامنے انتہائی تواضع اور رحم دلی سے رہو، اور یہ دعا کرتے رہو کہ اے اللہ! ان دونوں پر تو بھی اسی طرح رحم

فرما، جس رحم و کرم سے انھوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔“

ایک آدمی نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے پوچھا: «أَحْيَىٰ وَالِدَاكَ؟» «کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟» اس نے عرض کی: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ» «ان کی خدمت کر تیرے لیے یہی جہاد کافی ہے۔»<sup>①</sup>

### قربت داروں کی زیارت:

قربت داروں کی اس نیت سے زیارت کرتے رہنا چاہیے کہ یہ صلہ رحمی ہے اور روابط و تعلقات کے لیے دوام، ان کے احوال کی خبر گیری ان کی مادی و اخلاقی مدد کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کو اللہ سے تعلق استوار کرنا قرار دیا ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتَّىٰ إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ قَالَتِ الرَّحِمُ: هَذَا مَقَامُ الْعَائِدِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ، قَالَ: نَعَمْ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مِنْ وَصْلِكَ، وَأَقْطَعَ مِنْ قَطْعِكَ؟ قَالَتْ: بَلَىٰ، يَا رَبِّ! قَالَ: فَهُوَ لَكَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: فَافْرُوْا إِن شِئْتُمْ...»<sup>①</sup>

”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا اور جب وہ ان کی تخلیق سے فارغ ہوا تو رحم نے کہا: قطع رحمی سے تیری پناہ مانگنے والے کا یہ مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جس نے تجھے ملایا اسے میں بھی ملاؤں گا اور جس نے تجھے قطع کیا اسے میں بھی قطع کروں گا؟ تو رحم نے عرض کی: میں راضی ہوں، اے میرے رب! تو اللہ نے فرمایا کہ سمجھ لو میں نے تجھے یہ دے دیا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو۔ تو یہ ارشادِ الہی پڑھ لو:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَتَّبِعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾

[محمد: ۲۲]

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۹۷۲)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۹۸۳)

”اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔“

### پڑوسیوں کی زیارت:

زیارت کی مختلف اقسام میں سے ایک قسم پڑوسیوں کی زیارت بھی ہے، تاکہ ان کے حالات کی خبر گیری کی جاسکے، کسی معاملے میں ان کے ساتھ تعاون کیا جائے اور ان کی خوشی و غمی میں شرکت کی جاسکے۔ پڑوسی کے حقوق کی عظمت اور ان کے مقام و مرتبے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِيْنِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورُّهُ»<sup>(۱)</sup>

”جبریل علیہ السلام مسلسل مجھے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید یہ پڑوسی کو وارث ہی بنا دیں گے۔“

### بیماروں کی مزاج پرسی اور زیارت:

ایک مسلمان کا اپنے دوسرے مسلمان بھائی پر یہ حق ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی مزاج پرسی کرے۔ اس عیادت اور مزاج پرسی کے بیمار کی طبیعت پر بڑے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ عیادت اس کے دل کو مطمئن کرتی، اس کے سینے کو کھولتی، اسے بیماری کی اذیت کا احساس کم کرنے میں مدد دیتی اور اس کی تکلیفوں میں تخفیف کا باعث بنتی ہے، خصوصاً جب عیادت کے دوران ہی مریض کے لیے دعائیں بھی کی جائیں۔ بیمار کی عیادت و بیمار پرسی میں سستی کرنا حقوق اللہ میں سے ایک حق میں سستی و کوتاہی کرنے کے برابر ہے، کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ! مَرَضْتُ فَلَمْ تَعُدَّنِي؟ قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ أَعُوذُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ! قَانَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرَضَ فَلَمْ تَعُدَّهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ زُرْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ»<sup>(۲)</sup>

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۱۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۲۴)

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۶۹)

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کہے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تم نے میری عیادت نہیں کی؟ وہ کہے گا: اے اللہ! میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو سارے جہانوں کا پروردگار ہے؟ اللہ کہے گا: تمہیں پتا نہ چلا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے مگر تو نے اس کی عیادت نہ کی، تمہیں معلوم نہیں کہ اگر تم اس کی عیادت کے لیے جاتے تو مجھے بھی وہاں ہی پاتے؟“

اے مسلمان! کیا اب بھی تم اس سے مستغنی ہو سکتے ہو کہ بیمار کی عیادت کر کے اللہ کی رحمتوں کو سمیٹ لو، تاکہ یہ عیادت تمہارے گناہوں کی مغفرت و بخشش کا سبب بن جائے؟ اگر تم مریض کے پاس جاتے ہو تو اس کا مرض کم ہو جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب کسی کی تیمارداری کے لیے تشریف لے جاتے تو اس کے پاس جا کر فرماتے:

«لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ»<sup>(۱)</sup>

”کچھ فکر نہ کرو، کیونکہ یہ بیماری اللہ نے چاہا تو تمہارے گناہوں سے طہارت کا باعث ہے۔“

بیمار کی عیادت کے دوران اسے نصیحت کریں کہ شفا کی امید صرف اللہ سے رکھیں اور اسے یاد دلائیں کہ اللہ ہی شفا دینے والا ہے، نیز اسے بتائیں کہ جو قسمت میں لکھی ہو وہ تکلیف ٹل نہیں سکتی اور جو نہ لکھی ہو وہ پہنچ نہیں سکتی، اس کے ساتھ اسے صبر و رضا اور اللہ کی قضا پر خوش رہنے کی بھی تلقین کریں۔

### تعزیت کے لیے ملاقات:

کسی فوت شدہ شخص کی تعزیت کے لیے اس کے گھر والوں کی زیارت کرنی چاہیے، کیونکہ یہ بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے، حتیٰ کہ سیدنا عمرو بن حزام رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعْرِضُ أَخَاهُ بِمُصِيبَةٍ إِلَّا كَسَاهُ اللَّهُ مِنْ حُلَّةِ الْكِرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»<sup>(۲)</sup>

”کوئی مومن اگر اپنے کسی بھائی سے تعزیت کرے اور اس کی مصیبت پر اسے تسلی دے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے عزت و کرامت کا لباس پہنائے گا۔“

### قیہوں کی زیارت:

زیارت کی اقسام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قیہوں کی زیارت کریں اور ان کے ساتھ شفقت و پیار

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۶۵۶)

(۲) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۱۶۰۱)

سے پیش آئیں۔ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر غور کریں، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا» و أشار بالسبابة و الوسطى و فرج  
بینہما شیئاً.<sup>(۱)</sup>

”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے۔“ اور یہ بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا اور ان دونوں کے درمیان معمولی سا فاصلہ رکھا۔“

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”یتیم کی کفالت کرنے والا وہ ہے جو اس کے نان و نفقہ وغیرہ کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہو۔“<sup>(۲)</sup>

### اہل علم و تقویٰ کی زیارت:

یہ انتہائی بار آور زیارت ہے۔ اہل علم و فضل، اصحابِ خیر و صلاح اور اربابِ ورع و تقویٰ کی زیارت کر کے ان کی عبادات، ان کے زہد، ان کے وقار اور ان کی خشیتِ الہی کو دیکھ کر اپنے لیے مشعل نور بنایا جاسکتا ہے۔ امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں جب فضیل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھتا ہوں تو میری حزن کی کیفیت تازہ ہو جاتی ہے اور میں اپنے آپ کو ناپسند کرنے لگتا ہوں۔ انھوں نے اتنا کہا اور رو دیے۔“<sup>(۳)</sup>

اپنے ہم عصر علما کی زیارت و ملاقات کے ساتھ ہی آپ گزرے ہوئے علما رحمۃ اللہ علیہم سے بھی ملاقات کر سکتے ہیں جو اس طرح ممکن ہے کہ تاریخ اور سیرت و سوانح کی وہ کتابیں پڑھیں جن میں متقدمین علما کے تذکارِ جمیل پائے جاتے ہیں۔

### عام مسلمان بھائیوں کی زیارت و ملاقات:

اللہ کی رضا کے لیے عام مسلمانوں کی باہمی زیارت و ملاقات ایک دوسرے کے دل میں

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۳۰۴)

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی (۸/۱۱۳)

(۳) تاریخ دمشق (۴۸/۳۸۹) تہذیب التہذیب (۸/۲۶۵)

بہجت و سرور پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے اور اس سے اللہ اپنے بندے سے محبت کرنے لگتا ہے۔  
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخَاهُ فِي قَرْيَةٍ، فَأَرَصَدَ اللَّهُ لَهُ عَلَى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا، فَلَمَّا أَتَى عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: أَخَا لِي فِي هَذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ»<sup>(1)</sup>

”ایک آدمی نے کسی گاؤں میں رہنے والے اپنے ایک بھائی کی زیارت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے پر ایک فرشتہ بھیجا، وہ اس سے ملا تو اس نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہنے لگا: اس گاؤں میں میرا ایک مسلمان بھائی رہتا ہے، میں اس کی زیارت و ملاقات کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے کہ جسے تم لوٹانے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، میں اس سے صرف اللہ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہوں، تو اس فرشتے نے کہا: میں اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے اللہ کے لیے محبت کرتے ہو، اسی طرح اللہ بھی تم سے محبت کرنے لگا ہے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِرَجَالِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ... النَّبِيِّ فِي الْجَنَّةِ وَالصَّادِقُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ، وَالرَّجُلُ يَزُورُ أَخَاهُ فِي جَانِبِ الْمِصْرِ فِي الْجَنَّةِ»<sup>(2)</sup>

”کیا میں تمہیں جنتیوں کی خبر نہ دوں؟ نبی جنت میں جائیں گے، شہید جنت میں جائیں گے، صدیق جنت میں جائیں گے، مولود (بچہ) جنت میں جائے گا اور وہ آدمی جو کسی شہر (یا گاؤں) میں جا کر اپنے کسی بھائی سے ملاقات کرے وہ بھی جنت میں جائے گا۔“  
ایک حدیثِ قدسی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(1) صحیح مسلم، رقم الحدیث (2567)

(2) المعجم الكبير (19/140) صحیح الجامع، رقم الحدیث (2604)

« وَجَبَتْ مُحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ،  
وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ ① »

”ان لوگوں کے لیے میری محبت واجب ہوگئی جو میری رضا کے لیے باہم محبت کرتے، باہم مل بیٹھتے ہیں، باہم زیارت و ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔“  
یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کرتا۔ وہ تمہیں اپنی محبت سے نواز دے گا، لیکن تب جب تم اللہ کی رضا کے لیے اپنے کسی بھائی کی زیارت کرو گے۔

### آدابِ زیارت و ملاقات:

زیارت و ملاقات کے کچھ آداب ہیں جن کی رعایت رکھی جائے تو میل جول صحیح بنیاد پر قائم ہوگا، زیارت کے اغراض و مقاصد مثلاً مودت و محبت کی روح کو پھیلایا جاسکے گا اور اجر و ثواب اور فائدہ بھی ملے گا۔

### ① مناسب دن اور وقت:

زیارت کے اہم ترین آداب میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی مناسب دن اور دن کا بھی کوئی مناسب وقت تلاش کیا جائے۔ بلا اجازت گھروں پر جا دھمکنہ اسلامی آداب و اخلاق کے منافی فعل ہے۔ واجب زیارتوں کو چھوڑ کر عام مستحب زیارتیں اگر طویل اور بکثرت ہو جائیں تو وہ بھی اکتاہٹ کا باعث ہو جاتی ہیں، وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور مہمان بھاری لگنے لگتا ہے اور اس سے محبت کم ہو جانے کا بھی امکان ہوتا ہے۔

اچھی گفتگو اور اچھا استقبال اس بات کا باعث نہیں بنا لینا چاہیے کہ آپ وہاں لےجے ہی ہو جائیں اور لمبی لمبی گفتگوئیں شروع کر دیں۔ میزبان اگر علما وغیرہ جیسا کوئی ذمہ دار شخص ہو تو یہ بات اور بھی اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ ذمہ داریاں بکثرت ہونے کی وجہ سے ان کے اوقات پہلے ہی بڑے تنگ ہوتے ہیں، ان کے اوقات بڑے قیمتی ہوتے ہیں اور ان کی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہوتا ہے، لہذا تمام تر بھلائی اسی میں ہے کہ اوسط درجے کو اختیار کیا جائے، یعنی نہ یہ ہو کہ فقط سلام کیا اور چل دیے اور نہ یہ کہ ڈیرے ڈال کر بیٹھ ہی گئے۔

① موطأ الإمام مالك، رقم الحديث (6711) مسند أحمد (5/ 233)

## ② فضول ملاقاتیں:

لا یعنی قسم کی زیارت و ملاقات کی کثرت فضول گوئی، چغلی و غیبت اور ناجائز کھیل تماشوں کی شکل اختیار کر جانے کا باعث بن جاتی ہے۔ بعض رشتے داروں کی باہمی زیارت اور میل ملاپ اتنی عام ہو جاتی ہے کہ ان میں عرف عام اور عادت بن جاتی ہے کہ خواتین اور ان کے رشتے داروں کے بکثرت میل جول کے نتیجے میں بعض فتنے سر اٹھاتے ہیں اور شیطان کے لیے بڑے بڑے دروازے کھول دیتے ہیں۔

## ③ اجازت طلب کرنا:

وہ شرعی آدابِ زیارت جن کی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو تعلیم دی ہے، ان میں سے ایک بلند ترین ادب: اجازت طلب کرنا ہے، تاکہ گھروں کی حرمت و احترام قائم رہے اور اس کے ذریعے تہذیبِ نفس بھی ہو۔ نبی مکرم ﷺ بھی اپنے صحابہ کو طلبِ اجازت کا ادب سکھلایا کرتے تھے۔ قبیلہ بنی عامر کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینا چاہی، جبکہ آپ ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے اور عرض کی: کیا میں گھر میں داخل ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا:

«أَخْرُجْ إِلَيَّ هَذَا فَعَلِمَهُ الْإِسْتِئْذَانُ، فَقُلْ لَهُ: قُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَدْخُلْ؟»<sup>①</sup>

”جاؤ اس آدمی کو اجازت لینے کا صحیح طریقہ بتاؤ کہ وہ یوں کہے: السلام علیکم! کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ اس صحابی نے یہ بات سن لی اور فوراً تعمیلِ ارشاد کی اور کہا: السلام علیکم، کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ تب نبی مکرم ﷺ نے اسے اجازت دی اور وہ اندر داخل ہوا۔“

گھروں کی عزت و احترام اور حرمت کا تو یہ عالم ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے دروازے کے کسی سوراخ سے اندر جھانک رہا ہو اور اندر سے کسی طرح اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے تو اس کی آنکھ کی کوئی قیمت نہیں ہوگی، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

① سنن أبي داود، رقم الحدیث (۵۱۷۷)



«لَوْ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ فَحَدَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَاتَ عَيْنَهُ، مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ»<sup>①</sup>

”اگر کوئی شخص تمہاری اجازت کے بغیر کسی سوراخ وغیرہ سے جھانک رہا ہو اور تم ننگر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔“

طلبِ اجازت کا یہ ادب ایک تو گھر کی حرمت و عزت کو قائم رکھنے کا باعث بنتا ہے، دوسرے گھر والوں کو کسی کے اچانک آدھکنے کے نتائج (ب، پردگی وغیرہ) سے محفوظ رکھتا ہے۔

### ④ آہستہ دستک:

طلبِ اجازت اور آدابِ زیارت میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ آنے والا بڑے نرم اور دھیمے انداز سے دروازے پر دستک دے، اپنے بودے انداز سے اجازت طلب کر کے گھر والوں کے لیے پریشانی کا باعث بنے اور نہ اپنے یوں اجازت طلب کرنے اور آنے سے گھر والوں کو اذیت پہنچائے۔ نیل دینے اور گھٹی بجانے کا انداز بھی اسی سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔

### ⑤ دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہونا:

طلبِ اجازت کے بعد دروازے کے سامنے کھڑا رہے اور نہ دروازہ کھلنے اور اسے اجازت ملنے سے پہلے اندر کی طرف جھانکے۔ یہ سب آدابِ گھروں کا احترام بحال رکھنے کے لیے ہیں، تاکہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں اطمینان کے ساتھ اور عزت و پروے سے رہ سکیں۔

### ⑥ تین مرتبہ اجازت طلب کرنا:

آنے والا تین مرتبہ اجازت طلب کرے، اگر اجازت مل جائے تو بہتر ہے، ورنہ لوٹ جائے، کیونکہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤَدَّنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ»<sup>②</sup>

”اگر کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ لوٹ جائے۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۸۸۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۱۵۸)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۲۴۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۱۵۳)

﴿وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَأَرْجِعُوا هُوَ أَزْكى لَكُمْ﴾ [النور: ۲۸]

”اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ، یہی بات تمہارے لیے پاکیزہ ہے۔“

اجازت نہ ملنے سے آنے والا کچھ بد دل سا ہو کر لوٹتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہی تمہارے لیے پاکیزہ بات ہے، لہذا ناراض ہونے، تکلیف محسوس کرنے اور افسوس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ تمہارے لیے دروازہ کیوں نہ کھولا گیا، کیونکہ لوگوں کے کئی اسرار و بھید اور عذر ہیں، ہمیں چاہیے کہ انہیں معذور سمجھیں۔

### اخلاقِ اسلامیہ:

یہ اسلامی تربیت ہے جو لوگوں کی اجتماعی زندگی کا دھارا موڑ دیتی ہے اور ان میں انتہائی پاکیزہ شعور اور نہایت عمدہ احساسات نیز اخلاقِ فاضلہ و عالیہ کے خالص و صادق جذبات کو جنم دیتی ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ وہ ایسی امت بنائے جن کے سینے صاف، دل پاک، احساسات انتہائی مہذب اور تصورات انتہائی صاف ستھرے ہوں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«مَنْ عَادَ مَرِيضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَهُ فِي اللَّهِ نَادَاهُ مُنَادٍ أَنْ طَبْتُ وَطَابَ مَمْسَاكَ، وَتَبَوَّاتٌ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا»<sup>①</sup>

”اگر کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کرے یا اپنے کسی مسلمان بھائی کی زیارت کرے تو اللہ کی طرف سے منادی کرنے والا یہ منادی کرتا ہے کہ تم عمدہ ہوئے اور تمہارا چلنا عمدہ ہوا اور تم نے اپنے لیے جنت میں مکان بنا لیا۔“

### مستحب زیارتیں:

مستحب زیارتوں میں سے صرف مردوں کے لیے زیارتِ قبور ہے، جو دلوں میں رقت اور نرمی پیدا کرتی ہے اور دنیا میں زہد اختیار کرنے کا داعیہ دلوں میں جنم لیتا ہے۔ یہ عبرت و نصیحت پیدا کرتی ہے اور غرور کا سر توڑتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کی ترغیب دلائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے:

«نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا»<sup>②</sup>

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۰۰۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۴۴۳)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۹۷۷)

”میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب ان کی زیارت کیا کرو۔“

آپ جب قبر کی زیارت کریں گے تو موت یاد آئے گی، مُردوں کے لیے سلامتی اور مغفرت کی دعائیں کریں گے اور آپ وہاں کھود کر تیار کی گئی قبروں کو دیکھیں گے جن میں سے کسی ایک میں ایک دن تم نے بھی جانا ہی ہوگا۔ جب بھی دل پر غفلت چھانے لگے اور آپ کی طبیعت میں دنیا کی کشش کا غلبہ ہونے لگے تو قبرستانوں کی طرف نکل جایا کرو اور ان لوگوں کے بارے میں غور و فکر کیا کرو جو کل تک آپ کی طرح ہی اس دنیا میں کھاتے پیتے اور دنیا کی عیش و عشرت میں تھے، آج وہ کہاں جا رہے ہیں؟ وہ آج اپنے اعمال کے دستِ نگر ہو چکے ہیں، آج انہیں اپنے کیے ہوئے اعمالِ صالحہ کے سوا کوئی چیز کام نہ دے گی۔

زیارتِ قبور انسان کو موت کے بعد والے حالات کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرتی ہے اور وہ اس وقت کے لیے عملِ صالح کر کے تیاری کرتا اور یاد کرتا ہے کہ اللہ کے پاس اس کے لیے قیامت کے دن کیا ہے؟ وہ اپنی تمام تر قوتیں اس بات پر صرف کرنے لگتا ہے کہ وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سے کیسے چھٹکارا پا سکتا ہے؟ تب جا کر وہ ہر تفسیر پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور اللہ کی جناب میں جو بھی کوتاہی کی ہوتی ہے، اس پر اپنے آپ کو کوستا ہے۔

### زیارتِ قبور کے لیے رختِ سفر باندھنا؟

زیارتِ قبور کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کے لیے ددر دراز کا سفر اختیار کیا جائے، قبروں کی مٹی پر لوٹ پوٹ ہوا جائے، ان کا طواف کیا جائے، مزاروں کو چھوا اور چوما چانا جائے، ان کے لیے نذرانے اور تحائف پہنچائے جائیں، مُردوں کو پکارا جائے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر دعائیں مانگی جائیں، یہ سب ناجائز امور ہیں۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکیات کے سدِ باب کے لیے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اور جب

صحابہ کے دلوں میں توحیدِ خوب رچ بس گئی تو انہیں جائز طریقے سے زیارتِ قبور کی اجازت دے دی۔<sup>①</sup>

اگر کسی نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ طریقے کو چھوڑ کر اپنے اختیار کردہ طریقے کے

① إغاثة اللہفان (۱/۲۰۰)

مطابق قبروں کی زیارت کرنا چاہی تو اسے ایسی زیارت کی اجازت ہی نہیں ہے۔  
 بعض لوگ مُردوں سے مناجات کرتے اور مشکل کشائی و حاجت روائی کے لیے انھیں وسیلہ  
 بناتے ہیں، جبکہ اسلام نے اس سے سختی سے منع کیا ہے، کیونکہ تو سئل، دعا اور سوال کرنا اللہ کے حقوق  
 اور اس کے خصائص میں سے ہے۔ اللہ وحدہ لا شریک لہ ہی قریب سے سننے والا، شکایتوں کو سننے  
 اور انھیں پورا کرنے کی قدرت رکھنے والا ہے۔ مُردے کیا اور زندہ کیا، یہ کام اللہ کے سوا دوسرا کوئی  
 نہیں کر سکتا۔ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعْنَتْ فَاسْتَعْنِي بِاللَّهِ»<sup>①</sup>

”جب سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب مدد طلب کرو تو بھی اللہ سے کرو۔“

غیر اللہ سے (ما فوق الفطرت چیز کا) سوال اسے پکارنے کی طرح ہے اور یہ شرک ہے،  
 کیونکہ دعا و پکار تو عبادت ہے، جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ»<sup>②</sup> ”دعا عبادت ہے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله  
 رب العالمين.

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۵۱۶)

② سنن أبي داود، رقم الحدیث (۱۴۷۹) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۹۶۹) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث

(۳۸۲۸) وقال الترمذی: ”هذا حدیث حسن صحیح“

## مغربی تہذیب و تمدن کا فتنہ

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح بن محمد البدیر رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! تقویٰ اختیار کرو، کیونکہ اس کا تقویٰ ہی بہترین کمائی ہے اور اس کی اطاعت ہی اعلیٰ حسب و نسب ہے۔ اس کا تقویٰ اختیار کرو، روزِ آخرت میں خیر کے امیدوار رہو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

[آل عمران: ۱۰۲]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا صحیح حق ہے، اور تمہیں موت نہ آئے، سوائے اس کے کہ تم مسلمان ہو۔“

### تہذیبِ مغرب کی یلغار:

مسلمانو! آج اہل اسلام ایک زبردست مقابلے سے دو چار ہیں، ان پر ماڈرن اندازِ زندگی اور مغربی تہذیب نے یلغار کر دی ہے، جو روحانیت سے عاری سراسر مادی، گھٹیا درجے کی خالص دنیاوی تہذیب ہے، یہ اسلامی آداب و اخلاق اور عمدہ قدروں سے بھی تہی دست ہے، وہ تہذیب جو سراسر دھوکا اور نری تباہی ہے، جس کی تپش اس تہذیب کو بنانے والوں نے خود سینک لی ہے، اس کی تباہیوں اور بربادیوں کا مزہ وہ خود چکھ چکے ہیں، جو محض بلا و مصیبت، بدبختی، فسق و فجور، اضطراب و پشیمانی، ہتکِ عزت و آبروریزی، خودکشی، اغواء، حرام طریقے سے استنقرار پا جانے والے حمل کا آپریشن، غیر فطری شہوت رانی اور مختلف نشوں میں دھت رہنے کا دوسرا نام ہے۔

لوگ جاوہِ حق سے ہٹ چکے ہیں۔ اب سارا معاملہ ہی الٹ چکا ہے۔ جسم ماندہ اور عقل

درماندہ ہے۔ یہ ایک ایسی تہذیب ہے جس میں حلال و حرام اور فائدہ مند و ضرر رساں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بازار ٹھنڈے، کلب زوروں پر اور دل پڑمرده و پریشان ہیں۔

یہ انتہائی مایوس کن تہذیب ہے جو اپنے ہی افراد کی حمایت و حفاظت سے عاجز ہے، یہ ایک دن کے لیے بھی اپنے افراد کی عزت و آبرو کا تحفظ کر سکی، نہ ان کے آنسو پونچھ سکی اور نہ ہی انہیں ایک دن کے لیے ہی پرسکون زندگی مہیا کر سکی۔

یہ تہذیب تنگدستی، اجرن زندگی، بدبختی، پریشانی اور کرب و بلا کی تہذیب ہے جو دراصل شریعتِ الہیہ سے روگردانی کرنے والوں کی سزا ہے۔ کھیل تماشے اور سیاحت و تفریح کے وسائل اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ہی ممکن نہیں، اور یہ سب اس لیے ہے کہ قلق و اضطراب سے نجات حاصل کی جاسکے، مگر اس خیال است و محال است و جنوں۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [الأنعام: ۱۲۵]

”اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو غلاظت و گندگی اور ناپاکی سے لت پت کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“

اسی تہذیبِ مغرب نے نئی نئی مصنوعات اور ایجادات دنیا کو دیں، مگر اس نے جو چیز بھی بنائی اپنی تباہی کے لیے ہی بنائی، بلکہ اپنی تباہی و ہلاکت کا سامان کرنے پر یہ تہذیب سبقت لے گئی۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَإِنْ يُهُلِكُوا إِلَّا أَنفُسُهُمْ﴾ [الأنعام: ۲۶]

”یہ نہیں ہلاکت میں ڈالتے مگر اپنے آپ کو۔“

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ

أَضَلُّ سَبِيلًا﴾ [الفرقان: ۴۴]

”کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا عقل رکھتے (سمجھتے) ہیں، وہ تو جانوروں جیسے بلکہ ان سے بھی زیادہ بدراہ ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ﴾ [الروم: ٧]

”وہ تو اس دنیاوی زندگی کے ظاہر ہی کو جانتے ہیں، البتہ یہ آخرت سے بے خبر (اعراض کرنے اور منہ موڑنے والے) ہیں۔“

اہلِ مغرب کے ارادے:

یہ کافر معاشروں اور فاسق تہذیبوں کے اہم خدوخال اور خصائص ہیں۔ برادرانِ اسلام! آج عالم کفر اپنی تمام بلاؤں اور مصیبتوں کے ساتھ عالم اسلام کی طرف بڑھ رہا ہے، تاکہ وہ مسلمانوں کا ذاتی تشخص مسخ کر سکے اور انہیں شعبہ ہائے حیات میں اپنے پیچھے لگا سکے، حتیٰ کہ عقائد و افکار، معاشرتی اطوار اور اخلاقی قدروں سے ہٹا کر مسلمانوں کو مغرب کی نقالی و تقلید کے راستے پر گامزن کر سکے۔ اللہ جل و علانے اپنی کتاب مبین میں فرمایا ہے:

﴿وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً﴾ [النساء: ٨٩]

”وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی اسی طرح کفر کرنے لگ جاؤ جیسے وہ ہیں، تاکہ تم سب برابر ہو جاؤ۔“

نیز فرمایا:

﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا﴾ [البقرة: ١٠٩]

”اہلِ کتاب میں سے بکثرت لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تمہیں بھی ایمان لاپھکنے کے بعد کافر کر سکیں۔“

مزید فرمایا:

﴿وَدَّتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوكُمْ﴾ [آل عمران: ٦٩]

”اہلِ کتاب کی ایک جماعت یہ چاہتی ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر سکے۔“

اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِن يَتَّبِقُواكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَسْطُورُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَالسِّتْمَهُمُ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ﴾ [المنحنة: ٢]

”اگر وہ تم پر کہیں قابو پالیں تو وہ تمہارے (کھلے) دشمن ہو جائیں اور برائی کے ساتھ تم

پر دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں اور (دل سے) چاہنے لگیں کہ تم بھی کفر کرنے لگ جاؤ۔“

یہ کفار یہی چاہتے ہیں اور انہی اغراض و مقاصد کو پانے کے لیے وہ ہر دم کوشاں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خصلتِ بد کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَزَالُونَ يَقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ﴾ [البقرة: ۲۱۷]

”وہ تم سے لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ وہ اگر کر سکیں تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔“

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ [البقرة: ۱۲۰]

”یہ یہود و نصاریٰ آپ سے کبھی خوش نہ ہوں گے، جب تک کہ آپ ان کی ملت کے تابع نہ ہو جائیں۔“

اور اللہ نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَةً وَإِذَا لَا تَخَذُوكَ خَلِيلًا﴾ [الإسراء: ۷۳]

”یہ لوگ آپ کو اس وحی سے جو ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے بہکانا چاہتے ہیں کہ آپ اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ گھڑالیں، تب تو آپ کو یہ لوگ اپنا دلی دوست بنا لیتے۔“

ان کفار کے دلوں میں اسلام کے خلاف بغض و کینہ چھپا ہوا ہے اور ان پر ایک خوف سا طاری رہتا ہے، اسی بنا پر وہ اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ برسرِ پیکار رہتے اور اسلام کو مٹانے کے لیے ہر وقت پر تو لے کھڑے رہتے ہیں۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُنِيرٌ نُّورِهِ وَكَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

[الصف: ۸]

”یہ کافر چاہتے ہیں کہ یہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں، جبکہ اللہ اپنے نور کو پورا



کرنے والا ہے چاہے یہ بات کافروں کو ناگوار ہی گزرے۔“  
 سے نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن  
 پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا  
 ایک مقام پر ارشادِ الہی ہے:

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَ  
 لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ [التوبة: ۳۲]  
 ”اللہ اپنے نور کو مکمل کیے بغیر چھوڑنے والا نہیں، چاہے یہ بات کافروں کو ناگوار ہی  
 کیوں نہ گزرے۔“

سے فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے  
 وہ شمع کیا بجھے گی جسے روشن خدا کرے  
 حسد و حقدا اور بغض و عناد سے لبریز دلوں والے کفار میں سے ایک شقی القلب شخص اپنی دریدہ  
 رہتی کا اظہار یوں کرتا ہے:

”اگر عرب مسلمانوں سے قرآن اور بلادِ عرب سے مکہ (مکرمہ) اوجھل ہو جائیں تو پھر  
 ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم عرب مسلمانوں کو محمد (ﷺ) اور آپ (ﷺ) کی کتاب  
 سے دور اپنی تہذیبِ مغرب پر چلتا دیکھ سکیں۔“  
 یہ محض ان کا مکرو فریب ہے۔

﴿وَمَا تَخْفَىٰ صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ﴾ [آل عمران: ۱۷۸]  
 ”اور جو کچھ ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے کہیں بدترین ہے۔“  
 اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ [النساء: ۱۲۲]  
 ”اور اللہ سے سچا اور کون ہو سکتا ہے۔“

﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا﴾ [الفرقان: ۵۵]  
 ”اور کافر تو ہے ہی اپنے رب کے خلاف (شیطان کی) مدد کرنے والا۔“

## ایک طوفانِ بدتمیزی:

مسلمانو! اعداے دین اور دشمنانِ اسلام اپنی تمام تر مصنوعات اور سائنس و ٹیکنالوجی کے لاؤ لشکر کے ساتھ اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے میدان میں اتر چکے ہیں اور انھوں نے مسلمانوں کے ممالک پر مغربین عقائد و افکار کی یلغار کر دی ہے، تاکہ وہ ان پر اپنا مضبوط قبضہ جما سکیں اور ان کی اسلامی زندگی کا رخ موڑ کر انھیں مغربی زندگی کی راہ پر لگا سکیں۔ ان کی زبانِ حال و قال دونوں ایک ہی راگ الاپ رہی ہیں:

”شراب و شباب امتِ محمدیہ۔ عسی صاحبها الصلاة والسلام۔ میں وہ تباہی و بربادی مچا سکتے ہیں جو توپوں کے بڑے، بڑے گولے بھی نہیں کر سکتے۔ انھیں مال و دولت کی ہوس اور شہوت پرستی کے سمندر میں غرق کر دو۔“

اس غرض کے لیے انھوں نے تمام بلادِ اسلامیہ کا اپنے ذرائعِ ابلاغ سے محاصرہ کر رکھا ہے، سیٹلائٹ چینلز اور انٹرنیٹ ہے جو شیطانی شہوت رانی کا سیلاب اٹمائے چلے جا رہے ہیں۔ وہاں سے ایسا جان لیوا زہر اگل رہے ہیں جو عزت و شرف اور عفت و پاکدامنی کی دھجیاں بکھیرے چلا جا رہا ہے۔ مکر و فریب اور شر و فساد کا ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہے جس سے ہماری موجودہ نسل دو چار ہے، جس کی اخلاقی بیخ کنی کی جا رہی ہے، ان کے جنسی جذبات کو بھڑکایا جا رہا ہے، ان کی صفوں میں ذلالت و کمینگی کے بیج بوئے جا رہے ہیں اور نوجوان نسل کو اس اخلاقی حملے نے اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے، جنسی جذبات کو بھڑکانے والے ذرائع کے پیچھے پاگل ہوئے جا رہے ہیں۔ ان حرام و منکر اشیاء سے اس وقت مسلمانوں کی مارکیٹیں بھری پڑی ہیں۔ والعیاذ باللہ

## حجاب اور مسلمان خاتون:

حد و حقد اور بغض و عناد سے بھنتے دلوں کے مالک یہود و نصاریٰ کے ان حملوں سے خاتونِ مسلم کا نقاب و حجاب اور جلباب و پردے کی چادر و چار دیواری بھی نہیں بچ پائی۔ فیشن شو، عریاں فیشن لباس اور ماڈل ہاؤسز وغیرہ نے خاتونِ مسلم کو بھی ورغلیا اور بہکایا ہے اور مرد و زن کے اختلاط پر لگا دیا ہے، اس کی عزت و شرف کو مٹی میں ملا کر اس کی عفت و عصمت کو داغدار کر دیا ہے اور انتہائی گمراہ کن ایڈورٹائزنگ پروگراموں کے ذریعے مسلمانوں کو ان ممالک کی سیر و تفریح کے لیے برا بھانتہ

کیا جا رہا ہے جو کفر اور فسق و فجور کے اڈے ہیں، جو عقلوں کو دھوکا دینے اور دماغوں سے غداری کرنے کی شیطانی مہارت رکھتے ہیں، جہاں ہلاکت و تباہی اور ہاؤ ہو میں گزرنے والی بے کار آوارہ زندگی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ دعوتِ گناہ سے بھرپور ایڈورٹائزمنٹ، فریب بردوش آسانیاں کہہ کر ان بلاؤں اور فسق و فجور کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں۔ دل کو پارہ پارہ کرنے والی بات تو یہ ہے کہ بعض مسلمان اپنی بیویوں، جوان بیٹیوں اور دل کے ٹکڑوں یا جگر گوشوں کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں اور پھر وہاں جو کچھ ہوتا ہوگا کچھ نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے تاکہ ہم بھی اسی تہذیب کا جزو بن سکیں اور اہل مغرب کے شانہ بہ شانہ چل سکیں!!

بچاؤ کا راستہ:

یہ غرق کر دینے والے فتنے اور ہلاکت خیز گناہ ہیں، جن سے بچاؤ کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس قرآن کریم اور نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مطہرہ کا دامن۔ مسلمانو! ہماری امتِ اسلامیہ کس طرح راضی خوشی سر جھکائے اپنے حملہ آور دشمن کی طرف بڑھے جا رہی ہے؟ یہ بکری بنے قسانی کے ساتھ رضا مندی سے سوںے مقتل کیسے چلے جا رہی ہے؟ یہ کس طرح اپنے دشمن کے اخلاق و کردار اور اس کے فہم و افکار کی پیروی کر رہی ہے؟ یہ اسلامی تعلیمات اور سرورِ عالم محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے اعراض و روگردانی کر کے کافر و فاجر لوگوں کے پیچھے کیسے بھاگی چلی جا رہی ہے؟ خسارہ اور ہلاکت و تباہی تو کفار و فجار کی پیروی کرنے میں ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ﴾ [آل عمران: ۷۹]

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کی پیروی کرو گے جو کافر ہیں تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل (کفر کی طرف) لوٹا دیں گے اور تم بہت خسارے والے ہو کر پھرو گے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ

بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ ﴿۱۰۰﴾ [آل عمران: ۱۰۰]

”اگر تم ان لوگوں میں سے کسی گروہ کی پیروی کرو گے، جنہیں کتاب دی گئی تھی تو وہ تمہیں ایمان لا چکنے کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔“

اسلام نے تہذیبِ جدید اور مغربی مصنوعات میں سے مفید اشیاء سے استفادہ کرنے سے ہرگز نہیں روکا اور نہ ان کی ایجادات مفیدہ کو اپنانے سے منع کیا ہے، وہ اشیاء طیب و سانس سے تعلق رکھتی ہوں یا ٹیکنالوجی سے، البتہ اسلام نے مہلک امراض اور جان لیوا بیماریوں کا سبب بننے والی اشیاء و افعال سے روکا ہے، جو کسی کے پاس سے بھی گزر جائیں تو اسے نجس و ناپاک کر دیتی ہیں۔

اس تہذیب کا کیا فائدہ جس سے انسان اپنے معیار ہی سے گر جائے اور وہ غیر اللہ کی بندگی کرنے لگے، درہم و دینار کی بندگی، اپنی خواہشات کی بندگی، نیز مال و دولت اور شہوات کی بندگی پر لگ جائے اور پھر بدبختی کی انتہائی گہرائیوں میں جا کرے جن میں آج کل وہ لوگ گرے ہوئے ہیں، جن پر اس تہذیبِ جدید کا راج ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« تَعَسَّ عَبْدُ الدِّينَارِ وَ عَبْدُ الدَّرْهَمِ وَ عَبْدُ الحَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِي، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخَطَ، تَعَسَّ وَ انْتَكَسَ، وَإِذَا شَيْئَكَ فَلَا انْتَقَسَ »<sup>(۱)</sup>

”درہم و دینار کا بندہ اور چادر و نقش و نگار کا بندہ یہ سب لوگ تباہ ہو گئے (انہوں نے اپنی آخرت برباد کر لی) اگر انہیں کچھ ملے تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر انہیں کچھ نہ ملے تو وہ ناخوش ہوتے ہیں....“

ہمارے اپنے... مگر تہذیبِ مغرب کے ایجنٹ..!

انتہائی افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بعض ہمارے اپنے جو ہماری ہی بولی بولتے ہیں وہ مغرب کی وکالت کرتے نظر آتے ہیں۔ تہذیبِ مغرب کی عظمت بیان کرتے نہیں تھکتے اور اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ لوگوں کو تہذیبِ مغربی کی نقالی پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ تہذیبِ جو تباہی و بربادی اور تخریبِ کاری کا پیش خیمہ ہے۔ ہمارے ہی بھائی اس گمراہ مغربی تہذیب کے داعی بنے ہوئے ہیں۔ یہ وہ داعی ہیں جو دراصل جہنم کے دروازے پر کھڑے ہیں، جس نے ان کی مان

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۸۸۷)

لی وہ اسے جہنم میں جھونک دیں گے۔ وہ لوگوں کو اس تہذیب کی طرف دعوت دیتے ہیں اور گویا یہ جانتے ہی نہیں کہ خود اہل مغرب کے دانشمند لوگوں کی چیخ و پکار بلند ہو رہی ہے اور ان کی صدائیں اٹھ رہی ہیں جو اس تہذیب نو کے خطرات و نقصانات بیان کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ یہ روحانیت سے قطعی عاری تہذیب ہے۔ وہ اسے ترک کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اور پانی سر سے گزرنے سے پہلے پہلے لوگوں کو اصلاح کی طرف بلا رہے ہیں۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿۱۷﴾ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ [البقرة: ۱۷، ۱۸]

”جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کر رہے ہیں، حالانکہ خبردار رہو کہ وہی ہیں فساد کرنے والے مگر وہ اس بات کا شعور نہیں رکھتے۔“

ہماری ذمے داریاں:

تمام مسلمان حکمرانوں اور عوام پر واجب ہے کہ وہ اس تہذیبِ مغرب کے بنیادی اصولوں، اس کے اغراض و مقاصد، اہداف و غایات، اضرار و نقصانات اور اس سے جڑے تمام خطوط کے بارے میں معلومات رکھیں اور اپنے ملکوں اور پھر اپنے گھروں میں ان کی بری عادات، اخلاقی بد اور رسومِ جاہلیت کو داخل نہ کریں، جنہیں ان کے دشمنوں نے محض اس لیے بنا سنوار کر ان کے سامنے رکھ دیا ہے، تاکہ وہ انہیں گمراہ کریں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثَةٌ: مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ، وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَمَطْلَبٌ دَمِ امْرَأَةٍ بَعِيرٍ حَقَّ لِيُهْرَيْنَ دَمَهُ»<sup>(۱)</sup>

”اللہ کے نزدیک تمام لوگوں میں سے بدترین تین قسم کے لوگ ہیں: حرم شریف میں الحاد و جرم کا ارتکاب کرنے والا، اسلام میں عہدِ جاہلیت کے رسم و رواج کو چاہنے والا، اور کسی کا خون بہانے کے لیے ناحق طور پر خون کا مطالبہ کرنے والا۔“

مسلمانو! تمہارے پاس وہ شریعت ہے جو رب کائنات کی عطا کردہ ہے۔ جو شخص اس کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے، یہ اس کے لیے بقا و ارتقا اور عروج و رفعت کی ضمانت دیتی ہے۔ ایسی

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۸۸۲)

شریعت جو تمام اندھیروں کو نورِ ہدایت سے روشن کر سکتی اور نورِ علی نور ہے۔ انسانیت کو ہلاکت سے بچانے کی تمام تر صلاحیت صرف اسلام میں ہے اور صرف اسلام ہی بشریت کی سعادت و خوشی کا اکیلا ضامن ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عِبِيدُونَ﴾ [البقرة: ۱۳۸]

”اللہ کا رنگ، اور اللہ کے رنگ (دینِ اسلام) سے اچھا کس کا رنگ ہو سکتا ہے، اور ہم سب اسی اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں۔“

اپنے دینِ اسلام کو اپنے لیے باعثِ عز و شرف سمجھو اور گمراہیوں کے گڑھوں میں گرنے سے خود کو بچاؤ اور اپنے اہل و عیال کو بچاؤ۔ تمام خطرات سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ میں آ جاؤ اور فکرِ سلیم کے ساتھ نتائج و عواقب پر نظر رکھو اور ان فتنوں سے جس قدر ممکن ہو پہلو تہی کرو۔ شیطان کے تیر چل رہے ہیں اور انسان کا دل ادنیٰ ادنیٰ چیزوں سے بھی متاثر ہو جاتا ہے، معمولی سی بات سے اس میں میل آ جاتی ہے جیسے معمولی سے تنکے سے آنکھ میں اور معمولی سی چوٹ سے آئینے میں بال آ جاتا ہے۔

مسلمانو! ہمارے لیے نبی اکرم ﷺ نے ہدایت و راہنمائی کا ایک پرچم گاڑ رکھا ہے۔ ہر فتنے سے ہم اس کے سائے میں رہ کر بچ سکتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فتنوں کے سلسلے میں فرمایا ہے:

«مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفُهُ، فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُدْ بِهِ»<sup>①</sup>

”جو شخص دور سے ان کو جھانکے گا وہ اس کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، اس وقت جس کو کوئی پناہ گاہ مل سکے وہ اس میں چلا جائے۔“

فتنہِ دجال کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ سَمِعَ بِالْذِّجَالِ فَلْيُنَا عَنْهُ - أَيَّ فَلْيَعُدْ عَنْهُ - فَوَ اللَّهُ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ، فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ»<sup>②</sup>

”جو دجال کے بارے میں سنے، اسے چاہیے کہ وہ اس سے دور ہی رہے۔ اللہ کی قسم! بے شک جو اس کے پاس آئے گا اور وہ سمجھتا ہوگا کہ وہ مومن ہے، مگر پھر وہ اس دجال کی پیروی کرنے لگے گا، کیونکہ وہ دجال اسے بہکانے کے لیے اپنے شبہات و ہتھکنڈوں

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۶۷۰)

② سنن ابی داؤد، رقم الحدیث (۴۳۱۹)

(کے ترکش سے تمام تیر پھینک کر) اسے گمراہ کر دے گا۔“  
ارشادِ الہی ہے:

﴿يَأْيُهَا الَّذِينَ آمَنُوا فُؤَا أَنفُسِكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ  
عَلَيْهَا مَلَكَةٌ غَلَظُ شِدَادًا لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾  
[التحریم: 6]

”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، جس کا  
ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، جس کے داروغے بڑے سخت دل اور شدید و سخت گیر فرشتے  
ہیں، وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی بھی نہیں کرتے اور جو انھیں حکم دیا جاتا ہے وہ ویسے ہی  
بجالاتے ہیں۔“

اپنے دین پر غیرت کھانے والا ہر مسلمان اپنے دل میں بڑی تکلیف محسوس کرتا اور گہرا رنج  
پاتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ صلیبی و صیہونی حملوں اور سازشوں سے ہمارے مسلمان لوگ بھی متاثر  
ہوئے جا رہے ہیں، پھر اس کا دکھ بھی اور بڑھ جاتا ہے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ مسلمانوں کے متاثر  
ہونے کی مقدار روز افزوں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾  
[محمد: ۳۱]

”ہم یقیناً تمہارا امتحان کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں  
کو ظاہر کر دیں اور ہم تمہاری حالتوں کی بھی جانچ کر لیں۔“

مسلمانو! امتحان اور آزمائش سے اچھی معدن کی تمیز پیدا ہوتی ہے اور زبردست معرکوں میں  
بے دل لوگوں سے جی دار لوگ پہچانے جاتے ہیں۔ لوگ کئی معدنوں کے ہوتے ہیں، کوئی قیمتی جوہر  
ہوتا ہے اور کوئی بے کار پتھر، بعض ایسی بوئیاں ہوتی ہیں جو خوشبودار اور خوش منظر ہوتی ہیں جبکہ بعض  
بد منظر، بد بودار اور بے کار ہوتی ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور اپنے بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کر لو اور اپنے  
رب کی بندگی کا راستہ اختیار کرو۔ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الْعِبَادَةُ فِي الْهَرَجِ كَهَجْرَةِ إِلَيَّ﴾<sup>(1)</sup>

”فتنہ و فساد کے زمانے میں عبادت کرنا، میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ثواب رکھنے والا عمل ہے۔“

نوجوانو! سر اٹھاؤ، اپنے اوپر فخر کرو اور کفار کی عادات و تقالید اور تہذیب و تمدن میں ان کی مشابہت و پیروی کرنے سے بچو۔ اس تہذیب مغرب کی غلاظتوں اور گندگیوں سے بچو۔ اے ہدایت کے بیٹے! اے قرآن کی بساط پہ چلنے والے! اوہام پرستی کو چھوڑو اور تقلید فرنگ سے باز آ جاؤ۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ﴿١﴾ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٢﴾ وَلَا أَنْتُمْ عِبِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴿٣﴾ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ ﴿٤﴾ وَلَا أَنْتُمْ عِبِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴿٥﴾ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ﴿٦﴾﴾ [سورة الكافرون]

”کہہ دیجیے: اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا، جس کی تم عبادت کرتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو، جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور نہ میں اس کی عبادت کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں، تمہارے لیے تمہارا راستہ، اور میرے لیے میرا دین۔“

(1) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۹۴۸)



شیطانی مکر و فریب اور اس سے نجات کی راہیں

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ علی بن عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! ہر شکل میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یومِ آخرت پر یقین رکھو اور فساد کرنے والوں کا اتباع نہ کرو۔

اللہ کے بندو! یہ جان لو کہ ہر چیز کی ابتدا ہے اور ہر ابتدا کی انتہا ہے۔ ہر دور کا ایک مقصد ہوتا ہے، بے شک تم امتحان و ابتلا اور آزمائش کے مرحلے میں ہو اور اصل غرض و غایت جنت یا جہنم ہے۔

اہل جنت:

اللہ تعالیٰ نے جنت میں جانے کا صرف ایک ہی راستہ بنایا ہے اور وہ دینِ اسلام ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

[آل عمران: ۸۵]

”جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین تلاش کرے تو اس سے یہ دین قبول نہیں کیا

جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔“

دینِ اسلام میں نیک اعمال مشروع کیے گئے ہیں جو ہلاکتوں سے بچاتے اور تباہی کو دور کرتے ہیں۔ دارالنعیم جنت کے مستحق لوگ پیدا کیے گئے ہیں جو جنت کو حاصل کرنے کے لیے نیکیاں کرتے ہیں اور دوسروں کو نیکی کرنے کی دعوت دیتے ہیں، ان میں سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام ہیں اور پھر ان کی اتباع کرنے والے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں نازل کیں، انھیں بلند درجات سے نوازا اور انھیں بھلائی میں سبقت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَ الرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ

الصَّادِقِينَ وَالشَّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ وَحَسَنَ أَوْلَادِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا ﴿٧٠﴾ [النساء: ۶۹، ۷۰]

”اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے جیسے انبیاء اور صدیقین و شہداء اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں، یہ فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا۔“

ایسے لوگوں کی سیرت حسین، ان کے دل پاکیزہ اور ان کے اعمال صالح ہوتے ہیں۔ انھیں اس دنیا میں بھی سعادت و خوشیاں نصیب ہوئیں اور آخرت میں بھی وہ ہمیشہ کے لیے جنت میں رہیں گے۔

اہل جہنم:

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے بھی کچھ لوگ پیدا کیے ہیں جو جہنم والے کام کرتے ہیں۔ اس نے وہ سب راستے بیان کر دیے ہیں جن سے گزرنے کے نتیجے میں وہ ہمیشہ دردناک عذاب میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے برائی اور محرّمات سے خبردار کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث بنتے، ذلت و رسوائی کی طرف لے جاتے اور بالآخر جہنم میں داخل کر دیتے ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا﴾ [الجن: ۲۳]

”جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نہ مانے گا، اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، جس میں ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے۔“

جہنم کی طرف بلانے والے:

جس جہنم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف قسموں کے ابدی عذاب بنائے ہیں، اس کی طرف دعوت دینے والے بھی اس دنیا میں پائے جاتے ہیں، چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿وَجَعَلْنَاهُمْ آئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ﴾ [الفصص: ۴۱، ۴۲]

”اور ہم نے ان کے لیے ایسے امام بنا دیے کہ وہ (لوگوں کو) جہنم کی طرف بلائیں اور روز قیامت مطلق مدد نہ کیے جائیں، اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا

دی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔“  
 جہنم کی طرف دعوت دینے والے برائی کو سچا بنا کر پیش کرتے اور لوگوں کو گناہ کی دعوت دیتے ہیں جو گناہ کرنے والے کو ہلاک کر دیتی ہے۔ جہنم کی طرف دعوت دینے والوں میں سب سے شدید ترین اور اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ سے دشمنی کرنے والا شریر الفطرت اور خبیث النفس ابلیس۔ لعنة الله عليه۔ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو اس سے اور اس کے پیلوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے، تاکہ اچھی طرح پتا چل سکے کہ اللہ کی اطاعت کرنے والا کون ہے؟ اور معصیت و گناہ کا راستہ اختیار کرنے والا کون ہے؟ تاکہ پھر ان کے لیے ان کے عمل کے حساب سے ثواب یا عذاب مقرر کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنهَا فِي شَكِّ وَ رَبِّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿۲۱﴾﴾ [سبأ: ۲۰، ۲۱]

”اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا گمان سچا کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے تابع فرمان ہو گئے، مومنوں کی ایک جماعت کے سوائے، شیطان کا ان پر کوئی زور (اور دباؤ) نہ تھا، مگر اس لیے کہ ہم معلوم کریں ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں میں سے جو اس سے شک میں ہیں، اور آپ کا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔“  
 اور ارشادِ الہی ہے:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰۤاٰدَمُ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَ اَنْ اَعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾﴾ [یس: ۶۰، ۶۱]

”اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے قول و قرار نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری ہی عبادت کرنا، سیدھی راہ یہی ہے۔“

یہ شریر مخلوق شیطان ہر معصیت اور فحاشی کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک حد تک کچھ قدرت بھی دے رکھی ہے جس سے وہ تجاؤز نہیں کر سکتا، اور مومن کو وہ ہتھیار دیا ہے، جس سے وہ شیطان کے شر کو دور کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان ابلیس کو دلوں میں برے وسوسے ڈالنے، باطل خیالات کا زہر پھونکنے اور یہ فعل بار بار دہرانے کی طاقت دی ہے، تاکہ بندہ گناہ کرنے کی فکر میں لگ جائے، پھر قصد و ارادہ کرے اور پھر اس فعلِ بد کا ارتکاب کر لے، کیونکہ ہر فعل کی ابتدا پہلے سے دل میں اس فعل کے بارے میں سوچ و فکر ہی سے ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شیطان لعین کو گناہ کے بنا سجا کر پیش کرنے کی قدرت بھی دی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الانعام: ۴۳]

”اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو آراستہ کر دیا۔“

البتہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کسی چیز کے لیے محبت و الفت پیدا کر دینے کی قدرت نہیں دی، کیونکہ کسی چیز سے محبت پیدا کر دینے کی قدرت صرف اللہ وحدہ کو حاصل ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَأَعْلَمُوا أَن فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَيْكُمْ الْإِيمَانَ وَزَيْنَاةً فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَهِةً إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّٰشِدُونَ﴾ [الحجرات: ۷]

”اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں، اگر بہت سارے معاملت میں وہ تمہارا کہا مانیں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے، اور کفر و گناہ اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس شریر مخلوق کو یہ بھی قدرت دی ہے کہ وہ کافروں کو بہکائے اور جوش و خروش کے ساتھ گناہ کا ارتکاب کرنے پر اکسائے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿الَمْ تَرَ أَنَا أَرْسَلْنَا الشَّيْطِينَ عَلَى الْكٰفِرِينَ تَؤْذُهُمْ أَوْ لَا تَعْمَلُ عَلَيْهِمْ  
إِنَّمَا نَعِدُّ لَهُمْ عَذَابًا﴾ [مریم: ۸۳، ۸۴]

”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں خوب آکساتے

ہیں، آپ ان کے بارے میں جلدی نہ کریں ہم تو خود ہی ان کے لیے مدت شماری کر رہے ہیں۔“

اس شیطان مردود کو اللہ نے یہ قدرت بھی دی ہے کہ وہ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے

کے خلاف بھڑکائے۔ اس کھلے دشمن کو دلوں میں وسوسے اور اندیشے ڈالنے، دلوں کو گمراہ کرنے اور پھونکیں مارنے کی طاقت بھی دی گئی ہے، ان کے علاوہ جتنے بھی شیطانی ہتھکنڈے اور مکر و فریب اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں، وہ سب انتہائی کمزور و بے جان ہیں، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور اس کے دین کے ساتھ اعتصام رکھنے سے شیطان کا ہر فعل باطل و فنا ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ﴾ [النساء: ۷۲]

”یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بوجہ) اور کمزور ہے۔“

اس دشمن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۱۰۰﴾ إِنَّمَا سُلْطَنُهُ

عَلَىٰ الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۱﴾ [النحل: ۹۹، ۱۰۰]

”ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا، ہاں

اس کا غلبہ ان پر تو یقیناً ہے، جو اسی سے رفاقت کریں اور اسے اللہ کا شریک ٹھہرائیں۔“

شیطان کا کوئی وار اللہ پر توکل کرنے والے مومنوں پر نہیں چلتا۔ اس کھلے دشمن کے وجود پر ہمارا ایمان ہے۔ اس کا اثر بھی ہم مانتے ہیں اور اس کے پھیلانے ہوئے شرکاً انجام بھی ہم محسوس کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں اور سب مسلمانوں کو اس کے شر سے پناہ دے۔ یہ لعین دشمن نیکی کے ہر راستے پر بیٹھا ہوا ہے، تاکہ اس سے روکے اور اس کے برعکس برائی کے ہر راستے کی طرف لوگوں کو بہکا تا ہے، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ قَالَ قَبِمَا أَعُوذُ بِكَ لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ لَأَنزِلَنَّهُمْ مِن

بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ

شَاكِرِينَ ﴿۱۸﴾ [الأعراف: ۱۶، ۱۷]

”اس نے کہا: (اے میرے رب!) کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں قسم کھاتا ہوں

کہ میں ان کے لیے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے

سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں جانب سے اور ان کی بائیں جانب سے اور

آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔“

## شیطان سے نجات کی راہیں:

① جب تک ہم اپنے دین کو مضبوطی سے نہیں پکڑتے، تب تک ہم شیطان لعین کے شر سے بچ سکتے ہیں، نہ اس کے مکر و فریب کا توڑ کر سکتے ہیں اور نہ ہی شیطان کے بہکاوے سے بچ سکتے ہیں۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَنْ يَعْصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [آل عمران: ۱۸۱]

”جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوط تھام لے تو بلاشبہ اسے راہِ راست دکھادی گئی۔“

② ہم کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کریں گے اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت و ترغیب دیں گے تو یقیناً شیطان سے نجات پا سکیں گے۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہم پر وضوح کر دیا ہے کہ یہ دشمن لعین انسان کو ہلاکت کی وادی میں لے جاتا ہے، پھر اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے، بلکہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَيْلُهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النحل: ۶۳]

”واللہ! ہم نے تجھ سے پہلی امتوں کی طرف بھی اپنے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کے اعمالِ بد ان کی نگاہوں میں آراستہ کر دیے، اور شیطان آج بھی ان کا رفیق بنا ہوا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

اس شیطان مردود نے قومِ نور، قومِ عاد و شمود اور قومِ ابراہیم (علیہم السلام) اور اصحابِ مدین کے لیے کفر و شرک اور گناہوں کو مزین کیا۔ اس نے قومِ لوط کے لیے برائی و فحاشی کو خوبصورت بنایا اور دیگر اقوام کے لیے مختلف اقسام کے گناہوں اور برائیوں کو ان کے لیے مزین کیا۔ جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو ندامت و پچھتاوے سے انھیں فائدہ ہوا اور نہ شیطان ہی ان کے کسی کام آیا۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿كَمَعَّلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۷﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا

وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ﴾ [النسر: ۱۷، ۱۸]

”شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر، جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں، پس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ آتش (دوزخ) میں ہمیشہ کے لیے گئے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔“

روزِ قیامت یہی شیطان آگ کے ایک اونچے الاؤ پر کھڑا ہو کر اپنے چیلوں سے یوں خطاب کرے گا، جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعَدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُمُونِي وَلَا لَوْمُوا أَنْفُسَكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِي إِيَّيْ كَفَرْتُمْ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [إبراهيم: ٢٢]

”اور جب فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کیے تھے ان کے خلاف کیا، میرا تم پر کوئی دباؤ نہیں تھا، ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی، پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ، بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمہارا فریاد رس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے، میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

پھر آگ کے بھڑکنے کے شور، لوگوں کی ندامت و حسرت، رونے دھونے اور چیخ پکار کے سوا کچھ نہ رہ جائے گا، تب اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا:

﴿اٰخْسَوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ﴾ [المؤمنون: ١٠٨]

”پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو۔“

③ اس کھلے اور ظاہری دشمن کے شر سے بچنے کے لیے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس سے اللہ کی پناہ مانگے، کیونکہ استعاذے کا مطلب ہے اللہ کی پناہ میں آنا، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا اور اسی کا سہارا ڈھونڈنا۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْرًا فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ [الأعراف: ٢٠٠]

”اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی دوسرہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجیے، بلاشبہ وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔“  
نیز ارشادِ الہی ہے:

﴿وَقُلْ رَبِّ اَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ ﴿١﴾ وَاَعُوذُ بِكَ رَبَّ اَنْ يَّحْضُرُونِ﴾

[المؤمنون: ۹۷، ۹۸]

”اور آپ کہیں اے میرے رب! میں پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے دوسروں سے اور اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ حاضر ہوں۔“

نبی ﷺ کے پاس دو آدمی باہم گالی گلوچ کرنے لگے، ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی رگیں پھول گئیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّيْ لَاعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَدَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ؛ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾<sup>(۱)</sup>

”میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر یہ کہے تو اس کا غیظ و غضب دور ہو جائے، وہ کلمہ ہے: ”أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ (میں شیطان مروود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں)۔“

② نماز کو باقاعدگی سے باجماعت ادا کرنے سے بھی شیطان کے شر اور مکر و فریب سے نجات پا سکتے ہیں۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَاقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت: ۴۵]

”اور نماز قائم کرو، بے شک نماز فحش کاموں اور برائیوں سے روکتی ہے۔“  
اور ابلیس کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [النور: ۲۱]

”اور جو شیطان کے نقشِ قدم پر چلے گا تو وہ اسے برائیوں اور فحاشیوں کا حکم دے گا۔“  
حدیث شریف میں نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ اِلٰى اَنْ يُمِيسِيَ، فَلَا

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۱۱۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۱۰)



يَطْلُبُنَّكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنْ ذِمَّتِهِ»<sup>①</sup>

”جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی تو وہ شام ہونے تک اللہ تعالیٰ کے ذمے میں رہے گا، پس اللہ اپنے ذمے سے متعلق کوئی سوال نہ کرے۔“

④ آیت الکرسی اور سورۃ الاخلاص، معوذتین ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْقَلْق﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اور سورۃ المؤمن (عافر) پڑھنے سے شیطان کے شر کو دفع کیا جاسکتا ہے۔

⑥ جب مسلمان مسجد میں داخل ہو تو کہے:

«بِسْمِ اللَّهِ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ»<sup>②</sup>

”میں اللہ کے نام کے ساتھ (داخل ہوتا ہوں) اور رسول اللہ ﷺ پر صلوات و سلام ہو۔ میں عظمت والے اللہ کی اور اس کے کریم چہرے کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں مردود شیطان سے۔“

تو اس سے بھی شیطان سے تحفظ ہو جاتا ہے۔

④ قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرنا بھی انسان کو شیطان کے شر سے بچاتا ہے، کیونکہ تلاوت کلام پاک کی ایک خاص تاثیر یہ ہے کہ یہ شیطان کو مار بھگاتی ہے۔ انسان جتنی زیادہ تلاوت کرے گا، اتنا ہی اپنے آپ کو شیطان مردود سے محفوظ کر لے گا۔

⑧ زکات دینے، صدقہ خیرات کرنے اور بھلائی کی راہ میں خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو شیطان کے شر سے محفوظ کر دیتا ہے، چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ»<sup>③</sup>

”اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے سے برائیاں اس طرح ختم ہو جاتی ہیں، جس طرح پانی آگ کو بجھا کر ختم کر دیتا ہے۔“

④ اگر مسلمان اپنے آپ کو خطاؤں اور برائیوں سے بچا لے تو وہ ایک شرِ عظیم سے بچ گیا۔

ایک حدیث میں ہے:

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (657)

② سنن ابی داؤد، رقم الحدیث (465)

③ مسند احمد (3/399) سنن الترمذی، رقم الحدیث (614)

”صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ“<sup>①</sup>

”اچھے کام برائیوں کے اڈوں (سوے خاتمہ) سے بچاتے ہیں۔“

⑩ شیطان کے مکر سے بچنے کے لیے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھنا چاہیے۔ اللہ کی تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمد لله) تکبیر (الله أكبر) تہلیل (لا إله إلا الله) اور استغفار (أستغفر الله) کرتے رہو۔ صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا قَالَ الْمُؤْمِنُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. مِائَةً مَرَّةً فِي أَوَّلِ يَوْمِهِ كَانَ ذَلِكَ حِرْزًا لَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ فِي يَوْمِهِ، وَكَانَتْ كَعِشْرِ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكَتَبَ اللَّهُ لَهُ مِائَةَ حَسَنَةٍ»<sup>②</sup>

”اگر کوئی مومن نماز فجر کے بعد دن کے شروع میں ہی سو مرتبہ یہ کہے: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، سب بادشاہی صرف اسی کے لیے ہے اور ہر طرح کی تعریف بھی اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ تو یہ کلمہ اس کے لیے سارا دن شیطان کے شر سے، حفاظت کا ذریعہ بن جائے گا اور اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے میزانِ حسنات میں سو نیکیاں لکھے گا۔“

⑪ شیطان کے شر سے بچنے ہی کے لیے، اعلاے کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کرنا بھی ہے۔

⑫ شیطان کے فریب اور شر سے بچاؤ کے لیے خیر و بھلائی اور علم کی محفلوں میں شرکت کرنا اور لہو و لعب یا کھیل تماشے اور باطل و غفلت بردوش محفلوں سے دور رہنا بھی ضروری ہے، کیونکہ اس قسم کی لہو و لعب کی مجلسوں میں شیطان شریک ہوتا ہے اور لوگوں کو آپس میں لڑاتا، ایک دوسرے کے دلوں میں نفرت ڈالتا اور شقاوت و بدبختی کا سبب بنتا ہے۔ یہ برائی اس حد تک بھی بڑھ سکتی ہے کہ انسان اپنے ہی نفس سے دشمنی کر بیٹھتا ہے، حتیٰ کہ شراب پینا اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا شروع کر دیتا ہے۔

⑬ شیطان کے شر سے بچنے کے لیے اللہ کی وحدانیت کو ماننا، اسی پر توکل کرنا اور خلوص دل سے اللہ وحدہ ہی کے لیے ہر قسم کی عبادت، بھی تیر بہدف نسخہ ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

① المعجم الكبير، رقم الحديث (۸۱۱۴)

② صحيح البخاري، رقم الحديث (۳۲۹۳) صحيح مسلم، رقم الحديث (۲۶۹۱)

﴿ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَن اَتٰبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴾ [الحجر: ٤٢]

”میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں۔“

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور شیطان کے مکر و فریب اس کے بہکاوے اور پھیلانے

ہوئے جالوں سے بچو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السَّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ

لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۰﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَ تَكُمْ الْبَيِّنٰتُ فَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ [البقرة: ۲۰۸، ۲۰۹]

”مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، وہ تو تمہارا

صریح دشمن ہے، پھر اگر تم روشن احکام پہنچ جانے کے بعد لڑکھڑا جاؤ تو جان لو کہ اللہ

تعالیٰ غالب (اور) حکمت والا ہے۔“

### دعوتِ فکر:

یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ شیطان لعین انسان کو ہر قسم کے شر و فساد کی طرف ترغیب دلاتا ہے اور نیکی کے ہر راستے میں اس کے لیے رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ وہ ان راستوں میں سے کسی کو بھی معمولی نہیں سمجھتا، سب سے پہلے وہ ابنِ آدم کو کفر کی طرف ترغیب دلاتا ہے اور اگر انسان نے اس کی بات مان لی تو گویا اس نے اپنی لگام شیطان کو تھما دی، اب وہ اسے ہر برائی کی طرف کھینچ کر لے جائے گا اور دنیا و آخرت ہر دو میں اسے ہلاکت میں مبتلا کر دے گا۔

### دعوتِ بدعت:

اگر کوئی کفر والی بات نہ مانے تو اسے دین میں بدعات پیدا کرنے اور ان پر عمل کرنے کی طرف ترغیب دے گا، کیونکہ اہل بدعت عموماً توبہ نہیں کرتے، کیونکہ وہ اس بدعت ہی کو دین سمجھتے ہیں تو شیطان اس پر خوش ہوتا ہے۔

### دعوتِ معصیت:

اگر یہ بھی نہ مانے تو وہ انسان کو کبیرہ گناہوں کی طرف رغبت دلاتا ہے، یا پھر صغیرہ گناہوں پر مصر رہنے پر اکساتا رہتا ہے۔

## دعوتِ مباح:

اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہو تو وہ اسے مستحبات کو چھوڑ کر مباحات میں مشغول کر دیتا ہے، تاکہ وہ لایعنی امور ہی میں مصروف رہے۔

شیطان انسان کی رغبت کو دیکھتا ہے، پھر اس کے پسندیدہ افعال کی طرف آتا ہے اور اس کی خواہشاتِ نفس اور رغبت و ارادے کی طرف سے اس کے لیے شر کے دروازے کھول دیتا ہے۔ نفسِ انسانی تو برائی کا حکم دینے والا ہے، سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ نے اپنا رحم فرما دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَأْتِيهَا النَّاسُ إِنْ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۗ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ [الفاطر: ٦٥]

”اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے، اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں غفلت میں ڈالے، یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی جانو، وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لیے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں۔“

جن گناہوں اور برائیوں کو انسان حقیر اور چھوٹا سمجھتا ہے شیطان ان پر بھی قانع ہو جاتا ہے۔

اللہ کے بندو! شیطان کے دروازوں سے بچو۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَتَسَّ أَنْ يُعْبَدَ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَلَكِنْ رَضِيَ بِالتَّحْرِيشِ بَيْنَكُمْ﴾<sup>(١)</sup>

”شیطان اس بات سے تو مایوس ہو چکا کہ جزیرۃ العرب میں اس کی کوئی عبادت کرے، البتہ وہ اسی پر راضی ہو گیا ہے کہ وہ لوگوں کو باہم لڑاتا بھڑاتا رہے اور ان کے دلوں میں باہمی نفرت کے بیج بوتا رہے۔“

و صلی اللہ علی نبینا محمد و علی آلہ و سلم.

(١) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٨١٢)

## نعمتِ امن و امان

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ علی بن عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی لاتعداد اور بے شمار نعمتیں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَعَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [النحل: ۱۸]

”اگر تم اس کی نعمتوں کی گنتی کرنا چاہو تو انھیں شمار نہیں کر سکو گے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بخشش والا رحم کرنے والا ہے۔“

ایمان کی عظیم دولت کے بعد سب سے بڑی نعمت ”امن و امان“ ہے۔ امن خوف کی ضد ہے۔ امن دل کے اطمینان و سکون اور راحت و آرام کا دوسرا نام ہے۔ امن کی موجودگی میں انسان اپنے دین، جان و مال، عزت و آبرو اور اپنے حقوق میں سے کسی چیز کے بارے میں نہیں ڈرتا۔ امن حیات انسانی کی بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد ہے۔ زندگی امن کے بغیر خوش حال رہ سکتی ہے، نہ ترقی کر سکتی ہے اور نہ ہی پرسکون ہو سکتی ہے، اگر امن نہ ہو تو مال کی کیا قیمت رہ جائے گی؟ اگر امن نہ ہو تو خوشحال زندگی پھر کیا ہے؟ امن کے بغیر زندگی میں نشاط انگیزی کہاں سے آئے گی؟

امیدیں تو صرف امن و امان کی حالت ہی میں جنم لیتی ہیں، اور دلوں کو سعی و عمل کے نتائج پر اطمینان صرف امن کی حالت ہی میں میسر آ سکتا ہے۔ انسان کی مفید سرگرمیاں بھی امن و استحکام کی صورت ہی میں کھل کر سامنے آتی ہیں۔ لوگ اپنے مصالح و منافع میں باہم تبادلہ کرتے ہیں اور رنگا رنگ کے وہ کام سامنے آتے ہیں، جن کا انسان محتاج و ضرورت مند ہوتا ہے۔ امن کی حالت ہی میں خیرات و برکات نازل ہوتی ہیں اور راستے پر امن رہتے ہیں، تجارت ترقی پاتی ہے، کارخانے پیداوار بڑھاتے ہیں، کھیتی باڑی اچھی ہوتی ہے، جانوروں کی نسل میں افزائش ہوتی ہے، خونریزیاں

ختم ہوتی ہیں اور حقوق و اموال کا تحفظ ہوتا ہے، روزی روٹی آسان ہوتی ہے اور دنیا کی تعمیر و ترقی اور آبادی و آباد کاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ امن ہی کی بدولت زندگی اپنے تمام شعبوں میں نکھار پاتی اور خوشحال ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمتِ امن و امان کو اپنی مخلوقات پر اپنے احسانات میں سے شمار کیا ہے، تاکہ وہ اس کا شکر کریں اور اس امن و امان کے سائے میں اس کی عبادات بجا لائیں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ أَوْ لَمْ نُنَمِّكُنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُحْيِي إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [النصص: ۵۷]

”کیا ہم نے انھیں امن و امان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ جہاں تمام چیزوں کے پھل کھچے چلے آتے ہیں، جو ہمارے پاس بطور رزق کے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

نیز ارشادِ الہی ہے:

﴿ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۗ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ﴾ [القريش: ۴، ۳]

”پس انھیں چاہیے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں، جس نے انھیں بھوک میں کھانا کھلایا اور ڈر (خوف) میں امن (وامان) دیا۔“

سیدنا عبید اللہ بن محسن انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

﴿ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سَرْبِهِ، مَعَا فِي فِي جَسَدِهِ ، عِنْدَهُ قُوَّةٌ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَائِرِهَا ۗ ﴾<sup>(۱)</sup>

”جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھر میں پر امن ہے اور جسمانی طور پر صحت مند ہے اور اس کے پاس اس ایک دن کے کھانے پینے کا انتظام ہے تو وہ ایسے ہی ہے کہ جیسے دنیا بھر کی نعمتیں اس کے گھر سمٹ آئی ہیں۔“

امن و امان کے لیے اسلام کے اقدامات:

اسلام نے اپنے معاشرے میں امن و امان کو عام کرنے کا سخت اہتمام کیا ہے، تو انہیں بنائے

(۱) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۳۴۶) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۴۱۴)

اور فساد و شر سے منع کیا، جرائم کی سزائیں طے کیں اور ان سے باز رکھنے کے لیے حدود و تعزیرات کے تازیانے دکھائے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

[المائدہ: ۲]

”نیکی و تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو اور گناہ و سرکشی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔“  
اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر دے رکھی ہے کہ جو شخص نیکی کا راستہ اختیار کیے رکھے، ہدایت پر قائم رہے اور فساد و بگاڑ کے راستوں سے دور رہے گا، امن و امان اس کا مقدر ہوگا، چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَ لَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَ هُمْ

مُهْتَدُونَ﴾ [الأنعام: ۸۲]

”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا، انھی لوگوں کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

نبی اکرم ﷺ جب نئے ماہ کا چاند (ہلال) دیکھتے تو یہ دعا فرماتے:

﴿اللَّهُمَّ اهْلَئْ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ هَلَالٌ خَيْرٌ وَرَشِيدٌ رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ﴾<sup>(۱)</sup>

”اے اللہ! تو اس چاند کو ہمارے لیے امن و امان، سلامتی و اسلام اور بھلائی و ہدایت کا پیامبر بنا۔ اے ہلال! ہمارا اور تیرا رب اللہ ہے۔“

امن اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، جب یہ نعمت چھن گئی تو زندگی اچاٹ ہو گئی، امتیں بدبختی کا شکار ہو گئیں، حالات خراب ہو گئے اور نعمتیں روٹھ گئیں، ان کی جگہ عذابوں نے لے لی، امن و امان کی جگہ خوف و خطرات نے، عیش و عشرت کی جگہ فقر و بھوک نے، اتحاد و اتفاق کی جگہ انتشار و بد امنی نے اور عدل و رحمت کی جگہ ظلم و زیادتی نے لے لی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے ساتھ ان تمام مصائب اور بلاؤں سے محفوظ رکھے۔

سعودی عرب اور امن و امان:

اللہ تعالیٰ کی ان ظاہری و باطنی نعمتوں اور امن و امان پر اس کا شکر ادا کرو اور وہ یوں کہ ہمیشہ

(۱) مسند أحمد (۱/ ۱۶۲) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۳۴۵۱)

اس کی عبادت و اطاعت کرو اور اس کی حرام کردہ اشیا و امور سے دور رہو، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس مملکت سعودی عرب کو امن و امان کی نعمت بڑی وافر مقدار میں عطا فرمائی ہے، یہاں تک کہ امن و امان، سکون و استقرار اور جرائم کے قلع قمع کے سلسلے میں موجودہ زمانے میں ساری دنیا کے لیے سعودی عرب ایک ضرب المثل بن چکا ہے، جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں اسلامی قوانین نافذ ہیں اور شرعی نظام کا دور دورہ ہے، اس مملکت کا دستور و قانون کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے، اگر کسی کا نفس اسے کسی جرم پر اکسائے اور شیطان کسی کو اس ملک کے امن و امان سے کھینچنے پر براہیختہ کرے اور اگر کوئی شخص کسی جرم کا ارتکاب کرنا چاہے، تخریب کاری، دھماکا، دہشت گردی اور دغا و فساد کرنے کا ارادہ کرے تو سمجھیں کہ وہ مکر و خیانت کے گڑھے میں جاگرا اور ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَا يَجِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ [الفاطر: ۴۳]

”بڑا مکر و فریب تو خود فاعل کو ہی گھیر لیتا ہے۔“

جو کوئی جرم کرتا ہے تو وہ جرم اسے ہی ہمیشہ ذلیل کرتا رہتا ہے، اور آخرت میں وہ اس کی دردناک سزا پائے گا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے طے کر رکھی ہے۔ وہ تخریب کار مسلمان ہو یا کافر، اس میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ یہ تخریب کاری، توڑ پھوڑ اور دھماکے ان معصوم جانوں کے ناحق قتل کا باعث بنتے ہیں، جنہیں قتل کرنا اللہ نے حرام کر رکھا ہے اور وہ مال برباد ہوتا ہے جس کا بلا وجہ یوں تخریب کاریوں سے برباد کرنا حرام ہے۔ اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ وہ جان و مال مسلمان کا ہے یا کافر کا، کیونکہ کافروں کے جان و مال کی حفاظت بھی امام و حاکم یا اس کے نائبین نے اپنے ذمے لے رکھی ہے۔

اسلام ہر ظالم و مفسد اور معصوم مال و جان پر زیادتی کرنے والے کے ہاتھ کو روکتا ہے اور وہ طریقہ اختیار کرتا ہے، جو انہیں جرائم کا ارتکاب کرنے سے روکے اور انہی جیسے دوسرے لوگوں کو بھی بغاوت و سرکشی سے باز رکھے، کیونکہ اسلام عدل و انصاف، رحم و کرم اور خیر و بھلائی کا دین ہے، یہ اپنے ماننے والوں کو صرف انہی کاموں کا حکم دیتا ہے جن میں خیر و بھلائی ہو اور صرف انہی کاموں سے روکتا ہے، جن میں شر و ضرر ہو۔

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، تم فلاح پا جاؤ گے۔ اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو وہ تمہیں صراطِ مستقیم پر چلا دے گا۔ ہر اس گناہ گار مجرم کے خلاف یک دست اور یک جان



ہو کر کام کرو جو تمہارے امن و استقرار کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے، تمہاری کامیابیوں اور ترقیوں کے مظاہر سے کھیلنا چاہتا ہے اور تمہارے معاشرے میں بدانتظامی و انارکی پھیلانا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

[النساء: ۱۱۱]

”جو کوئی گناہ کرتا ہے، اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے اور اللہ بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ذاتی والا ہے۔“

نیز ارشادِ الہی ہے:

﴿لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَى بِهِ وَلَا يَجِدْ

لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾ [النساء: ۱۲۳]

”حقیقتِ حال نہ تو تمہاری آرزو کے مطابق ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر موقوف ہے، جو برا کرے گا، اس کی سزا پائے گا، اور وہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا حامی و ناصر نہ پائے گا۔“

شکرِ نعمت... از دیانِ نعمت کا باعث ہے:

اللہ والو! تم پر اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں، اس کی انہی نعمتوں کی وجہ سے تمہارے دشمن تم پر حسد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور یہ وعدہ کیا ہے کہ میں اپنی نعمتوں میں اور اضافہ کروں گا، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُون﴾ [البقرة: ۱۵۲]

”تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میرے ساتھ کفر نہ کرو۔“

نیز ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَ إِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَ لَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي

لَشَدِيدٌ﴾ [ابراہیم: ۷]

”اور اگر تم (میرا) شکر کرو گے تو میں اپنی نعمتیں تم پر زیادہ کروں گا، اور اگر (میری

نعمتوں کی) ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، إِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعْنَيْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَىٰ أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتْ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ»<sup>(۱)</sup>

”تم اللہ (کے احکام) کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اس کی حفاظت کرو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب سوال کرو تو صرف اللہ ہی سے سوال کرو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ اگر پوری امت بھی جمع ہو جائے اور تمہیں کوئی نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے، اور اگر وہ سب مل کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے لکھ رکھا ہے، قلمیں اٹھائی جا چکی ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔“

بندے کا اللہ کی حفاظت کرنا یہ ہوتا ہے کہ اس کے فرائض کو ادا کیا جائے، اس کے اوامر کی تعمیل کی جائے اور اس کے احکام کو عملی جامہ پہنایا جائے، اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کیا جائے اور اس کی حرام کردہ اشیا و امور کے قریب بھی نہ پھینکا جائے۔ اگر کوئی بندہ اس انداز سے اللہ کی حفاظت کرتا ہے تو اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے، اس پر اپنی نعمتوں اور رحمتوں کی بارش برسا دیتا ہے، مشکلات و پریشانیوں کو اس سے دور کر دیتا ہے اور اس کا دفاع خود کرتا ہے اور وہ جو وعدہ کرتا ہے اسے پورا کرتا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

(۱) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۵۱۶) مسند أحمد (۱/۳۰۷)

# ماہِ جمادی الاخری

دوسرا خطبہ

تعلیم و تربیت  
کے  
اسلامی اہداف

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ

31/8/2001 = 12/6/1422

پہلا خطبہ

غیبت  
اور  
چغلی

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی رحمۃ اللہ علیہ

24/8/2001 = 5/6/1422

چوتھا خطبہ

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ

(سوانحی خاکہ اور

حسین نامہ اعمال کی ایک جھلک)

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی رحمۃ اللہ علیہ

14/9/2001 = 26/6/1422

تیسرا خطبہ

چھٹیاں

(حکمتیں اور نصیحتیں)

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالمحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

7/9/2001 = 19/6/1422



## غیبت اور چغلی

امام و خطیب: فضیلة الشيخ عبدالبارى الشيبى

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو:

﴿ وَ اتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا

يُظْلَمُونَ ﴾ [البقرة: ۲۸۱]

”اور اس دن سے ڈرو، جس میں تم سب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

غیبت اور چغلی کے دنیا میں برے اثرات:

کبیرہ گناہ دنیا و آخرت میں ہر قسم کی شقاوت و بدبختی اور شر و عذاب کا باعث ہوتے ہیں۔ گناہوں میں سے بدترین گناہ وہ ہے، جس کا ضرر و نقصان اور خطرات زیادہ ہوں۔ ایسے ہی بدترین کبیرہ گناہوں میں سے ایک غیبت اور چغلی خوری بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب قرآن کریم میں اور اپنے نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے حرام قرار دیا ہے، کیونکہ یہ دلوں میں بگاڑ اور باہم دوری پیدا کرنے والے گناہ ہیں، یہ نفرتوں اور شر و برائی کا بیج بوتے اور پھر انتہائی فتنوں کو جنم دیتے ہیں، پھر انتہائی مہلک نتائج تک پہنچنے لے جاتے ہیں اور ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو اس کی عداوت کا سامان کر دیتے ہیں جبکہ عداوت کسی کام نہیں آئے گی۔ یہ اعمال اختلاف کی چغلی کو بڑھا دیتے ہیں، باہمی حسد و حقد پیدا کرتے ہیں، اعزاء و اقارب، دوست و احباب اور ہمسایوں کے مابین عداوت و دشمنی پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں، انہی کی وجہ سے نیکیوں میں کمی اور گناہوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ بندے کو ذلت اور رسوائی کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔

## آخرت میں دخولِ نار کا سبب:

یہ غیبت و چغلی باعثِ عار بھی ہے اور سببِ دخولِ نار بھی، اس کا ارتکاب کرنے والا اللہ کی ناراضی کا شکار رہتا ہے اور اس کا خاتمہ بالخیر بھی نہیں ہوتا۔ لوگوں کے دل اس شخص سے نفرت کرتے ہیں اور ایسے آدمی کے عیوب بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲]

”اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں، اور بھید نہ ٹٹولا کرو، اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔“

غیبت سے نفرت دلانے کا یہ انتہائی موثر انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان بھائی کی غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے اس فعلِ غیبت سے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے والا بنتا ہے اور وہ اس گوشت کو کھانے سے نفرت کرتا ہے تو پھر وہ اپنے زندہ بھائی کا گوشت کھانے سے تو اور بھی نفرت کرنے والا ہونا چاہیے۔ یہ غیبت گویا اپنے زندہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس تشبیہ پر ذرا غور کرے، تو یہ اسے غیبت سے روکنے اور اس سے دور کرنے والی زبردست تشبیہ ہے۔

## غیبت کیا ہے؟

غیبت کا معنی و مفہوم اور اس کی تعریف یہ ہے: ”تمہارا اپنے کسی مسلمان بھائی کا اس کی عدم موجودگی میں ایسے الفاظ سے تذکرہ کرنا جسے وہ خود اپنے لیے سنے تو ناپسند کرے۔“ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَتَدْرُونَ مَا الْغَيْبَةُ؟» قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا

يَكْرَهُ» قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَحْيِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِي أَحْيِكَ مَا تَقُولُ فَقَدْ اُعْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهْتَهُ»<sup>①</sup>

”کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا ایسے انداز سے ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو، آپ ﷺ سے کہا گیا: جو کسی کا عیب ذکر کیا گیا ہو اگر وہ واقعی اس میں موجود ہو تو کیا پھر بھی یہ غیبت ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ عیب اس میں موجود ہے جو تم ذکر کر رہے ہو تبھی تو یہ غیبت ہے، اور اگر اس میں وہ عیب موجود ہی نہ ہو تب تو یہ بہتان ہے۔“

منہوم بڑا صاف اور واضح ہے کہ اگر تم نے اس کا کسی ایسے عیب کے ساتھ ذکر کیا جو واقعی اس میں پایا جاتا ہے تب تو یہ غیبت ہوئی اور اگر جس عیب کے ساتھ تم اس کا ذکر کر رہے ہو وہ اس میں پایا ہی نہیں جاتا، بلکہ وہ اس سے بری ہے تو پھر یہ تمہارا افترا و بہتان ہو گا جو غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر یوم نحر (۱۰ ذوالحجہ) کو نبی اکرم ﷺ نے منیٰ کے میدان میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ»<sup>②</sup>

”بے شک تمہارے خون، مال اور عزت و آبرو ایک دوسرے کے لیے اسی طرح حرمت والے ہیں جیسا تمہارے لیے آج کا یہ دن، آج کا یہ مہینہ اور یہ شہر مکہ حرمت والے ہیں۔ خبردار رہو میں نے اس کی تبلیغ کر دی ہے۔“

حفاظتِ زبان کا حکم اور عدم حفاظت کا انجام:

مسلمانو! اپنی زبان کو اس بدترین فعل غیبت، اس رسوا کن گناہ چغلی اور کینی حرکت سے محفوظ رکھو۔ جس نے ان لغزشوں سے اپنی زبان کو بچا لیا اور اپنے تمام اعضاءے جسم کو اطاعت کے کاموں پر

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۸۹)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۷۴۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۶۷۹)

لگا لیا وہ فوز و فلاح پا گیا، سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ»<sup>①</sup>

”جو شخص مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مسلمانوں میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ»<sup>②</sup>

”جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! نجات پانے کا طریقہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلَيْسَنَكَ يَبْتُكَ، وَأَبِكْ عَلَى حَظِيَّتِكَ»<sup>③</sup>

”اپنی زبان پر مکمل کنٹرول رکھو، (بلا ضرورت گھومنے پھرنے اور بولنے کے بجائے) اپنے گھر میں لگے رہو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔“

زبان کی لغزشوں سے ہوشیار رہو اور اس کی لگام کبھی ڈھیلی نہ چھوڑو، کیونکہ یہ زبان مہلک بیماریوں اور تباہ کن گناہوں میں مبتلا کر دیتی اور آفات و حسرات کا سبب بنتی ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ تَكْفُرُ اللِّسَانَ تَقُولُ: اتَّقِ اللَّهَ فِينَا، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنِ اسْتَقَمَّتْ اسْتَقَمْنَا، وَإِنِ اعْوَجَجَتْ اعْوَجَجْنَا»<sup>④</sup>

”جب ابن آدم صبح اٹھتا ہے تو اس کے تمام اعضائے جسم اس کی زبان کو لعن و طعن کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ ہمارا امن و سلامتی یا

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۴۷۴)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۴۲)

③ سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۴۰۶) مسند أحمد (۴/۱۴۸)

④ سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۴۰۷) مسند أحمد (۳/۹۵)



شامت تمھاری ہی وجہ سے ہے، اگر تم سیدھی رہو گی تو ہم بھی بچے رہیں گے اور اگر تم ٹیڑھی چلو گی تو ہماری شامت آئے گی اور ہمیں بھی ٹیڑھے ہونا پڑے گا۔“

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے وہ عمل

بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے بچا دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَقَدْ سَأَلْتُ عَنْ عَظِيمٍ، وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا» ثم قال: «أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ الصَّوْمُ جَنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةَ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ» ثم تلا: «تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مِمَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قَرَّةٍ أَعْيَنَ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾» [السجدة: ١٦، ١٧] ثم قال: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ؟»

قلت: بلى يا رسول الله ﷺ، قال: «رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» ثم قال: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكٍ ذَلِكَ كَلَمَهُ؟» قلت: بلى يا رسول الله، فأخذ بلسانه، وقال: «كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا» قلت: يا رسول الله ﷺ، و إنا لمؤاخذون بما نتكلم به؟ فقال: «ثَكَلَتْكَ أُمَّكَ، وَهَلْ يَكْتُبُ النَّاسُ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ»<sup>①</sup>

”تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے، البتہ یہ بہت ہی آسان ہے اس کے لیے جس کے لیے اللہ اسے آسان کر دے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکات ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کرو۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمھیں ابوابِ خیر (بھلائیوں کے دروازوں) کے بارے میں خبر نہ دوں؟ روزہ (آگ سے) ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو یوں مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور رات کی نماز تہجد۔“ پھر آپ ﷺ نے ان کلمات کی تلاوت فرمائی، جن میں ارشادِ الہی ہے:

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۶۱۶) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۳۹۷۳)

”ان کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں، اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے، وہ اس سے خرچ کرتے ہیں، کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے پوشیدہ کر رکھا ہے، یہ اس کا بدلہ ہے، جو وہ عمل کرتے تھے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس اسلام کے سر، ستون اور اس کی کوہان کی چوٹی کی خبر نہ دوں؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! ضرور خبر دیجیے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس دین کا سر اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کی کوہان کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔“ پھر فرمایا: ”میں تمہیں ان سب اعمال کے سر کردہ عمل کا پتا نہ دوں؟“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ضرور فرمائیے، تو آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا: ”اس پر قابو رکھو۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہماری زبان سے کی گئی باتوں پر بھی جواب دہی ہوگی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں تیری ماں گم پائے، لوگوں کو منہ کے بل جہنم میں گرانے والی اسی زبان سے نکلی ہوئی باتیں ہی تو ہوں گی!!“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَمَّا عَرَجَ بِي مَرَزْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَطْفَارٌ مِنْ نَحَاسٍ، يَخْمِشُونَ وَجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جَبْرِيْلُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَنْعْرَاضِهِمْ»<sup>(۱)</sup>

”جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا، جن کے ناخن تانے کے تھے، ان سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت و آبرو کے درپے ہوتے تھے۔“

مسلمانو! اس غیبت کو معمولی سا گناہ سمجھو اور نہ اس کے معاملے کو حقیر جانو، کیونکہ یہ بہت ہی بڑا گناہ اور انتہائی خطرناک جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾ [النور: ۱۵]

(۱) سنن أبي داود، رقم الحديث (۴۸۷۸) - مسند أحمد (۲/ ۲۲۴)

”تم اسے معمولی سمجھتے ہو جبکہ اللہ کے نزدیک یہ بہت ہی بڑا ہے۔“

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کرتے تھے:

”هَذَا الَّذِي أوردني المَهَالِكُ“<sup>①</sup>

یہی ہے جس نے مجھے کئی ہلاکت خیز مقامات تک پہنچایا۔

یہ ان کی تواضع و انکساری اور شدید محاسبہ نفس کی علامت ہے۔

### غیبت کے نقصانات:

غیبت کے نقصانات بہت پھیل چکے ہیں اور اس کے خطرات عام ہو گئے ہیں۔ یہ ہماری مجلسوں اور بیٹھکوں میں ہمارے دستِ خوان کی رونق اور ہماری راتوں کی گفتگو کا میوہ اور وقت گزاری کا ذریعہ بن چکی ہے۔ یہی ہمارا غیظ و غضب جھاڑنے، حسد و بغض دکھانے اور حقد و نفرت ظاہر کرنے کا موثر ہتھیار بھی ہے۔

غیبت کرنے والا سمجھتا ہے کہ وہ دوسروں کی غیبت کر کے اپنے عیوب کی پردہ پوشی کر رہا ہے اور وہ اسے نقصان پہنچا رہا ہے، جس کی وہ غیبت کر رہا ہے، جبکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ غیبت کے اضرار و نقصانات اور برائیوں میں سے وافر حصہ تو خود اسے پہنچ رہا ہے، کیونکہ غیبت کرنے والا ظالم ہے اور جس کی غیبت یہ کر رہا ہے وہ مظلوم ہے، قیامت کے دن اللہ حاکم و عادل کے سامنے غیبت کرنے والا اور جس کی غیبت کی گئی دونوں کو کھڑا کر دیا جائے گا، مظلوم اپنے رب سے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کو بیان کرے گا اور اللہ اس غیبت کرنے والے ظالم کی نیکیوں میں سے اس مظلوم کو دے کر اسے راضی کرے گا۔ اگر ظالم کی نیکیاں کم پڑ گئیں تو غیبت کے گناہ کے برابر مظلوم کے گناہ اٹھا کر اس غیبت کرنے والے ظالم کے نامہ اعمال میں ڈال دیے جائیں گے۔ یہ اس دن ہوگا جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کو اور کوئی گہرا دوست اپنے دوست کو ایک نیکی بھی دینے کو تیار نہیں ہوگا، ہر کوئی نفسی نفسی (میری جان، میری جان) پکار رہا ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے:

«الرَّبَا نَيْفٌ وَسَبْعُونَ أَبَا، أَيْسَرُهَا مِثْلُ أَنْ يَنْكَحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ، وَإِنَّ أَرْبَى

① الصمت لابن أبي الدنيا، رقم الحديث (۱۳) شعب الإيمان، رقم الحديث (۴۹۴۷)

الرَّبَا اسْتِطَالَةُ الْمُسْلِمِ فِي عِرْضِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ<sup>(۱)</sup>

”سود کے ستر (۷۰) سے زیادہ درجے ہیں، ان میں سے کم ترین درجے کا گناہ اتنا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے جماع کرے، اور سود کے گناہ سے بھی بڑا گناہ کسی مسلمان کا اپنے کسی مسلمان بھائی کی آبرو سے کھیلنا (غیبت کرنا) ہے۔“

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللَّهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»<sup>(۲)</sup>

”جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی آبرو کا دفاع کرتا ہے قیامت کے دن اللہ اس کو جہنم سے محفوظ کر دے گا۔“

لہذا غیبت کرنے والوں کو مسلمانوں کی آبرو کے ساتھ کھیلنے سے روکو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٦٦﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ

أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾

[الأحزاب: ۷۰، ۷۱]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے

کام سنوار دے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور جس نے بھی اللہ اور اس کے

رسول کی فرمانبرداری کی یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔“

جو اللہ سے ڈر گیا، اللہ نے اسے عذابِ جہنم سے بچا لیا اور اسے بے پناہ ثواب عطا کیا۔

ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلْمُ مَا تُوَسَّوْسُ بِهِ نَفْسَهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ

حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٥٨﴾ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٥٩﴾ مَا

يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٦٠﴾ [ق: ۱۶ تا ۱۸]

”ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم

واقف ہیں اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں، جس وقت دو

(۱) المعجم الأوسط (۷/ ۱۵۸) السلسلة لصحيحة، رقم الحديث (۱۸۷۱)

(۲) سنن الترمذی، رقم الحديث (۱۹۳۱)

لینے والے جا لیتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے، انسان منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا، مگر اس کے پاس نگہبان تیر ہے۔“

اللہ والو! غیبت اور چغلی دونوں کبیرہ گناہ ہیں، جنھیں شیطان بنا سنوار کر انسان کے سامنے پیش کرتا ہے اور انسان اس کے مکر و فریب اور گمراہ کن جال میں پھنس جاتا ہے ایسا کر کے مسلمان اپنے ہی آپ پر خود ظلم کرتا ہے۔

### چغلی کیا ہے؟

چغلی بھی غیبت ہی کی ایک بدترین قسم ہے۔ چغلی یہ ہے کہ لوگوں میں سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائی جائے، تاکہ ان میں فتنہ و فساد اور نفرت پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت اور خصوصاً چغلی خور کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَطْعَمْ كُلَّ حَلَاظٍ مَّهِينٍ ﴿۱۴﴾ هَمَّازٍ مَشَاءٍ بَنِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنَاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ

﴿۱۴﴾ عَتَقٌ بَعْدَ ذَلِكَ زَنْبِيْمٍ ﴿۱۵﴾ اَنْ تَمَّانَ ذَا مَالٍ وَبَيْنِيْنَ ﴿۱۶﴾ [القلم: ۱۰ تا ۱۴]

” (اے میرے نبی!) کسی ایسے شخص کا کہا بھی نہ مانا جو زیادہ قسمیں کھانے والا، بے وقار، کمینہ، عیب گو، چغلی خور، بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھ جانے والا گناہ گار، سرکش پھر ساتھ ہی بے نسب ہے۔“

اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَامٌ» ﴿۱﴾ ”چغلی خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے آپ کا محاسبہ خود کر لو پہلے اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور اپنے آپ کا خود وزن کر لو قبل اس کے کہ تم وزن کیے جاؤ۔

### جواز کی چند شکلیں:

اہل علم نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ غیبت کن حالات میں جائز و روا ہے، مثلاً

□ مظلوم کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی داستان حاکم و سرپرست امیر یا قاضی کے سامنے بیان کرے۔ (ظالم کے ظلم کو دادرسی کے لیے بیان کرنا غیبت کے

﴿۱﴾ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۵۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۵)

ضمن میں نہیں آتا۔

- ۲] اسی طرح جو شخص کہیں کوئی برائی ہوتے دیکھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ مجاز افسر کو اس کی خبر دے جو اس برائی کو ختم کرنے کا اختیار و قدرت رکھتا ہو اور گناہ گار کو زجر و توبخ کر سکتا ہو۔
- ۳] ایسے ہی کسی مفتی سے فتویٰ طلب کرتے وقت بھی کسی ظالم کے ظلم کی تفصیل بتائی جاسکتی ہے، تاکہ وہ صحیح طور پر فتویٰ صادر کر سکے اور وجہِ حق بیان کر سکے۔
- ۴] اس آدمی کو بھی کسی کے عیوب اور حالات صحیح صحیح بیان کر دینے کی اجازت ہے جس سے کوئی شخص کسی کے بارے میں مشورہ طلب کرے، لیکن اس مشیر کو قطعاً اجازت نہیں کہ وہ اس متعلقہ شخص کے عیوب پر پردہ پوشی کر کے اس مشورہ پوچھنے والے کو اس کے دھوکے اور فریب میں پھنسا دے۔ ان مذکورہ حالات میں کسی کی غیبت کرنا مباح و روا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين۔

## تعلیم و تربیت کے اسلامی اہداف

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اسلام میں حصولِ علم اور دوسروں کو تعلیم دینا بہت ہی مقام و مرتبہ اور اعلیٰ شان و عظمت والا عمل ہے۔ اسی کے ذریعے رفعتیں حاصل ہوتی اور بے شمار فوائد میسر آتے ہیں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا

تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾ [المجادلة: ۱۱]

”تم میں سے جو لوگ ایمان والے ہیں اور علم دیے گئے ہیں، اللہ ان کے درجات کو بلند و بالا کرتا ہے۔“

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ ﴾<sup>①</sup>

”جو شخص حصولِ علم کے راستے پر چل نکلا، اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیتا ہے۔“

حصولِ علم ایک فریضہ ہے:

حصولِ علم و معرفت کی دعوت ہر کسی کے لیے عام ہے، جو زندگی کے تمام شعبوں اور میدانوں کو

شامل ہے، اسی سے افراد اور معاشروں کی اصلاح عمل میں آتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

﴿ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ﴾<sup>②</sup>

”علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و زن) پر فرض ہے۔“

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۹۹)

② سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۲۲۴)

## تعلیم کے اغراض و مقاصد:

ہر قوم کے تعلیم سے کچھ اغراض و مقاصد وابستہ ہوتے ہیں، لہذا تمام اقوام اپنے اپنے اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتی ہیں، جن میں سب سے اہم ترین مقصد نوجوان نسل کو روح تربیت، اس کے مفہیم اور اس کی انواع و اشکال سے مزین کرنا ہے۔

ایک ماہر تربیت سے کسی قوم کے مستقبل کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا:

”مجھے اس قوم کی تعلیم کا منہج و طریقہ اور کورس بتائیے، میں تمہیں اس قوم کے مستقبل کے بارے میں بتا دیتا ہوں۔“

متعدد اقسام کی تعلیم اور مختلف شکلوں کی تربیت ہی نوجوان نسلوں کو صحیح پروان چڑھانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں، وہ نسلیں جو کہ امت کے اصول و مبادیات پر ایمان رکھتی ہیں اور یہی دونوں چیزیں (تعلیم و تربیت) ہی پورے انسانی معاشرے کو امت کی روح اور اس کے مفہیم کے ساتھ چلانے کا واحد ذریعہ ہیں۔

اسلام کی نظر میں علم اللہ کے حکم سے امت کی ترقی کا ضامن ہے۔ اسی کی بدولت امت مکارمِ اخلاق، اعلیٰ کردار، ترقی، تہذیب و تمدن، سعادت و خوشحالی اور صلاح و فلاح کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتی ہے۔

امت محمدیہ ایک ایسے عقیدے والی امت ہے، جو ایک انتہائی اعلیٰ پیغام اور منہج ربانی پر قائم ہے، اس سے ایک ہی مطالبہ کیا گیا ہے کہ اس انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ کی شریعت کے احکام نافذ کر دے۔ لہذا اس میں تعجب والی کوئی بات نہیں کہ مختلف انواع و اقسام کی تعلیم ان نسلوں کو پروان چڑھانے کا ذریعہ ہے، جو اس بنیادی و مضبوط اصولِ شریعت اور صحیح عقیدہ پر ایمان رکھتی ہے، جو ہمیں معصکاتِ نبوت اور رسالتِ مصطفیٰ ﷺ سے ملا ہے۔

## علم کے فوائد و ثمرات:

اسلام حصولِ علم کی ترغیب دلاتا اور تربیت پر اپنی توجہ کو مرکوز کیے ہوئے ہے، اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اس طرف بھی دیکھتا ہے کہ یہ ایسی بنیادوں اور اصول و قواعد پر قائم ہو جو اس بات کی ضمانت دیں کہ یہ علم لوگوں کے دلوں میں اس کائنات کے خالق کے بارے میں صحیح عقیدے اور نظریے کو جاگزیں کرے گا۔ اس مفہوم و روح کی تخم ریزی کرے گا، جو کردار و نظریات کی اصلاح



میں گہرا عمل دخل رکھتے ہیں اور ان ہی سے بنی نوع انسان کی فوز و فلاح اور سعادت و خوشحالی وابستہ ہے۔ علم کے فوائد و ثمرات کے اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ﴾ [الفاطر: ۲۸]

”اللہ کے بندوں میں سے صحیح معنوں میں علمای ڈرتے ہیں۔“

اسلام تعلیم کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے، جس کے ذریعے ایک نیک معاشرہ تشکیل پاتا ہے جو مکمل طور پر منہجِ ربانی کا پابند ہوتا ہے اور شریعت کے طے کردہ معیار قبول و رد پر عمل پیرا ہوتا ہے، تاکہ انسانی زندگی پوری طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی عملی تصویر بن جائے، جس میں نبی اکرم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ لَا شَرِيكَ

لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ ﴿ [الأنعام: ۱۶۲، ۱۶۳]

”کہہ دو کہ میری نماز و قربانی اور حیات و ممات سب اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔“

اسلامی اصول و قواعد پر مشتمل تعلیم و تربیت اللہ کے حکم سے ایسی نسلوں کے پروان چڑھانے کی ضامن ہے، جن کی سوچ و فکر اور احساسات تک سب اپنے خالق و مالک کی ملکیت ہوتے ہیں، ان کی ثقافت، کلچر اور تصور سب دین کے تابع ہوتے ہیں اور جن کا قلب و قالب یا جسم و جان سب کے سب منہاجِ اسلام اور حقائقِ ایمان کے صحیح فہم و ادراک کے عین مطابق ہوتے ہیں، جن کے ذریعے وہ ابھرتی ہوئی نسل کے دلوں میں اس دین کے حوالے سے عزت پانے کی روح پھونکتے ہیں، تاکہ ان کی عقول و نظریات ہر اس چیز کی طرف لگے رہیں، جو ان کے لیے دنیا و دین ہر دو میں مفید و نفع بخش ہو۔ تعلیم و تربیت نوجوان نسل کے ذہن میں اسلام کے اعلیٰ اصول و مہادیات اور عمدہ اخلاق و کردار کے بیج بوتی اور ان کی آبیاری کرتی ہے، تاکہ وہ اپنی ساری زندگی میں ان اصول و اخلاق کو اپنا کر انھیں کو اپنا کردار و عمل بنا لیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

﴿ إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ ﴾<sup>①</sup>

”میں تو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم و تکمیل ہی کے لیے بھیجا گیا ہوں۔“

برادرانِ اسلام! ہمارا دینِ علوم و معارف کے حصول کے لیے تگ و دو کرنے کی ترغیب دلاتا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، کیونکہ ان علوم و معارف کے ذریعے ہی افراد اور معاشرے مفید اور نفع بخش اشیا حاصل کر سکتے ہیں، اور اسی ہی سے اس زمین کی یوں تعمیر و آبادی ہوگی، جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ﴾ [الجاثیہ: ۱۳]

”اور اس (اللہ) نے تمہارے لیے زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں مسخر کر دی ہیں۔“

غرض تمام وہ علوم و معارف جو احترامِ عمل کے اصول کو مانتے اور ہر تعمیری فعل کے بارے میں صحیح نظریات و مفاہیم کو ذہنوں میں راسخ کرتے ہیں، وہ سب اس دین کو مطلوب ہیں، جن کے بل بوتے پر ایک ایسی مومن نسل وجود میں آئے، جو اپنے دین اور دنیا کے لیے کام کرنے والی ہو، اپنی امت اور معاشرے کی ترقی میں ہاتھ بٹائے اور اپنے معاشرے کو تہذیب و تمدن اور صنعت و حرفت کے تمام میدانوں میں عروج پر لے جائے اور یہ سب کچھ اس باعزت طرزِ زندگی کے عین مطابق ہو، جس میں اللہ کے حکم سے امتِ اسلامیہ کے لیے عزت و شرف، بلندی اور سیادت و قیادت کی ضمانت موجود ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

﴿الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّ اَفْضَلُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلِّ خَيْرٍ﴾<sup>①</sup>

”طاقتور مومن، کمزور مومن سے بہتر ہے، اگرچہ دونوں ہی میں خیر و بھلائی موجود ہے۔“

معلمین اور مدرسین کی ذمے داریاں:

تعلیم و تربیت کے ذمے دارو! یہ تمام اہداف و مقاصد تمہارے نصب العین ہونے چاہئیں اور ان سب کا نوجوان نسل کے دلوں میں بیج بونا تمہارا مقصود و مطلوب ہونا چاہیے، ایسی نسل وجود میں لائیے جو پہلے دینِ اسلام کی اور پھر امتِ اسلامیہ کی خدمت گزار ہو۔

تعلیم و تربیت کے ذمے دارو! اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر کے نوجوان نسل کو ایسی تربیت دو جو ان کے دلوں میں دینِ اسلام اور نبیِ اسلام حضرت محمد ﷺ کی حقیقی محبت اور ولایے صادق

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۶۴)

کے بیچ بووے، اس دینِ اسلام اور سید الانبیاء والمرسلین - علیہ افضل الصلوة و التسلیم - کی دعوت کے صحیح حقائق کو واضح کرنے کے لیے کوشاں رہے۔ نوجوان نسل کو اسلامی اخلاق اور دینی آداب کی تعلیم دیں اور انہیں سکھلائیں کہ وہ مدرسہ، گھر، سڑک، گلی، کوچے، بازار اور زندگی کے تمام میدانوں میں حسنِ اخلاق اور حسنِ کردار کا مظاہرہ کریں۔ یہ سب امور وہ واجبات ہیں جو آپ پر عائد ہوتے ہیں اور امت کے لیے یہ سب ذمے داریاں نبھانا آپ کا فریضہ ہے، جس سے آپ لوگوں کو سکدوش ہونا چاہیے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»<sup>①</sup>

”تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر نگران سے اس کے زیرِ نگرانی لوگوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔“

دشمنانِ دین کے منصوبے:

اعدائے اسلام اور دشمنانِ دین نے اس تعلیم و تربیت کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے، جو ان کے اغراض و مقاصد کو پورا کرے اور ایک ایسی نسل تیار کرے، جو ان کے نظریات، اخلاق و عادات اور افعال و کردار کو اپنائے اور انہی کی محبت و اطاعت کا دم بھرے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً﴾ [النساء: ۸۹]

”وہ چاہتے ہیں کہ کاش تم بھی اسی طرح کافر ہو جاؤ، جس طرح وہ ہیں تاکہ سب ایک جیسے ہو جائیں۔“

مسلمانوں کے دشمن ہر وہ منصوبہ بنا رہے ہیں جس کے ذریعے وہ کسی بھی طریقے اور کسی بھی ممکنہ انداز کے ذریعے ان کو زک پہنچا سکیں۔ ان طریقوں یا ذرائع میں سے ان کا سب سے بڑا اور انتہائی خطرناک طریقہ واردات ایسے تعلیمی پروگرامز اور کورسز کو اسلامی ممالک میں داخل کرنا ہے، جو مسلمانوں کے دلوں سے دینِ اسلام کی محبت کم کر دیں۔ ان کے دماغوں سے صحیح اسلامی نظریات کو محو کر دیں اور ان کی اصل عادات و اطوار سے انہیں ہٹا دیں اور ان کی جگہ وہ بے دین افکار و نظریات بھروں اور انہیں ایسی تربیت دیں جو دینی قواعد و ضوابط سے چھٹکارے پر قائم ہو اور اجتماعی و معاشرتی

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۸۵۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۸۲۹)

اعلیٰ اقدار اور عمدہ اخلاق کی ناقدری پر آمادہ کرنے والی ہو۔

غرض دشمنانِ دین اور اعدائے اسلام نے مسلمانوں کو بہت سے نقصانات اور گہرے خطرات سے دوچار کر رکھا ہے جو دین کے ضیاع، آدابِ دین کی موت اور دین کے امتیازی امور کی شکل میں موجود ہیں۔

ہماری ذمے داری:

اللہ کے بندو! اپنے دینِ اسلام کے منج و طریقے کو لازم پکڑو، اس کے اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کی کوشش کرو، اس سے حالات سدھر جائیں گے، نفوس کا ترکیبہ ہوگا اور زندگی میں سعادت و خوشحالی آئے گی۔

تعلیمِ قرآن و حدیث:

وہ بہترین چیز جس پر اپنی محنتیں صرف کی جاسکتی ہیں اور جسے اپنے قیمتی اوقات کا مصرف بنایا جاسکتا ہے وہ چیز ہے: اللہ کی کتاب، قرآنِ کریم۔ اسے پڑھیں، پڑھائیں، اس کے احکام پر تدبیر کریں اور اس کے پیغام کو سمجھیں اور اپنائیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ»<sup>(۱)</sup>

”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے، جس نے قرآنِ کریم کو خود سیکھا اور لوگوں کو سکھلایا۔“

اپنی اولاد کو اسی کتابِ مقدس کے سیکھنے، حفظ کرنے اور اسی پر توجہ مرکوز کرنے پر لگاؤ، خصوصاً جبکہ اس کے لیے بڑے سازگار حالات موجود ہیں۔ اسی کی بدولت انجامِ اچھا اور مستقبلِ سعادت مندی و خوشحالی والا ہوگا۔ ارشادِ رسالت مآب ﷺ ہے:

«إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَخْفِضُ بِهِ الْآخَرِينَ»<sup>(۲)</sup>

”اللہ تعالیٰ اسی کتاب پر عمل کی وجہ سے قوموں کو عروج عطا کرتا ہے اور اسے پسِ پشت ڈالنے والی قوموں کو زوال سے دوچار کر دیتا ہے۔“

اسی طرح نوجوان نسل کو حدیثِ رسول ﷺ کی تعلیم دو، آپ ﷺ کی سیرت اور

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۷۳۹)

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۸۱۷)

اخلاقِ حمیدہ و آدابِ رفیعہ سکھلاؤ۔ جس تعلیم و تربیت کے بنیادی عناصر میں یہ دونوں چیزیں (کتاب و سنت) شامل نہ ہوں، اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ کتاب اللہ کی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کے مکارمِ اخلاق ہی تمام خیر و برکت کا سرچشمہ ہیں اور اسی کی طرف نبی اکرم ﷺ نے یہ کہتے ہوئے اشارہ فرمایا ہے:

«مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ»<sup>①</sup>

”اللہ جسے خیر و بھلائی سے نوازنا چاہتا ہے، اسے دین کی صحیح سمجھ عطا فرماتا ہے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۳۷)

## چھٹیاں (حکمتیں اور نصیحتیں)

امام و خطیب: فضیلة الشيخ عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا اور ان کی تقدیر مقرر فرمائی اور ان کی عمریں طے کیں۔ صبح و شام کی گردش اور ماہ و سال کی آمد و رفت کے ساتھ ہی قوموں کی آمد و رفت لگی ہوئی ہے، کوئی آ رہی ہے اور کوئی جا رہی ہے۔ دنیا میں زندگی کا یہ سلسلہ اپنی تمام عادات و سنن اور حکمتوں کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ لوگ آ رہے ہیں، جا رہے ہیں، کوئی مطیع و تابع فرمان ہے، کوئی سرکش و نافرمان ہے، کوئی مومن ہے اور کوئی کافر ہے۔

سالانہ چھٹیوں کا موسم اختتام کو پہنچا۔ اس موسم کے دامن میں کتنی ہی حکمتیں، عبرتیں، دروس، نصیحتیں اور واقعات موجود ہیں۔ کچھ لوگ سعادت مند و خوشحال ہیں اور بعض انہی کی وجہ سے شقاوت و بدبختی سے دو چار ہو گئے ہیں۔ کچھ وہ لوگ ہیں، جن کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ یہ دن جلد ختم ہو، تاکہ اس کے ساتھ ہی اس کے غم اور پریشانیاں بھی ختم ہوں اور بعض لوگ وہ ہیں جو چاہتے ہیں کہ آج کے دن کی کبھی انتہا نہ ہو، تاکہ وہ ناز و نعمت اور لذت و سرور سے شاد کام رہیں۔

دروس و عبرتیں:

ایسے احوال و واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جو عقل مند کے لیے نصیحت و عبرت کا باعث بنتے ہیں اور جاہل کو خواب غفلت سے بیدار کرتے ہیں۔ امام ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا: تم نے کس حال میں صبح کی ہے؟ انھوں نے فرمایا:

”ہم نے بڑی ہی کمزور حالت اور گناہوں میں لت پت صبح کی ہے، ہم روزی کھاتے

ہیں اور اپنی موت کے انتظار میں ہاتھوں پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔<sup>①</sup>  
 زمانے کی گردش، شب و روز کی آمد و رفت اور مختلف مواقع کا آنا اور جانا ہمارے لیے محاسبہ نفس کا سبب ہونا چاہیے، ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے نفس و ضمیر کے ساتھ چند لمحات کے لیے خلوت گزریں ہو اور اپنا محاسبہ کرے۔ کل تمام انسانوں کو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونا اور اپنے کیے کا جواب دینا ہے۔ انبیاء و رسل ﷺ نے اپنے منصب اور امتوں نے اپنے عمل کا جواب دہ ہونا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ﴾ [الأعراف: 6]

”ہم ان سے بھی ضرور باز پرس کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور خود رسولوں سے بھی جواب طلب کریں گے۔“

اہلِ صدق سے بھی سوال ہوگا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيَسْأَلَنَّ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ﴾ [الأحزاب: 8]

”صادقین سے ان کے صدق کے بارے میں وہ سوال کرے گا۔“

جن پر اللہ نے اپنی نعمتیں نازل کیں، ان سے بھی سوال ہوگا اور ان نعمتوں کا ان سے حساب لیا جائے گا، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ثُمَّ لَتَسْأَلَنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ [التكاثر: 8]

”پھر قیامت کے دن تم سے نعمتوں کا بھی ضرور حساب لیا جائے گا۔“

### زندگی کا اختتام:

دن گزرتے جاتے ہیں اور عمریں ختم ہوتی جاتی ہیں۔ شب و روز کی گردش دور والے اوقات کو قریب لا رہی ہے اور موعود دنوں کو کھینچے لا رہی ہے۔ اس گردش کی تیزی سمجھدار آدمی کو یہ یاد دلاتی ہے کہ عمر بھی اتنی ہی تیزی سے ختم ہو رہی ہے اور اسی تیزی کے ساتھ موت قریب آرہی ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”بختی کے دن آنے سے پہلے پہلے کشائش و آسانی کے دنوں میں اپنے نفس کا محاسبہ کرلو۔ جس نے کشائش کے دنوں میں اپنے نفس کا محاسبہ کیا، اس کا معاملہ رضا و خوشی کو

① مصنف ابن ابی شیبہ (۷/ ۱۴۵)

جا پہنچا اور جسے اس کی زندگی نے لہو و لعل میں مبتلا کیے رکھا اور اس کی خواہشات نے اسے مشغول کیے رکھا، اس کا انجام ندامت و خسارے کے سوا کچھ نہیں ہے۔<sup>①</sup>

چھٹیوں کے روشن اور تاریک تمام صفحات کو زمانے نے لپیٹ دیا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو، فَبَانِعُ نَفْسَهُ فَمُعِقُّهَا أَوْ مُؤَبِّقُهَا»<sup>②</sup>

”تمام لوگ صبح نکلتے ہیں، ان میں سے بعض تو اپنے نفس کا سودا کر کے اسے آزاد کر دیتے ہیں اور بعض اسے ہلاکت میں ڈال لیتے ہیں۔“

### فضیلتِ علم و علما:

بعض لوگوں نے چھٹیوں کا یہ زمانہ نہایت نیک عمل یعنی حصولِ علم ہی میں صرف کر دیا، کیونکہ وہ اس بات کا ادراک رکھتے ہیں کہ علم، اہلِ علم کے لیے باعثِ سعادت و خوش نصیبی ہے۔ تھوڑا علم بھی نفع بخش ہے اور اگر زیادہ ہو تو پھر وہ باعثِ رفعت و بلندی ہے، لہذا جنہوں نے حصولِ علم کے لیے بھرپور محنتیں کیں، علم کو حفظ کرنے کے لیے مشقتیں اٹھائیں، کاہلی و سستی کے بستر لپیٹ دیے، انہوں نے بیش از بیش فضائل و برکات پائے۔ ان کے چہروں پر اطاعت کی رونق اور عبادت کا نور عیاں ہوتا ہے، انہوں نے فانی دنیا کو عالمِ باقی پر ترجیح نہیں دی۔ یہی وہ متقی لوگ ہیں جو قیامت کے دن لوگوں کے سردار ہوں گے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ [المجادلة: ۱۱]

”تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اہلِ علم ہیں، اللہ ان کے درجات بلند کرتا ہے۔“

جس نے خیر کے راستوں اور جنت کے بانچوں کو تلاش کیا اور بصیرت و دانائی اور حکمت و خیر خواہی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی، خود کتاب و سنت کا التزام کیا، لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دیا اور برے کاموں سے روکا، اپنے بال بچوں کو نصیحت کی، انہیں اللہ کی امانت سمجھ کر ان کی صحیح طرح سے حفاظت کی، ان کی اصلاح کی، تاکہ وہ زندگی میں اس کا سہارا بنیں اور آخرت میں اجرِ ثواب کا

① شعب الإيمان (۷/۳۶۶)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲۳)



ذخیرہ ثابت ہوں، اس شخص نے عزت و مجد کو پالیا اور اپنے لیے خیر و بھلائی جمع کر لی اور اپنے دین کو سلامت لے نکلا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ﴾ [الإسراء: ۱۹]

”جس نے بھی آخرت کو پانے کا ارادہ کیا اور اس کے لیے سعی و کوشش کی اور وہ مومن بھی ہے، تو ایسے لوگ ہی وہ ہیں جن کی کوششوں کی قدر و قیمت ہوگی۔“

باعثِ حسرت و ندامت:

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے چھٹیوں کے اس نادر موقع پر کچھ نہیں کیا، جس طرح چھٹیاں شروع ہوئی تھیں اسی طرح ختم ہو گئیں، ان لوگوں نے دنیا کے لیے ہی کچھ کیا نہ اپنی آخرت کو سنوارنے پر توجہ دی۔ ان کے لیے حسرت و ندامت کے سہا کیا ہو سکتا ہے؟

باعثِ شرم و عار:

لوگوں میں سے ایک گروہ وہ ہے جن کی چھٹیوں کا سورج غروب ہوا تو وہ اپنے سفرِ حرام سے لوٹے، انہوں نے چھٹیاں ایسے ملکوں میں گزاریں، جہاں عقیدہ و اخلاق ہر وقت خطروں میں محصور رہتے ہیں، اور اس گروہ کے لوگوں میں سے بعض تو وہ ہیں جو اپنے عقائد و اخلاق اور ولا و برا کو ملوث کر کے لوٹتے ہیں اور اپنے اموال میں سے بڑی خطر رقیں، محرّمات و منکرات اور افعالِ قبیحہ و شنیعہ پراڑا کر آتے ہیں۔

اسی گروہ کے لوگوں میں سے بعض تو ظلم کی انتہا کر دیتے ہیں، جو اپنے ساتھ اپنے بیوی بچے بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ وہ نوجوان لڑکے لڑکیاں جنھیں فطرتِ سلیمہ پر پروان چڑھنا چاہیے وہ ان ملکوں میں جا کر ایسے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، جو مردانگی کے منافی اور اسلامی اخلاق و کردار کے سراسر خلاف ہیں، پھر یہ سب کچھ ان ملکوں میں جا کر کیا جاتا ہے، جن میں فتنہ و فساد موجیں مار رہا ہے اور ذلت و گمراہی اور رذالت و کمینگی کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تو فتنوں کی طرف دیکھنے اور ادھر ادھر جھانکنے سے بھی روکا ہے، جبکہ یہ ٹواہ اپنے بال بچوں سمیت فتنوں کے تالاب میں چھلانگ لگا دیتا ہے۔ یوں وہ اللہ کی دی ہوئی اس امانتِ اولاد کی صحیح تربیت کے معاملے میں

خیانت کرتا ہے اور ان کی صحیح دیکھ بھال میں بھی کوتاہی کا ارتکاب کرتا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ مِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ﴾ [النحل: ۲۵]

”اسی کا نتیجہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ ہی ان کے بوجھ کے بھی حصے دار ہوں گے، جنہیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے، دیکھو تو کیسا برا بوجھ اٹھا رہے ہیں۔“

مال و دولت اور اولاد و عافیت کی نعمتوں پر اس طرح انکار و کفرانِ نعمت تو ہرگز روا نہیں ہے۔ والدین سے تو یہ امید کی گئی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی اصلاح کی کوشش کریں گے نہ کہ وہ خود اپنے ہاتھوں انھیں فتنہ و فساد سے بھرپور اور دلوں میں ظلمتیں اور سیاہیاں پیدا کرنے والے مقامات پر لے جا پھینکیں گے اور نہ وہ انھیں اس اندھے کنویں میں ڈھکیل دیں گے جہاں اخلاق و کردار میں انحراف کے لیے ادنیٰ اشارے کی ضرورت ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے:

”شکوک و شبہات اور نفسانی خواہشات و شہوت ہی بندے کے لیے فساد و بگاڑ کی جڑ ہیں اور ان ہی سے اس کے معاشی معاملات اور آخرت کی زندگی میں شقاوت و بدبختی آتی ہے۔“

اپنے گناہوں کا اشتہار دینے والے:

بعض لوگ ایسے گندے ملکوں سے مٹتے ہیں تو شرم و حیا کی چادر بھی اتار پھینکتے ہیں اور وہاں دیارِ کفر میں انھوں نے جہاں جہاں اور جیسے جیسے منہ کالا کیا ہوتا ہے، بڑی ڈھٹائی سے انھیں بیان کیے چلے جاتے ہیں، اللہ نے جو پردہ، ان کے عیوب و سیاہ کاریوں پر ڈالا ہوا ہوتا ہے اسے وہ خود اپنے ہی ہاتھوں سے تار تار کر دیتے ہیں، یوں وہ سننے والوں کے سامنے ان گناہوں کو رنگین کر کے بیان کر کے اور ان افعالِ قبیحہ کی شن میں قصیدہ گوئی کر کے لوگوں کو ان گناہوں کی رغبت دلاتے ہیں، جبکہ گناہ و معصیت پر فخر کرنا ذل کی موت کی علامت ہے۔ اسی طرح یہ فطرت کے فساد و بگاڑ کی علامت بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿كُلُّ أُمَّتِي مُعَاْفِي إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ﴾<sup>①</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۷۲۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۹۹۰)

”میری امت کے تمام گناہ گاروں کو معاف کیا جائے گا سوائے ان کے جو علی الاعلان گناہوں کا ارتکاب اور تذکرہ کرتے ہیں۔“

اللہ کی نعمتوں کے مقابلے میں اگر معصیت و گناہ ظاہر ہوں تو نعمت بچھن جاتی ہے، اور جب معصیت کسی دل پر قبضہ جمالے تو وہ اسے فساد و بگاڑ میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یوں جو نعمتیں موجود ہوتی ہیں، وہ زائل ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور جن نعمتوں کی آمد متوقع ہوتی ہے وہ رک جاتی ہیں۔

محاسبہ نفس اور توبہ:

لہذا اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہا کریں اور سوئے خاتمہ، شیطانی چالوں اور خواہشاتِ نفس کی پھسلاہٹوں سے ہوشیار رہیں۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک نگاہ و نظر کا جواب دینا ہوگا۔ تقصیر و کوتاہی پر اپنے نفس کو ملامت کریں اور اگر آپ کی عمر طویل ہو رہی ہے تو اللہ کی اس ڈور کو ڈھیلا چھوڑنے پر اس کی حمد و ثنا بیان کریں اور جلد اپنے گناہوں سے توبہ نصوح کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔ توبہ کرنے میں آج کل اور ڈھیلا نہ کریں۔ جس نے ڈھیلا کی وہ کامیابی نہ پاسکا، بلکہ اس کی گاڑی چھوٹ گئی، لقمان علیہ السلام کی وصیتوں میں سے یہ بھی تھی کہ اے میرے بیٹے! توبہ میں تاخیر نہ کرنا، کیونکہ موت تو اچانک بھی آسکتی ہے۔<sup>①</sup> لہذا خوش نصیب ہے، جو اپنے نفس سے اپنے لیے حصہ لے لے اور موت سے پہلے پہلے اس کے لیے تیاری کر لے۔

امام دہب بن مہبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”جس نے شہوت کو اپنے قدموں کے نیچے رکھا، شیطان اس کے سائے سے بھی ڈرتا ہے۔“<sup>②</sup>

لہذا اپنی خواہشاتِ نفس پر قابو رکھو، اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو، برائیوں کو ترک کرو، موت کے بعد والی دوسری زندگی کے لیے تیار رہو، جو کوتاہیاں ہوئیں ان کا استدراک کرو، دنیا سے رواں گئی کا وقت قریب آچکا ہے۔ جس نے اپنی بقیہ زندگی کی اصلاح کر لی، اسے اس کی پہلی زندگی کے گناہ بخشے گئے اور جس نے بقیہ زندگی میں برائیاں کیں اسے پہلی زندگی پر بھی پکڑ ہوگی اور بقیہ پر بھی۔ دن سواریاں ہیں اور سانسیں آگے کی جانب بڑھتے ہوئے قدم۔ ارشادِ الہی ہے:

① شعب الإيمان (۵/ ۴۳۹)

② حلیۃ الأولیاء (۴/ ۶۰)

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيَحْذَرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾  
[آل عمران: ۳۰]

”جس دن ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا، آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔“

مسلمانو! نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو گیا ہے، علوم و معارف کی فضیلت اور قدر و منزلت ان کے مقاصد کے اعتبار سے مختلف ہے۔ انسان کے لیے سب سے افضل و اعلیٰ اور سب سے زیادہ نفع بخش علم وہ ہے جس کے ذریعے اسے قلبی سعادت و خوشی اور انشراح صدر حاصل ہو اور وہ صرف وہی علم ہو سکتا ہے، جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہو۔ کسی شخص کی کمائی اس شخص جیسی ہرگز نہیں ہو سکتی جس نے ایسا علم حاصل کیا جو اسے ہدایت کی طرف لے جائے یا تباہی و ہلاکت سے بچالے۔

جب عقول و اخلاق کی حفاظت کی جائے اور دینِ متین کی باڑھ کے ساتھ انھیں چاروں طرف سے گھیرے رکھا جائے اور صحیح عقیدے کے مضبوط بندھن کے ساتھ اسے مربوط کیے رکھیں تو عمل خود بہ خود صحیح ہو جاتا ہے۔

### علم اور خلوص نیت و امانت داری:

علم حاصل کرنے کے لیے لازماً محنت و مشقت اٹھانا پڑے گی۔ جو شخص حصولِ علم کے لیے گھڑی بھر کی مشقت برداشت نہیں کرتا، وہ عمر بھر جہالت و ناخواندگی کی ذلت و رسوائی سے دوچار ہو جاتا ہے۔ علم کے لیے طالبِ علم اور معلم دونوں کی طرف سے خلوص نیت اور اخلاصِ اللہ کی ضرورت ہے، ان کے بغیر کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

لہذا طلبہ و مدرسین سب کو صالحین امت کے اوصاف اپنانے چاہئیں، جنہوں نے علم سے محبت کی، پھر انھیں دنیا میں پھیلایا اور خود اس کے تقاضوں پر عمل کر کے بھی دکھایا، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ﴾

[آل عمران: ۷۹]

”بلکہ (وہ تو کہے گا کہ) تم سب رب کے ہو جاؤ، تمہارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے باعث۔“

والدین اور مدرسین کی ذمے داریاں:

مدرسین و معلمین کی ذمے داری ہے کہ وہ امانت داری اور عدل و انصاف سے کام لیں اور طلبہ کے اولیا یا سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ پوری باریک بینی کے ساتھ بچوں کی نگرانی رکھیں، انہیں اچھے ساتھیوں کی صحبت اختیار کرنے کی راہ دکھائیں، انہیں باجماعت نمازیں ادا کرنے کی تلقین کرتے رہیں اور سب سے اہم یہ کہ نماز فجر بھی انہیں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا عادی کریں، یہ عادتیں بچوں کو انسانوں اور جنوں کے تمام شیطانوں کی آفتوں اور شر سے محفوظ کر دیں گی۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ»<sup>①</sup>

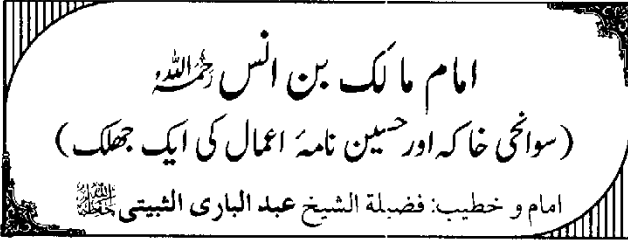
”جس نے نماز فجر ادا کر لی وہ شام ہونے تک اللہ کی حفاظت و ذمے داری میں آجاتا ہے۔“

بچوں کی ایمان و تقویٰ اور عمل صالح پر تربیت کرنا ایک عظیم امانت و ذمہ داری ہے، جس کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا، لہذا اس امانت و ذمہ داری کی ادائیگی اسی طرح کرو، جس طرح اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس معاملے میں کوتاہی و کاہلی سے کام نہ لو، کیونکہ تمہیں اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اچھے عمل پر اجر و ثواب ملے گا اور برے پر عقاب و عذاب دیا جائے گا۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۵۷)



حمد و ثنا کے بعد:

علمائے کرام کے بارے میں گفتگو:

علمائے کرام کی عظیم ہستیتوں کے بارے میں گفتگو کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آپ ان کی زندگی کا احاطہ کرنے کی جتنی بھی کوشش کر لیں، آپ کا قلم ان کے حالات کو مکمل طور پر بیان کرنے سے عاجز اور علم قاصر رہے گا، بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض اہم اور پُر تاثیر امور آپ سے چھوٹ جائیں۔

پہلے علمائے عظام کی سیرتیں بہترین نمونہ ہیں۔ انھیں اجاگر کرنا نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے استفادے کے لیے بہت ضروری ہے، تاکہ وہ ایسے گرے پڑے مغربی لوگوں اور ان آئیڈیلز کی طرف متوجہ نہ ہوں، جن کا اس زندگی میں کوئی وزن ہے نہ تاریخ میں کوئی قیمت ہے۔

علمائے کرام کے بارے میں گفتگو کرنا، ان میں سے کسی کے ساتھ کسی بھی قسم کے تعصب کی بنا پر ہرگز نہیں، کیونکہ ہر انسان کی کوئی بات قابلِ قبول ہو سکتی ہے اور کوئی قابلِ رد سوائے نبی معصوم ﷺ کے۔

امام دارالہجرت:

ہمارے آج کے ممدوح وہ عظیم شخصیت ہیں جو مدینہ طیبہ ہی میں پلے بڑھے اور اس کے سرچشمہ ہائے علم و معرفت سے سیراب ہوئے۔ ان کا ذکر و شہرت چہار دانگ عالم میں پھیل گئی اور ان کے علم سے زمین بھر گئی۔ وہ علوم شریعت کے درس و تدریس کے لیے مسجد نبوی کے ریاض الحجۃ میں بیٹھے اور اسی تعلق سے ایسے مشہور ہوئے کہ اگر ”عالم مدینہ“ یا ”امام دارالہجرت“ کہا جائے تو ان کے سوا کسی دوسرے کی طرف نگاہ ہی نہیں جاتی۔

## والدہ کی تربیت:

امام مالک رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، علم کی محبت میں پرورش پائی، فقر و تنگدستی ہونے کے باوجود حصول علم سے پیچھے نہ ہٹے، ان کی والدہ نے انکی بہترین تربیت کی اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”جاؤ امام ربیعہ الرائے کے حلقہ درس میں شریک ہو جاؤ اور ان کے علوم و معرفت سے فیض یاب ہونے سے پہلے ان کے اخلاق و کردار اور آداب سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کرو۔“<sup>①</sup>

اس خاتون کو زندگی میں اپنی ذمے داری، تربیت میں اپنے حصے اور نونہر نسل کی تعلیم و تربیت میں اپنے فرائض کا خوب احساس تھا، وہ یہ جانتی تھی کہ آداب زندگی بھی علم و آگہی کے ساتھی ہوتے ہیں اور آداب کو اپنائے بغیر علم کی کوئی قیمت نہیں۔ علم کے اول و آخر اور حصول علم کے دوران میں ہر موقع پر آداب و اخلاق فاضلہ کو اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس خاتون نے اپنے حسن تربیت و اہتمام سے ایک ایسا آدمی پروان چڑھایا جو پوری امت کی تعمیر و اصلاح کا باعث بن گیا۔

## ماؤں کی ذمے داریاں:

ماں کی ذمے داری صرف یہی نہیں کہ وہ بچے کو جسمانی غذا مہیا کرے اور امراض وغیرہ سے اس کے بچاؤ پر توجہ دے، بلکہ اس کی ذمے داریاں اس سے کہیں عظیم و جلیل القدر اور ارفع و اعلا ہیں۔ ماں کی ذمہ داری بچے کے ایمان کی تقویت و پختگی، اس کی شخصیت کی بہترین تعمیر، اس کی عقل و دانش کی ترقی اور بلند یوں کو پانے کے لیے اس کی ہمت افزائی کرنا بھی ہے، اور یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب وہ دنیا کے دیگر تمام فکروں سے آزاد ہو کر بچے کی تعظیم و تربیت کے عظیم کام پر ڈٹ جائے۔

ماں کے چند کلمات پر مشتمل اس قولی زریں نے امام مالک رضی اللہ عنہ کی زندگی کو تولی نہیں بلکہ حقیقی و عملی اور محض خیالی نہیں بلکہ واقعی رنگ میں رنگ دیا۔ وہ آداب سکھانے کا ایسا مدرسہ بن گئے کہ دوسرے طالب علم ساتھی ان سے وضع قطع اور اخلاق و آداب کا سبق لیتے اور آج پوری امت ان کی حیات و سیرت سے روشنی حاصل کر رہی ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قریشی نوجوان ساتھی سے کہا تھا:

① التمهید لابن عبد البر (۴/۳)

”علم حاصل کرنے سے پہلے حسنِ اخلاق و آداب سیکھو۔“<sup>(۱)</sup>

امام ابنِ وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ہم نے امام مالک رحمہ اللہ کے علم سے اتنا نہیں سیکھا جتنا ان کے اخلاق و آداب سے پایا

ہے، جبکہ لوگوں نے ان سے علم بھی بہت سیکھا تھا۔“<sup>(۲)</sup>

امام یحییٰ بن یحییٰ رحمہ اللہ تمیمی کہتے ہیں:

”امام مالک رحمہ اللہ سے حصولِ علم کی تکمیل کے بعد میں پورا ایک سال ان کے یہاں قیام

پذیر رہا اور اس دوران میں ان کی **بیتِ قطع**، ہیئت و صورت اور اخلاق و عادات سیکھتا

رہا، میں نے دیکھا کہ ان کے اخلاق و عادات بالکل وہی ہیں جو صحابہ و تابعین کے تھے۔“<sup>(۳)</sup>

دورِ حاضر اور اسلوبِ تعلیم:

تعلیم و تدریس کے اس اسلوبِ جدید اور دورِ حاضر میں مروجہ طریقے سے تو کبھی کبھی یوں لگتا

ہے کہ آداب و اخلاق سے عاری صرف کورس کی چند کتابیں یا ان کے اسباق پڑھا دیے جاتے ہیں

جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ آج علم کی اصل رونق، حسن و جمال، تاثیر بے مثال اور اس کی

سعیتیں مفقود ہو گئی ہیں۔ اگر علم و معرفت اور اخلاق و آداب میں جدائی کر دی جائے تو علم کے

چاہے کتنے بھی خزانے اور معرفت کی چاہے کتنی بھی دولت کسی کے پاس جمع ہو جائے، آپ یہ بات

خود محسوس کر لیں گے کہ ایسے مجرد علم کا اصلاحِ قلوب، تزکیہٴ اعمال اور اخلاق و کردار پر انتہائی ضعیف

اور کمزور سا اثر رہ جائے گا۔ کسی آدمی کے ایسے علم میں کوئی خیر و بھلائی نہیں، جو اسے جامع آداب

سے مزین اور حسنِ اخلاق سے مہذب نہ بنا سکے۔

علم و آگہی اور اخلاق و آداب کے مابین تفریق و جدائی کئی امراض کو جنم دیتی ہے، جیسے

اہلِ علم و عقل کے خلاف زبانِ درازی کرنا، بد اخلاقی، بد کرداری، والدین کی نافرمانی، وضع و قطع اور

لباس و پوشاک میں دوسروں کی اندھی تقلید کرنا اور ان کے ساتھ ساتھ ہی تعلیم و تربیت دینے والے

اساتذہ پر قوی و عملی طور پر زیادتیاں اور بد تمیزیاں کرنا وغیرہ۔

(۱) حلیۃ الأولیاء (۶/۳۳۰)

(۲) سیر أعلام النبلاء (۸/۱۱۳)

(۳) الدیاج المذہب لابن فرحون (۱/۳۵۰)



## تعلیم و تربیت اور ماحول:

مدینہ طیبہ میں ولادت و تربیت کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور تعمیرِ کردار و شخصیت میں بڑا گہرا اثر اور عمل دخل تھا۔ ان دنوں یہ مقدس و مبارک شہر علما اور تابعین سے بھرا ہوا تھا، اسی میں سب سے بڑی یونیورسٹی اور سب سے پہلا مدرسہ ”مسجد نبوی“ ان سب کے لیے علم کا گہوارہ تھی، اس میں موجود تمام حلقاتِ علم میں سے ہر حلقے میں ایک معروف عالم بیٹھتا تھا۔

وہ لوگ جو اپنے بچوں کو صحیح و صالح تربیت سے مزین کرنا چاہتے ہیں، انھیں چاہیے کہ انھیں ایسے تعلیمی گہوارے مہیا کریں، جو دینی اعتبار سے اطمینان بخش اور اخلاقی اعتبار سے صحیح و صالح ہوں، تاکہ نوجوانوں کا کردار اور سیرت و اخلاق صاف ستھرے ہوں۔ شاید یہ بات کہنا ضروری نہیں کہ برا ماحول بنانا نہیں بگاڑتا ہے۔ صبح کے وقت اگر لڑکے کو اسلامی اخلاق و آداب کی تعلیم دی گئی اور شام کو وہ برے لڑکوں کی صحبت میں جا بیٹھا تو صبح کا پڑھا ہوا سبق وہ بھلا دیں گے اور اخلاق کی جگہ فساد و بگاڑ داخل کر دیں گے۔ اگر بچے کو سالہا سال اچھے آداب و اخلاق کی تعلیم دی گئی، پھر اس کے والدین اسے کسی ایسے غیر اسلامی ملک میں لے گئے، جہاں کی فنائیں فسق و فجور سے معمور ہیں، تو اس بچارے میں سابقہ اخلاق و آداب میں سے کیا رہ جائے گا۔ وہ تو ابھی نرم و نازک کونیل کی طرح ہے، اس کا عقیدہ بگڑ جائے گا، ایمان کمزور پڑ جائے گا اور کردار و اخلاق کی قدریں ڈگمگائیں گی۔

## منصبِ افتا پر رونق افروزی:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مسندِ افتا پر تب رونق افروز ہوئے، جب سترجید علما نے گواہی دی کہ اب آپ اس کام کے لائق ہو چکے ہیں، اس طرح انھوں نے ”اپنے منہ میاں مٹھو بننے“ اور اس عظیم منصب پر قابض ہونے والے اور اس شخص کے درمیان فرق کر دیا، جسے اہل علم و فضل اس منصب کا اہل قرار دیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ہر وہ شخص جو مسجد میں تدریس و افتا کے لیے بیٹھنا چاہے، اسے یہ نہیں کرنا چاہیے کہ جب چاہا بیٹھ گیا، بلکہ اسے اہل علم و فضل اور اہل صلاح سے مشورہ کر لینا چاہیے، اگر وہ اسے اس کام کا اہل سمجھیں تو بیٹھ جائے ورنہ نہیں۔ میں اس وقت تک مسندِ تدریس و افتا پر نہیں بیٹھا

جب تک کہ ستر اہل علم و فضل نے اس کام کے لیے میری اہلیت کا اعتراف نہیں کیا۔<sup>(۱)</sup>

### منہج دلیل و حجت:

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں بھی ایک انسان ہوں، غلطی بھی کر سکتا ہوں اور صحیح بھی ہو سکتا ہوں۔ میری رائے و فتویٰ کو بغور دیکھ لو، اگر وہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے، تو اس پر عمل کر لو۔“<sup>(۲)</sup>

اپنے اس قول میں امام مالک رضی اللہ عنہ نے وہ درمیانہ منہج بیان فرما دیا ہے، جو ائمہ کے لیے تعصب برتنے، ان کی اندھی تقلید کرنے اور صحیح دلائل کا انکار کرنے والوں اور کبار ائمہ کرام کے اقوال کا بالکل انکار کرنے والوں اور یہ کہنے والوں کے درمیان والا منہج ہے کہ وہ بھی اہل علم تھے اور ہم بھی اہل علم ہیں۔

ان لوگوں اور ان لوگوں کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ لوگ تو وہ تھے کہ انہیں فوت ہوئے صدیاں گزر گئی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی شہرت کو دوام بخشا ہوا ہے اور ایک یہ لوگ ہیں کہ ابھی زندہ ہیں لیکن ان کا کوئی علمی وزن ہے نہ شہرت و نیک نامی۔ ان لوگوں کے تذکرے سے دلوں کو زندگی و تازگی ملتی ہے اور ان کی مجلسوں میں بیٹھنے سے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔

اگر امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جائے، تو ان کی علمی قدآور شخصیات کے سامنے یہ بونے لگتے ہیں۔ وہ ائمہ صرف علمی نصوص و عبارات کے حافظ و خزانے ہی نہیں تھے، بلکہ وہ اخلاق و آداب کی چوٹیوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ تقویٰ و عبادت، زہد و ورع اور خشیتِ الہی وغیرہ تمام امور میں وہ صحیح معنوں میں عالم تھے۔

### جامد اور اندھی تقلید:

ائمہ کی پیروی کرنے والوں میں سے ایک گروہ ان لوگوں کا بھی ہے، جنہیں صرف تقلید ہی اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے متبوع امام کے اقوال سے سرمو آگے پیچھے نہیں ہوتے، حالانکہ حق و باطل کے مابین فرق و تمیز کی قدرت ان کے اندر موجود ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی طرف جلیل القدر عالم

(۱) الدیباچ المذہب (۱/ ۲۱)

(۲) الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم (۶/ ۲۹۴)

امام العز بن عبدالسلام نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”انتہائی تعجب کی بات ہے کہ مقلدینِ فقہا اپنے امام کی دلیل کے ضعف و کمزوری کو بھی سمجھ لیتے ہیں اور اس کے ضعف کو دور کرنے والا کوئی سہارا بھی نہیں پاتے، اس کے باوجود اس مسئلے میں بھی وہ اسی کی تقلید پر اڑے رہتے ہیں اور اپنے امام کی اندھی و جاہد تقلید کی بنا پر اُس امام کا فتویٰ چھوڑ دیتے ہیں، جس کی تائید قرآنِ کریم، سنتِ صحیحہ اور ان کے اپنے مذہب کے صحیح قیاسی اصولوں سے ہوتی ہے۔ وہ صرف اسے چھوڑ ہی نہیں دیتے، بلکہ کتاب و سنت کے مفہوم کو حیلوں بہانوں سے بدلتے اور اپنے امام کی طرف سے اس ”معرکے“ میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے بے کار بلکہ خالص باطل قسم کی تاویلات کا سہارا لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔“<sup>①</sup>

ہر شخصِ خادمِ دین ہے:

دوسروں کے اعمال کو حقیر سمجھنا غلط ہے اور یہ گمان کر لینا کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے، وہ دوسروں سے افضل و اعلیٰ ہے، اسی طرح کسی تھوڑے سے علم والے کا یہ سمجھ بیٹھنا کہ اس کے مقابلے میں دوسرا کچھ بھی نہیں، یا معمولی ہے، یہ خیال خیالی خام اور نری جہالت ہے، اسی طرح یہ بھی جہالت و بے علمی کا نتیجہ ہے کہ کسی برائی کو برا کہنے اور کسی نیکی کا حکم دینے والا یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ دوسرے تمام لوگوں سے افضل و برتر ہے۔ یہ ساری استطاعت و قدرت اور امکانات و مواہب اللہ کی دین ہیں، یہ کسی بندے بشر کے اپنے ہاتھ میں نہیں ہے۔

یہ وہ عظیم فہم و نظریہ ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوری امت کے تمام طبقات کو دیا ہے کہ خدمتِ دین ہر شخص اور ہر میدان کے آدمی کے لیے ممکن ہے اور اس میں کسی دوسرے کو دائرہ کار سے خارج کرنے کی بھی کوئی ضرورت پیش نہیں آتی، ہر کوئی جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ کام آسان کر دیتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ایک عبادت گزار کے مابین مکالمہ:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر عباد میں سے ایک عبادت گزار نے انھیں خط لکھا اور انھیں تنہائی

① الفوائد الکبریٰ (۲/ ۲۷۴)

و گوشہ نشینی اور عملِ صالح کی وصیت کی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبادت گزار کو جواب میں لکھا: ”اللہ تعالیٰ نے جس طرح روزی تقسیم کی ہے، اسی طرح اس نے اعمال بھی تقسیم کر رکھے ہیں۔ بعض لوگوں کو نماز میں تو حظِ وافر حاصل ہے مگر روزے میں نہیں اور کسی کو صدقہ و خیرات کی توفیق ارزاں فرمائی ہے، مگر روزے کی نہیں۔ کسی کو جہاد کی اور کسی کو حصولِ علم و تعلیم کی توفیق ملی ہے۔ علم کی نشر و اشاعت افضل ترین اعمال میں سے ہے اور میں اس بابِ خیر پر راضی ہوں، جو اللہ نے میرے لیے کھول رکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں جس کام میں مشغول ہوں، وہ تمہارے کام (عبادت) سے کمتر نہیں ہے اور مجھے امید ہے کہ ہم دونوں ہی خیر و برکے کام میں ہیں۔“<sup>①</sup>

صدقہ و خیرات کرنے والے اور نابد و زاہد لوگ بھی خیر پر ہیں اور جو لوگ اپنے اوقات اور اموال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں وہ بھی خیر پر ہیں۔ واعظین، دعاۃ الی اللہ، علما و فضلا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والے سب لوگ بھی خیر پر ہیں، اور وہ لوگ جو اپنے اپنے اختصاصاتِ علمیہ اور اعلیٰ ڈگریوں کے ساتھ دین کی خدمت کر رہے ہیں، وہ سب بھی خیر پر ہیں۔ ان سب کے لیے بنیادی شرط بس ایک ہی ہے کہ اللہ پروردگارِ عالم جس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لیے خلوصِ نیت سے اعمال سرانجام دیے جائیں۔ امتِ اسلامیہ میں ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں اور اعلیٰ صلاحیتیں عطا کر رکھی ہیں۔ اگر وہ اپنی ان قوتوں اور صلاحیتوں کو صحیح استعمال میں لے آئیں تو وہ اپنے معاشرے اور اپنی امت کو اتنا نفع و فائدہ پہنچا سکتے ہیں کہ ان کا اپنا، ان کے معاشرے کا اور اس امت کا مقام و مرتبہ کہاں سے کہاں جانچتے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور فتویٰ دینے میں احتیاط:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ سائل سے کہتے: ”ابھی آپ چلے جائیں، میں اس سلسلے میں مطالعہ و تحقیق کر کے بتاؤں گا۔“ چنانچہ سائل چلا جاتا۔ امام صاحب اسے جواب دینے میں بڑے تردد سے کام لیتے، لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو وہ رونے لگے اور فرمایا: ”مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ

ہو کہ اس سائل کا ہاتھ اس دن میرے گریبان میں ہو جس دن کے کیا کہنے؟<sup>①</sup>  
اہلِ مغرب (مراکش) والوں نے ایک آدمی کو امام صاحب سے مسئلہ دریافت کرنے کا کہا،  
اس نے امام صاحب سے پوچھا تو امام صاحب نے جواب دیا:

”میں یہ مسئلہ نہیں جانتا اور ہمیں ہمارے ملک میں یہ مسئلہ کبھی پیش نہیں آیا اور نہ ہم نے اپنے  
مشائخ و اساتذہ میں سے کسی کو اس مسئلے پر گفتگو کرتے سنا ہے، البتہ آپ پھر دوبارہ آنا۔“  
اگلے دن وہ آدمی لوٹ کر آیا تو اسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ”آپ نے مجھ سے ایک  
سوال پوچھا تھا اور میں اس کا جواب نہیں جانتا ہوں۔“ اس آدمی نے کہا: اے ابو عبد اللہ!  
میں اپنے بیچھے ان لوگوں کو چھوڑ کر آیا ہوں، جن کا کہنا ہے کہ اس روئے زمین پر آپ سے  
بڑا عالم کوئی نہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”انہوں نے ایسا کہہ کر اچھا نہیں کیا۔“<sup>②</sup>

کسی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اس معاملے میں فکر و نظر کرنے  
اور مطالعہ کرنے کے لیے وقت مانگا، سائل نے کہا کہ یہ تو معمولی سا مسئلہ ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے  
فرمایا: ”علم میں کوئی چیز معمولی نہیں ہوتی، کیا آپ نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

﴿ إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴾ [المزمل: ۵]

”یقیناً عنقریب ہم آپ پر بھاری بات نازل کریں گے۔“  
بعض لوگوں نے کہا ہے:

”اللہ کی قسم! جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کی حالت ایسی ہو جاتی  
جیسے جنت و جہنم کے مابین کھڑے ہوں۔“<sup>③</sup>  
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

”میں نے اپنے ملک میں کتنے ہی اہل علم و فضل ایسے پائے ہیں کہ ان سے اگر کوئی مسئلہ  
پوچھا جاتا تو ان کی حالت ایسی ہو جاتی جیسے ان پر موت کا عالم طاری ہو گیا ہو۔“<sup>④</sup>

① الدیباج المذہب (۱/ ۲۳)

② تقدمة الجرح والتعديل لابن أبي حاتم (ص: ۱۸) جامع بياد العلم (۲/ ۸۳۸)

③ إعلام الموقعين (۴/ ۲۸)

④ الدیباج المذہب لابن فرحون المالکي (۱/ ۲۳)

## دورِ حاضر اور فتویٰ بازی:

ہمارے اس دور کے لوگ بات کرنے اور فتویٰ صادر کرنے میں بڑا شوق رکھتے ہیں، اگر انہیں اپنے انجام کے بارے میں خبر ہو جائے تو وہ اس شوق میں بڑے محتاط ہو جائیں، سیدنا عمر فاروق، سیدنا علی اور سیدنا علقمہ رضی اللہ عنہم صحابہ کرام میں سے بہترین علما تھے، وہ خیر القرون میں سے اس عہد میں تھے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے، ان کے سامنے مسائل آتے تو وہ بھی پہلے ایک دوسرے کے ساتھ اس مسئلے کے بارے میں مشورہ کرنے کے بعد جواب دیتے تھے، جبکہ ہمارے اس زمانے کے لوگوں کا فخر ہی فتویٰ بازی بن چکا ہے!!

یہ اکابر علما و ائمہ جنہوں نے اپنے علم و عمل سے دنیا کو بھر دیا تھا، ان میں سے ایک عالم سوال پوچھے جانے پر کہتا ہے: ”میں نہیں جانتا۔“ آپ کو یہ جان کر انتہائی تعجب ہوگا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو علم شریعت میں اس مقدار کے بھی مالک نہیں، جو قابل ذکر ہو، چہ جائیکہ وہ فتویٰ دینے کے اہل ہوں، مگر اس کم علمی کے باوجود وہ حدود شریعت پر دست درازی کرتے اور حلال و حرام کے بارے میں فتوے صادر کرتے پھرتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کلب یا مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا ہے تو اس مجلس کے برخواست ہونے سے پہلے ہر کوئی اپنے اپنے اختصاص اور اپنی اپنی پسند کے حساب سے فتویٰ صادر کر چکا ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے: ”میرے خیال میں۔“ کوئی کہتا ہے: ”میری نگاہ و اعتقاد میں۔“ کوئی اس کے حرام ہونے اور کوئی حلال ہونے کا یقینی فیصلہ صادر فرما رہا ہوتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا کسی چیز کو حلال و حرام قرار دینا اور اللہ کی طرف سے تصدیق کرنا، جہالت، ظن و تخمین اور وہم و گمان کا میدان بن چکا ہے؟

اگر کوئی انجینئر طب کا پیشہ اختیار کر لے اور مریضوں کے لیے طبی نسخے تجویز کرنا شروع کر دے تو تم لوگ اس کے بارے میں کیا کہو گے؟ اس کے اس فعل کو کیا نام دو گے اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ اسی طرح ایک شخص شریعت کی حدود پر دست درازی کرتا ہے اور کتب و جرائد کے صفحات کے صفحات مختلف چیزوں کے حلال و حرام قرار دینے میں سیاہ کیے چلا جاتا ہے، حالانکہ وہ فتویٰ دینے کا اہل تو کجا تو اہل شریعت میں سے بھی نہیں، ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ خاص طور پر جدید پیش آمدہ فقہی مسائل کے معاملے میں کہ اگر یہ معاملات و مسائل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں پیش آئے ہوتے تو وہ سارے اہل بدر کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اور پھر جا کر ان کا جواب دیتے، مگر ہمارے زمانے میں فتویٰ بازی ایک ایسا میدان بن چکا ہے جس میں ہر وہ شخص کو

پڑتا ہے جو سستی شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کی واہ واہ کا طلب گار ہے، چاہے اس کے عوض میں اسے اللہ کی ناراضی ہی کیوں نہ مول لینی پڑے؟! اجتہاد و رائے:

مسائل عقائد توفیقی ہوتے ہیں، ان میں اجتہاد و رائے کا کوئی دخل نہیں ہوتا، اسی طرح جن مسائل شرعیہ میں شارع علیہ کی طرف سے کوئی نص موجود ہو، ان میں بھی اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ نص کی موجودگی میں کوئی اجتہاد مقبول نہیں۔ وہ مسائل جو متفق علیہ ہیں یا جن پر اجماع امت ہو چکا ہے، ان میں بھی اجتہاد کی کوئی حاجت نہیں، کیونکہ اجماع کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔ امت کا فرض ہے کہ علمی مسائل میں فکر و نظر کا معاملہ ان اہل علم کے سپرد کرے جو باعمل اور درجہ اجتہاد پر فائز ہوں اور کوئی شخص حلال و حرام کے مسائل میں بلا علم دخل اندازی نہ کرے، کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے بارے میں قطعی رائے دینا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جو کسی مسئلے کا جواب دینا چاہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو جنت اور جہنم پر پیش کرے اور اچھی طرح دیکھ لے کہ کل قیامت کے دن اس کی خلاصی کیسے ہو گی؟ اس سب پر غور کرنے کے بعد جواب دے۔“<sup>(۱)</sup>

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور وعظ و نصیحت:

ائمہ و علما کے حلقات علم تمام علوم و فنون پر مشتمل ہونے کے سلسلے میں ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بلیغ وعظ آپ کے گوش گزار کرتے ہیں، جس میں امام صاحب اپنے ایک دینی بھائی کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”اپنے نفس کو موت کے سکرات اور کرب یاد دلاؤ۔ تمہارے اعمال کی وجہ سے جو کچھ اس نفس کو پیش آنے والا ہے وہ سب بھی اسے یاد دلاؤ، اسی طرح یہ بھی یاد دلاؤ کہ موت کے بعد اللہ کے سامنے کیا حساب کتاب دینا ہوگا؟ پھر اسے یہ بھی سمجھاؤ کہ اس کے بعد ہمیشہ جنت یا جہنم میں رہنا پڑے گا، لہذا اس کے لیے ان اعمال کی تیاری کرو جو ان مقامات پر تمہارے لیے آسانی کا باعث ہوں۔ آپ اگر ان لوگوں کو دیکھ لیں جنہوں نے اللہ کی ناراضی مول لی اور اللہ کی ناراضی و عذاب کی نختیوں میں مبتلا ہوئے،

(۱) الدبیاح المذہب (۱/۲۳)

پھر جہنم کی آگ میں ان کی چیخ و چنگاڑ سن لیں، ان کے جل کر سیاہ ہونے والے چہرے دیکھ لیں جو اب سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں، وہ تباہی و بربادی کو پکار رہے ہوں گے۔ اس سے بڑھ کر وہ منظر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نظرِ کرم سے بھی محروم کر دے گا اور ان کی امیدوں کو پورا کرنے سے صاف انکار کر دے گا اور فرمائے گا:

﴿ قَالَ اخْسَوْا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴾ [المؤمنون: ۱۰۸]

”وہ (اللہ) کہے گا: پھونکارے ہوئے یہیں (جہنم میں) پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو۔“

”اگر آپ یہ سب مقامات اپنی نگاہوں میں لے آئیں تو پھر وہاں نجات پانے کے لیے آپ کو دنیا کی کوئی چیز بھی بڑی نہ لگے۔“

### وفاتِ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بائیس دن بیمار رہنے کے بعد وفات پائی۔ وفات کے وقت ان کی عمر اٹھتر (۷۸) برس تھی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ نوے سال کی عمر پا کر فوت ہوئے تھے۔ ابنِ نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اٹھتر برس کے ہو کر فوت ہوئے اور ساٹھ (۶۰) سال تک مدینہ منورہ میں افتاء کی خدمات انجام دیں۔

### عیوب کی پردہ پوشی:

اللہ تعالیٰ امام مالک پر رحم فرمائے، وہ کہا کرتے تھے:

”میں نے مدینے میں ایسے لوگوں کو پایا ہے جن میں کوئی عیب نہیں تھے۔ انھوں نے لوگوں کے عیوب و نقائص کے بارے میں باتیں شروع کر دیں، تو لوگوں نے بھی ان میں عیوب مشہور کر دیے اور میں نے مدینے میں ایسے لوگ بھی پائے کہ وہ کئی عیوب میں ملوث تھے، لیکن انھوں نے لوگوں کے عیوب کی پردہ پوشی کی تو لوگوں نے بھی ان کے عیوب کے بارے میں خاموشی اختیار کر لی۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.



# ماہِ رجب

دوسرا خطبہ

صدق و حق گوئی  
اور  
راست بازی

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحدیفی

28/9/2001 = 11/7/1422

پہلا خطبہ

فتنوں سے نجات  
کیسے ممکن ہے؟

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر

21/9/2001 = 4/7/1422

چوتھا خطبہ

اسلامی عقیدے  
کے  
ثمرات و برکات

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ

12/10/2001 = 25/7/1422

تیسرا خطبہ

عزت کا راستہ

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی

5/10/2001 = 18/7/1422



## فتنوں سے نجات کیسے ممکن ہے؟

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! صحیح معنوں میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے ظاہر و باطن کے تمام امور میں اسے اپنا نگران مانو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾﴾

[الأحزاب: ٧٠، ٧١]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے، اور تمہارے گناہ معاف فرما دے، اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا اس نے بڑی کامیابی پالی۔“

کفر و الجاد کے خطرات:

آج اسلامی معاشروں کو کفر و الجاد کی موجوں، نصرانی مشنری کے حملوں، زبردست فتنوں، آزمائشوں اور کھلی جنگ کا سامنا ہے، جو مسلمانوں پر گمراہ کن ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلط کر دی گئی ہے جس کی پشت پناہی کرنے والے لوگ شر و فساد اور کجی و عناد کی طرف مسلسل کھینچ چلے جا رہے ہیں، تاکہ وہ ان اسلامی معاشروں کو بھی مغربی چال چلن کا رسیا بنا لیں اور انہیں ان کے دینِ اسلام سے دور کر کے اس کی تعلیمات سے منحرف کر دیں۔

کافر معاشرے:

کافر معاشرے انتہائی ذلت ناک اور رسوائی بردوش زندگی بسر کر رہے ہیں، جو گندگی کی

دلدار اور گہرے کھڈوں میں گرتے چلے جا رہے اور روز بروز اندھیروں میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی شراب کے نشے میں دھت ہے تو کوئی راگ و رنگ اور رقص و سرود میں مست ہے اور کوئی شہوت کا اسیر و قیدی ہے۔ یہ لوگ اپنے مال و جان اور عزت و آبرو کے معاملات کے لیے خود ساختہ ظالمانہ قوانین سے فیصلے کرتے اور کرواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ﴾ [النور: ۴۰]

”اور اللہ تعالیٰ جسے نورِ بصیرت سے محروم کر دے، پھر اس کے لیے کوئی روشنی اور نور نہیں ہے۔“

### انتہائی تکلیف دہ اور پریشان کن بات:

دل و جان کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات تو یہ ہے کہ مغربی طرزِ زندگی اور یورپی بود و باش والوں کا ہاتھ بعض اسلامی ممالک تک بھی پہنچ چکا ہے جو وہاں کے لوگوں کی اسلامی عادات و اطوار کو بدل کر انھیں مغربی راہ و رسم پر لگائے جا رہا ہے، ان کی صلاحیتیں برباد کر رہا ہے اور ان کی زندگی کو خراب کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا﴾ [البقرة: ۲۱۷]

”یہ لوگ تم سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔“

### امن و سلامتی کی ضمانت اور پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ:

عقائد کے رسوخ و ثبات، ذکرِ الہی کی بقاء، وعدوں کی وفا، عقاب و عذاب سے امن و نجات اور مغربی نظریات و عادات کی یلغار سے بچاؤ کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے اس وحیِ الہی پر مضبوطی سے قائم رہنا، جو اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف نازل فرمائی ہے۔ بچاؤ صرف اسی میں ہے، مکمل حجت صرف وہی ہے اور وہی ایسا روشن چراغ ہے، جس کی ضیا پاشیاں کبھی کم نہ ہوں گی اور جس کی نورانی کرنیں کبھی نہ بجھیں گی۔ وہ وحیِ الہی کہ جب وہ نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ پر بڑی بوجھل تھی حتیٰ کہ اس نے آپ ﷺ کا سراقدس جھکا دیا، چہرہ مبارک کے تیور بدل دیے اور آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پسینے سے شرابور کر دی۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”میں نے آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے کا منظر دیکھا ہے کہ شدید سردی والے دن میں وحی کا نزول شروع ہوا اور جب نزول کا مرحلہ مکمل ہوا تو آپ ﷺ کی پیشانی پسینہ پسینہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ نزول وحی کے وقت بڑی شدت و کرب محسوس کیا کرتے تھے۔“ اور پھر خود نبی اکرم ﷺ اس وحی کے نزول کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«أَحْيَانًا يَا بُنَيَّ مِثْلَ صَلَٰصَلَةِ الْجَرَسِ، وَهُوَ أَشَدُّ عَلَيَّ، فَيَقْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ»<sup>(۱)</sup>

”کبھی کبھی تو وحی اس طرح مجھ پر اترتی ہے کہ جیسے کوئی گھنٹی بج رہی ہو اور یہ کیفیت نزول میرے لیے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میں نازل شدہ کلام الہی کو حفظ کر چکا ہوتا ہوں۔“

یہ وحی ایک عظیم نشانی، قولِ ثقیل اور عظیم منہاج ہے جسے مضبوطی سے پکڑے رکھنے اور اس سے انحراف نہ کرنے کا آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيحَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الجاثية: ۷۸]

”پھر ہم نے آپ کو دین کے واضح راستے پر قائم کر دیا، سو آپ اسی کی پیروی کرتے رہیں اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑیں۔“

نیز فرمایا:

﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۗ وَإِنَّ لَذِكْرَ لَكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ﴾ [الزخرف: ۴۳، ۴۴]

”پس جو وحی آپ کی طرف کی گئی ہے، اُسے مضبوطی سے تھامے رکھیں، بے شک آپ راہِ راست پر ہیں، اور یقیناً یہ خود آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے اور عنقریب تم لوگ سوال کیے جاؤ گے۔“

نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو بتایا ہے کہ ہدایت صرف اسی وحی کو اپنانے میں ہے، چنانچہ

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۳۳۳)

آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَصْلُوا بَعْدَهُمَا: كِتَابُ اللَّهِ وَسُتَيْهِ»<sup>①</sup>  
 ”میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک انھیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے،  
 ہرگز گمراہ نہیں ہو گے: کتاب اللہ اور میری سنت۔“

وحي الہی کی تعظیم و تعمیل کے درخشاں نمونے:

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وحي الہی کی بڑی تعظیم کیا کرتے اور دل و جان سے اسے تسلیم کیا کرتے، اس کے اوامر کے مطابق چلتے، اس کے احکام کو اپناتے، اس کی تعلیمات کے سامنے سر تسلیم خم کرتے اور اس پر عمل کرنے میں لمحہ بھر بھی تردد و تاامل نہیں کرتے تھے۔  
 امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ ابن بریدہ رحمہ اللہ سے اور انھی کے حوالے سے ان کے والد سیدنا بریدہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

”ہم تین چار آدمی ایک ایک دن ایک ریتلی جگہ پر بیٹھے شراب کی محفل جمائے ہوئے تھے اور خوب شراب پی رہے تھے، صراتی پاس رکھی تھی اور جام ہمارے ہاتھوں میں تھے، میں وہاں سے اٹھا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جا پہنچا اور آپ ﷺ کو سلام کیا، اسی اثنا میں شراب کو حرام قرار دینے والا یہ ارشاد الہی نازل ہوا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنتَهُونَ﴾ [المائدہ: ۹۰، ۹۱]

”اے ایمان والو! بے شک شراب اور جو اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر؛ یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو، تاکہ تم فلاح پاؤ، شیطان تو چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی و بغض ڈال دے اور اللہ کی یاد اور نماز سے تم کو روک دے، پس اب باز آ جاؤ۔“

① المستدرک للحاکم (۱/ ۱۷۲)

یہ حکم سن کر میں ساتھیوں کے پاس آیا اور یہ حکم انھیں پڑھ کر سنایا، ان میں سے بعض کے ہاتھ میں جام تھا اور اس میں سے کچھ پی چکے تھے اور کچھ ابھی اس میں باقی بھی تھی، اور کسی کا جام اس کے ہونٹوں تک پہنچ چکا تھا، مگر یہ حکم سنتے ہی انھوں نے جام و سبوتوڑ دیے، شراب زمین پر بہا دی اور فوراً زبان سے یہ کلمات جاری ہو گئے:

”اے اللہ! ہم باز آئے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم اس سے باز آئے۔“<sup>(۱)</sup>

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس محفل شراب کو ذرا تصور میں لائیں اور اندازہ کریں کہ آیت نازل ہوئی جبکہ شراب کے لبالب بھرے پیالے ان کے ہونٹوں تک پہنچے ہوئے تھے، مگر حکم الہی ان کے شراب کے رسیا ہونٹوں اور شراب کے مابین حائل ہو گیا، جس کے ہاتھ میں جام تھا اس نے اسے توڑ ڈالا، جس نے شراب کا گھونٹ بھر لیا تھا، مگر ابھی نگلا نہیں تھا، اس نے منہ سے حلق کی طرف نہیں اترنے دیا، بلکہ باہر پھینک دیا، مدینہ منورہ کی گلیوں میں شراب کی صراحیاں ٹوٹنے اور شراب کے بہائے جانے سے ایک سیلاب آ گیا۔ یہ اللہ جل جلالہ کا حکم تھا، جس کو تسلیم کیے اور اپنائے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔ پھر جب پردے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴾

[الأحزاب: ۵۹]

”اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، یہ بہت مناسب ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور ستائی نہ جائیں، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ انصار کی عورتیں یوں کپڑوں میں لپی ہوئی بارودہ نکلیں، گویا ان کے سروں پر کوئے بیٹھے ہوں۔<sup>(۲)</sup>

تسلیم و رضا اور اطاعت و فرمانبرداری کی ایک اور روشن مثال وہ ہے جسے حیرامت اور ترجمان قرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی کے

(۱) تفسیر ابن جریر (۵/ ۳۳)

(۲) سنن أبي داود، رقم الحديث (۴۱۱)

ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا:

«يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ»<sup>①</sup>

”تم میں ایک شخص جہنم کی آگ کا انگارہ لیتا ہے اور اسے اپنے ہاتھ میں رکھ لیتا ہے۔“

جب نبی ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے تو اس صحابی سے کہا گیا:

”اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور کسی دوسرے کام میں اس سے استفادہ کر لینا۔“

تو اس صحابی نے کہا:

”نہیں! مجھے اللہ کی قسم ہے، جسے نبی کریم ﷺ نے اتار کر پھینک دیا ہے، میں اسے کبھی

نہیں اٹھاؤں گا۔“

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں آخری حد کو چھوتے ہوئے اور آپ ﷺ کے منع کردہ امور سے اجتناب کی انتہا کرتے ہوئے وہ صحابی کہنے لگا کہ نہیں، اللہ کی قسم! میں اس چیز کو اٹھانے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں، جسے اتار کر نبی ﷺ نے پھینک دیا ہے۔ کیا بات تھی ان قدسی نفوس انسانوں کی!

فنتوں سے بچاؤ کا ذریعہ:

مسلمانو! تمہارے اس دور کی چکا بوند، چمک دمک اور فنتوں سے بچاؤ کا سب سے پر امن اور محفوظ ترین قلعہ صرف کتاب و سنت اور منجی سلف صالحین سے تمسک و عمل ہی ہے، جو ہر فتنے سے بچ نکلنے کا راستہ اور ہر مشکل سے نجات کا ذریعہ ہے۔

سیدنا جنید بن عبداللہ بجلي رضي الله عنه اہل بصرہ کو وصیت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”قرآن پر عمل کا التزام کرو، یہ دن کی ہدایت اور اندھیری رات کا نور ہے۔ چاہے کیسا ہی فقر و فاقے کا عالم کیوں نہ ہو، اس پر عمل جاری رکھو۔ اگر کسی بلا و مصیبت اور امتحان میں مبتلا کر دیے جاؤ تو اپنے دین کے تحفظ کے لیے اپنے مالوں کو قربان کر دو، اور اگر بات اس سے بھی آگے بڑھ جائے تو دین کی راہ میں اپنی جانیں بھی قربان کر دو، کیونکہ حقیقی محروم وہ ہے، جو دین سے محروم ہوا اور صحیح معنوں میں ڈاکا اس پر پڑا، جس کا دین سلب کر لیا گیا ہو۔ جنت مل جانے کے بعد کوئی فقر و تنگدستی نہیں اور جہنم میں چلے گئے تو

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۰۹۰)



کوئی مال و دولت بچا نہ سکے گا۔<sup>(۱)</sup>

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ عامر بن مطر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:  
 ”اگر سب لوگ ایک راستے پر چل نکلیں اور قرآن دوسرے راستے پر ہوا تو تم کیا کرو  
 گے اور کونسا راستہ اختیار کرو گے؟ انھوں نے جواب دیا: میں قرآن کے ساتھ چلوں گا،  
 اسی کے ساتھ چوں گا اور اسی کے ساتھ مروں گا۔“<sup>(۲)</sup>

اللہ والو! اس وحی الہی کو صدقِ دل سے اپنالو۔ حتیٰ کہ اسے اپنانے کے آثار و نشانات  
 تمہارے اعمال و اقوال اور لین دین کے معاملات میں بھی نظر آئیں۔ تمہاری ساری زندگی کے تمام  
 کاموں سے اس وحی پر عمل کا پتا چلے، اگر تم نے ایسا کر لیا تو زندگی سعادت و خوشی سے گزر جائے گی  
 اور موت بھی دین کے ساتھ وفا کرنے والوں کی طرح آئے گی۔

ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے آپ کو کتاب و سنت پر پیش کرے اور دیکھے کہ وہ اہلِ سمع و طاعت  
 میں سے ہے یا افراط و تفریط کرنے والے اور احکام و اوامر کو ضائع کرنے والوں میں سے ہے؟ وہ  
 اتباع و پیروی کرنے والوں میں سے ہے یا خود ساختہ بدعات پر عمل کرنے والوں میں سے ہے؟  
 اسے اپنے آپ کا جائزہ لے کر خوب احتیاط برتتے ہوئے اپنا طریقہ و عمل صحیح کر لینا چاہیے۔

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”اللہ اس بندے پر رحم فرمائے، جس نے اپنے آپ کو اور اپنے عمل کو کتاب اللہ پر پیش  
 کیا۔ اگر وہ کتاب اللہ پر پورا اترا تو اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور مزید اطاعت کی توفیق  
 طلب کی، اور اگر وہ کتاب اللہ کے مخالف نکلا تو اپنے نفس پر ناراض ہوا اور فوری طور پر  
 اپنے غلط رویے سے رجوع کر لیا۔“<sup>(۳)</sup>

اللہ کے بندو! آپ کے پاس وہ خزانہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ آپ شیریں کا وہ  
 چشمہ ہے جو کبھی خشک ہونے والا نہیں، وہ خزانہ و چشمہ اللہ کی کتاب قرآن کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی سنتِ مطہرہ ہیں، ان پر عمل پیرا ہونے والے کہاں ہیں؟ ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے

(۱) الفتن لنعیم بن حماد (ص: ۳۷۷) شعب الایمان (۲/ ۴۶)

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ (۷/ ۴۸۵)

(۳) أحلاق أهل القرآن للاحقرنی (ص: ۳۹)

کہاں ہیں؟ ان کے اوامر کی تعمیل میں جلدی کرنے والے کہاں ہیں؟ ان کے احکام کو فوراً اپنے آپ پر نافذ کرنے والے کہاں ہیں؟

لحہ مکرریہ:

مسلمانو! قرآن کے مواعظ نے ہمیں وعظ و نصیحت کی، وقت و زمانے کے قاصد نے ہمیں تنبیہ کی اور ڈرایا، نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خبردار اور بیدار کیا، ان سب نے کہا کہ دیکھو! عہدِ جاہلیت کی دلدل میں نہ گرنا اور نہ ہی گناہ و نافرمانی کے کیچڑ سے لت پت ہونا، کیا ہم نے ان مواعظ سے فائدہ اٹھایا؟ ہم شب و روز ایسی وعیدیں سنتے رہتے ہیں جو دلوں کو ہلا دینے والی اور نفسوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دینے والی ہیں، کیا ہم نے ان وعیدوں سے اپنے قول و عمل میں احتیاط پیدا کیا؟

سیدنا ابو وراءؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ کی نگاہیں آسمان پر جم گئیں اور پھر فرمایا:

«هَذَا أَوْأَنْ يُخْتَلَسُ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتَّى لَا يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ»

”یہ وہ زمانہ ہے کہ جب لوگوں سے علم چھین جائے گا اور وہ اس سلسلے میں کچھ بھی نہ کر پائیں گے۔“

سیدنا زیاد بن لبید انصاریؓ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم سے علم کیسے چھین جائے گا جبکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں؟ اللہ کی قسم! ہم خود بھی قرآن پڑھیں گے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی سختی کے ساتھ پڑھائیں گے۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«تَكَلَّمْتُكَ أُمَّكَ يَا زِيَادُ، إِنْ كُنْتُ لَأَعُدُّكَ مِنْ فَقَهَاءِ الْمَدِينَةِ، أَوْ لَيْسَ هَذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَقْرَأُونَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ، لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيهَا؟»<sup>①</sup>

”اے زیاد! تجھے تیری ماں گم پائے، میں تو تمہیں فقہائے مدینہ میں سے شمار کرتا تھا۔ کیا یہ یہود و نصاریٰ اپنی کتابیں تورات و انجیل نہیں پڑھتے؟ پڑھتے وہ بھی ہیں، مگر ان کے احکام پر عمل کسی چیز پر نہیں کرتے۔“

بعض اہل علم نے اس حدیث کی وضاحت میں کہا ہے کہ جس طرح یہود و نصاریٰ کو تورات و انجیل کو پڑھنے کے باوجود ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے کوئی فائدہ نہ ہوا، اسی طرح ہی تم بھی ہو گے۔

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۶۵۳) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۴۰۴۸)

## کتاب و سنت پر زیادتی:

مسلمانو! وحی الہی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی نصوص پر زیادتی کرتے ہوئے ان کی ہیبت کو ساقط کرنا، ان کی حرمتوں پر دست درازی کرنا، یا اس شعور کا اظہار کرنا کہ یہ دورِ حاضر کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتیں اور پھر انہیں ان تقاضوں کے مطابق کرنے کے چکر میں انہیں بدلنا، ان میں ہیر پھیر کرنا اور ان میں تراش خراش کرنا، تاکہ یہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہو جائیں؛ یہ سب کتاب و سنت پر زیادتی والی حرکات ہیں، ایسی حرکات وہ لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کے دین کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بعض معاملات میں ایسا کرنا ترقی کرنے کے لیے معاون اور ضروری ہے۔

ان معاملات و قضایا میں سے اُن کی نظر سب سے پہلے عورت کے معاملات اور زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے ساتھ اس کی مساوات، سود کے بارے میں نرم گوشہ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات پر پڑی کہ کافر، فاسق و فاجر، فحش گو اور ہرکس و ناکس کو مسلم معاشرے میں کھلی چھٹی وے دی جائے کہ وہ ادب و فن اور آزادی رائے کے نام پر اپنے گندے افکار کا کوڑا کرکٹ جہاں چاہے اور جب چاہے بکھیرتا پھرے، ایسے ہی بعض دیگر معاملات و قضایا ہیں جن کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کی نصوص بالکل واضح و صریح اور نصف النہار کے سورج کی طرح روشن و عیاں ہیں۔ کتاب و سنت کی نصوص میں تحریف اور ان پر یہ زیادتی اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں رکھتی کہ امت ضائع ہو چکی ہے، اس نے اپنے تشخص، عزت و کرامت اور اس دین کو کھو دیا ہے، جس کی بدولت اللہ نے اسے شرف یاب کیا تھا۔

## تعظیم کتاب و سنت:

مسلمانو! ہم پر واجب ہے کہ ہم ان دونوں ”کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ“ کی صحیح تعظیم و تعمیل کریں، جو ہمیں اس بات پر آمادہ کرے کہ ہم ان کے احکام کی مخالفت کریں نہ انہیں جھٹلانے والوں کے ساتھ دوستی کی پیٹنگیں بڑھائیں، نہ ان کے خلاف کسی کی کسی بھی طرح کی جسارت پر خاموش تماشائی بنے رہیں اور نہ ہی شریعت کے احکام میں سے کسی بھی حکم کے ساتھ استہزاء و مذاق کرنے والے کی حرکتوں پر چپ سادھے رہیں۔ اسی طرح جس نے اللہ یا رسول اللہ کو گالی دی، برا

بھلا کہا، یا ان میں نقص نکالنے کی جسارت کی، یا کوئی ایسی بات یا ایسا کام کیا جو دین کا مذاق اڑانے کے مترادف ہو، یا جس نے قرآن کریم کی توہین کا ارتکاب کیا اور اس کی حرمت کو پامال کیا، اس نے نبی اکرم ﷺ پر نازل شدہ دین کے ساتھ کفر کیا اور وہ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو گیا۔

رسولِ ہدایت ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ»<sup>(۱)</sup> ”جس (مسلمان) نے اپنے دین کو بدلا اسے قتل کر دو۔“

اللہ کے بندو! اپنے اس دین کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، جس کی اللہ نے تمہیں ہدایت دی ہے اور جسے اپنانے کی وجہ سے، اس نے تمہیں عزت و شرف سے نوازا ہے۔ اسی دینِ اسلام کی وجہ سے اللہ نے تمہیں تمام امتوں پر فضیلت و فوقیت عطا کی ہے۔ اس دین کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا یہ ہے کہ اس کے احکام کے مخالف تمام امور سے کلی اجتناب کرو، جو چیزیں اس دین کے چشمہ صافی کو گدلا کرنے والی ہیں ان سے بچو اور ہر طریقے سے اس دین کی حمایت کرو، خود بھی اپنی زندگی کے تمام حالات میں اس کے تمام حقوق کو ادا کرو اور ان کو بھی اس کا پابند کرو جو آپ کی زیر نگرانی ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس وعید سے بچ جاؤ:

﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالِكُمْ﴾ [محمد: ۳۸]

”اور اگر تم روگرداں ہو جاؤ تو وہ (اللہ) تمہارے بدلے کسی دوسری قوم کو لے آئے گا، پھر وہ لوگ تم جیسے نہ ہوں گے۔“

اللہ کے بندو! اپنے دلوں میں اللہ کا تقویٰ پیدا کرو اور اپنے تمام اعمال میں اسے اپنا نگران سمجھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبة: ۱۱۹]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے لیے بڑے شفیق اور رحم دل تھے، افرادِ امت کی ذلت و رسوائی سے آپ ﷺ بہت ڈرتے تھے اور ان کے خطا کرنے اور نافرمانی کا ارتکاب کرنے سے بھی گھبراتے تھے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۰۱۷)

« إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا، وَجَعَلَ يَحْجِرُهُنَّ وَيَغْلِبُنَّهُ، فَيَتَّقَحَمْنَ فِيهَا، فَذَلِكُمْ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ، أَنَا أَخِذْ بِحُجْرِكُمْ عَنِ النَّارِ، هَلُمَّ عَنِ النَّارِ، هَلُمَّ عَنِ النَّارِ، فَتَغْلِبُونِي، فَتَنَحَّمُونَ فِيهَا »<sup>(۱)</sup>

”میری اور میری امت کی مثال اس آدمی جیسی ہے، جس نے آگ جلائی، جب اس کے ارد گرد روشنی ہو گئی تو پروانوں اور کیڑوں کوڑوں نے اس آگ میں آ کر گرنا شروع کر دیا، اس آدمی نے انہیں آگ سے بچانا شروع کیا مگر وہ اس پر غالب آ گئے اور آگ میں کود گئے۔ میری اور تمہاری مثال بالکل اسی کی طرح ہے، میں تمہیں پکڑ پکڑ کر پیچھے کھینچتا ہوں کہ بچ جاؤ، آگے آگے آگ ہے، آگ سے بچ جاؤ، مگر تم مجھ پر غالب آ جاتے ہو اور آگ میں کود جاتے ہو۔“

جاہل اور شریعت کی خلاف ورزی کرنے والے اپنے گناہوں اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی وجہ سے آخرت کی آگ میں گریں گے، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں منع کر رکھا ہے اور جن کاموں سے بچنا ضروری ہے ان سے روک رکھا ہے، مگر وہ عقل کی کمزوری اور تمیز کی کمی کی وجہ سے آخرت کی آگ میں گرتے ہی چلے جاتے ہیں۔ یہ پروانے اور انسان دونوں ہی اپنی اپنی جہالت پر مصر اور ہلاک ہونے پر تلے ہوئے ہیں۔

خبردار ہو جاؤ، ہوشیار ہو جاؤ، قبل اس کے کہ وہ دن آجائے کہ جس دن کالایا ہوا ایمان بھی کسی کو کوئی فائدہ نہ دے گا، اگر وہ اس دن کے آنے سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا اور اس ایمان کی حالت میں نیکی نہ کی ہوگی تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔

تم اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو، اگرچہ دوسرے لوگ اسے چھوڑ ہی کیوں نہ بیٹھیں۔ اس زمانے کے فتنوں سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن اپنے صحابہ سے فرمایا:

« إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّيْرِ، الصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ حَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ » قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲۸۴)

﴿أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: «أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ»﴾<sup>(۱)</sup>

”تمہارے بعد صبر کے دن آنے والے ہیں، اس زمانے میں صبر کرنا ایسے ہی مشکل ہو گا، جیسے ہاتھ میں انگارہ پکڑنا مشکل ہوتا ہے۔ اس وقت نیک عمل کرنے والے شخص کو ایسا ہی عمل کرنے والے پچاس آدمیوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ان کے ہی پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر اجر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے تم میں سے پچاس آدمیوں کے عمل کرنے کے برابر اجر ملے گا۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

(۱) سنن أبي داود، رقم الحديث (۴۳۴۸) سنن الترمذي، رقم الحديث (۳۰۵۸) سنن ابن ماجه، برقم (۴۰۱۴).

## صدق و حق گوئی اور راست بازی

امام و خطیب: فضیلة الشيخ علي عبد الرحمن الحذيفي

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، جو اس بات میں مضمحل ہے کہ اس کے اوامر و احکام کی تعمیل کرو اور اس کے غضب و نافرمانی سے دور رہو، یقیناً تقویٰ ہر خیر و بھلائی، اور فسق و فجور ہر شر و برائی کا دروازہ ہے۔

بندے کی قدر و قیمت کا معیار:

پروردگار کے ہاں بندے کی قیمت اور مقام و مرتبہ اس کے ایمان و اخلاق کی وجہ سے ہے، اسی طرح اللہ کی مخلوق کے نزدیک اس کی قدر و منزلت اسی ایمان اور عمل صالح کی بنا پر ہے، اس کے مال و دولت یا طاقت و قوت سے نہیں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَ مَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرَّبُكُمْ عِنْدَنَا ذُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الصَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَ هُمْ فِي الْغُرْفَاتِ آمِنُونَ ﴾

[سبأ: ۳۷]

”اور تمہارے اموال و اولاد ایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس (مرتبوں سے) قریب کر دیں، ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے اور وہ بالا خانوں میں امن سے رہیں گے۔“

صفات و اعمال میں تفاوت:

اعمالِ صالحہ اجر و ثواب کے لحاظ سے چھوٹے اور بڑے ہوتے ہیں، اسی طرح صفاتِ حمیدہ بھی صاحبِ صفات کے عمومی نفع اور مخلوق کے فائدے کے اعتبار سے اجر اور قدر و منزلت میں کم و بیش

درجہ کی ہوتی ہیں، نیز برے اعمال و افعال اور صفاتِ قبیحہ بھی فاعل کی ذات اور عام مخلوقات کے نقصانات اور کثرتِ شر کی وجہ سے عقاب و عذاب اور دردناک سزا میں ایک سے بڑھ کر ایک ہوتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ مِمَّا عَمِلُوا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يَظْلَمُونَ﴾ [الأحقاف: ۱۹]

”اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے تاکہ انھیں ان کے اعمال کے پورے بدلے دے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے۔“

### سچائی اور حق گوئی کی اہمیت:

سچائی اور حق گوئی ایک بہترین اخلاقی صفت اور انتہائی اعلیٰ و عمدہ وصف ہے، اس صفت سے متصف صرف وہی خوش نصیب ہوتا ہے جو قلبِ سلیم کا مالک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبة: ۱۱۹]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

### ثوابِ صدق اور عذابِ کذب:

صدق و سچائی اور حق گوئی انسان کی اصلیت، اس کے حسنِ باطنی اور حسنِ سیرت کا پتا دیتی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح جھوٹ و دروغ گوئی اور کذبِ بیانی انسان کے خبیثِ باطن اور کردار کی قباحت کی دلیل ہوتی ہے۔ صدق و سچائی ذریعہ نجات جبکہ کذب و جھوٹ باعثِ ہلاکت ہے۔ حق گوئی و صداقت صحیح فطرت اور سالم عقول کے نزدیک محبوب و پسندیدہ صفت ہے۔ رسولِ ہدایت ﷺ نے صداقت و حق گوئی کی ترغیب دلائی ہے، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقِيًّا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ



يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَابًا<sup>(۱)</sup>

”صداقت و سچائی کو اختیار کرو، کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان ہمیشہ سچ بولتا چلا جاتا ہے اور ہمیشہ سچ ہی کی تلاش میں رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے ہاں ”صدیق“ لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ اور دروغ گوئی سے بچ کر رہو، کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم تک پہنچا دیتا ہے۔ انسان ہمیشہ جھوٹ بولے چلا جاتا ہے اور جھوٹ ہی کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں ”جھوٹا“ لکھ دیا جاتا ہے۔“

### دنیا میں سچائی کا بدلہ:

اللہ تعالیٰ نے حق گوئی اور صدقِ مقالی پر انتہائی اجر و ثواب اور عظیم جزا کا وعدہ فرمایا ہے اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا کرنے کی بشارت دی ہے۔ دنیا میں سچے آدمی کو حسنِ کلامی، محبتِ الہی اور محبتِ مخلوق کا ثمر ملتا ہے، اسی طرح اس کے اتوال کی قیمت اور باتوں کا وزن شمار کیا جاتا ہے۔ سچ سے امن کی نعمت سے مالا مال کرتا ہے اور دوسرے لوگوں کے شر سے اس کو محفوظ رکھتا ہے۔ سچا آدمی اپنے آپ پر اور دوسرے لوگوں پر احسان کرتا ہے اور وہ ان تمام شرور اور ہلاکتوں سے بچا رہتا ہے جو عموماً جھوٹوں کا مقدر ہوتی ہیں۔ اس کی روح مطمئن رہتی ہے اور دل پر قلق و اضطراب اور خوف کا سایہ تک نہیں پڑتا۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ کلمات حفظ کیے ہیں:

«دُعَا مَا يُرِيدُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيدُكَ، فَإِنَّ الصَّدَقَ صَمَانِيَّةً وَالْكَذِبَ رِيْبَةً<sup>(۲)</sup>»

”مشکوک چیزوں کو چھوڑ دو اور غیر مشکوک کو اختیار کر لو، اور صدق و سچائی باعثِ اطمینان ہے، جبکہ جھوٹ باعثِ شک و شبہ۔“

سچ بولنے والے شخص کو اس کی زندگی ہی میں بھلائیوں کا حصول شروع ہو جاتا ہے، جیسا کہ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے واقعے سے پتا چلتا ہے، چنانچہ وہ

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۱۳۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۰۷)

(۲) مسند أحمد (۱/ ۲۰۰) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۵۱۸) سنن النسائی، رقم الحدیث (۵۷۱۱)

خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی:

”اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں آپ کے علاوہ اہل دنیا میں سے کسی اور کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں کوئی نہ کوئی عذر تراش لیتا اور اس کے غصے سے بچ نکلتا، کیونکہ مجھے بات کرنے کا ڈھنگ اچھی طرح آتا ہے، لیکن اللہ کی قسم مجھے معلوم ہے کہ آج میں اگر آپ کے سامنے جھوٹ بول کر بچ نکلوں گا اور آپ مجھ سے راضی بھی ہو جائیں گے تو قریب ہے کہ اللہ آپ کو مجھ پر ناراض کر دے، اور اگر میں سچ کہوں گا تو آپ محسوس فرمائیں گے، لیکن اس سچ بولنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسنِ عاقبت کا طلب گار ہوں۔“<sup>(۱)</sup>

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ سے اچھے انجام کی امید ہے اور ان کے سچ بولنے کی وجہ سے واقعی بہ صورتِ معافی انھیں اچھا انجام مل گیا۔

### آخرت میں سچائی کا بدلہ:

سچائی کا بدلہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور جنت میں بلند درجات کی شکل میں ملے گا۔ وہ جنت جس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ جو کسی آنکھ نے کبھی دیکھیں، نہ کسی کان نے کبھی سنیں اور نہ ہی کسی دل میں ان کا تصور آیا ہوگا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾

[المائدة: ۱۱۹]

”اللہ ارشاد فرمائے گا: یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا، ان کو ایسی جنتیں ملیں گی، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی و خوش اور یہ اللہ سے راضی و خوش ہوں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔“

اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۴۱۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۶۹)

الصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ وَحَسَنَ أَوْلَادِكَ زَوْفًا ﴿النساء: ۶۹﴾  
 ”اور جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی، صدیق، شہید اور صالح لوگ ہیں، اور یہ بہترین رفیق ہیں۔“

### حقیقتِ صدق:

یہ صدق و سچائی جس پر اللہ تعالیٰ نے بہترین ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور جس پر عمل پیرا شخص کو عذاب سے نجات کی بشارت دی ہے، اس صدق کی حقیقت کیا ہے؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ قول و قرار اور فعل و کردار دونوں میں صدق ہو۔ قولی صدق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی دعوت و تبلیغ اور نبی اکرم ﷺ کے کلام و سنت کی نشر و اشاعت میں صدق، مقالی اور حق بیانی سے کام لے، لے، حق بات کا حکم دے اور باطل سے روکے اور حقیقت کے عین مطابق بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ [الزمر: ۳۳]

”اور جو سچے دین کو لائے اور جس نے اس کی تصدیق کی، یہی لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں۔“

ایک حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے:

﴿الْمُؤْمِنُ إِذَا قَالَ صَدَقَ، وَإِذَا قِيلَ لَهُ يُصَدَّقُ﴾<sup>①</sup>

”مومن جب بات کرتا ہے تو سچ کہتا ہے اور اگر اس سے کوئی (سچی) بات کہی جائے تو

اس کی تصدیق کرتا ہے۔“

فعل و کردار میں صدق یہ ہے کہ بندے کا اپنے رب کے ساتھ سارا معاملہ صدق دل، اخلاص نیت اور محبت و یقین کے ساتھ ہو اور مخلوق خدا کے ساتھ اس کا معاملہ ہمیشہ صدق و سچائی، رحم و کرم اور وفا والا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّنَ وَآتَى

الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ

① ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لا يعرف بهذا اللفظ“ (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص: ۱۵۱) نیز دیکھیں: المقاصد الحسنة للسخاوي، رقم الحديث (۱۱۰۹)

وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُؤْفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا  
وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَ  
أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۱۷۷﴾ [البقرة: ۱۷۷]

”اچھائی صرف یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف اپنے منہ پھیر لو، بلکہ حقیقتاً نیک وہ ہے جو اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان لائے، اور جو مال کی محبت کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں پر اور غلام آزاد کرنے پر خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکات ادا کرے، اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے اور ٹھگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے، یہی ہیں سچے لوگ اور یہی ہیں پرہیزگار لوگ۔“

اور ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَ  
مِنْهُمْ مَن يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا﴾ [الأحزاب: ۲۳]

”مومنوں میں ایسے بھی ہیں، جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا، اسے سچا کر دکھایا، بعض تو اپنا عہد پورا کر چکے اور بعض (موقع کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔“

### سلف میں سچائی کے بعض نمونے:

ایمان کی اصل بھی صدق و سچائی اور تصدیق ہی ہے، گویا صدق اقوال میں بھی ہوتا ہے اور افعال میں بھی، سلف صالحین است اپنے پروردگار اور اس کے بندوں کے ساتھ صدق و سچائی کے معاملات کرنے پر بڑی سختی سے پابندی کیا کرتے تھے۔ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی:

”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے صدق و سچائی کی وجہ سے نجات دی ہے، چنانچہ میری توبہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا، کبھی سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔ اللہ کی قسم ہے جب سے میں نے یہ بات نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی ہے تب سے لے کر آج تک میری معلومات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کسی کو صدق کے

معاملہ میں میرے جتنا ہرگز نہیں آزمایا۔ اللہ کی قسم! جب سے میں نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کہی ہے، تب سے آج تک میں نے کبھی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا، اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ میری باقی زندگی میں بھی وہ مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔<sup>①</sup>

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے عمدہ اوصاف میں سے ایک صدق بھی بیان کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ [الحشر: ۸]

” (مالِ نبی) ان فقرا مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے وہ اللہ کے فضل اور رضا مندی کے متلاشی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں اور یہی سچے لوگ ہیں۔“

### سچائی کے بارے میں قرآن و سنت کی تعلیمات:

مسلمانو! صدق ایسی صفت ہے، جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پسند کرتے ہیں اور اہل عقل و دانش بھی اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے جب اپنی بعثت کے شروع میں صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دی تو صدق کی بھی تعلیم فرمائی۔ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”ہر قل نے مجھ سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں سوال کیا تو پوچھا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ وہ کہتے ہیں: صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کرو اور اپنے آبا و اجداد کے دین کو چھوڑ دو اور آپ ﷺ ہمیں صدق و سچائی، عفاف و پاکدامنی اور صلہ رحمی کی تعلیم فرماتے ہیں۔“<sup>②</sup>

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنَاتِينَ وَالْقَنَاتِ وَالصَّادِقِينَ

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۴۱۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۶۹)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۷۷۳)



اسلام تو عدل و انصاف اور بھلائی و احسان کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ  
وَالْمُنْكَرِ وَابْتِغَىٰ لِعِبَادِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾ [النحل: ۹۰]

”اللہ تعالیٰ عدل و انصاف، بھلائی و احسان، اور قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برے کاموں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

اسلام تو وفا اور امانتداری کا دین ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ﴾ [المائدہ: ۱]

”اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔“

ایک جگہ فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ  
تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ﴾ [النساء: ۵۸]

”بیشک اللہ تمہیں تاکید کرتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں واپس پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔“

آج دینِ اسلام کچھ ایسے لوگوں کی محض دریدہ ذہنی اور زبان درازی سے آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے جو اس پر انواع و اقسام کے جھوٹ باندھ رہے ہیں اور طرح طرح کی الزام تراشیاں کر رہے ہیں۔ بعض خود غرض اور مفاد پرست لوگوں نے آج اسلام کو دہشت گرد، عداوت و کینہ پرور، ظلم و بربریت کا باعث بننے اور تخریب کاری کا سبب ہونے جیسے بدترین الزامات لگا کر آسمان کی طرف تھوکنے کی کوشش کی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنی فیاض تعلیمات، اعلیٰ قوانین اور کمال درجے کے رحم و کرم پر مشتمل احکام کی رو سے ظلم و زیادتی کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہے، اس کے تارو پود بکھیرتا اور اس کی راہ میں بلند دیوار بنتا ہے، اسی طرح بغاوت و سرکشی، بلا وجہ کی عداوت و دشمنی، فساد فی الارض یا تخریب کاری اور دہشت گردی وغیرہ کا اسلام سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، کیونکہ بے قصور بوڑھوں، عورتوں اور عام مسلمانوں یا غیر مسلم بے گناہ لوگوں کو نشانہ بنانا اور ان کی جانوں

سے کھیلنا، یہ سب اسلام کی تعلیمات کے منافی فعل ہیں۔ اس سلسلے میں ارشادِ الہی بڑا واضح ہے:

﴿وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ [البقرة: ۱۹۰]

”اور زیادتی نہ کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔“

الغرض اسلام دینِ حق ہے جو ہر اس کام کا حکم دیتا ہے، جس میں انسانیت کی خیر و بھلائی اور صلاح و فلاح ہو اور ہر اس کام سے اپنے ماننے والوں کو سختی سے منع کرتا ہے، جس میں انسانیت کا نقصان، بگاڑ یا اس کے لیے برائی ہو۔ کہاں دہشت گردی اور کہاں اسلام؟ بقولِ شاعر

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.



## عزت کا راستہ

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری البیہقی رحمۃ اللہ علیہ

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اللہ ورسول اور اہل ایمان کی عزت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [المنافقون: ۸]

”اور عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمانداروں کے لیے ہے، لیکن یہ منافق نہیں جانتے۔“

ایک اور جگہ فرمایا ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا﴾ [الناظر: ۱۰]

”جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے، تو عزت تو ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے۔“

قرآن کریم کی یہ آیات لوگوں کو اس بات کی طرف توجہ دلاتی ہیں کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے عزت طلب کریں، جو شخص اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد ﷺ کے نبی ورسول ہونے پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے عقیدے کی بنا پر معزز ہے، اس کی شخصیت بڑی اعلیٰ و بلند ہے، اس نے اپنے دین کے لیے اپنی ولا و فرمانبرداری کا اعلان کیا اور اپنی وضع قطع و لباس میں ممتاز ہو گیا۔ عزت علم و ایمان کی ہے، گناہ و سرکشی کی نہیں۔ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کی جاسکتی ہے، لوگوں سے نہیں، البتہ ذلیل نفس کسی کام کے لائق نہیں ہوتا اور نہ اس سے کسی بھلائی کی توقع رکھی جاسکتی ہے، الا یہ کہ وہ اسبابِ ذلت کو ترک کرے اور اس بات کو جان لے کہ باعزت زندگی صرف اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اس کی رضا کے حصول کے لیے جان نچھاور کرنے میں ہے۔

### اذان میں عزت:

اسلام ہماری زندگی کو عزت و آبرو سے بھر دینا چاہتا ہے، اس کے لیے اس نے کئی رنگ اختیار کیے ہیں، مثلاً اذان کے کلمات ہیں کہ مؤذن اذان کا آغاز ہی ان کلمات سے کرتا ہے کہ اے لوگو! اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ ہر بڑے سے بہت ہی بڑا ہے۔ ہر عظیم سے بڑا ہے۔ ہر طاقتور سے بڑا ہے، ہر مالدار سے بڑا ہے، وہ اکیلا ہی سب سے بڑا اور سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اے دنیا کے کسی مالدار سے عزت و زندگی، مال و دولت اور جاہ و منزلت طلب کرنے والو! اللہ تو ہر غنی و مالدار سے بڑا ہے، اے کسی عظیم سے عزت طلب کرنے والو! یہ چاہئے کہ کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو، اللہ تو بہر حال اس سے بڑا ہے۔

### نماز میں عزت:

نماز کے تمام ارکان میں اللہ تعالیٰ نے یہ مشروع کیا ہے کہ ہر ایک سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت ہم یہ کہیں: ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ ”اللہ سب سے بڑا ہے۔“ جب آپ رکوع کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ ”پاک ہے تو اے میرے عظمت والے رب“ اللہ کے سوا کوئی عظیم نہیں ہے، اور جب آپ سجدہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلَى“ ”پاک ہے تو اے میرے بلندی و بزرگی والے رب“ کہ مخلوق میں سے اللہ کے سوا کوئی اعلیٰ نہیں ہے۔ یہ کلمات آپ کے دلوں میں عزت و کرامت کے مفہوم و معنی کو جاگزیں کرتے ہیں، انہی سے انسان کو اپنی قدر معلوم ہوتی ہے اور اس بات کا پتا چلتا ہے کہ عظمت صرف اللہ کے لیے ہے اور بشر میں سے کوئی شخص اس سے اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔

یہ سب اس لیے ہے تاکہ مسلمان کا اس بات پر غیر متزلزل ایمان و یقین ہو جائے کہ اللہ کے سوا تکبر کرنے والا ہر شخص بہت چھوٹا انسان ہے اور اللہ کے سوا اپنی عظمت کا ڈنڈھورا پیٹنے والا ہر شخص حقیر و معمولی ہے، گویا یہ ندا و اذان اور تکبیرات و تسبیحات لوگوں کو صحیح و صواب بات کی طرف لوٹاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوْ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿١٢١﴾ فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِيْ اَيَّامٍ نَّحْسَاتٍ لِّنُنذِرَھُمْ عَذَابَ الْجِزْيِ فِي

”الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ اَٰخِزٰى وَهُمْ لَا يُنصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ [حم السجدة: ۱۵، ۱۶]“  
 ”قومِ عاد نے ناحق زمین میں سرکشی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ زور آور کون ہے؟ کیا انھیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انھیں پیدا کیا ہے، وہ ان سے بہت ہی زیادہ زور آور ہے؟ وہ آخر تک ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے، بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز و تند آندھی منخوس دونوں میں بھیج دی کہ انھیں دنیاوی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور یقین مانو کہ آخرت کا عذاب اس سے بہت زیادہ رسوائی والا ہے اور وہ مدد بھی نہیں کیے جائیں گے۔“

### اسلامی عقائد میں عزت:

یہ عزت اسلامی تربیت اور عقیدے کے راسخ ہونے کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔ وہ عقیدہ جس نے ایک عرب مسلمان کو اطمینان دلایا جو اپنے کپڑوں کو خود ٹانگے لگا یا کرتا تھا، اپنے جوتے خود سینتا تھا اور روکھی سوکھی کھجوریں کھاتا تھا، اسے یہ اطمینان و یقین دلایا کہ اسلام کی بدولت وہ اس زمین اور اس کی تمام مخلوقات کا سردار ہے، مگر حق کے مقابلے میں تکبر نہ ہو، باطل پر تعلق نہ ہو، ظلم و سرکشی اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے ذلت آمیز کام نہ کر جائے۔

### حصولِ عزت کا طریقہ:

حصولِ عزت کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ [الفاطر: ۱۰]

”جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کی ساری عزت ہے، تمام تر ستھرے کلمات اس کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔“

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

”جو شخص دنیا و آخرت میں عزت پانا چاہے، اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، ایسا کرنے سے اس کا مقصود و مطلوب حاصل ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی

دنیا و آخرت کا مالک ہے اور تمام تر عزت اسی کے لیے ہے۔<sup>①</sup>  
نیز ارشادِ الہی ہے:

﴿ قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعْزِزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْغَيْبُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾  
[آل عمران: ۲۶]

”آپ کہہ دیجیے اے اللہ! اے تمام جہانوں کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔“  
امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:  
”تو ہی دینے والا ہے اور تو ہی روکنے والا ہے اور تو ہی وہ ذات ہے کہ جو چاہے ہو جائے اور جو نہ چاہے وہ نہ ہو پائے۔“<sup>②</sup>

اس سے اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ حقیقی عزت صرف اللہ کی اطاعت اور اس کے رسولوں کی اتباع و پیروی کرنے میں ہے، جبکہ ذلت اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنے میں ہے۔ اگر گناہ گاروں کی بظاہر کوئی عزت محسوس بھی ہوتی ہے اور دنیا میں ان کا کچھ بھی مقام لگتا ہے تو درحقیقت وہ ذلت و رسوائی سے بھرا ہوتا ہے، کبھی کبھی وہ شخص اس حقیقی ذلت و رسوائی کو محسوس بھی کر لیتا ہے اور کبھی کبھی اس پر دولت کا نشہ ایسا چھا جاتا ہے کہ وہ اس ذلت کو محسوس نہیں کر سکتا جیسا کہ گناہ گاروں کے بارے میں امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

”ان کے نیچے اگر ترکی گھوڑے آوازے نکال رہے ہوں یا وہ خچروں پر سوار ہوں، پھر بھی گناہوں کی ذلت ان پر چھائی ہوتی ہے اور اللہ نے گناہ گاروں کو ذلیل کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

① تفسیر ابن کثیر (۷۲۳/۳)

② تفسیر ابن کثیر (۴۷۵/۱)

﴿ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ﴾ [الحج: ۱۸]

”اور جسے اللہ ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔“

گناہ گار دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار اور رسوا و بدبخت ہے، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَ نَحْشُرُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

أَعْمَى ﴾ [طہ: ۱۲۴]

”اور ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم

اسے روزِ قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔“

اب رہا معاملہ اہل علم و ایمان کا تو دنیا و آخرت میں عزت انھی لوگوں کا مقدر ہے، وہ مالداروں کی ظاہری چمک دمک سے مرعوب و فریفتہ نہیں ہوتے اور نہ ان کے دلوں میں اس سے کوئی بال آتا ہے۔ قارون کو دنیاوی مال و دولت دی گئی اور جب اس کی قوم کے لوگوں نے اس کی طرف لپچائی ہوئی نظروں سے دیکھا تو اہل علم و ایمان نے کہا:

﴿ وَيَلْعَبُكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ حَيْرَتًا لِّمَنَ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلْقَاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴾

[القصص: ۸۰]

”افسوس! بہتر چیز تو وہ ہے، جو بطورِ ثواب انھیں ملے گی، جو اللہ پر ایمان لائیں اور نیک

عمل کریں اور صبر کرنے والوں کے سوا اور کوئی اسے نہیں پائے گا۔“

بعض علما نے کہا ہے:

”جس نے اللہ کی اطاعت کی اور گناہوں سے کنارہ کش رہا، اللہ اسے عزت عطا کرتا

ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری اور عزت کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور گناہ و ذلت کا بھی

باہم گہرا جوڑ ہے، اللہ نے عزت کو اطاعت کے ساتھ جوڑ رکھا ہے، یہ اطاعت نور ہے۔

ذلت کو گناہ کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، وہ گناہ و نافرمانی ظلمت و ذلت ہے اور اللہ کے

اور گناہ گار کے مابین ایک پردہ ہے۔“

عارضی عزت:

کبھی کسی کو قوتِ بدن کے ساتھ بھی عزت مل جاتی ہے مگر اچانک بیماری آتی ہے اور وہ اس

عزت کو ختم کر جاتی ہے، کسی کو حسب و نسب کے ذریعے کچھ عزت ملتی ہے مگر وہ بھی ہر طرف سے ضیاع و نامرادی کی نذر ہو جاتی ہے، کسی کو علم و معرفت کی بدولت عزت ملتی ہے مگر وہ علم اسے انحراف و گمراہی کی طرف لے جاتا ہے، ہو سکتا ہے کہ کسی کو جاہ و منصب اور قوت و جبروت کی وجہ سے عزت حاصل ہو، مگر پھر وہ دور آتا ہے کہ یہ سب چھن جاتا ہے اور وہ سب سے ذلیل ترین ہو جاتا ہے، کسی فرد بشر کا اپنی قوم، رنگ، زبان، نسب اور مال سے عزت دار بننا، یہ سب جھوٹی اور جلدی ختم ہونے والی عزت ہے جو غلط تصورات اور جعلی قدروں کا نتیجہ ہے۔

### دائمی عزت:

البتہ اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کر کے عزت حاصل کرنا یہ دائمی عزت کا ذریعہ ہے، جو کبھی زائل و ختم ہونے والی نہیں ہوگی، اسی لیے قرآن نے کہا ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [المنافقون: ۸]

”اور عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمانداروں کے لیے ہے، لیکن یہ منافق نہیں جانتے۔“

یہی عزت دراصل ایک مضبوط قلعہ ہے اور یہی دولت کے بل بوتے پر اکڑنے والوں، نسب پر فخر کرنے والوں، اپنی افرادی قوت پر اتارنے والوں اور طاقت پر گھمنڈ کرنے والوں یا دیگر مال و دولت دنیا پر نازاں لوگوں کے مقابلے میں شکم سیری اور سیر چشمی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملکِ شام کے سفر پر نکلے اور ان کے ساتھ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، راستے میں ایک کیچڑ والی جگہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹنی سے اترے، اپنے جوتے اتارے اور کندھے پر رکھ کر اونٹنی کی نیل پکڑ کر چلنے لگے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا: اے امیر المؤمنین! آپ ایسا کر رہے ہیں، مجھے اچھا نہیں لگتا کہ شہر کے لوگ آپ کو اس حالت میں دیکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”خبردار اے ابو عبیدہ! اگر یہ بات کسی اور نے کہی ہوتی تو میں اسے (سزا دے کر) امت محمدیہ کے لیے عبرت بنا دیتا، ہم ذلیل قوم تھے، اللہ نے اسلام کی بدولت ہمیں عزت عطا فرمائی، ہم اللہ کی دی ہوئی دولتِ اسلام کے سوا کسی چیز سے عزت طلب کریں گے تو اللہ ذلت ہی دے گا۔“<sup>①</sup>

① المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث (۲۱۴)

## ابوسفیان کی زبان درازی:

غزوہ احد کے بعد جب ابوسفیان نے واپس لوٹنا چاہا تو پہاڑ پر کھڑے ہو کر اس نے بلند آواز سے کہا: جنگ ایک مقابلہ ہے، آج کا دن غزوہ بدر کے بدلے کا دن ہو گیا ہے، ٹہیل زندہ باد۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ اٹھو اور اسے جواب دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ”اعلیٰ و ابل تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس کے سوا یہ مقام کسی کو حاصل نہیں، ہمارے شہدا جنت میں جائیں گے اور تمہارے مقتولین کا ٹھکانا جہنم ہے۔“<sup>(۱)</sup>

## مشرک باپ اور بسترِ رسول ﷺ:

امام ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ ابوسفیان نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں آئے اور اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے، جب نبی اکرم ﷺ کے بستر پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر لپیٹ لیا۔ ابوسفیان نے کہا: بیٹی! پتا نہیں یہ بستر میرے لائق نہیں یا مجھے اس بستر پر بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھتی ہو؟ انھوں نے جواب دیا: یہ اللہ کے رسول ﷺ کا (پاک) بستر ہے اور آپ مشرک و نجس ہیں، مجھے یہ پسند نہیں کہ آپ نبی اکرم ﷺ کے بستر پر بیٹھیں، تو اس نے کہا: بیٹی! میرے بعد لگتا ہے کہ تمہیں کچھ ہو گیا ہے۔<sup>(۲)</sup>

## ربعی بن عامر رضی اللہ عنہما اور رستم کا عبرتناک واقعہ:

حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہما اور رستم کا واقعہ قوتِ ایمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ معرکہ قادسیہ کے موقع پر رستم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کو پیغام بھیجا کہ اپنا قاصد بھیجیں جس کے ساتھ میں جنگ شروع کرنے سے قبل مذاکرات کر سکوں۔ انھوں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا، جنھوں نے رستم سے کہا: ”ہمیں دنیا کی کوئی طلب نہیں ہے، ہمارا مطلوب و مقصود تو صرف آخرت کی خوشگوار زندگی ہے۔“

ان کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہما نے دوسرے قاصد کے طور پر ربعی بن عامر رضی اللہ عنہما کو بھیجا، وہ رستم کے پاس اس وقت پہنچے، جب اس کے دربار کو سونے اور ریشمی کپڑے سے خوب سجایا جا چکا تھا اور بڑے قیمتی لعل و یاقوت ظاہر کر رکھے تھے۔ رستم سونے کے تخت پر بیٹھا تھا، ربعی رضی اللہ عنہما معمولی سا

(۱) مسند أحمد (۱/ ۲۸۷)

(۲) الطبقات الكبرى لابن سعد (۸/ ۱۰۰)

لباس پہنے، ہاتھ میں تلوار اور ڈھال لیے چھوٹے سے قد کے گھوڑے پر سوار رستم کے پاس پہنچے، وہ اس وقت تک گھوڑے پر سوار رہے جب تک گھوڑے نے ان کے قیمتی قالینوں کو اپنے پاؤں تلے روند نہ ڈالا، پھر وہ گھوڑے سے اترے اور اسے ان کے ایک گاؤں تک کے ساتھ باندھ دیا، پھر رستم کی طرف بڑھے، جبکہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ وہ زرہ پہنے اور اپنا اسلحہ لیے ہوئے تھے۔

لوگوں نے کہا کہ اپنا اسلحہ نیچے رکھ دو، انھوں نے کہا: میں تمہارے پاس اپنی مرضی سے نہیں آیا ہوں بلکہ میں تو تمہارے بلانے پر آیا ہوں، اگر مجھے اسی طرح رہنے دو تو ٹھیک ہے ورنہ میں یہیں سے واپس لوٹ جاتا ہوں۔ رستم نے یہ بات سن کر کہا کہ اسے آنے دو، وہ اپنے نیزے پر ٹیک لگائے آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ انھوں نے ان کے اکثر قالینوں میں نیزے کی نوک سے سوراخ کر دیے۔

انھوں نے حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سے کہا: تم لوگ کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا: ہمیں اللہ نے بھیجا ہے، تاکہ ہم جسے وہ چاہے، اسے بندوں کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی کرنے والے بنائیں، جسے وہ پسند فرمائے اسے دنیا کی تنگی و ترشی سے نکال کر آسائش و کشائش مہیا کریں اور مختلف ادیان کے ظلم و جور سے نجات دلا کر اسے اسلام کے عدل و انصاف تک لائیں، اس نے ہمیں اپنے دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ ہم لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیں، جس نے ہم سے یہ دین قبول کر لیا ہم اسے قبول کر لیں گے اور ہم وہاں سے واپس لوٹ جائیں گے، اور اگر کسی نے یہ دین قبول کرنے سے انکار کیا تو ہم اس کے ساتھ جہاد کریں گے، یہاں تک کہ ہم اللہ کے وعدے تک پہنچ جائیں۔

انھوں نے کہا کہ اللہ کا وعدہ کیا ہے؟ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”جو منکرین سے لڑتے ہوئے شہید ہو جائے، اس کے لیے جنت اور جو زندہ بچ جائے اس غازی کے لیے ظفر و کامیابی“<sup>(۱)</sup>

یہ صحابہ عزت و وقار کے اعلیٰ مقام پر فائز رہے۔ ان کے ایمان نے انھیں وہ عزت نفس عطا فرمائی کہ یہ دنیا ان کے سامنے معمولی چیز بن کر رہ گئی، اس کی تمام چمک دمک اور رونقیں بے معنی ہو گئیں اور بڑے بڑے متکبر بادشاہ ان کے سامنے ایک ذرے کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتے تھے۔

(۱) البداية والنهاية لابن كثير (۷/ ۳۹)



## آج کی ضرورت:

امتِ اسلامیہ کے لیے سب سے خطرناک بیماری نفسیاتی ہار اور ضعفِ ہمت ہے جو دلوں میں انحطاط، رجعتِ قہقری اور پسماندگی پیدا کر دیتی ہے۔ آج امتِ اسلامیہ نفسیاتی ہار کے مرحلے سے گزر رہی ہے اور آج اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے، افراد کے دلوں میں عزت کا معنی و مفہوم بیدار کیا جائے اور ان کی شخصیات میں عق و گہرائی پیدا کی جائے، ان کی سوچ و فکر کو صیقل کیا جائے اور اس عزت کے ساتھ ان کے ذکر کو بلند کیا جائے اور پھر اسی کے بل بوتے پر انھیں بلندیوں، سرداریوں اور اونچائیوں سے روشناس کرایا جائے۔

## لمحہ فکر یہ:

ایک مومن اللہ کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لینے کے بعد اللہ کی حقیقی عبودیت و بندگی سے حاصل شدہ روحانی قوت کی وجہ سے اپنے اندر پورے عالم پر غلبہ پالینے کا ایک پاکیزہ احساس اپنے اندر پاتا ہے، کیونکہ وہ اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ حقیقی معبود، خالق، رازق، نقصان پہنچانے والا، نفع بخشنے والا، زندہ کرنے والا، مارنے والا اور پورے جہاں کا بلا شرکتِ غیرے وہ اکیلا مالک ہے۔

اس ایمان کے پیدا ہو جانے کے بعد پھر وہ کسی چیز سے ڈرتا ہے، کسی شخص سے گھبراتا ہے اور نہ ہی بڑے بڑے حادثات اس کے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ وہ عزت و کرامت کے بدلے میں کوئی بھی سودا کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے، دراصل اس سب کچھ کا مدبر اور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اللہ کے سوا یا اللہ کے ساتھ دوسرا کوئی بھی اس کائنات کی کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہے، تو پھر کسی غیر اللہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے اور ذلیل ہونے کا کیا معنی؟ اپنے ہی جیسے دوسرے عاجز انسان کے لیے اپنی عزت و کرامت سے کیوں دست بردار ہو، اگرچہ اس کے ہاتھ میں ظاہری قوت کے تمام سرچشمے ہی کیوں نہ ہوں؟ وہ اپنے ہی جیسے کسی ضعیف بندۂ بشر کے سامنے اپنی عزت و کرامت سے دست کش کیوں ہو؟ وہ ضعیف و عاجز بھی ہر اس چیز کا محتاج ہے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے کیونکہ ہمیشہ زندہ و قائم اور اس جہان کو چلانے والا تو صرف اللہ ہی ہے اور جو کوئی بھی اس کے سوا ہے وہ زوال پذیر ہے۔

## عزت کے معانی و مفہیم:

① عزت کے معنی و مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ رحم دل اور منکسر مزاج ہو، فخر و تکبر کرے اور نہ ان کے خلاف بغاوت کرے، البتہ دین اور حق کے دشمنوں کے مقابلے میں غالب و قوی ہو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ﴾ [الفتح: ۲۹]

”محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں۔“

نیز ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ [آل عمران: ۱۳۹]

”نہ تم سستی کرو، نہ غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے، اگر تم ایماندار ہو۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ مسلمانوں کو ضعیف و بے وقعت نہیں دیکھنا چاہتا، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ مسلم غالب ہو، مغلوب نہ ہو، قوی ہو کمزور نہ ہو، صابر و دلیر ہو، پست حوصلہ و کم ہمت نہ ہو اور ناامیدی و غم کو پاس بھی نہ پھٹکنے دے۔

② عزت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ آدمی کا دل غنی و مالدار اور زینتِ دنیا سے بہت بالا ہو، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ»<sup>①</sup>

”غنی مال دنیا کی کثرت سے نہیں ہوتا، بلکہ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔“

عزتِ نفس کا مالک شخص دوسروں سے سوال کرنے سے بالا ہوتا ہے۔ عہدے دار اور مالک رشوت ستانی سے بچتا ہے، شاگردِ نقل سے گریز کرے، تاجر لالچ اور دھوکے سے بچے اور مزدور سستی و بے پروائی نہ کرے۔

## موت و حیات اور روزی کا مالک صرف اللہ ہے:

بعض لوگ موت کے ڈر یا روزی کے خوف سے اپنے آپ کو ذلیل کر لیتے اور اپنے دین میں

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۸۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۵۱)

گراؤں کا معاملہ قبول کر لیتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو موت و حیات اور روزی روٹی کے معاملات انسان کے ہاتھ میں دیے ہی نہیں بلکہ یہ سب کچھ اس نے اپنے قبضے میں رکھا ہوا ہے، لیکن لوگ ذلت کے خوف سے ذلت میں پڑے ہوئے ہیں اور فقر و محتاجی کے خوف کی بنا پر فقر و فاقے میں مبتلا ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

﴿ اَمَّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ اِنَّ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِىْ عُرُوْرٍ ۗ اَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ بَلْ لَجُوْا فِىْ عُتُوٰ وَّنُفُوْرٍ ۗ﴾ [المک: ۲۰، ۲۱]

”سوائے اللہ کے تمہارا وہ کونسا لشکر ہے جو تمہاری مدد کر سکے، کافر تو سراسر دھوکے ہی میں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی روک لے تو بتاؤ کون ہے، جو پھر تمہیں روزی عطا کر سکے؟ بلکہ کافر تو سرکشی اور بدکنے پراڑ گئے ہیں۔“

③ مومن کی عزت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ ہر لالچی کے لیے تر نوالہ بنے اور نہ ہر حملہ آور کا نشانہ بننے پائے، نہ اپنے دین کی کسی بھی چیز سے دست بردار ہو اور نہ ہی کسی کو اپنی عزت و شرف سے کھیلنے کا موقع دے۔ اپنے دین کی کسی چیز سے دست برداری، گمراہی اور اللہ کی راہ سے انحراف کا پیش خیمہ ہے اور عزت و کرامت سے کسی کو کھیلنے کا موقع دینا ذلت و رسوائی اور غیر اللہ کی عبودیت و بندگی کے مترادف ہے۔

④ عزت نفس ایک مسلمان عورت کو یہ مقام عطا کر دیتی ہے کہ وہ اپنے حجاب و پردہ اور لباس و پوشاک کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتی ہے، اپنے عقیدہ و آداب کی بنا پر وہ بڑے فخر و اعتراف سے سراٹھا کر چلتی ہے اور احساسِ کمتری میں مبتلا نہیں ہوتی۔

⑤ عزت نفس کا مالک انسان اندھی تقلید اور کورانہ پیروی سے منزہ و مبرا ہوتا ہے اور اسے اپنی رائے، فکر اور منہج و طریقے پر ناز ہوتا ہے۔

تمام تر عزت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اس کے سوا کسی کے پاس اس میں سے کچھ بھی نہیں ہے، جسے عزت چاہیے اسے اس کے اصل سرچشمہ و منہج سے عزت طلب کرنی چاہیے، جس کے سوا اس کے حصول کا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہے، تو اسے اس کا مطلوب مل جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کا مالک ہے اور تمام عزت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

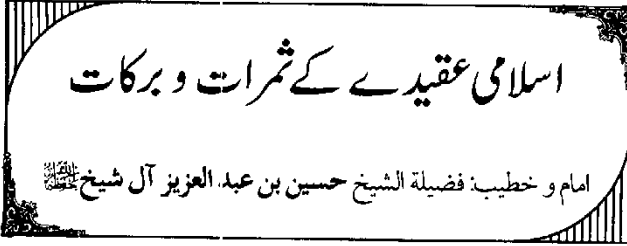
گھر، مدرسہ اور مسجد کا کردار:

اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ گھر، مدرسہ، معاشرے اور مسجد کا بھی انسان کی شخصیت کی تعمیر میں گہرا عمل دخل ہے، یہی سب ادارے عزت و آبرو کے مبادیات و اصول اور خود داری کی انسان کے ذہن میں تخم ریزی کرتے ہیں اور پاکیزگی و مردانگی کے معانی و مفہیم سکھاتے ہیں، یہاں تک کہ بچے جوان ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ ہی یہ اعلیٰ قدریں بھی ترقی کرتی جاتی ہیں، اونچے مبادیات اور پاکیزہ اغراض و مقاصد اپنا مقام پاتے ہیں، اسی سے ان کی اسلامی شخصیت ترقی کی منازل طے کرتی ہے اور زندگی میں اعلیٰ خدمات کی انجام دہی کے لیے وہ اپنا رول ادا کرتے ہیں۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [یونس: 65]

”اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں، تمام تر عزت و غلبہ اللہ ہی کے لیے ہے، وہ خوب سنتا جانتا ہے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.



حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! میں آپ کو اور اپنے آپ کو تمام اعمال و اذوال میں علانیہ و پوشیدہ ہر وقت اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جو اللہ سے ڈر گیا اس نے اسے عذاب سے بچا لیا اور اس کے لیے تمام مشکلات سے نکلنے کا راستہ اور غموں کا مداوا مہیا کر دیا اور وہ اسے وہاں سے رزق مہیا کرتا ہے جہاں سے کبھی اس نے سوچا بھی نہ ہو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق: ۲]

”جو اللہ سے ڈر گیا، اللہ اس کے لیے (مشکلات سے نکلنے کا) راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے، جہاں سے اس نے کبھی سوچا بھی نہ ہو۔“

اسلامی عقیدہ ایک عظیم نعمت ہے:

امتِ اسلامیہ! ہمارے لیے اللہ کی سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو ایسے صاف ستھرے عقیدے کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، جو ہر قسم کی صلاح و بھلائی کا ضامن اور ہر قسم کی برائی کی سرکوبی کرنے والا ہے، کیونکہ اس کی تعلیمات عدل و انصاف، اخوت و بھائی چارہ، آزادی و مساوات اور امن و سلامتی پر مشتمل ہیں، اسی طرح اس کی تعلیمات ایسے اخلاقی نظام پر مشتمل ہیں، جو نفسوں کی تطہیر اور ضمیروں کا اس طرح تزکیہ کر دیتا ہے کہ ان میں صفاتِ حمیدہ اور ذصالیہ کریمہ پیدا کر دیتا ہے۔

اسلامی عقیدے کے ثمرات و برکات:

① برادرانِ اسلام! نبی اکرم ﷺ نے جس عقیدے کی بنیاد رکھی اور جس کی تخم ریزی کی ہے، وہ

خیر و بھلائی کا مصدر اور سعادت منبری و خوشحالی کا منبع ہے، لیکن یہ سب صرف اس کے لیے ہے جس نے اسے صحیح طور پر اپنایا، اس کی مکمل پیروی کی اور اس کے تمام تقاضے پورے کیے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا﴾ [الشمس: ۹، ۱۰]

”جس نے اپنے نفس (روح) کو پاک رکھا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اسے گناہوں سے گندا کر لیا وہ خسارے میں رہا۔“

یہی وہ شجرہ طیبہ ہے، جس کے پھل کپکے ہوئے اور دانگی ہیں، چاہے زمانہ کتنا ہی کیوں نہ گزر جائے راستہ کتنا ہی کٹھن کیوں نہ ہو اور مشکلات کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں، اس کا فیض ہر شکل میں ہر وقت جاری ہے، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿الْم تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَ

فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۚ تُؤْتِي أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا﴾ [ابراہیم: ۲۴، ۲۵]

”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے، (وہ ایسے ہے) جیسے پاکیزہ درخت، جس کی جڑ مضبوط (زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں ہوں، وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل (اور میوے دیتا) ہو۔“

② ایمانی عقیدہ بنی نوع انسان کے لیے خیر و بھلائی کا ایک بیش بہا خزانہ ہے، جس کے بغیر وہ صحیح راستہ نہیں پاسکتے، انھیں قلق و اضطراب گھیرے رکھتا ہے اور وہ پریشانی و خسارے میں مبتلا رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْعَصْرِ ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۚ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ [العصر: ۱ تا ۳]

”زمانے کی قسم! انسان نقصان و خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔“

③ نبی اکرم ﷺ جو عقیدہ لائے، وہ خیر و صلاح اور بھلائی کے لیے ایک طاقتور مددگار اور شرو گناہ اور سرکشی کے راستے میں زبردست رکاوٹ ہے۔ جس نے اس ایمانی عقیدے کو اپنا لیا وہ کبھی

راہِ مستقیم اور صحیح تویم سے پھسل سکتا ہے، نہ اسے دنیا کی دل کشی کھینچ سکتی ہے اور نہ ہی زندگی کی دل فریب راہیں اس کا راستہ روک سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَأَمَّا يَا تِئْتِنُكُمْ مِّبْنِي هُدَى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ [البقرة: ۳۸]

”جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔“

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ ﴾ [الإسراء: ۹]

”یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے، جو سب سے سیدھا ہے۔“

❷ برادرانِ ایمان! صحیح عقیدے کے ذریعے ہی انسان اپنی اصل جگہ کو پہچانتا ہے اور اسی کی بدولت اس کی زندگی کی راہیں روشن ہوتی ہیں، وہ راہِ ہدایت و بصیرت پاتا ہے اور صحیح کردار کو اپناتا ہے اور اسی کے ذریعے وہ اپنی زندگی کو ہر قسم کی بھلائیوں سے آباد کر لیتا ہے، اس میں اعلیٰ صفات کی مثالیں قائم کرتا ہے اور اسی کی برکت سے، وہ فقیح افعال اور باعثِ ذلت و رسوائی عادات سے بچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴾ [محمد: ۶]

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور اس پر بھی ایمان لائے جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا، اور وہ ان کے رب کی طرف سے برحق ہے، ان سے ان کے گناہ دور کر دیے اور ان کی حالت سنوار دی۔“

❸ امتِ اسلامیہ! ایمان کے دلوں پر بڑے گہرے اثرات پڑتے ہیں اور زندگی میں صحیح عقیدے کے بڑے عجیب و غریب ثمرات پائے جاتے ہیں۔ اگر تزکیہ نفس اور تطہیرِ قلوب کی جانب دیکھیں اور خیر و بر اور بھلائی میں ترقی کے پہلو پر توجہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ یہ ایمانی عقیدہ ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ یہ انسان کو قوت، صبر و ثبات اور اطمینان و امید عطا کرتا

اور اسے مطلق امن و امان، مکمل ہدایت اور نورِ کامل سے مزین رکھتا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾

[الرعد: ۱۸]

”اللہ انھیں ہدایت دیتا ہے) جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جن کے دل یادِ الہی سے

آرام پاتے ہیں، اور سن رکھو کہ ذکرِ الہی ہی سے دلِ اطمینان حاصل کرتے ہیں۔“

نیز فرمایا ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَ لَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَ هُمْ

مُهْتَدُونَ﴾ [الأنعام: ۸۲]

”اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے مخلوط نہیں کیا، ان کے لیے

امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

① جو شخص ایمانی فضا میں جیتا ہے، اس کی مضبوطی کو پکڑے رکھتا ہے اور اسی کے تاب ناک

نور سے روشنی حاصل کرتا ہے، وہ اپنی زندگی کو ایسے واضح انداز سے بسر کرتا ہے کہ وہ اللہ کی

بلغ حکمتوں، وسیع رحمتوں اور بے پایاں قدرتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اس کا دل مطمئن

اور نفس و ضمیر صاف و روشن رہتا ہے، کیونکہ اس کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ جو تکلیف

اسے پہنچی ہے وہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو نعمت اسے نہیں ملی وہ اسے مل نہیں سکتی تھی، لہذا یوں اس

کا دل شکوک و شبہات کی آماجگاہ بنتا ہے اور نہ قلق و اضطراب اس کے وجدان و شعور کو چھو

پاتے ہیں۔ وہ پورے اطمینان و توازن کے ساتھ چلتے چلتے اپنی پاکیزہ و معزز منزل تک پہنچ

جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ایک جامع وصیت میں فرمایا ہے:

«إِحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظَكَ، إِحْفَظِ اللَّهَ تَجِدَهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ،

وَإِذَا اسْتَعْنَتْ فَاسْتَعِينِ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ

يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَ اللَّهُ لَكَ، وَلَوْ اجْتَمَعُوا

عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتْ

الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ»<sup>①</sup>

① سنن الترمذی (۴/ ۴۰۹) رقم الحدیث (۲۵۱۱)



”اللہ (کے اوامر و احکام) کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اس کے احکام کی حفاظت کرو تم اسے ہمیشہ اپنے ساتھ پاؤ گے۔ جب سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب مدد مانگو تو صرف اللہ ہی سے مدد مانگو۔ اس بات کا یقین کر لو کہ اگر ساری دنیا تمہیں کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے جو اللہ نے لکھ رکھا ہے، اور اگر پوری دنیا والے تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے جو اللہ نے لکھ رکھا ہے۔ قلمیں اٹھائی جا چکی ہیں اور (تقدیر کے) صحیفوں کی سیاہی خشک ہو چکی ہے۔“

④ ایمان صحیح بندے کو یقین و اعتماد اور صبر و اطمینان کی زبردست قوت سے مالا مال کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ تکبر نہیں کرتا، بلکہ اللہ کی حمد و ثنا اور شکر کا رویہ اپناتا ہے۔ اسے مشکلات و مصائب سے دو چار ہونا پڑے تو وہ نا امید نہیں ہوتا اور نہ ٹوٹتا ہے، اور نہ حزن و غم اور پریشانیاں اس کے دل پر اثر انداز ہوتی ہیں، بلکہ وہ صبر کا دامن نفا سے رہتا ہے اور تقدیر پر رضامندی کا اظہار کرتا اور عزم و ہمت سے رہتا ہے، کیونکہ وہ اپنے ایمانی عقیدے کی بدولت دائمی عطا، واضح رویت، قوتِ ادراک اور بصیرت کے بل بوتے پر فتنوں اور حادثاتِ زمانہ کا مقابلہ کرنے کی قوت و طاقت پالیتا ہے جن کے تند و تیز جھکڑ اس کے پائے استقلال میں لرزش لا پاتے ہیں نہ مصائب اس کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ کوئی چیز کتنی ہی دل کش کیوں نہ ہو یا کوئی فتنہ کتنا ہی خوفناک کیوں نہ ہو اسے کوئی چیز اس کے ایمان اور اس کے رب کی رضا کے حصول کی راہ سے نہیں ہٹا سکتی، بلکہ یہ سب چیزیں اس کے صدق و صفا، اخلاص و وفا اور صبر و ثبات میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَلِكَ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ»<sup>①</sup>

”مومن کے معاملے پر تعجب ہے۔ اس کا معاملہ ہر شکل میں اس کے لیے خیر و بھلائی کا باعث ہوتا ہے اور یہ مومن کے سوا کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ اگر اسے کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۹۹۹)

اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، جو اس کے لیے خیر و بھلائی ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ صبر و ہمت کا مظاہرہ کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے باعثِ خیر و بھلائی ہے۔“

Ⓐ برادرانِ اسلام! وہ امت جس پر عقیدہ توحید کی حکومت ہو اور جن کے افراد کی زندگی حقائقِ ایمان کی روشنی میں بسر ہو رہی ہو، وہ امت ایک ایسی ذاتی قوت اور فطرتی دفاعی طاقت سے مالا مال ہوتی ہے جو اس کے افراد کو اللہ کے حکم سے تمام مصائب و مشکلات، بحرانوں اور فتنوں پر غلبہ پانے کی اہلیت دے دیتی ہے۔ اس امت کے وجود و تشخص میں ایسی دفاعی خصوصیت پائی جاتی ہے جو مصائب و مشکلات اور اس کے افراد کے مابین حائل ہو جاتی ہے، تاکہ وہ ان کے اپنے رب پر اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچا سکیں وہ طاقت اس کے افراد کے دلوں میں ناامیدی کو داخل نہیں ہونے دیتی۔

یہ امتِ اسلامیہ تو وہ امت ہے، کہ شدائد و مصائب اس کے افراد کو جادہ خیر و برکت اور تعمیر و اصلاحِ حیات کی راہ پر بلا رکاوٹ چلتے جانے سے ہرگز نہیں روک سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس امت پر تاریخ میں بڑے بڑے مشکل ایام گزرے اور گزر رہے ہیں۔ اسے کئی ایسے مصائب سے دو چار ہونا پڑا ہے کہ اگر کسی دوسری غیر اسلامی قوم کو ان سے گزرنا پڑتا تو وہ تباہ و برباد ہو جاتی اور آج محض ایک داستان بن کر رہ گئی ہوتی، یہ اس لیے ہے کہ یہ امتِ اسلامیہ اللہ کے ساتھ ربط و تعلق رکھتی ہے، اس کے وعدوں پر اعتماد کرتی ہے اور اس کی فتح و نصرت پر یقین رکھتی ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ  
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ  
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا﴾ [النور: ٥٥]

”تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین کا حاکم بنا دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا، اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا، اور خوف کے بعد انھیں امن بخشنے گا، وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔“

ایمان سے دوری کے نتائج:

برادرانِ ایمان! منج ایمان سے دوری، حقائقِ عقیدہ میں خلل اور زندگی میں ان کے نور و ضیا باری سے انحراف ہی ان موجودہ خطرناک بحرانوں اور بڑی بڑی مشکلات و مصائب کا باعث اور اس دائمی بلا اور مسلسل شقاوت و بدبختی کا سبب ہیں، جنہوں نے زندگی کو دائمی تشنگی اور خوفناک اندھیروں میں گھیر رکھا ہے، جس میں کوئی سکون ہے، نہ خوشحالی و اطمینان ہے، سعادت و خوشی ہے اور نہ ہی مالی فراوانی ہی، بلکہ مسلسل قلق اور دائمی اضطراب ہے، لوگ مشکلات میں غرقاب ہیں اور انتہائی حرمانِ نصیبی اور تلخ انجام ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَ مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَ نَحْشُرُكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ  
أَعْمَى ﴾ [طہ: ۷۲۴]

”اور جو میرے ذکر و نصیحت سے منہ پھیرے گا، اس کی زندگی اجیرن (تنگ) ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔“

آج بنی نوع انسان شر کے جن جھگڑوں میں گھرے ہوئے ہیں اور تباہ کن جنگوں کے جو بھوت آج ننگے ناچ رہے ہیں، یہ سب مصائب انسان کے منجِ الہی، عقیدہ ربانیہ، جاوہِ مستقیم، عدل و انصاف، حریت و آزادی اور مساوات و برابری کے اصولوں سے دوری کا نتیجہ ہیں۔ اگر عقل اور حکمت و دانائی کو بروئے کار لایا جاتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَ إِيْتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَ يُنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ  
وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾ [النحل: ۹۰]

”اللہ تمہیں عدل و انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے، بے حیائی و برے کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔“

مزید فرمایا:

﴿ وَ لَا تَبِعِ الْفُسَادِ فِي الْأَرْضِ ﴾ [الفصص: ۷۷] ”اور زمین میں طالبِ فساد نہ ہو۔“

نیز ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴾ [البقرة: ۱۹۰]  
 ”اور زیادتی نہ کرو بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“  
 اور ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴾ [الفاطر: ۱۸]  
 ”اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“

تمام بحرانوں کا علاج... منہجِ ربانی:

جب تک حیاتِ بشر اس زمین پر اللہ کے منہج و طریقے پر نہ چلے گی اور جب تک بشریت کے اہل عقل و دانش اسبابِ شر کا مکمل طور پر ادراک نہیں کر لیتے، اور مصالح اور مفاسد میں موازنے کے بعد مکمل عدل و انصاف اور اصابتِ رائے سے ان مشکلات و مصائب اور عالمی مسائل کا علاج نہ کیا جائے گا، کفر و اسلام کی یہ ربیخ کبھی ختم ہوگی نہ کبھی حیاتِ انسانی کی کشتی امن و سلامتی، اطمینان و سکون اور رحم و کرم کے ساحلِ مراد تک پہنچ پائے گی۔ ان بنیادوں کو چھوڑ کر انسان جتنی بھی کوششیں کرے، بیماریاں ختم ہوں گی اور نہ بحرانوں ہی پر قابو پایا جاسکے گا۔

مسلمانو! امتوں اور قوموں کو تاریخ کے بعض ادوار میں مصائب و مشکلات اور بحرانوں سے دوچار ہونا پڑا۔ خطرہ بحرانوں اور مصائب و آلام کے وقوع پذیر ہونے میں نہیں، بلکہ خطرہ ان پر قابو پانے کے طریقے اور اسلوبِ علاج میں اور ان کے دوبارہ وقوع پذیر ہونے کے اسباب کو ختم کرنے میں عقلمندی سے کام نہ لینے میں ہے۔ اگر حقائق پر پوری بصیرت سے توجہ نہ دی جائے تو برے نتائج اور خوفناک انجام کے سوا اور کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِبِهَابِهِ  
 فَتُصِيبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نُدْمِينَ ﴾ [الحجرات: ۶]

”اے ایمان والو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو، پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔“

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿اَلتَّائِي مِنَ اللّٰهِ وَالْعُجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ﴾<sup>①</sup>

”اطمینان و سکون اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔“

برادرانِ ایمان! امتِ اسلامیہ اس وقت بڑے مشکل اور خطرناک حالات سے گزر رہی ہے، اسے چاروں طرف سے خطرات نے گھیر رکھا ہے اور افرادِ امت کو ہر طرف سے خوفناک آنکھیں گھور رہی ہیں، لہذا مسلمان اب کسی ایسی صورتِ حال کا انتظار کر رہے ہیں جس میں ان کے حالات کچھ بہتر ہوں، ان میں عزم و قوت زیادہ ہو اور زندگی خوشگوار ہو۔ یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہونی چاہیے کہ امتِ اسلامیہ کا اپنا ایک خاص مزاج و طبیعت اور ترکیب ہے، جو اسے دوسری قوموں سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ خاص امتیاز یہ ہے کہ یہ امت عقیدہ ہے، وہ عقیدہ جس کی بنیاد اس کائنات کے پروردگار کے سامنے سرتسلیم خم کرنا اور اسی کی مکمل پیروی کرنا ہے۔ یہ عقیدہ اپنانا، اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنا اور زندگی کے تمام معاملات میں اس کی طے کردہ حدود کے اندر رہنا ہی امن و امان کی ضمانت ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [الحج: ۳۸] ”بے شک اللہ مومنوں کا دفاع کرتا ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾

[الأنفال: ۲۴]

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو، جبکہ وہ (رسول اللہ ﷺ)

تمہیں ایسے کام کے لیے بلا رہے ہیں، جو تمہیں حیات (جاوداں) بخشتا ہے۔“

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوْا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْرِجْكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ﴾ [محمد: ۷]

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے، تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا

اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔“

آج امتِ اسلامیہ جن بحرانوں میں مبتلا ہے، ان مصائب و مشکلات سے چھکارا پانے کا

① مسند أبي يعلى (۷/ ۲۴۷) سنن البيهقي (۱۰۴/ ۱۰) نیز دیکھیں: سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۰۲۱)

واحد طریقہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی طرف صدقِ دل سے رجوع کر لیں، اس کے نبی (ﷺ) کی سنت کو حقیقی معنوں میں اپنالیں اور اپنے دین کے لیے ظاہر و باطن میں ہر طرح سے صدقِ دل کا رویہ اپنالیں، اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے حقیقی محبت کرنے لگ جائیں، ان کے اوامر پر عمل کریں اور منع کردہ امور سے اجتناب کریں اور اپنے چھوٹے بڑے تمام امور و معاملات اور قضا یا و مسائل میں شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فیصلے کرنے لگیں، تو تمام مشکلات سے چھکارا مل جائے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴾ [الأحزاب: ۳۶]

”اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو اس کام میں ان کا کوئی اختیار ہو، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہ ہو گیا۔“

اب وقت آ گیا ہے کہ مردہ دل زندہ ہو جائیں، دھندلے آئینے صیقل ہو کر صاف ہو جائیں۔ اب وقت آچکا ہے کہ بھولے ہوئے لوگ یادداشت درست کر لیں اور برائیوں میں غرق لوگ سفینہٴ نجات میں سوار ہو جائیں، تاکہ انہیں ساحلِ نجات مل سکے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴾ [الحديد: ۱۶، ۱۷]

”کیا ابھی تک مومنوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کا ذکر کرتے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں، جن کو (ان سے) پہلے کتابیں دی گئی تھیں، پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں، جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، ہم نے اپنی نشانیاں تم سے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھ جاؤ۔“

## ذرائعِ ابلاغ کے نام پیغام:

ذرائعِ ابلاغ کے کار پردازو! ذرائعِ ابلاغ اور میڈیا کا فرض ہے کہ وہ ان ذرائع کے اغراض و مقاصد اور ان کے پیغام کی قدر و قیمت کو سمجھیں، تاکہ یہ تعمیری خدمات انجام دے سکیں نہ کہ تخریبی، یہ اصلاح کر سکیں نہ کہ توڑ پھوڑ، تاکہ یہ گھٹیا امور سے بالا ہو کر اعلیٰ پیمانے کے کارنامے سرانجام دے سکیں۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ افرادِ امت کی راہنمائی کریں کہ دینِ اسلام کے اہداف و مقاصد کیا ہیں؟ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں، ان میں دینِ اسلام کے ساتھ اخلاص پیدا کریں، اس دینِ حق کے مسائل کو حل کرنے میں اپنا کردار ادا کریں اور پورے صدق و امانتداری اور بھلائی کے جذبے کے ساتھ دینِ اسلام کا ہر معاملے میں دفاع کریں۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَبِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ

الْمُسْلِمِينَ﴾ [حم السجدة: ۲۳]

”اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے اور نیک

عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.





# ماہِ شَعْبَان

دوسرا خطبہ

زوالِ امت کے اسباب  
اور  
ان کا علاج

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

26/10/2001 = 10/8/1422

پہلا خطبہ

دعا کی  
اہمیت و فضیلت

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

19/10/2001 = 3/8/1422

چوتھا خطبہ

فتنوں سے نجات کی راہیں  
اور  
استقبالِ رمضان

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبتی رحمۃ اللہ علیہ

9/11/2001 = 24/8/1422

تیسرا خطبہ

دینِ رحمت

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

2/11/2001 = 17/8/1422



## دعا کی اہمیت و فضیلت

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

### شانِ عبودیت:

تمام مخلوقات اپنے دین و دنیا کے معاملات میں نفع کے حصول اور نقصان سے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں۔ مخلوق کا کمال ہی عبودیت و بندگی میں ہے۔ جیسے جیسے کوئی بندہ بندگی میں بڑھتا جاتا ہے، ویسے ویسے ہی وہ ترقی کی منازل طے کرتا جاتا ہے اور اس کے درجات بلند ہوتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائش و امتحان میں مبتلا کرنا رہتا ہے، تاکہ وہ اس کے بابِ رحمت پر دستک دینے کی طرف رجوع کریں اور اس سے مدد طلب کریں۔ اللہ کے در کا فقیر بننا ہی عین تو نگری ہے، یہی مغزِ عبادت اور اس کا مقصودِ اعظم ہے۔ اس ذاتِ عالی کے سامنے انکساری و عاجزی کرنا باعثِ عز و شرف اور شانِ بندگی ہے۔

دعا عبودیت و بندگی کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بندے صرف اسی سے اپنی تمام حاجتیں طلب کریں۔ ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ، فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِيكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ، فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ»<sup>(۱)</sup>

”میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، مگر وہ جس کو میں ہدایت دوں، چنانچہ تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت نصیب کروں گا۔ میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، سوائے اس کے، جسے میں کھلاؤں، چنانچہ تم سب مجھ سے روزی طلب کیا کرو، میں تمہیں روزی عطا کروں گا۔“

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۷۷)

مقام دعا:

اگر بندے اللہ کے سامنے التجا کریں نہ گزر گزائیں تو اسے ان کی کوئی پروا نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ مَا يَعْجَبُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴾

[الفرقان: ۷۷]

”کہہ دیجیے: اگر تمہاری پکار نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری مطلق پروا نہ کرتا، تم تو جھٹلا چکے، اب عنقریب اس کی سزا تمہیں ملنے والی ہے۔“

دعا انبیا کرام اور اللہ کے خاص بندوں کی صفاتِ عالیہ میں سے ایک خاص صفت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے:

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْئِرُونَ فِي الْأَعْيُنِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا

خُشِعِينَ ﴾ [الانبیاء: ۹۰]

”وہ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے اور ہمیں لالچ و طمع اور خوف و ڈر سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔“

امام الحنفی ابراہیم خلیل علیہ السلام کا فرمان قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

﴿ وَادْعُوا رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴾ [مریم: ۴۸]

”میں اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا۔“

غرض دعا دلوں کی بہار اور دنیا کی جنت ہے۔ یہ ایک ایسی مطلق عبادت ہے، جس کے لیے کسی جگہ، وقت اور حالت کی کوئی پابندی نہیں، بلکہ دن رات، بر و بحر اور سفر و حضر ہر جگہ اور ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہیے۔ دعا کرنے کا فائدہ صرف دعا کرنے والے ہی کو نہیں پہنچتا، بلکہ فوت شدگان بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے کے بعد ثواب پہنچنے والے ذرائع اور اعمال کو گنواتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ﴾<sup>(۱)</sup>

”یا نیک اولاد جو اپنے مرنے والے (والدین) کے لیے دعا کرے۔“

دعا ربِ بلا کا ذریعہ اور مومن کا ہتھیار ہے:

دعائیں اللہ کے فضل و کرم سے بلاؤں کو نالتی، مصائب کو دور کرتی اور عذاب و ہلاکت کو روکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دعا تو مومن کا ہتھیار ہے۔ حصولِ مطلوب و مقصود اور طلبِ نفع کے لیے اس دعا سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے، یہ نعمتوں کو لاتی اور مزاہوں کو نالتی ہے، اسی کے ذریعے غموں اور پریشانیوں کا مداوا ممکن ہے۔ اس سے بڑا شرف اور کیا ہو سکتا ہے کہ دعا کے وقت بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جتنا اخلاص زیادہ ہوگا اور جس قدر قوی امید کے ساتھ اللہ سے دعا مانگی جائے گی، اتنی ہی زیادہ وہ دعا قبول ہوگی۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں دعا کی قبولیت کی فکر نہیں کرتا، میں تو صرف دعا کرنا ضروری جانتا ہوں، کیوں کہ جب دعا ہو تو اس کے بعد قبولیت یقینی ہوتی ہے۔“<sup>(۲)</sup>

عاجز و کمزور کون؟

لوگوں میں سے عاجز ترین وہ شخص ہے جو دعا کرنے سے عاجز ہے اور ان میں سے کمزور ترین وہ شخص ہے، جو اللہ کو پکارنے میں کمزور ہو۔ دعا میں فائدے ہی فائدے ہیں۔ مسلمان اپنے جواد و کریم رب سے مانگنے کے لیے دعا کرتا ہے اور وہ اسے دیتا ہے، خواہ فوراً دے دے یا کچھ تاخیر کر دے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ہر دعا کرنے والے کی پکار سنی اور قبول کی جاتی ہے، لیکن قبولیت کے کئی انداز ہوتے ہیں: کبھی تو اسے عین وہی چیز عطا کر دی جاتی ہے، جو اس نے طلب کی ہو اور کبھی اس کا کوئی دوسرا معاوضہ دے دیا جاتا ہے۔“<sup>(۳)</sup>

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۳۱)

(۲) اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ (۷۰۶/۲)

(۳) فتح الباری (۹۵/۱۱)

## دعا کی تاثیر اور طریقہ کار:

دعا سے نفس میں بلندی پیدا ہوتی اور ہمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ مخلوق کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے، اس کے بارے میں لالچ و طمع ختم ہو جاتا ہے، دعا کرنے والا انتہائی معزز و مکرم ہوتا ہے۔  
امام یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”اگر اللہ کے فضل سے کسی کو دعا میں دل جمعی حاصل ہوگئی تو وہ دعا رد نہیں کی جاتی۔“<sup>①</sup>

اپنا کھانا پینا حلال و پاکیزہ کیجیے، شبتہ اشیا سے دامن بچا کر رکھیے، دعا سے پہلے اللہ کے حضور کسی عمل صالح کا نذرانہ پیش کیجیے اور اپنے پروردگار کو حضور قلب اور سرگوشی سے پکاریے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑی آہستگی کے ساتھ اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اپنے پاس سے پاکباز اولاد عطا فرما۔ اس پر اللہ نے انہیں یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا کیا، جو نبی ہوئے۔ اپنے رب سے دعا کرنے اور اس کی حمد و ثنا کے لیے اچھے اور جامع کلمات اختیار کریں اور اچھے اوقات و مقامات اور بہتر احوال میں دعا کریں، جب اللہ سے دعا کریں تو اس سے بہ کثرت خیر و بھلائی طلب کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

« إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيُعْظِمِ الْمَسْأَلَةَ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَتَعَاطَمُهُ شَيْءٌ أُعْطَاهُ »<sup>②</sup>

”تم میں سے جب کوئی دعا کرے تو بڑی بڑی چیزوں کا سوال کرے، اللہ سے کوئی جتنی بھی بڑی چیز مانگے، وہ اس کے لیے معمولی ہے اور وہ مانگنے والے کو دیتا ہے۔“

سجدے کی حالت میں بندہ اپنے پروردگار کے قریب ترین ہوتا ہے، اس حالت میں اللہ سے بہ کثرت مانگی جانے والی دعائیں قبول ہوں گی۔ اپنے اور اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کے خلاف اور اپنے مصدر رزق و روزگار کے خلاف بد دعا ہرگز نہ کریں۔ اس سلسلے میں صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے:

« لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ، لَا تَوَافِقُوا مِنَ اللَّهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءً، فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ »<sup>③</sup>

① الفوائد لابن القيم (ص: ۴۷)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۷۹)

③ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۰۰۹)

”اپنے آپ پر بددعا کرو، نہ اپنی اولاد کے خلاف بددعا کرو اور نہ ہی اپنے مال کے لیے بددعا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بددعا کسی ایسی گھڑی میں ہو، جو قبولیت کی گھڑی ہو اور تمہاری بددعا قبول ہو جائے۔“

اللہ سے دعا کرنے میں دیر نہ کریں اور اس سے سوال کرنے میں پوری گریہ و زاری سے کام لیں۔ نبی اکرم ﷺ پورا ایک مہینہ رعل و ذکوان نامی قبائل کے خلاف بددعا کرتے رہے۔<sup>(۱)</sup> (جنہوں نے ستر حافظ قرآن اصحاب رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا تھا) تمہارا رب بڑا حیا دار اور فضل و کرم کرنے والا ہے، وہ اپنے بندے کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی واپس لوٹانے سے شرماتا ہے۔<sup>(۲)</sup> دعائیں مانگو، تمہارا رب بڑا ہی کرم کرنے والا ہے، اپنے آپ کو اس کے سامنے گرا دو، اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دو، عزم کے ساتھ دعا کرو اور قبولیت کی قوی امید رکھو۔ اس نے سوال کرنے والوں کو کبھی خالی ہاتھ لوٹایا ہے نہ انھیں مایوس کیا ہے۔

اگر کسی پر فقر و فاقے کی نوبت آجائے اور وہ مخلوق سے مانگ کر اس فاقہ کشی کی حالت کو دور کرنا چاہے تو اس کا فقر و فاقہ کوئی بھی دور نہ کر سکے گا جبکہ اگر کوئی شخص اپنے رب سے فاقہ و غربت دور کرنے کا سوال کرے گا تو وہ بہترین رزاق اور روزی رساں ہے۔ اے دعا کرنے والے! اپنی شکایت اللہ سے کرو اور اسی کے سامنے اپنے فقر و حاجت کو بیان کرو، جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کی زبانی اللہ نے بتایا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

﴿إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ﴾ [يوسف: ۶۸]

”میں اپنی پریشانیوں اور رنج و غم کی فریاد اللہ سے کر رہا ہوں۔“

اللہ ہر مناجات کرنے والے کا ساتھی، ہر شکایت کو سننے والا اور ہر بلا کو ٹالنے والا ہے۔ اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں، جن میں اس کے شب و روز بانٹنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس سے امیدیں لگانے والا کبھی مایوس نہیں لوٹا۔ مصائب و مشکلات کے ازالے کے لیے اس کے سوا کسی سے امید نہ رکھی جائے۔ اس کے ہاتھ میں خزانوں کی چابیاں ہیں اور پکارنے والوں کے لیے اس کا

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۰۰۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۷۷)

(۲) سنن أبي داود، رقم الحدیث (۱۴۸۸) سنن الترمذی، برقم (۳۵۵۶) سنن ابن ماجہ، برقم (۳۸۶۵)

دروازہ ہمیشہ کھلا ہے۔ ہر مصیبت کے وقت اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھیں کہ وہی اس مصیبت کو دور کرے گا۔ جس نے اپنے رب کے ساتھ بھلائی کے لیے حسن ظن رکھا، اللہ اس پر بھلائیوں کی بارش کر دیتا ہے۔ اجابت و قبولیت کے لیے سب سے ضروری چیز اخلاص ہے، اپنا مطالبہ چنگلی سے کریں، دینے والا بڑا کریم ہے اور مشکلات کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ قبولیت میں جلد بازی نہ کریں اور تاخیر ہو جانے پر دعا کرنا چھوڑ نہ دیں، کیونکہ جو شخص کسی دروازے پر بہ کثرت دستک دیتا رہے تو وہ دروازہ آخر کار اس کے لیے کھول ہی دیا جاتا ہے۔

### اوقاتِ قبولیت:

لوگ جب نرم و گداز بستروں پر درازِ محوِ خواب ہوں، تم سحری کے اوقات میں اپنے رب کے سامنے دستِ سوال دراز کرو، وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ کون ہے جو ان اندھیروں میں اٹھ کر مجھے پکارے اور میں اس کی حاجتیں پوری کروں۔<sup>(۱)</sup> جمعے کے دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے جس میں کی گئی دعا رد نہیں ہوتی،<sup>(۲)</sup> اسی طرح اذان و اقامت کے مابین بھی دعا رد نہیں کی جاتی۔<sup>(۳)</sup>

### مستجاب الدعاء:

والدین کی دعائیں جب اپنی اولاد کے لیے ہوں تو وہ مقبول ہوتی ہیں، لہذا والدین اپنے بیٹے بیٹیوں کے لیے بکثرت دعائیں کیا کریں کہ اللہ انہیں ہدایت پر رکھے، انہیں سعادت و خوشحالی سے نوازے اور دنیا کے فتنوں سے انہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ ایک مسلمان کی دعا اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے بھی اگر اس کی عدم موجودگی میں کی جائے تو قبول ہوتی ہے اور ایسی دعا پر اللہ کے فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ ماں باپ کے خدمت گزار بیٹے کی دعا بھی رد نہیں کی جاتی۔ نیک لوگوں کو ہرگز نہ ستائیں اور انہیں اذیت پہنچانے کے درپے ہوں نہ ان کا مذاق اڑائیں۔ انہیں اللہ کے ہاں ایک خاص مقام و شان حاصل ہے، ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، حتیٰ کہ ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۱۴۵)، صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۵۸)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۳۷)، صحیح مسلم، رقم الحدیث (۸۵۲)

(۳) سنن أبي داود، رقم الحدیث (۵۲۱) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۱۲)



«وَلَيْنُ سَأَلْتَنِي لِأَعْطَيْتَنَّهُ، وَلَيْنُ اسْتَعَاذَنِي لِأَعِيدْتَنَّهُ»<sup>(۱)</sup>

”میرے ولی اور دوست (صالحین) جب مجھ سے کوئی سوال کریں تو میں ان کا سوال ضرور پورا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کریں تو میں انھیں ضرور پناہ دیتا ہوں۔“

مصائب و مشکلات میں صرف اللہ کو پکاریں:

اگر کسی کو زمانے بھر کے مصائب و مشکلات گھیر لیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے ان کا ازالہ طلب کرے تو وہ اس کے تمام مصائب ختم کر دیتا ہے۔ سورۃ النمل میں ارشادِ الہی ہے:

﴿ اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ ﴾ [النمل: ۶۲]

”کون ہے جو مجبور کی دعاؤں کو سنتا اور اس کی مشکلات کو دور کرتا ہے۔“

یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے اور دعا ہی کی تاثیر سے سمندر کے کنارے پر لا کر ڈال دیے گئے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

« دَعْوَةُ ذِي النُّونِ: ﴿ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ، إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴾ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجِيبَ لَهُ » وَفِي لَفْظٍ: « لَا يَقُولُهَا مَكْرُوبٌ إِلَّا فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ »<sup>(۲)</sup>

”اگر کوئی شخص ذوالنون (یونسؑ) کی دعا مانگے گا اور یہ کہے گا: ”یا اللہ! تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے اور میں ظالموں میں سے ہوں۔“ تو اس شخص کی دعا قبول کی جائے گی۔“ اور ایک روایت میں ہے: ”اگر کوئی مصیبت زدہ آدمی یہ دعا کرے گا تو اس کی مصیبت دور کر دی جائے گی۔“

دعا سے حالات بدل جاتے ہیں۔ بے اولاد کو اولاد مل جاتی ہے۔ بیمار کو شفا عطا کر دی جاتی ہے۔ فقیر و نادار کو رزق دیا جاتا ہے۔ بدنصیب کو سعادت و خوشی عطا کی جاتی ہے، دعا کی تاثیر کا تو یہ عالم ہے کہ صرف ایک بندے کی بددعا سے اللہ تعالیٰ نے تمام اہل دنیا کو غرق کر دیا تھا، اور صرف وہ چند لوگ بچے تھے، جنہیں اللہ بچانا چاہتا تھا۔ وہ دعا کرنے والے نوح علیہ السلام تھے۔ فرمایا:

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۵۰۲)

(۲) مسند أحمد (۶۵/۳) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۳۵۰۵)

﴿ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيًّا رَا ﴾ [نوح: ٢٦]

”اور نوح نے کہا: اے میرے رب! زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی باقی نہ چھوڑ۔“

موسیٰ عليه السلام کی بددعا سے فرعون غرق ہوا۔ فرمایا:

﴿ وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَآءَ زِينَةً وَ أَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَيَّ أَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلَيَّ قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [يونس: ٨٨]

”اور موسیٰ عليه السلام نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے اس دنیا کی زندگی میں فرعون اور اس کے درباریوں کو ٹھٹھا ہاتھ اور اموال دے رکھے ہیں، تاکہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے گمراہ کرتے رہیں۔ اے ہمارے رب! ان کے اموال کو غارت کر دے اور ان کے دلوں کو ایسا سخت بنا دے کہ جب تک وہ المناک عذاب نہ دیکھ لیں، ایمان نہ لائیں۔“

سیلمان عليه السلام نے جب خزانے عطا کرنے والے اپنے رب سے مانگا تو اس نے انھیں بے حساب دیا۔ ایوب عليه السلام کو بیماری لاحق ہوئی تو ان کے اللہ کے سامنے زاری کرنے سے اللہ نے انھیں بیماری سے نجات دی۔ انھوں نے اللہ سے یوں دعا کی تھی:

﴿ اٰتٰى مَسْنٰى الضُّرِّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِيْمِيْنَ ﴾ [الانبیاء: ٨٣]

”مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔“

غزوہ بدر کے دن ہمارے نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں کی قلت اور تنگ دستی میں اللہ سے دعائیں کیں تو اللہ نے قطار در قطار فرشتے بھیج کر مدد فرمائی، چنانچہ اس سلسلے میں ارشادِ الہی ہے:

﴿ اِذْ تَسْتَعِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اٰتٰى مُّمِدُّكُمْ بِالْاَيْدِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴾ [الأنفال: ٩]

”جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے، اس نے تمھاری دعا قبول کر لی اور (فرمایا کہ) میں تمھیں ایک ہزار فرشتے بھیج کر مدد دے رہا ہوں۔“

مظلوم کی دعا:

اے مظلوم انسان! اگر کبھی تمھارے سامنے دنیا والوں کے تمام دروازے بند ہو جائیں اور

تمام ظاہری اسبابِ جواب دے جائیں تو آسمان کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور اس جبار سے درخواست کرو جو مظلوموں کا مددگار اور کمزوروں کا ملجا و ماویٰ ہے۔ اس نے مظلوم و بے کس لوگوں کی مدد کا وعدہ کر رکھا ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما پر کسی نے ظلماً کچھ الزامات لگا دیے، سیدنا سعد رضی اللہ عنہما نے اس کے خلاف بددعا کرتے ہوئے اللہ سے عرض کی:

”اے اللہ! اسے اندھا کر دے، اس کی عمر لمبی کر دے اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔“

راوی حدیث کہتے ہیں:

”اس بددعا کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ شخص اندھا ہو گیا، ضعیف العمری اور کبرستی کی وجہ سے اس کی بھنویں اس کی آنکھوں پر گر گئیں اور وہ یہ کہتا پھرتا تھا کہ میں وہ بد نصیب ہوں، جسے سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔“<sup>①</sup>

امام ابن عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”مخلص اور مظلوم کی دعا فوراً قبول ہو جاتی ہے۔“

بربادی ہے اس کے لیے جس کی طرف مظلوموں کے تیروں نے رخ کر لیا اور جس کے خلاف کمزوروں کے ہاتھ بددعا کے لیے اٹھ گئے۔

اے مصیبت زدہ انسان! اللہ کی قضا و قدر پر صبر کرو، کیوں کہ صبر کے ساتھ ہی فتح و نصرت ہے، تکلیف کے ساتھ ہی کشائش اور تنگی کے ساتھ ہی آسانی ہے۔ بلائے محض تو وہ چیز ہے جو تمہیں اللہ سے دور کر دے، البتہ وہ چیز جو تمہیں اس کے سامنے کھڑا کر دے، اس میں تو تیرا کمال و عزت ہے، جب آسانی آجائے، کشائش مل جائے اور غم و پریشانیاں چھٹ جائیں، تو اللہ کا شکر ادا کریں کہ وہ ان بادلوں کو ختم کرنے والا ہے۔ اللہ کی حمد و ثنا ہی میں اس کا شکر بھی ہے اور یہی از و یا رب نعمت کا باعث بھی ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي

سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾ [المؤمن: ٦٠]

”اور تمہارے رب نے کہا ہے: تم مجھے پکارو میں تمہاری (دعائیں) قبول کرتا ہوں،

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۵۵)

بے شک وہ لوگ جو میری عبادت (دعا) کرنے سے تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

### قضا و قدر:

مسلمانو! اللہ کے فیصلے اس کے بندہ مومن کے لیے ایک عطیہ ہوتے ہیں، اگرچہ وہ منع کی صورت ہی میں کیوں نہ ہوں، اور اس کے لیے نعمت ہوتے ہیں اگرچہ وہ ابتلا و امتحان کی شکل ہی میں کیوں نہ ہوں۔ اس کی بلا و آزمائش بندہ مومن کے لیے عافیت کا باعث ہوتی ہے، اگرچہ وہ کسی مصیبت کی شکل ہی میں کیوں نہ ہو۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”میں کسی فرحت و سرور میں نہیں ہوں، ہاں قضا و قدر کے مواقع کا انتظار رہتا ہے، اگر کوئی خوشی کا موقع آئے تو میرے پاس شکر ہے، اور اگر کوئی مشکل آئے تو میرے پاس صبر ہے۔“<sup>①</sup>

جسے دعا کرنا آتا ہو وہ قبولیت سے محروم نہیں رہ سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

« مَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُسْلِمٍ يَدْعُو اللَّهَ بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ تَعَالَى إِيَّاهَا، أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا، مَا لَمْ يَدْعُ بِأَثْمٍ أَوْ قَطِيعَةٍ رَحِمَ » فَقَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: فَإِذَا نُكْثِرُ، قَالَ: «اللَّهُ أَكْثَرُ»<sup>②</sup>

”روے زمین پر موجود کوئی بھی مسلمان جو بھی دعا کرے اور جو کچھ مانگے یا تو اللہ اسے وہی دیتا ہے یا اس سے اسی کی مثل کوئی آنے والی مصیبت ٹال دیتا ہے، جب تک کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔“ ایک صحابی نے کہا: تب تو ہم بہ کثرت دعائیں کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔“

### آدابِ دعا:

جو لوگ اللہ کے ساتھ ہی غیر اللہ کو بھی پکارتے ہیں، وہ اپنے لیے قبولیت کے دروازے بند کر لیتے ہیں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

① جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلی (ص: ۱۹۵)

② سنن الترمذی، رقم الحدیث (۳۵۷۳)

﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُونَ ﴾ [الاحقاف: ٥]

”اور اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر انھیں پکارتا ہے جو قیامت تک

اسے جواب نہیں دے سکتے بلکہ وہ ان کی پکار ہی سے بے خبر ہیں۔“

لوگوں کا فوت شدگان کو پکارنا بے کار و عبث فعل ہے۔ وہ پکار کوئی مرغوب چیز لاسکتی ہے اور

نہ ہی کوئی مکروہ و ناپسندیدہ چیز دور ہٹا سکتی ہے، بلکہ وہ شرک اکبر ہے جو ایسا گناہ کبیرہ ہے کہ توبہ

کے بغیر بخشا ہی نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنْ

الظالمين ﴾ [یونس: ١٠٦]

”اور اللہ کے سوا کسی کو مت پکاریے جو نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان

پہنچا سکتا ہے، اگر آپ ایسا کریں گے تو یقیناً ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔“

نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا ہے:

﴿ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعْنَتْ فَاسْتَعْنِي بِاللَّهِ ① ﴾

”جب سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ سے طلب کرو۔“

خلاصہ کلام:

دعا مانگنے میں کوشاں رہنا چاہیے، عبادت کو خاص اللہ ہی کے لیے کرنا چاہیے اور دعا بھی

صرف اسی سے کرنا چاہیے، اپنی عمر کی گھڑیوں کو غنیمت سمجھیں، دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہیں ہوگا۔

خوش نصیب و سعادت مند ہے وہ جسے دعا کی توفیق مل جائے اور محروم ہے وہ شخص جو لذت عبادت

سے محروم رہا یا اللہ کی رحمتوں سے مایوس ہو کر ناامیدوں میں سے ہو گیا۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

① مسند أحمد (٤/ ٤٠٩) سنن الترمذی، رقم الحدیث (٢٥١٦)

## زوالِ امت کے اسباب اور ان کا علاج

امام و خطیب: فضیلة الشیخ صلاح بن محمد البدیر رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کی عظیم نعمت و احسان:

اللہ کی اپنے بندوں پر بے شمار نعمتیں اور لاتعداد عظیم احسانات ہیں، اس کی ان نعمتوں اور احسانات میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے ہمیں اس امت کا فرد بنایا، جو تمام امتوں سے بہتر و افضل ہے، وہ دوسرے لوگوں کی اصلاح کے لیے پیا کی گئی ہے اور اللہ نے ہمیں ایسے دین کی ہدایت عطا فرمائی جو دینِ کامل، شرع شامل، قولِ فیصل اور قضاے عدل ہے۔ جس نے اسے اپنا لیا، اس نے مقام و مرتبہ پالیا اور دنیا و آخرت کی سمادت و خوشی اس کا مقدر بن گئی اور جو اس سے پھر گیا، اسے شقاوت و بدبختی، قلق و اضطراب اور ضیق و تنگی نے آگھیرا۔

اسلام کے امتیازی اوصاف:

اللہ نے ہمیں ایسے دین کی ہدایت دی ہے جو دینِ قیم ہے، جس کے آداب بڑے اعلیٰ اور تعلیمات بڑی عمدہ ہیں، جس میں فضائلِ اعمال اور مکارمِ اخلاق کی تعلیم ہے، جس کی حکمتیں بالغ ہیں اور دلائل قاطع ہیں، جس نے ہر خیر و بھلائی کی دعوت دی ہے اور ہر طرح کے شر و فساد سے منع کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ مَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ

الْخَسِرِينَ ﴾ [آل عمران: ۸۵]

”اگر کسی نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا

جائے گا اور ایسا آدمی آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“

روے زمین پر دوسرا ایسا کوئی دین نہیں جسے اختیار کیا جا سکتا ہو، سوائے دینِ اسلام کے، جو پہلے تمام ادیان کو ختم کرنے والا اور پہلی امتوں اور ملتوں کو منسوخ کرنے والا ہے۔ آج جو شخص بھی اس دین میں داخل نہ ہو وہ کافر اور اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کا دشمن ہے اور وہ شخص اہلِ جہنم میں سے ہے۔ صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ، يَهُودِيٍّ وَلَا نَصْرَانِيٍّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ»<sup>(۱)</sup>

”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگر کوئی یہودی یا عیسائی میرے مبعوث ہو جانے کے بارے میں سن لے اور پھر بھی مجھ پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ اہلِ جہنم میں سے ہو گا۔“

مسلمانو! دشمنانِ اسلام چاہے کتنی بھی کوششیں کر لیں کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو ناکام ثابت کر سکیں، وہ نورِ اسلام کو کبھی نہیں بجھا سکتے، کیونکہ اس کے تحفظ کی ذمہ داری تو خود ربِّ کائنات نے لے رکھی ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

[الصف: ۸]

”وہ اپنے منہ سے اللہ کے نور (اسلام) کو بجھانا چاہتے ہیں جبکہ اللہ اس نور کو مکمل کرنے والا ہے، چاہے یہ بات کافروں کو بری ہی کیوں نہ لگے۔“

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«لَيَبْلُغَنَّ هَذَا الْأَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَلَا يَتْرُكُ اللَّهُ بَيْتَ مَدْرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ هَذَا الدِّينَ، بَعِزَّ عَزِيزٍ أَوْ بَذَلٍ دَلِيلٍ، عِزًّا يُعِزُّ اللَّهُ بِهِ الْإِسْلَامَ، وَذُلًّا يُذِلُّ اللَّهُ بِهِ الْكُفْرَ»<sup>(۲)</sup>

”اللہ تعالیٰ اس دین کو وہاں تک ضرور پہنچائے گا جہاں تک دن اور رات پہنچتے ہیں، اللہ

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸)

(۲) مسند أحمد (۱۵۴/۲۸) رقم الحدیث (۱۶۹۵۷) المستدرک للحاکم (۴/۴۳۰)

تعالیٰ کسی مٹی گارھے کے گھریا بالوں وغیرہ سے بنائے ہوئے خیمے کو نہیں چھوڑے گا بلکہ ہر جگہ اس دین کو داخل کرے گا، معزز آدمی کو عزت دے کر اور ذلیل آدمی کو ذلت دے کر، ایسی عزت کہ جس سے اللہ اسلام کو معزز کرے گا اور ایسی ذلت جس سے اللہ تعالیٰ کفر کو ذلیل کرے گا۔“

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَسَارِقَهَا وَمَعَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زَوَى لِي مِنْهَا»<sup>①</sup>

”اللہ نے پوری زمین کو میرے لیے سمیٹ کر میرے سامنے رکھ دیا، حتیٰ کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب سب دیکھ لیے، میری امت اس پوری زمین کے تمام حصوں میں حاکم بن کر پھیل جائے گی، جو سمیٹ کر مجھے دکھائی گئی ہے۔“

نیز ارشاد فرمایا ہے:

«لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي تَنَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللَّهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَخَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ»<sup>②</sup>

”میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اس دین حق پر قائم رہے گی، انھیں کوئی بدخواہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اور قیامت آ جانے تک وہ لوگوں پر غالب و فتح مندر رہیں گے۔“

دین کی طرف رجوع:

امتِ اسلامیہ! آج جبکہ مصائب و مشکلات کا دور ہے، حاسدوں نے پورے عالم کو اچک لیا ہوا ہے، عزت و کرامت چھن چکی ہے، حقوق پر ڈاکا ڈالا جا چکا ہے، ممالکِ اسلامیہ سے اراضی مقدسہ غصب کی جا چکی ہیں، حادثات اور بجزانوں کے اس زمانے میں مسلمانوں کو اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ اپنے دین کی طرف رجوع کریں اور بہ نظرِ غائر دیکھیں کہ ہم سے کہاں کہاں غلطی و خطا واقع ہوئی اور ہم کہاں کہاں پھسلے ہیں؟ ان کوتاہیوں اور فساد و بگاڑ کی اصلاح کریں اور باہم دو

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۸۹)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۳۶۹) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۵۴۸)



قالب یک جان ہو کر رہیں، تاکہ یہ ذلت و رسوائیاں دور ہوں جن کا سبب دراصل ہمارے اپنے ہی افعال و کردار اور کروت ہیں۔ سنن ابوداؤد میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعَيْنَةِ، وَأَخَذْتُمْ أذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضَيْتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكَتُمُ الْجِهَادَ، سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا، لَا يَنْزِعُهُ عَنْكُمْ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ<sup>(۱)</sup> »

”جب تم بیع عینہ (کسی چیز کو اس کی اصل قیمت سے زیادہ پر ادھار بیچنا) سے سودے کرنے لگو گے، گائے کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد ترک کر دو گے، تو اللہ تم پر وہ ذلت و رسوائی مسلط کر دے گا کہ جب تک تم اپنے دین کی طرف رجوع نہیں کرو گے، وہ ذلت و رسوائی دور نہیں کرے گا۔“

آج جبکہ شرعی حقائق کو مسخ کیا جا رہا ہے، طے شدہ قواعد و ضوابط کو نظر انداز بلکہ ضائع کر دیا گیا اور اس کے پیچھے زہریلی فکر والے مکاتب اور مذموم شیطانی قوتیں کام کر رہی ہیں جو ایسے بیمار قسم کے اجتہادات و آرا پیش کر رہی ہیں، جن کا دین حنیف تو کجا عقل سلیم سے بھی کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، ان حالات میں امتِ اسلامیہ کو اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ نصوصِ کتاب و سنت اور سلفِ صالحین امت کے اجماعی فیصلوں کی طرف رجوع کرے اور انھی کی روشنی میں موجودہ دور کے مسائل و مشکلات اور فتنوں کے اسباب اور جڑیں تلاش کریں اور ان کا حل ڈھونڈیں، سب لوگ اپنے اپنے واجبات اور ذمے داریوں کا بوجھ اٹھائیں اور ایسے صدق کا مظاہرہ کریں، جس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہ ہو، ایسے اخلاص و بے نفسی سے کام کریں جس میں ریاکاری و دکھلاوے کا نام تک نہ ہو۔ بے نفسی کا یہ عالم ہو کہ ذاتی خواہشات کی تسکین کو کوئی دخل نہ ہو، اور بنیاد میں ایسا عقیدہ توحید کارفرما ہو کہ جس کے ساتھ شک اور شرک کا نام تک بھی نہ ہو، تاکہ امت، کسی ممنوع و محذور کام میں واقع ہونے پائے اور نہ ہی وہ کسی غلطی کا ارتکاب کرے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ

(۱) مسند احمد، رقم الحدیث (۴۸۲۵) سنن ابی داؤد، رقم الحدیث (۳۴۶۲) نیز دیکھیں: التلخیص الحبیر

(۱۹/۳) السلسلۃ الصحیحۃ، رقم الحدیث (۱۱)

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَبْعَتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۸۳﴾ [النساء: ۸۳]

”اور جب کوئی امن یا خطرے کی خبر ان تک پہنچتی ہے تو اسے فوراً نشر کر دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ اسے رسول (ﷺ) یا کسی ذمے دار حاکم کی طرف پہنچاتے تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجاتی، جو اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکتے، اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو تم سوائے چند لوگوں کے شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔“

مسلمانو! تم پر واجب ہے کہ جب بھی مصائب و مشکلات شدت اختیار کر جائیں تو تم میں اتحاد و اتفاق اور باہمی تعاون و نصرت کے جذبات بڑھ جانے چاہئیں، تاکہ اپنے دین کا تحفظ اور ملک کی حفاظت کر سکو، تمام ذاتی اختلافات بھول جاؤ اور دو قالب یک جان ہو کر دشمن کو بتا دو کہ تم جو اختلافات و انتشار ہمارے مابین پیدا کرنا چاہتے ہو تم اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾

[الأنفال: ۴۶]

”باہم لڑائی جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفْرُقُوا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ قَيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ ۗ ﴾<sup>(۱)</sup>

”اللہ کو تمہارے لیے تین چیزیں پسند اور تین ناپسند ہیں۔ اسے یہ پسند ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ بازی نہ کرو، اور اسے یہ ناپسند ہے کہ کوئی زیادہ قیل و قال، بہ کثرت سوال اور ضیاع اموال کرے۔“

عقیدے اور دین کا تعلق:

عقیدے و دین کا تعلق سب سے گہرا تعلق ہے، جس کے نتیجے میں اہل کفر کی شان و شوکت

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۲۳۶)

کی کسر ٹوٹ جاتی ہے، اور ظلم و طغیان اور جبر و استبداد گھٹنے نہینے پر مجبور ہو جاتے ہیں، اسی رابطہ و تعلق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيَطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [التوبة: ۷۱]

”مومن مرد اور مومن عورتیں سب ایک دوسرے کے دلی دوست ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکات ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، ان سب پر اللہ کا رحم ہوگا، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔“

نیز فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴾ [الأنفال: ۷۳]

”وہ لوگ جو کافر ہوئے، وہ ایک دوسرے کے دلی دوست ہیں، اور اگر تم نے ایسا (باہمی موالات و اختلاط) نہ کیا تو ملک میں فتنہ اور زبردست فساد ہوگا۔“

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

« الْمُسْلِمُونَ تَكَافَأُوا دِمَاؤُهُمْ، وَيَسْعَى بِدِمَتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، وَيَجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَهُمْ يَدُّ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ »<sup>①</sup>

”مسلمانوں کے خون باہم ایک دوسرے کے برابر ہوتے ہیں، ان کا ادنیٰ شخص بھی ذمہ اٹھا سکتا ہے اور کہیں دور دراز والا بھی کسی کو پناہ دے، سکتا ہے، اور دشمنوں کے مقابلے میں وہ سب ایک مٹھی کی طرح ہیں۔“

نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

« الْمُؤْمِنُ مِرَاةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، يَكْفُفُ عَلَيْهِ ضِعْفَتَهُ،

① سنن أبي داود، رقم الحديث (۲۳۷۱) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۲۶۷۵)

وَيَحُوطُهُ مِنْ وَّرَائِهِ»<sup>(۱)</sup>

”مومن مومن کا آئینہ اور بھائی ہے، وہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے بیوی بچوں اور مال و جائیداد کی حفاظت کرتا ہے۔“

مسلمانو! ملک و قوم، رنگ و نسل اور زبان و علاقے کے الگ الگ ہونے کے باوجود تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں۔ ان کا دین ایک، کتاب ایک اور نبی ایک ہے۔ یہ کسی دوسرے کی خوشی سے اپنی خوشی محسوس کرتے ہیں اور کسی ایک کی تکلیف سے تکلیف محسوس کرتے اور ایک کے مرض سے سب درد محسوس کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبَلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللَّهَ فِي ذِمَّتِهِ»<sup>(۲)</sup>

”جس نے ہماری طرح نماز پڑھی، ہمارے قبلے کی طرف رخ کیا اور ہمارے ذبیحے کا گوشت کھایا، وہ ایسا مسلمان ہے جس کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سر ہے، لہذا اللہ کی امان اور ذمہ داری کو نہ توڑو۔“

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ»<sup>(۳)</sup>

”مومن مومن کے لیے مضبوط دیوار کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈالا۔“

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمَى»<sup>(۴)</sup>

”مومنوں کے باہم پیار و محبت، رحم و کرم اور عطف و مہربانی کرنے میں ان کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر جسم کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہو تو اس کا سارا جسم ہی

(۱) سنن أبي داود، رقم الحديث (۴۲۷۲)

(۲) صحيح البخاري، رقم الحديث (۳۷۸)

(۳) صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۲۶۶) صحيح مسلم، رقم الحديث (۴۶۸۴)

(۴) صحيح مسلم، رقم الحديث (۴۶۸۵)

بخارا اور رت جگے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“

صحیح مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے:

«الْمُسْلِمُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ، إِنْ اشْتَكَى عَيْنَهُ اشْتَكَى كُلَّهُ، وَإِنْ اشْتَكَى رَأْسَهُ اشْتَكَى كُلَّهُ»<sup>①</sup>

”تمام مسلمان ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کا سارا جسم ہی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اگر اس کا سر درد کرے تو اس کا سارا جسم ہی درد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“

مسلمان کو ایک عظیم حرمت و عزت حاصل ہے، اس کا بڑا مقام و مرتبہ ہے، مصائب و مشکلات

میں بھی یہ بات یاد رکھنی چاہیے اور اس کی بے حرمتی کرنے سے بچنا چاہیے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر بڑی بلند آواز سے پکار کر فرمایا:

«يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يَفِضْ الْإِيمَانَ إِلَى قَلْبِهِ! لَا تُؤَدُّوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ تَبَعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ تَبَعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَبَعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ»<sup>②</sup>

”اے لوگو! جو زبان سے تو اسلام لے آئے ہو، مگر تمہارے دلوں تک ابھی ایمان کی رسائی نہیں ہوئی، مسلمانوں کو اذیت پہنچاؤ نہ ان کی پوشیدہ باتوں کی ٹوہ لگاؤ۔ جس نے کسی مسلمان بھائی کے پردے کی باتوں کی ٹوہ لگائی، اللہ اس کی پردے کی باتوں کی ٹوہ لگاتا ہے اور جس کی پردہ دری اللہ کرنا چاہے وہ اسے رسوا کر دیتا ہے، چاہے وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ بیٹھا ہوا ہو۔“

آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَا يَجِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوَّعَ مُسْلِمًا»<sup>③</sup>

”کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو خوفزدہ اور ہراساں کرے۔“

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۴۶۸۶)

② سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۹۵۵) صحیح ابن حبان، رقم الحدیث (۵۷۶۳)

③ مسند أحمد، رقم الحدیث (۲۳۵۶۴) سنن أبي داود، رقم الحدیث (۵۰۰۴)

نیز فرمایا ہے:

«سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ»<sup>①</sup>

”مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔“

اور فرمایا ہے:

«أَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْفَرَّ رَجُلًا مُسْلِمًا، فَإِنْ كَانَ كَافِرًا وَإِلَّا كَانَ هُوَ الْكَافِرُ»<sup>②</sup>

”اگر کسی نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو اگر وہ کافر ہوگا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ (کہنے

والا) خود کافر ہوگا۔“

مسلمانو! ہمہ تن گوش ہو کر سنو کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَزَوَالِ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَيَّ مِنَ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ»<sup>③</sup>

”کسی مسلمان کے قتل سے پوری دنیا کی بربادی اللہ کے نزدیک ہلکی چیز ہے۔“

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو، اس کے رسول ﷺ

کے اوامر کی اطاعت کرو اور اس کی منہیات سے اجتناب کرو، تمہیں خوشگوار زندگی اور سعادت بردوش

انجام حاصل ہوگا۔

**صیہونی دہشت گردی:**

مسلمانو! آج مسلمانوں کو مختلف ممالک میں کشت و خون، جرائم اور مصائب و مشکلات کی

تجربہ گاہ بنا لیا گیا ہے اور انھیں گہرے زخموں سے دو چار کیا جا رہا ہے، خصوصاً عہد و امانت سے

عاری صیہونی و یہودی قوم نے فلسطین میں مسلمانوں کو اپنے ظلم و ستم، جبر و استبداد، گھیراؤ جلاو اور

ارباب و دہشت گردی کا نشانہ اور قتل و غارت کے لیے تختہ مشق بنا رکھا ہے۔ وہ پوری دنیا کی نظروں

کے سامنے مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو قتل کرتے ہیں اور نسل کشی کے درپے ہیں، انھوں

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۹۷) [تاہم علامہ ابن تیمیہ نے (من

لم یہتم بأمر المسلمین فلیس منہم) کو اپنی کتاب ”الصحوة الإسلامية“ (ص: ۱۱۲) میں نقل کر کے لکھا

ہے کہ یہ لوگوں کے مابین مشہور و معروف احادیث میں سے ہے اور اس کے الفاظ نبی اکرم ﷺ سے ثابت

ہیں یا نہیں، میں نہیں جانتا، البتہ اس کا معنی صحیح ہے۔ (ابو عدنان) ]

② سنن أبي داود، رقم الحدیث (۴۶۷) نیز دیکھیں: صحیح البخاری، برقم (۵۲۳۹) صحیح مسلم، برقم (۹۲)

③ سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۳۱۵) سنن النسائی، رقم الحدیث (۳۹۲۲)

نے مسلمانوں کو جسمانی و نفسیاتی اذیتیں پہنچانے کا وہ بھیانک سلسلہ شروع کر رکھا ہے، جس کی پوری تاریخ انسانی میں مثال نہیں ملتی اور اس سلسلے میں وہ تمام عالمی معاہدات کی کوئی پروا نہیں کر رہے۔

اس وحیانشہ دہشت گردی کا خاتمہ کرنے والے کہاں ہیں؟ عدل و انصاف کے جھوٹے نعرے لگانے والو! فلسطینیوں سے متعلق تمہارا عدل و انصاف کہاں ہے؟ تہذیب و تمدن، امن و سلامتی، حریت و آزادی اور ترقی کے کھوکھلے نعرے لگانے والے اس وقت کہاں ہیں؟ جنہیں ہم صرف اسی وقت ہی دیکھتے ہیں، جب کبھی یہودیوں یا ان کے حلیفوں کو کہیں تکلیف پہنچتی ہے۔

اللہ والو! جب مسلمانوں کے کشتوں کے پشنے لگائے جا رہے ہوں، عورتیں بیوہ کی جا رہی ہوں، ان کے بچے یتیم کیے جا رہے ہوں، قیدیوں کو بیڑیاں پہنائی گئی ہوں اور مسلمانوں کے گھروں کو مسمار کیا جا رہا ہو تو کسی بھی جگہ کے مسلمان کیسے سکون اور یقین کے ساتھ رہ سکتے ہیں؟

### اسبابِ زوالِ امت کا علاج:

مسلمانو! اگر امتِ اسلامیہ اپنے نفسوں اور خواہشات پر قابو پالے، اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں شریعتِ اسلامیہ کو نافذ کر لے اور اس کے تمام افراد اپنے خالق و مالک کے دین پر ڈٹ جائیں تو وہ اپنے دشمن پر فتح و نصرت پالیں گے، اللہ کا کلمہ بلند ہوگا، ان کی نعمت و عزت کو دوام ملے گا، ان کی طاقت و قوت میں اضافہ ہوگا اور ان کی وہ کمزوری اور وہن دور ہو جائے گا، جس کی خبر دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«يُوشِكُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ مِنْ كُلِّ أَفْنٍ، كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ عَلَى قَصْعَتِهَا» قالوا: يا رسول الله ﷺ، أَمِنْ قَلِيلَةٍ بِنَا يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: «أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنْ تَكُونُونَ غَنَاءَ كَغَنَاءِ السَّيْلِ، يَتَزَعُ الْمَهَابَةَ مِنْ عَدُوِّكُمْ، وَيَجْعَلُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ» قالوا: وَمَا الْوَهْنُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ «حُبُّ الْحَيَاةِ وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ»<sup>(1)</sup>

”عن قریب دوسری قومیں تم پر یوں ٹوٹ پڑیں گی، جیسے بھوکے لوگ کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔“ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم لوگ اس وقت کم تعداد میں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت زیادہ ہو گے،

(1) مسند أحمد، رقم الحدیث (۲۲۳۹۷) سنن أبی داود، رقم الحدیث (۳۷۴۵)

لیکن تمہاری حالت سیلاب کے جھاگ کی طرح ہوگی۔ دشمن کے دلوں سے تمہاری ہیبت اور رعب داب ختم ہو چکا ہوگا اور تمہارے دلوں میں ”وہن“ آچکا ہوگا۔“ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ”وہن“ کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”زندگی سے محبت اور موت سے نفرت!“

اگر امت نے یہ کام نہ کیا تو وہ خطرے میں ہے اور اسے اللہ کی اس وعید کو بھی بھگتنا پڑے گا، جو اس نے اپنے اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے:

﴿وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ﴾ [محمد: ۳۸]

”اگر تم پھر گئے تو اللہ تمہاری جگہ دوسری امت لے آئے گا جو تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكٰفِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

[المائدة: ۵۴]

”اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت کرتی ہوگی، وہ مسلمانوں کے لیے نرم دل اور کفار پر سخت ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا بھی نہیں کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دیتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے۔“

مسلمانو! مسلمانوں میں یکساں شہور کا پایا جانا ایک واجب امر ہے، جو دوسروں کی مدد و نصرت، عطف و کرم اور شفقت و مہربانی کا باعث بنتا اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے احسان، ایثار و قربانی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر ابھارتا اور اپنے مسلمان بھائیوں کے معاملات و مسائل میں دلچسپی لینے کا داعیہ پیدا کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿مَنْ أَصْبَحَ وَلَمْ يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ﴾<sup>(۱)</sup>

(۱) المستدرک للحاکم (۴/۳۲۰) امام ذہبی رحمہ اللہ اس کی سند میں دو راویوں ”اسحاق بن بشر“ اور ”مقاتل بن سلیمان“ کے بارے میں فرماتے ہیں: لیسا بفقین ولا صادقین، نیز دیکھیں: السلسلۃ الضعیفۃ، رقم الحدیث (۳۱۰)



”جس نے صبح اس حال میں کی کہ وہ مسلمانوں کے معاملات و مسائل میں کوئی دلچسپی

نہیں لیتا تو وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔“

اللہ کو سب سے پسندیدہ بات یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کے دل کے لیے سرور و خوشی کا سامان کرے یا اس کی کوئی مشکل دور کرے یا اس کی بھوک مٹائے یا اس کا قرض چکائے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ نَفَسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ»<sup>①</sup>

”جس نے اپنے مسلمان بھائی کی کوئی دنیاوی مشکل دور کی تو اللہ اس کی قیامت کے دن کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل کرے گا اور جس نے کسی تنگدست اور فقیر پر آسانی کی تو اللہ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانیاں کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پر وہ پوشی کی تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جو کوئی اپنے کسی بھائی کی مدد کرے گا، اللہ اس کی مدد کرے گا۔“

تیز فرمایا ہے:

«وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ»<sup>②</sup>

”اور جس نے اپنے کسی بھائی کی کوئی حاجت پوری کی، اللہ اس کی حاجت روائی کرے گا۔“

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«عُودُوا الْمَرِيضَ، وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَفُكُّوا الْعَانِي»<sup>③</sup>

”بیمار کی عیادت و مزاج پرسی کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو چھڑاؤ۔“

اور سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا:

”ہم بیمار کی عیادت کریں، جنازے کے پیچھے چلیں، چھینک مار کر ”أَلْحَمْدُ لِلَّهِ“ کہنے

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۴۸۷۷)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۲۶۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۴۶۷۷)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۹۰۴)

والے کو ”بِرَحْمَتِكَ اللَّهُ“ کہیں، قسم کھالینے والے کی قسم کو پورا کریں، مظلوم کی مدد کریں، دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کریں اور سلام کو عام کریں۔<sup>①</sup>

نیز فرمایا ہے:

«لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَشَاتَمُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا»<sup>②</sup>

مسلمانو! ”باہم قطع تعلقی نہ کرو، ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے باتیں (غیبت) نہ کرو، باہم بغض نہ رکھو، دلوں میں حسد رکھو نہ گالی گلوچ کرو، بلکہ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔“

ایک بار فرمایا:

«وَالْمُسْتَبَانَ شَيْطَانَانِ يَتَهَاتَرَانِ وَيَتَكَادِبَانِ»<sup>③</sup>

”باہم گالی گلوچ کرنے والے دونوں ہی شیطان ہیں، وہ دونوں بری باتیں زبان سے نکالتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔“

«الْمُسْتَبَانَ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي حَتَّى يَعْتَدِيَ الْمَظْلُومُ»<sup>④</sup>

”باہم گالی گلوچ کرنے والے دونوں میں سے جس نے ابتدا کی دونوں کا گناہ اسی پر ہوگا، جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔“

مسلمانو! صحیح عزم اور پختہ ارادوں سے فلاح و نجات کی صبح روشن ہوتی ہے، صرف امیدوں سے کامیابیاں اور محض تمناؤں سے نجات نہیں ملتی، سستی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، یہ دنیا آمد و رفت کا میلہ ہے، یہاں کسی کو حیات جاوداں ملے، یہ انتہائی محال ہے۔

اس خیال است و محال است و جنوں

ارشادِ الہی ہے:

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۱۸۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۰۶۶)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۶۰۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۴۶۴۸)

③ مسند أحمد، رقم الحدیث (۱۷۴۸۳) الأدب المفرد، رقم الحدیث (۴۲۷)

④ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۴۶۸۸)

﴿ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴾ [لقمان: ۲۳]

”دیکھو! تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ دھوکے باز (شیطان) تمہیں دھوکے میں ڈالے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

## دینِ رحمت

امام و خطیب: فضیلہ، الشیخ علی عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! زندگی کے کچھ قواعد اور اصول ہوتے ہیں، جن پر اس کی بنیاد ہے، ان بنیادی اصولوں اور صفاتِ کریمہ میں سے ایک 'مفتِ رحم و کرم' بھی ہے، جس سے زندگی سعادت مند ہوتی اور مخلوق اس سے بہرہ ور ہوتی ہے۔ رحم و کرم ایسی اخلاقی صفت اور اعلیٰ وصف ہے، جو صرف سعادت مند لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔ بد بخت ہیں وہ لوگ جو اس سے محروم ہوتے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

« إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً فِي الْأَرْضِ، فِيهَا يَتَرَحَّمُ الْخَلْقُ، حَتَّىٰ إِنَّ الْفَرَسَ لَتَرْفَعُ حَافِرَهَا، وَالنَّاقَةَ لَتَرْفَعُ حُفَّهَا مَخَافَةَ أَنْ تُصِيبَ وَلَدَهَا، وَأَمْسَكَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ رَحْمَةً عِنْدَهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ۝»<sup>(۱)</sup>

”اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے صرف ایک اس نے زمین پر اتاری ہے، اسی کی وجہ سے پوری مخلوق باہم رحم و کرم کا سلوک کرتی ہے حتیٰ کہ گھوڑا اپنا گھرا اور اونٹنی اپنا پاؤں دیکھ بھال کر رکھتی ہے، تاکہ کہیں وہ اس کے بچے پر نہ آ جائے۔ باقی ننانوے رحمتیں اللہ نے قیامت کے دن کے لیے اپنے پاس روک کر رکھی ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفتِ رحمت بھی ہے، جیسی اس کے جلال و شان کے لائق ہے۔ یہی صفتِ مخلوق میں صفتِ کمال ہے، جس کی وجہ سے وہ آپس میں رحم و کرم کا معاملہ کرتی ہیں۔ قوی اور طاقتور شخص ضعیف و کمزور پر شفقت کرتا ہے اور اسے نفع پہنچانے اور اس سے شر کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۰۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۵۲)

## اسلامی تعلیمات میں رحم و کرم:

صفتِ رحمت انسان کی فطرت میں شامل ہے، مگر گناہوں کی وجہ سے یہ صفت بدل کر قسوت اور سنگدلی کا روپ دھار لیتی ہے۔ اسلام نے تمام مسلمانوں پر واجب کیا ہے کہ وہ اس صفتِ جمیلہ کے زیور سے آراستہ اور مزین ہوں، کیونکہ اسلام دینِ رحمت ہے، اس کی تمام تعلیمات ہی خیر و عدل، حق و سلامتی، امن و امان اور اللہ کے لیے عبودیت و بندگی کے جذبات پیدا کرنے کا کام کرتی ہیں، اسی طرح اسلامی تعلیمات باطل کی کمر توڑنے اور شر کی جڑ کاٹنے والی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الانبیاء: ۱۰۷]

”(اے میرے نبی!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمَكُمُ مَنْ فِي السَّمَاءِ»<sup>①</sup>

”رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے، تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔“

رحم کرو تم اہل زمین پر

خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ، لَا يَرْحَمُهُ اللَّهُ»<sup>②</sup>

”جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔“

مسند احمد میں بھی یہ حدیث سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن اس میں یہ اضافی

کلمات بھی موجود ہیں:

«مَنْ لَا يَغْفِرُ لَا يُغْفَرُ لَهُ»<sup>③</sup>

① سنن أبي داود، رقم الحديث (4941) سنن الترمذي، رقم الحديث (1924)

② صحيح البخاري، رقم الحديث (7376) صحيح مسلم، رقم الحديث (2319)

③ مسند أحمد، رقم الحديث (19244)

”جو کسی کی غلطی معاف نہیں کرتا، اس کے گناہ بھی بخشے جائیں گے۔“

ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عَضُوٌّ نَدَّاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمَى ① »

”باہم پیار و محبت، رحم و کرم اور شفقت و رافت میں مومنوں کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک جسم ہے کہ اگر اس کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم ہی بے چینی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“

اسلام نے ہر چھوٹے بڑے اور کمزور پر رحم و کرم کرنے اور ترس کھانے کی تعلیم دی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوقِرِ الْكَبِيرَ، وَيَرْحَمِ الصَّغِيرَ، وَيَأْمُرَ بِالْمَعْرُوفِ، وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ② »

”جس نے اپنے سے بڑے کی عزت، و توقیر نہ کی اور اپنے سے چھوٹے پر رحمت و شفقت

نہ کی، نیکی کا حکم نہ دیا اور برائی سے منع نہ کیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا

اور اس نے کہا: آپ لوگ تو بچوں کو چومتے ہیں، ہم تو ایسا نہیں کرتے! یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« أَوْ أَمَلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللَّهُ رَحْمَةً مِنْ قَلْبِكَ؟! ③ »

”یہ بات میرے اختیار میں تو نہیں کہ اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال رکھی ہے!!“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« لَا تَنْزِعُ الرَّحْمَةَ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ ④ »

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۱۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۸۶)

② مسند أحمد، رقم الحدیث (۲۳۲۹) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۹۲۱) اس کی سند میں ”لیث بن ابی سلیم“ راوی ضعیف ہے، البتہ اس حدیث کے یہ الفاظ: ”لیس منا من لم یوقر الکبیر ویرحم الصغیر“ دیگر شواہد کی بنا پر صحیح ہیں۔ دیکھیں: سنن أبی داود، رقم الحدیث (۴۹۴۳) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۹۱۹)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۹۹۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۳۱۷)

④ سنن أبی داود، رقم الحدیث (۴۹۲۲) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۹۲۳)

”سنگدل شخص کے سوا کسی کے دل سے رحمت نہیں چھینی جاتی۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرَّفِيقَ، وَبُعِطِي عَلَى الرَّفِيقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى سِوَاهُ<sup>①</sup> »

”اللہ نرم ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور جو کچھ وہ نرمی پر دیتا ہے وہ سختی پر نہیں دیتا،

بلکہ کسی بھی دوسرے طریقے سے نہیں دیتا۔“

جانوروں سے رحم و کرم:

یہ رحم و کرم کی صفت اور اسے اپنانے کا تعلق صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں، بلکہ اسلام تو دینِ رحمت، عدل و انصاف اور امن و سلامتی کا دین ہے۔ اس نے اپنے ماننے والوں کو انسان و حیوان دونوں کے ساتھ رحم و کرم کا رویہ اپنانے کی تلقین کی ہے، چنانچہ مسند احمد وغیرہ میں سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی بلبلانا شروع کر دیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کے پاس گئے، اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا، اس سے پیار کیا اور تھپتھپایا تو وہ پرسکون ہو گیا اور اس نے بلبلانا بند کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

« مَنْ رَبُّ هَذَا الْجَمَلِ » ”یہ اونٹ کس کا ہے؟“

ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے عرض کی کہ اس کا مالک میں ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

« أَفَلَا تَتَّقِي اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي مَلَكَكَ اللَّهُ إِيَّاهَا؟! فَإِنَّهُ شَكِيَ إِلَيَّ أَنْكَ تَجِيعُهُ وَتُدْبِيهِ<sup>②</sup> »

”تم اس جانور کے معاملے میں اللہ سے نہیں ڈرتے، جس کا اللہ نے تمہیں مالک بنایا

ہے؟ اس اونٹ نے یہ شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو۔“

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۹۳)

② سنن ابی داؤد، رقم الحدیث (۲۵۴۹)

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بھی اونٹ کی بولی سکھلا دی، جس طرح کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سکھائی تھیں۔  
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

”ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ ﷺ کسی ضرورت سے ایک طرف چلے گئے، ہم نے ایک چڑیا دیکھی، جس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے، ہم نے اس کے بچے اٹھا لیے تو اس نے ہمارے سروں پر پھڑ پھڑانا شروع کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو چڑیا کو ہمارے سروں پر پھڑ پھڑاتے دیکھ کر فرمایا:

« مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بَوْلَدَيْهَا؟ رُدُّوْا وَلَدَيْهَا إِلَيْهَا » وَرَأَى قَرْيَةً نَمَلٍ قَدْ حَرَقْنَاهَا  
فَقَالَ: « مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟ » قُلْنَا نَحْنُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: « إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي  
أَنْ يُعَذَّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ »<sup>(۱)</sup>

”اس چڑیا کے بچے اٹھا کر اسے کس نے ستایا ہے؟ اس کے بچے اسے واپس کر دو۔“ پھر نبی اکرم ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک گھروندا دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”اسے کس نے جلایا ہے؟“ ہم نے عرض کی کہ ہم نے جلایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لائن نہیں کہ وہ آگ کے ساتھ کسی کو عذاب دے۔“  
صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

« لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ عَرَضًا »<sup>(۲)</sup>

”جس نے کسی جاندار کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کی، اس پر نبی اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔“  
سیدنا شریذ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:  
« مَنْ قَتَلَ عَصْفُورًا عَبَثًا، عَجَّ إِلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ: يَا رَبِّ إِنَّ فُلَانًا  
قَتَلَنِي عَبَثًا، وَلَمْ يَقْتُلْنِي مَنَفَعَةً »<sup>(۳)</sup>

(۱) سنن أبي داود، رقم الحديث (۲۶۷۵)

(۲) صحيح البخاري، رقم الحديث (۵۵۱۵)

(۳) مسند أحمد، رقم الحديث (۱۹۴۷۰) سنن النسائي، رقم الحديث (۴۴۴۶) اس کی سند میں ”صالح بن دينار جعفی“ ضعیف ہے۔



”جس نے بلا وجہ کسی چڑیا کو مار دیا، وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور فریاد کرے گی اور کہے گی کہ اے اللہ! اس نے مجھے کسی منفعت و ضرورت کے بغیر بلا وجہ ہی کیوں قتل کر دیا تھا؟“

کافروں سے حسن سلوک:

اسلامی تعلیمات میں رحم و کرم کی ترغیب و تربیت کا تو یہ عالم ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو اس بات کا بھی حکم دے رکھا ہے کہ مسلمان تو مسلمان، کسی غیر مسلم پر بھی ظلم و زیادتی نہ کرو، چنانچہ سیدنا ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا گزر شام میں ایسے غیر مسلموں پر سے ہوا، جنہیں جزیہ نہ دینے کی پاداش میں باندھ رکھا گیا تھا، سیدنا ہشام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

«إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا»

”جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں اللہ ان کو عذاب دے گا۔“

پھر وہ شام کے گورنر کے پاس گئے اور ان سے اس سلسلے میں بات کی تو اس نے انہیں کھول دینے کا حکم دے دیا۔<sup>①</sup>

دورِ حاضر کی ضرورت:

آج دنیا ان تعلیمات کی کتنی ضرورت مند و محتاج ہے اور لوگوں کو ان اسلامی اخلاق و عاداتِ عالیہ کی کتنی احتیاج ہے؟ جن سے مظلوموں اور ستم رسیدہ لوگوں کے زخم بھرتے ہیں اور یہ مغلوب و ضعیف لوگوں کی ہمدردی کا باعث ہوتی ہیں، خاص طور پر دورِ حاضر میں تو اس عادتِ جمیلہ کی شدید ضرورت ہے، جبکہ ہر طرف سے بچوں کی چیخیں، بیواؤں اور بے کسوں کی سسکیاں اور بوڑھوں کے کراہنے اور آپہن بھرنے کی آوازیں آ رہی ہیں، آج کل جبکہ صرف طاقت و قوت کی زبان ہی سمجھی جاتی ہے، ایسے حالات میں ان اقدار و عادات کی انتہائی سخت ضرورت ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٦٧﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ

أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٦٨﴾

[الأحزاب: ٧٠، ٧١]

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۱۳)

”اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سیدھی بات کہو، اللہ تمہارے اعمال سدھار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہ بہت بڑی کامیابی پا گیا۔“

کرے کوئی اور بھرے کوئی:

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسلامی قانون و شریعت میں اس کے عدل و انصاف کے تقاضوں میں سے ہے کہ ہر شخص خود ہی اپنے قول و فعل اور گناہ و خطا کا ذمے دار ہے، کسی ایک کا گناہ کسی دوسرے پر لا دیا جاسکتا ہے نہ کوئی شخص کسی دوسرے کے فعل کا جواب دہ ہے۔ جو کرے گا وہی بھرے گا، کسی کے گناہ کا مواخذہ اس کے رشتے دار سے نہیں کیا جاسکتا اور نہ کسی فردِ واحد کے جرم کی پاداش میں پورے قبیلے کو سزا دی جاسکتی ہے، یہ اسلامی نظام دنیا میں ہے اور یہی آخرت میں بھی رائج ہوگا، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَآ لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَآ لَوْ كَانَتْ ذَآئِرِي ۙ﴾ [الفاطر: ۱۸]

”کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اگر کوئی گراں بار کسی دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو وہ اس سے کچھ بھی نہیں اٹھائے گا، گو وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔“

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ۖ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۖ أَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۖ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۖ وَأَن سَعِيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۖ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ۖ﴾ [النجم: ۳۶ تا ۴۱]

”کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی، جو موسیٰ اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھی کہ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے، جس کی کوشش خود اس نے کی، اور یہ کہ بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

[النساء: ۱۱۱]

”اور جو گناہ کرتا ہے، اس کا بوجھ اسی پر ہے اور اللہ بہ خوبی جاننے والا اور پوری حکمت والا ہے۔“

### مغربی ذرائعِ ابلاغ کی یلغار:

آج کل بعض خود غرض مغربی ذرائعِ ابلاغ بڑی شدت کے ساتھ سعودی عرب کے خلاف یلغار کیے ہوئے ہیں، درندگی بردوش حملے کیے جا رہے ہیں، انتہائی گھٹیا الزامات کی بوچھاڑ کی جا رہی ہے اور کھلے عام حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا جا رہا ہے، پھر انہی کی بنیاد پر جھوٹے الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ اس ساری یلغار سے ان کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنانا ہے، وہ مشرق میں ہیں یا مغرب میں، اس سے انھیں کوئی غرض نہیں۔ ان ذرائعِ ابلاغ نے اسلام کی بے ادبی اور مسلمانوں کی توہین کا ارتکاب بڑے تسلسل سے شروع کر رکھا ہے اور مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہے ہیں۔ یہ ذرائعِ ابلاغ اپنی اصل ذمے داری سے ہٹ چکے ہیں، اور آنکھوں دیکھے حقائق میں تغیر و تبدل کر رہے ہیں۔

سعودی حکومت اور حرمین شریفین کی تمام نیکیوں کو گناہ بنا کر پیش کر رہے ہیں، فلاح و بہبود کے خیراتی امور، انسانی امداد اور مسلمانوں کے مشکل حالات و آفات میں خیر سگالی کے جذبات اور تعاون جن پر ان لوگوں کو سعودی عرب کا شکر گزار اور مدتح سرا ہونا چاہیے، لانا انھوں نے ان امور خیر و بر کو بھی گناہ بنا دیا ہے اور لوگوں کے دلوں میں زہر بھرنا شروع کر رکھا ہے، ایسی ایسی تہمتیں اور الزامات سعودی عرب پر لگائے جا رہے ہیں جن کے بارے میں دنیا جانتی ہے کہ سعودیہ ان سے بالکل بری ہے، لیکن جب یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ صرف اسلام اور مسلمانوں کی تصویر کو لوگوں کے سامنے خراب کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا چاہتے ہیں تو تعجب کم ہو جاتا ہے، جبکہ حسد و حقد تو انھیں اس سے بھی زیادہ پر آمادہ کرتا رہتا ہے، چنانچہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے:

﴿ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ﴾ [آل عمران: ۱۷۸]

”ان کی عداوت تو خود ان کی زبانوں سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں

پوشیدہ ہے، وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔“

ان مغربی ذرائعِ ابلاغ کو چاہیے کہ عقل و ہوش کے ناخن لیں، اسلام پر طعن و تشنیع سے باز رہیں، مسلمانوں کے جذبات کو بلاوجہ ٹھیس پہنچانے کے رویے کو ترک کر دیں اور خواہشات کی پیروی سے ہٹ کر پوری غیر جانبداری اور شفافیت سے حقائق کو دیکھیں۔

### عام مسلمانوں کی ذمہ داری:

بعض حوادث اور آفات و مصائب کے بارے میں قیل و قال عام ہو جاتی ہے اور ہمیں شریعتِ اسلامیہ نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ فتنوں کے موقع پر ہم اپنی زبانوں اور ہاتھوں کو اپنے کنٹرول میں رکھیں، آپس میں ایک دوسرے کی غیبت کرنے اور چغلی کھانے سے گریز کریں، حکام و امرا اور علما پر تنقید کے تیر نہ پھینکیں، بلکہ جہاں تک ممکن ہو ان کے لیے دعائیں کریں، کیونکہ ان کی صلاح و فلاح ہی میں عوام الناس کی صلاح و فلاح ہے۔ حکام شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ اور علما تبلیغ شریعت کے لیے کوشاں رہیں، اگر لوگ حکام پر تنقید کریں گے تو سرکشی و نافرمانی بڑھے گی اور سلطانِ وقت کی خفت ہوگی، اسی طرح جب لوگ علمائے کرام پر تنقید کریں گے تو علما پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور وہ جس شریعت کی خدمت و تبلیغ کرتے ہیں، وہ بھی مقامِ ثقاہت سے گر جائے گی، ان امور میں اتنے دینی و دنیوی مفاسد پائے جاتے ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ اللہ نے حکام و علما کے ساتھ عوام کے بے شمار دینی و دنیاوی مفادات وابستہ کر رکھے ہیں۔

سعودی عرب میں، اہل وطن اور غیر ملکی سبھی لوگوں کے حقوق شریعتِ اسلامیہ کے سائے میں دنیا کے کسی بھی دوسرے ملک سے زیادہ محفوظ ہیں، لہذا اللہ کی اطاعت کر کے اور گناہوں سے کنارہ کش ہو کر ان نعمتوں کو اپنے لیے دائی کر لو، اور حق کی راہ میں مددگار بنو، ہر حال میں باہم بھائی بن کر رہو اور گناہوں سے ہر ممکن طریقے سے بچو، کیونکہ ہر قسم کے شر و برائی کا سبب یہی گناہ ہیں اور دنیا و آخرت کی سزاؤں اور مشکلات و مصائب کا باعث بھی یہی ہیں، لہذا انہیں ترک کرو اور اطاعت کے رنگ میں شکر گزار بنو، شکر گزاروں پر نعمتیں زیادہ کرنے کا اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے، جیسا

کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَ إِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَ لَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي

لَشَدِيدٌ﴾ [ابراہیم: ۷]

”اور جب تمہارے رب نے (تم کو) آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ

دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

## فتنوں سے نجات کی راہیں اور استقبالِ رمضان

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثیبی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

پیشین گوئیاں:

نبی اکرم ﷺ نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ بڑے بڑے فتنے ظہور پذیر ہوں گے اور ایمان ڈگمگا جائے گا، یہاں تک کہ ایک آدمی صبح مسلمان ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا، شام کو مومن ہوگا اور دن چڑھنے تک کافر ہو جائے گا، جب بھی کوئی فتنہ ظاہر ہوگا۔ تو مومن کہے گا: یہ میری ہلاکت کا سبب ہوگا، پھر دوسرا فتنہ ظاہر ہوگا، اور وہ کہے گا کہ یہ ہے، یہ ہے (جو باعثِ ہلاکت ہوگا) اور قیامت آجانے تک فتنوں کے ظہور کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔<sup>①</sup>

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اہتمام:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فتنوں کے بارے میں خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے، وہ اپنے بارے میں خود کہا کرتے تھے:

”نبی مکرم ﷺ کے صحابہ خیر و بھلائی کے بارے میں سوالات کیا کرتے تھے، جبکہ میں شرفتن کے بارے میں پوچھا کرتا تھا تاکہ ان سے بچا جاسکے۔“<sup>②</sup>

فتنوں کا دور:

ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں، جس میں فتنوں کی موجیں ٹھاٹھیں مار رہی ہیں، عجیب و غریب حالات میں اپنے رنگ بدل رہی ہیں، فتنے اور مصائب و مشکلات یکے بعد دیگرے چلی آرہی ہیں،

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۸۴۴)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۰۸۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۸۴۷)

تغیراتِ زمانہ ایسے رونما ہو رہے ہیں کہ عقائد و افکار اور اخلاقی اقدار کو ملوث کر رہے ہیں، قوم بد سے بدترین فتنوں میں مبتلا ہوتی چلی جا رہی ہے، لوگ ایک، فتنے کو بہت بڑا قرار دے رہے ہوتے ہیں کہ اتنے میں اس سے بھی بڑا فتنہ رونما ہو جاتا ہے۔ کبھی خواہشاتِ نفس کو جلا کر رکھ دینے والے فتنے ہیں تو کبھی شکوک و شبہات کے گمراہ کر دینے والے فتنے ہیں، اسی طرح مختلف مسالک و مذاہب کے لوگوں کے اختلافات و آرا کے بھی فتنے پھیلتے جا رہے ہیں۔

### فتنوں کا نشانہ:

دورِ حاضر کے فتنے صرف لوگوں کے اجسام ہی سے نہیں کھیلتے بلکہ ان کے افکار کو بھی تہہ و بالا کر کے رکھے دیتے ہیں، بلکہ آج کل کے فتنوں میں خاص بات ہی یہ ہے کہ وہ افکار و حقائق کو متاثر کرنے والے فتنے ہیں۔ فتنوں کے اس جھکڑ میں آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کی حالت ان سوکھے ہوئے پتوں کی سی ہے، جن کو تیز ہوائیں۔ آسانی سے ادھر ادھر اڑائے لیے جاتی ہیں۔ جی ہاں! فتنے کچھ لوگوں کو واقعتاً شکار کر لیتے ہیں، چنانچہ امام ابنِ ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”خواہشاتِ نفس کے بھڑکنے کے وقت عقلوں کے چلے جانے کے فتنے سے ڈرتے رہو۔“<sup>(۱)</sup>

### فتنوں سے اجتناب:

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فتنوں سے بچو۔ کوئی شخص بھی ان میں جھانکنے کی کوشش نہ کرے، جس شخص نے ان میں جھانکنے کی جسارت کی وہ اسے یوں برباد کر دیں گے، جیسے سیلاب کا پانی خس و خاشاک اور گھاس پھوس کے ٹکڑوں کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے۔“<sup>(۲)</sup>

### فتنوں کے اسباب:

اللہ رب العزت نے امتِ مسلمہ کو تنبیہ کی ہے کہ اگر اس نے اپنے رب العزت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کی اور اپنی شریعت سے دور ہوئے، تو اللہ تعالیٰ انہیں فتنوں میں مبتلا کر دے گا، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

(۱) صلاح الأمة في علو الأمة (۶/۳۹۰)

(۲) حلیۃ الأولیاء (۱/۲۷۳) الفتن لنعمیم بن حماد (۱/۱۴۰)

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ

أَلِيمٌ ﴾ [النور: ۶۳]

”جو لوگ حکم رسول ﷺ کی خلاف ورزی کرتے ہیں، انھیں اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انھیں کوئی دردناک عذاب نہ گھیر لے۔“

اس آیت میں مذکور فتنہ و آفت عام ہے، جو سزا کی مختلف اقسام پر مشتمل ہے، جیسے باہم قتل و غارت پھیل جانا، زلزلے رونما ہونا، آتش فشاں پہاڑوں کا لاوے اگلنا، کسی ظالم حاکم کا ان پر حکمران بن جانا، مختلف بیماریوں کا پھیل جانا، فقر و فاقے اور جنگ دستی کا گھیر لینا اور حالاتِ زندگی کا مشکل و تنگ ہو جانا وغیرہ۔

### فتنوں کا پھیلاؤ:

جب یہ فتنہ پھا ہوتا ہے تو یہ سب کر لپیٹ لیتا ہے، کسی کو نہیں چھوڑتا۔ ارشاد الہی ہے:

﴿ وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

العِقَابِ ﴾ [الأنفال: ۲۵]

”اور تم ایسے فتنے کے وبال سے بچو جو خاص کر ان ہی لوگوں پر واقع نہیں ہوگا، جو ان میں سے گناہوں کے مرتکب ہوئے، ہیں۔“

مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”فتنے سے ڈرو، اگر یہ رونما ہوا تو اس کا شکار صرف ظالم لوگ ہی نہیں ہوں گے، بلکہ یہ

تم سب کو اپنے گھیرے میں لے لے گا اور ہر نیک و بد کو مبتلا کرے گا۔“

بدکاروں اور ظالموں کے لیے تو یہ ان کے گناہوں کی سزا ہوگا اور نیک لوگوں کو یہ اس لیے دھر لے گا کہ وہ گناہ ہوتے دیکھتے تھے، مگر خاموش تماشاخی بنے رہے، انھوں نے ظالم کے ظلم کا سدباب کیا نہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور نہ اس پر انکار کیا۔

فتنے انتہائی خطرناک ہوتے ہیں، ان کا شر بہت پھیل جاتا ہے۔ یہ بھیتی اور نسل کو تباہ کر دیتے ہیں، خشک و تر سب کو خاکستر کر دیتے ہیں، اہل عقل و دانش کو مہوت و تھیر کر دیتے ہیں، عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دیتے ہیں، خون کی ندیاں بہا دیتے ہیں۔ جن معاشروں میں یہ رونما ہو جاتے ہیں، وہاں ہلاکتیں، بربادیاں اور مصائب و مشکلات عام کر دیتے ہیں، یہ فتنے ایسی آگ ہیں کہ جن



کا ایندھن انسانی اور غیر انسانی جانیں اور مال ہوتے ہیں اور ان لوگوں کا انجام بہت برا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

### خطرناک فتنے:

سب سے خطرناک اور بڑے فتنے وہ ہوتے ہیں جو دین میں واقع ہوں۔ انسان اپنے سامنے کئی شاخوں اور پگڈنڈیوں والے راستے دیکھے اور رنگا رنگ فتنوں میں مبتلا کر دیا جائے، ایسے انسان کا صرف وجدان و شعور ہی متزلزل نہیں ہوتا، بلکہ تمام تر حفاظتی تدابیر کے باوجود وہ انسان کی پوری زندگی ہی کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں اور انسان اپنے معاملے میں متحیر و ششدر اور اپنی عاقبت و انجام کے بارے میں خوفزدہ ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ فتنوں کے سبب ایک قاتل قسم کی ناامیدی کی حالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، کچھ لوگ ایسے حالات میں اپنے آپ کو زندگی کے حاشیے میں دفن کر لیتے اور گوشہ نشین ہو جاتے ہیں، کئی لوگوں کے دماغ پر شیطان سوار ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آپ پر وبال لے آتے ہیں، یہ سب کچھ کم فہمی کے سبب ہوتا ہے یا جھوٹی خبروں کے پھیلانے کے نتیجے میں، کبھی خواہشات نفس کی پیروی میں، کہیں بصیرت کے اندھا پن میں اور کسی کے یہاں ارادوں کے فساد و بگاڑ کے سبب سے۔ فتنوں کی انہی خطرناکیوں اور ہولناکیوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرة: ۲۱۷] ”اور فتنہ قتل سے بڑا گناہ ہے۔“

یہی سبب ہے کہ شریعت اسلامیہ نے فتنوں کے بارے میں خصوصی تنبیہ کی ہے اور مسلمانوں کے سامنے واضح نشانات اور سنگ میل لگا دیے ہیں جنہیں دیکھنے سے راہنمائی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ناراض نہیں ہوتا۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فتنہ جب رونما ہو رہا ہوتا ہے تو اسے ہر عالم پہچان سکتا ہے اور جب وہ اپنا کام کر چکا ہوتا ہے، تو پھر اسے ہر جاہل بھی پہچان لیتا ہے۔“<sup>①</sup>

### فتنوں کی حکمتیں:

فتنہ بھی اس سنتِ الہی کا ایک حصہ ہیں، جس میں کوئی تبدیلی نہیں آنے والی، بلکہ وہ جاری و ساری

① طبقات ابن سعد (۷/۱۶۶) التاريخ الكبير للبخاري (۴/۲۳۱) حلیۃ الأولیاء (۹/۲۴)

ہے، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴾ [العنکبوت: ۲۵]

”کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ انکے صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے، انھیں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ آزمائش (فتنوں) میں نہیں ڈالے جائیں گے؟“

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے مقدر میں بڑی بڑی حکمتوں کے پیش نظر یہ فتنے لکھ رکھے ہیں:

① ان حکمتوں میں سے ایک اہم حکمت یہ ہے کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں مخلص لوگوں کا گروہ الگ کر لیتا ہے، کیونکہ دعوت کے جھنڈے کے نیچے تو ہر سچا، جھوٹا، مخلص اور خود غرض جمع ہو جاتا ہے، جبکہ فتنوں یا آزمائشوں سے لوگوں کے حقائق کا انکشاف ہو جاتا ہے، جسے حق و باطل سے کوئی غرض نہ ہو، بلکہ وہ صرف اپنے اغراض و مقاصد اور ذاتی منفعت ہی کو سب کچھ سمجھتا ہو تو وہ درہم و دینار کا بندہ اور دولت کا پجاری ہے، ایسے لوگ اصول و مبادیات اور امانتوں اور ذمے داریوں کے امین نہیں ہو سکتے۔ آزمائشیں اور فتنے ایسے لوگوں کے دلوں کا میل لوگوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں، تاکہ امت ان کی اصلی حالت دیکھ لے اور انھیں اپنے اندر سے نکال پھینکے۔

② یہ صحیح ہے کہ فتنوں میں تکالیف و مشکلات تو ہوتی ہیں، لیکن ان میں بعض لوگوں میں مردانگی بڑھ جاتی ہے، ان کی ہمت و جرأت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ ضعف و کمزوری کے اسباب کا ادراک کر لیتے ہیں، جس سے ان میں پہلے سے بہت اعلیٰ کردار ادا کرنے کے لیے مزید قوت آ جاتی ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة: ۲۱۶]

”قریب ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ (درحقیقت) تمہارے لیے بہتر ہو، اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو، جبکہ (حقیقت میں) وہ تمہارے حق میں بری ہو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے ہو۔“

③ کتنے لوگ ہوتے ہیں جن کے بارے میں گمان کیا جا رہا ہوتا ہے کہ وہ آزمائش میں ثابت

قدم رہیں گے، مگر وہ اس پر پورے نہیں اترتے اور کتنے دوسرے لوگ ہوتے ہیں جن کے بارے  
یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ ثابت قدم نہیں رہیں گے، مگر وہ بہادری سے جم کر دکھا دیتے ہیں۔

### فتنوں کا سیلاب:

جو شخص فتنوں سے نہیں بچتا اور احتیاط سے کام نہیں لیتا، فتنے اسے اپنے ساتھ یوں بہا کر لے  
جاتے ہیں جیسے سیلاب خس و خاشاک کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:  
« سَتَكُونُ فِتْنٌ، أَلْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ  
الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، وَمَنْ يُشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفُهُ ۗ »<sup>①</sup>  
”عن قریب فتنے نمودار ہوں گے۔ ان میں بیٹھا ہوا آدمی کھڑے سے بہتر اور کھڑا  
آدمی چلتے سے بہتر اور چلتا ہوا کچھ کرنے والے سے بہتر ہو گا۔ جو شخص ان فتنوں کی  
طرف جھانک کر دیکھے گا، وہ اسے بھی دھریں گے۔“

یعنی اگر کوئی شخص ان فتنوں کی طرف جھانکے گا اور ان میں سامنے آئے گا تو وہ اسے بھی اپنی  
پیٹ میں لے لیں گے۔

### فتنوں سے تحفظ کے ذرائع:

مسلمان ان اسباب کی تلاش میں دلچسپی لیتا ہے، جو فتنوں کا مقابلہ کرنے میں مدد و معاون  
ہوں، تاکہ وہ ان کے مقابلے کی تیاری کر سکے اور اپنے آپ کو پھسلنے سے محفوظ کر سکے۔

① تدبرِ قرآن: قرآن کریم سے تعلق فتنوں سے بچاؤ کے اسباب و ذرائع میں سے ایک اہم  
ترین ذریعہ ہے۔ مسلمان اپنے پروردگار کی کتاب قرآن کریم کے ساتھ شغف رکھے، اپنے  
قول و عمل اور اعتقاد میں اسے پیش نظر رکھے، اس کی تعلیم حاصل کرے، دوسروں کو پڑھائے،  
تلاوت کرتا رہے اور اس کے احکام و معانی پر تدبر و تفکر کرے، کیوں کہ اس میں طلب کرنے  
والوں کے بچاؤ اور تحفظ کی ضمانت اور چاہنے والوں کے لیے ثابت قدمی کے سارے سامان  
موجود ہیں، چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿ فَأَمَّا يَا تِينَكُم مِّنِي هُدًى فَمَنْ أَتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْغَى ﴾ [طہ: ۱۲۳]

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۰۸۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۸۶)

”پس تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے، تو جو شخص میری ہدایت کا اتباع کرے گا، وہ دنیا میں گمراہ نہیں ہوگا اور نہ موت کے بعد کی زندگی میں تکلیف اٹھائے گا۔“  
 نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا ﴾ [النحل: ۱۰۲]  
 ”آپ کہہ دیجیے کہ اس قرآن کو جبرائیل نے میرے رب کے پاس سے برحق نازل کیا ہے، تاکہ یہ ایمان والوں کو ثابت قدم بنائے۔“  
 اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَكَلَّا نَقْصُ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ﴾ [احود: ۱۲۰]  
 ”اور ہم انبیا کی خبروں میں سے ہر خبر آپ کو اس لیے سناتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعے آپ کے دل کو مضبوط کریں۔“

❖ اطاعتِ الہی: امت میں رونما ہونے والے فتنوں کو رفع کرنے کے لیے سب سے پہلا ہتھیار ہدایتِ الہی کا اتباع ہے، اسی ہدایت کے سائے میں مسلمان اچھی صلاحیت پاتے ہیں اور ان میں عزم و ہمت کا اسلحہ جنم لیتا ہے۔ لا الہ الا اللہ کے جھنڈے تلے ہی امت کا اتحاد و اتفاق وجود میں آتا ہے۔

❖ اتباعِ رسول: اسی طرح فتنوں سے نجات کا تیسرا طریقہ دین کے ہر چھوٹے بڑے، ظاہر و باطن، عقیدہ و اعمال اور حقائق و شریعت کے تمام امور میں نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت نافذ کرنے میں پنہاں ہے۔ ایسے میں علم و تقویٰ بھی راستے کا نور ہیں، جبکہ ہر سو اندھیرے چھائے ہوئے ہوں اور راستے طرح طرح کے فتنوں میں بھکڑے ہوئے ہوں۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّنًا فَاحْيِينُهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ﴾ [الأنعام: ۱۲۲]

”کیا جو شخص مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ہم نے ایک نور مہیا کر دیا جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا ہے، وہ اس آدمی کی مانند ہو سکتا ہے، جو تاریکیوں

میں گھرا ہوا ہے اور اس سے نکل نہیں سکتا۔“

❖ رجوع الی اللہ: بندے میں فتنوں سے بچنے، ان کا مقابلہ کرنے اور انہیں رفع کرنے کی کوئی طاقت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی مدد و تعاون کے، وہی ثابت قدم رکھنے والا اور وہی معاون و مددگار ہے، اگر اس کا فضل و کرم نہ ہو تو کوئی مسلمان قدم اٹھا سکتا ہے، نہ اٹھایا ہو قدم رکھ سکتا ہے اور نہ ہی کسی بھلائی پر لمحہ بھرے لیے ثابت و قائم رہ سکتا ہے، لہذا فتنوں کے خاتمے کے اسباب و ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع بھی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس کی مدد طلب کرنے کا گہرا شعور رکھتے تھے۔ آپ اکثر یہ دعایا کرتے تھے:

«يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَىٰ دِينِكَ»<sup>①</sup>

”اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔“

نبی اکرم ﷺ خود بھی فتنوں اور آزمائشوں سے اللہ تعالیٰ کی بہ کثرت پناہ مانگا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس بات کی تاکید کیا کرتے تھے:

«تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الْفِتْنِ، مَا ظَهَرَ وَمَا بَطَّنَ»<sup>②</sup>

”ظاہری و باطنی ہر قسم کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو۔“

❖ تزکیہ نفس: اطاعت و عبادت کے ساتھ تزکیہ و اصلاح نفس بھی ثابت قدمی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيثًا﴾ [النساء: ۶۶]

”اور اگر وہ لوگ وہی کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے، تو ان کے لیے زیادہ بہتر

اور انہیں دین پر ثابت قدم رکھنے کے لیے زیادہ موثر ہوتا۔“

اعمال صالحہ فتنوں سے بچاؤ کا نسخہ ہیں، انہی کے ذریعے مسلمان خوشحالی کے ایام میں خیر و بھلائی کا بیلس بڑھاتا ہے اور جب فتنے پھا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہی اعمال صالحہ کی بدولت بندہ

① مسند أحمد (۶/۲۹۴) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۳۵۲۲)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۶۷)

ان سے نجات پا جاتا ہے، اس بات کی وضاحت نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے:

«بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتْنًا كَقَطْعِ اللَّيْلِ مُظْلِمًا، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُؤْمِسِي كَافِرًا، أَوْ يُؤْمِسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بَعْرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا»<sup>①</sup>

”فتنے پنا ہونے سے پہلے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، وہ فتنے رات کے تاریک ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، جن میں ایک شخص صبح مومن ہوگا، مگر رات ہونے تک وہ کافر ہو جائے گا اور ایک آری رات کو مومن ہوگا، لیکن دن چڑھنے تک وہ کافر ہو جائے گا، وہ اپنے دین کو دنیا کی خاطر بیچ ڈالے گا۔“

❖ صبر و تقویٰ: کفار کی مکاریوں کا مقابلہ کرنے اور فتنوں سے محفوظ پانے کے لیے قرآن کریم نے صبر و تقویٰ کی تلقین کی ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿لَتُبْلَوْنَ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَ أَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيْرًا وَ إِن تَصْبِرُوا وَ تَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [آل عمران: ۱۸۶]

”تمہیں یقیناً تمہارے مالوں اور جانوں میں آزما یا جائے گا اور تم یقیناً ان لوگوں کی جانب سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکین کی جانب سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو بے شک یہ ہمت و عزیمت کا کام ہے۔“

❖ اخلاص و اللہیت: حضرت یوسف ؑ کو اللہ تعالیٰ نے فتنوں سے اخلاص کے سبب نجات دی تھی، چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَ الْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾ [یوسف: ۲۴]

”ایسا اس لیے ہوا تاکہ ہم ان سے برائی و بدکاری کو دور کر دیں، بے شک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھے، جو مخلص اور برائیوں سے پاک کر دیے گئے تھے۔“

اہل کہف کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور ان کو محفوظ رکھا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۷۸)

کر گئے اور اسی سے انھوں نے التجائیں کیں، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَ هَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴾ [الکہف: ۱۰]

”اے ہمارے رب! تو ہمیں اپنی رحمت عطا کر اور ہمیں ہمارے معاملے میں راہِ راست پر رکھ۔“

اللہ تعالیٰ فتنوں سے ہمارا تحفظ اور کفار سے ہمارا دفاع اسی حد تک ہی کرے گا، جس حد تک

ہمارا ایمان اور بندگی ہوں گے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ﴾ [الزمر: ۳۶]

”کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟“

سلف صالحین کہا کرتے تھے:

”بندگی کے حساب ہی سے اللہ تعالیٰ کفایت کرتا ہے۔“

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ آیت: ﴿ إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ﴾ [الحج: ۳۸] کی تفسیر

بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”﴿ يُدْفِعُ ﴾ کی ایک قراءت ”يُدْفِعُ“ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا دفاع

اسی قدر ہو گا جس قدر ان میں بندگی کی مقدار اور اس کا کمال ہو گا۔ ایمان کا مادہ اور

اس کی قوت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہوتی ہے، جو شخص جتنا زیادہ کامل الایمان اور

کثرت سے ذکر کرنے والا ہو گا، اللہ تعالیٰ اسی قدر اس کا زیادہ دفاع کرے گا اور جس

کا ایمان و ذکر جتنا کم ہو گا، اس کا دفاع بھی اتنا ہی کم ہو گا۔<sup>(۱)</sup>

ماہِ رمضان کی آمد آمد:

خیر و برکت اور بھلائیوں کا موسم ماہِ رمضان آ رہا ہے، یہ ایسا موقع ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی

طرف رجوع کریں اور بحرِ خیرات و برکات سے دامن بھر لیں۔ فتن و فسادات کے زمانے میں

اطاعت و بندگی میں خوب اضافہ کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور اس کی طرف سے ہمارا دفاع

ہمیں حاصل ہو سکے اور کوئی شخص ایمان و احسان اور اخلاص کی راہ پر نہ چلے اور طریقِ ہدایت پر صبر

نہ کرے تو وبال و خسارہ اس کا مقدر بن جاتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

(۱) الوابل الصیب (ص: ۱۰۰) نیز دیکھیں: تفسیر البغوی (۵/ ۳۸۸)

﴿ وَالْعَصْرِ ﴿ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

﴿ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿ ﴾ [العصر: ۳ تا ۱] ﴿

”قسم ہے زمانے کی، بیشک انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، اور ایک دوسرے کو ایمان و عملِ صالح کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔“

قنادہ بن دعامہ رضی اللہ عنہ ایک تابعی ہیں، انھوں نے فتنوں کو دیکھا اور ان میں سے گزرنے کے بعد انھوں نے اپنے تجربات کے نتائج امت کے سامنے رکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

”اللہ کی قسم! ہم نے ان قوموں کو بھی دیکھا ہے، جو فتنوں میں جلد گھس جانے والی تھیں اور ان لوگوں کو بھی دیکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف و ہیبت کے سبب ان میں گھسنے اور جھانکنے سے باز رہے، جب فتنوں کے بادل چھٹے تو ہم نے دیکھا کہ جو لوگ فتنوں میں جھانکنے سے بچ گئے وہی زیادہ خوش دل، ٹھنڈے سینوں والے اور بدنامی سے بچنے والے تھے، جبکہ دوسرے ان کے برعکس تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے! اگر فتنوں کے خاتمے پر لوگوں کو جن باتوں کا علم ہوا، وہ انہیں فتنوں کے پناہ ہونے سے پہلے حاصل ہو جاتا تو ان لوگوں میں ایک پوری نسل عقل مند نکلتی اور ان فتنوں میں دخل اندازی نہ کرتی،“<sup>①</sup>

چند دنوں کے بعد مومن ماہِ رمضان کی آمد کی بشارتیں پائیں گے، جس میں اللہ تعالیٰ جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیتا ہے، وہ ماہِ مبارک جس کے فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ امتِ اسلامیہ موجودہ بحرانون اور فتنوں کے زمانے میں ایسے خیرات و برکات کے موسم کی سخت ضرورت مند ہے، اس موسم سے گزر کر روشن دل، روشن بصیرت اور قوی العزم ہو جائیں، ان کے ارادوں سے کمزوری ختم ہو چکی ہو، ان کے دلوں سے حیرت و استعجاب اور خوف و خطرات مٹ چکے ہوں اور ان کے دل خوب قوی ہو جائیں۔ رمضان المبارک کا استقبال خوش دلی، صاف نفس، تطہیرِ اموال اور مشاغلِ زندگی سے فراغت کے ساتھ کرنا چاہیے۔

اس ماہ میں سب سے اہم کام یہ ہونا چاہیے کہ دلوں کی اصلاح ہو جائے، کیونکہ وہ دل جو

① حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الأصفہانی (۲/ ۳۳۷)



برائی پر لگا ہوا ہے، وہ بے شمار بھلائیوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ ماہِ رمضان ماہِ قرآن ہے اور دل قرآن کے برتن اور ایمان کی جائے قرار ہیں۔ وہ برتن جو گناہوں سے لت پت ہو وہ قرآن سے کیسے متاثر ہو سکے گا؟ رمضان المبارک کا استقبال پاکیزہ نفسی اور دلوں کو حسد و بغض اور کینے سے پاک کر کے کریں کہ ان بیماریوں نے قوم کو توڑ پھوڑ دیا۔ ہے اور مسلمانوں میں تفریق و اختلافات کا طوفان بپا کر رکھا ہے، جس پر رمضان آئے اور وہ والدین کا نافرمان ہو، قطع رحمی کرنے والا ہو، اپنے بھائیوں سے تعلقات توڑے ہوئے ہو، معاشرے میں چغلی غیبت اس کا شیوہ ہو تو ایسا آدمی رمضان المبارک سے ہرگز مستفید نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

[الأنفال: ۱]

”اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، ایک دوسرے سے اپنے معاملات درست اور باہم صلح رکھو،

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کا اتباع کرو، اگر تم مومن ہو۔“

رمضان کی حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان کرۂ ارضی کے مختلف علاقوں کے مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہوں، فاصلوں، دوریوں اور رکاوٹوں سے قطع نظر کریں، فقر و مساکین اور غربا و کمزوروں کی پکار پر لبیک کہیں، ان کی مدد کریں، ان کی تکلیفوں کو محسوس کریں، ان کا غم بانٹیں اور ان کے فقر و فاقے میں ان کا ساتھ دیں۔ رمضان کا استقبال اپنے اموال کو حرام سے پاک کرنے کے ساتھ کریں، کس قدر حسرت و ندامت والا منظر ہے کہ زبانیں دعائیں تو کرتی ہیں، مگر وہ قبول نہیں ہوتیں، جبکہ ہمارا پروردگار کہتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۶]

”اور جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے پوچھیں (تو کہہ دیں کہ) میں قریب

ہوں، میں پکارنے والے کی دعا کو پورا کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔ پس چاہیے کہ وہ

بھی میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں، تاکہ وہ راہِ راست اور رشد و ہدایت پائیں۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.



# ماہِ رمضان

دوسرا خطبہ

ماہِ رمضان سے  
کیسے فائدہ اٹھائیں؟

امام خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

23/11/2001 = 8/9/1422

پہلا خطبہ

رمضان ...  
تبدیلی کا آغاز

امام خطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ

16/11/2001 = 1/9/1422

چوتھا خطبہ

تلاوت و تدبیر قرآن

امام خطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

7/12/2001 = 22/9/1422

تیسرا خطبہ

ماہِ رمضان ...  
ایک سنہری موقع

امام خطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

30/11/2001 = 15/9/1422

الوداع ... اے ماہِ رمضان!

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی رحمۃ اللہ علیہ

امام خطیب

14/12/2001 = 29/9/1422

پانچواں  
خطبہ



## رمضان... تبدیلی کا آغاز

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد، العزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! ماہِ کریم اور اس موسمِ عظیم کی آمد ہو چکی ہے، جو بے شمار خیرات و برکات کا حامل ہے۔ اس ماہ کے دوران میں نیکیوں کا ثواب بہت بڑھ جاتا ہے، گناہوں کا کفارہ اور کوتاہیوں سے درگزر کیا جاتا ہے، اس ماہ و موسم کی صفات بہت بلند و بالا اور اس کے مراتب و درجات بڑے پاکیزگی والے ہیں۔

روزے اور قرآنِ کریم کی سفارش:

اس ماہ کی آمد ایک عظیم نعمت ہے اور اسے پالینا ایک بہت بڑا احسان ہے، جس پر اس کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ اس عظیم موقع سے فائدہ اٹھانے کا تقاضا ہے کہ ایسے اعمال سرانجام دیے جائیں جو دارالقرار جنت کو پالینے اور جہنم سے نجات کا باعث بنیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳]

”اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔“

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُولُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ، مَنَعْتَهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ فَشَفَعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: أَيْ رَبِّ، مَنَعْتَهُ النَّوْمَ فَشَفَعْنِي فِيهِ، فَيُشَفَّعَانِ»<sup>(۱)</sup>

(۱) مسند أحمد، رقم الحدیث (۶۶۲۶) المستدرک للحاکم (۱/ ۵۵۴)

”قیامت کے دن روزہ اور قرآن کریم بندے کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اسے کھانے پینے اور شہوت کی جائز تسکین سے روک رکھا، اس لیے میری سفارش قبول فرما۔ قرآن کریم کہے گا: میں نے اسے رات کی نیند کا مزہ لینے سے روک رکھا، لہذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، چنانچہ ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔“

اللہ تعالیٰ کا جنت کے دروازے کھولنا اور جہنم کے دروازے بند کرنا:

ماہ رمضان عفو و درگزر، رحم و کرم اور مغفرت و بخشش کا مہینا ہے، نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

« إِذَا جَاءَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَتُحْتَفَتُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ - وَفِي رِوَايَةٍ: - أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، - وَفِي رِوَايَةٍ: - أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ، وَغُلِقَتِ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلِّسَتِ الشَّيَاطِينُ<sup>(۱)</sup> »

”جب رمضان کا مہینا آجائے تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کے دروازے اور ایک روایت میں ہے جنت کے دروازے کھول دیتا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیتا ہے اور شیاطین کو پابند سلاسل (قید) کر دیتا ہے۔“

بخشش:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ<sup>(۲)</sup> »

”جس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس سے ثواب پانے کی نیت سے لیلۃ القدر کا قیام کیا، اس کے سارے پچھلے گناہ بخشے گئے اور جس نے اس پر ایمان اور اسی سے ثواب کے لیے رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے تمام گناہ بخشے گئے۔“

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۸۹۹) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۷۹)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۶۱۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۶۰)

## ایک سنہری موقع:

ماہِ رمضان کو ہمیں اپنے لیے ایسا موقع سمجھنا چاہیے جس میں ہم اپنے حال و احوال پر گہری نظر ڈال کر بگاڑ کی اصلاح اور بیماری و بربادی کا علاج کر سکیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس ماہ کو روشن مستقبل کی طرف ایک نقطہ آغاز بنائیں اور پہلے سے اچھے اذوال و اعمال اور بہتر حالات کی طرف گامزن ہونے کے لیے یہیں سے پہلا قدم اٹھائیں۔

## ماہِ فتح و نصرت:

اے امتِ مسلمہ! شب و روز اور ایام کی دگرگونی باعثِ عبرت و درس، اوقات کا ہاتھوں سے نکل جانا باعثِ زجر و توبیخ اور تاریخ کے اوراق میں ہمارے لیے ایک عظیم نصیحت ہے۔ ماہِ رمضان آتا ہے تو بعض سدا بہار یادیں ہمارے ذہنوں میں تازہ ہو جاتی ہیں۔ کفر و اسلام کے پہلے معرکے اور حق و باطل کی پہلی جنگ ”غزوہ بدر“ کی ایمان افروز فتح و نصرت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ غزوہ مکہ کی ”فتحِ مبین“ سامنے آ جاتی ہے۔ یہ وہ معرکے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت، ظفر و کامیابی، فوز و فلاح، عز و شرف اور حکومت و غلبے سے نوازا تھا۔

جی ہاں! ماہِ رمضان ہمیں مسلمانوں کی فتوحات اور مومنوں کے عظیم کارناموں کی یاد دلاتا ہے۔ ہمیں معرکہ یرموک بھی یاد ہے اور ہم جنگِ قادسیہ کو بھی نہیں بھولے ہیں۔

## سلف کی فتح و عظمت کے اسباب:

امتِ اسلامیہ کو یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ ان قدسی نفوس لوگوں نے عزت و نصرت اور سعادت و حکومت صرف اسی سبب سے حاصل کی کہ انھوں نے اسلام کو اپنا دین، عدل و انصاف کا سرچشمہ، منہاج و جادہ حق اور کردار و عمل کی بنیاد بنایا ہوا تھا۔ وہ اللہ رب العالمین کی توحیدِ خالص اور اسی دینِ اسلام ہی میں اپنی عزت و عظمت اور سر بلندی سمجھتے تھے۔

## عظمتِ رفتہ کی بازیابی اور واپسی:

مسلم امت جو آج کل بے شمار مصائب اور ان گنت مشکلات سے دو چار انتہائی ذلت و رسوائی اور ضعف و حقارت کے ایام سے گزر رہی ہے، اسے یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس

کے لیے ان حالات سے چھٹکارا پانے کی صورت ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف صحیح رجوع اور نبی اکرم ﷺ کے منہج و شریعت پر حقیقی معنوں میں عمل ہی موجودہ تمام بگاڑ کی اصلاح کا قاعدہ، عزت و فلاح کی جڑ، نصرت و نجات اور کامیابی و فتح یابی کی بنیاد ہے اور اسی چیز سے اس امت کے چپھلے لوگ سدھریں گے جس سے اس کے اگلے سلجھے تھے۔

ماہِ جود و سخا:

برادرانِ ایمان! ماہِ رمضان ماہِ جود و کرم اور سخاوت و عطا کا مہینا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

”نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ صاحبِ جود و سخا تھے۔ ماہِ رمضان میں جب آپ ﷺ کی ملاقات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوتی تو پھر آپ سخاوت و عطا میں بہت ہی بڑھ جاتے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہِ رمضان گزرنے تک ہر رات نبی کریم ﷺ سے ملاقات کیا کرتے تھے اور نبی ﷺ انھیں قرآن کریم سنایا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملتے تو تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوا کرتے تھے۔“<sup>①</sup>

جود و سخا کی متعدد قسمیں اور متعدد شکلیں ہیں۔ ہر کوئی اپنی استطاعت کے مطابق جود و سخا کر سکتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے بندوں پر جود و سخاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر اپنے فضل و کرم اور عطا کی باراں برسا دے گا۔ خصالِ کرم میں سے اعلیٰ ترین اقسام اور جود و سخا میں سے بہترین قسم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ احسان کرنا اور انھیں ہر طریقے سے نفع و فائدہ پہنچانا ہے، جیسے بھوکے کو کھلانا، حاجت مند کی ضرورت پوری کرنا اور مسکین و فقیر کی مدد کرنا وغیرہ ہیں۔

افطاری کا ثواب:

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ أَجْرُهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا»<sup>②</sup>

”جس نے کسی کا روزہ افطار کروایا، اسے بھی اس روزے دار جتنا ہی ثواب دیا جاتا ہے، اور اس افطار کرنے والے روزہ دار کے ثواب میں سے بھی کچھ کم نہیں کیا جاتا۔“

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۹۰۲)، صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۷۴۶)

② سنن الترمذی، رقم الحدیث (۸۰۷)، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۱۷۴۶)



سلف کے جوہ و سخا کا ایک نمونہ:

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ اس نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ افطاری کا وقت آیا اور کھانا تیار کر کے ان کے سامنے رکھا گیا تو کسی سائل نے یوں صدا لگائی: کون ہے جو پورا پورا بدلہ چکانے والے غنی و بے نیاز ذات کو قرض دے؟“ اس بزرگ نے کہا: اس کا وہ بندہ اسے قرض دے گا، جس کا دامن نیکیوں سے خالی ہے۔ پھر وہ اٹھے اور وہ کھانا سائل کو دے دیا اور خود (معمولی افطاری کے بعد) بھوکے ہی رات گزاری۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَيُؤْتِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَعْنَهُ نَفْسِهِ

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الحشر: ۹]

”اور وہ انھیں (دوسروں کو) اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں اور جو لوگ اپنے نفس کی تنگی و بخل سے بچالے جائیں، وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔“

غریباً و فقرا کی امداد:

عالم اسلام میں بے شمار فقرا ایسے ہیں جن کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں، کتنے ہی بے گھر ہیں جن کا کوئی وطن نہیں، لا تعداد لوگ انتہائی تنگدستی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اور ان گنت وہ لوگ ہیں، جو طرح طرح کے دکھ چھیل رہے اور مصائب و آلام برداشت کر رہے ہیں، اپنوں کو قتل ہوتے دیکھتے ہیں، خود بے گھر اور بے سر و ساماں کر دیے جاتے ہیں، ان کے گھر بار تباہ اور ان کی جائیداد و املاک تباہ کی جا رہی ہیں۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم.

اے صاحبِ جوہ و سخا، صاحبِ عطف و کرم، صاحبِ احسان و حنان، اے نبی رحمت ﷺ کی امت! اپنے مسلمان بھائیوں کا بھرپور خیال رکھو، ان کے حالات کو پیش نظر رکھو، ان کی مدد کے لیے مال، غذا، کپڑا اور دوا؛ جو کچھ بھی دے سکتے ہو، بے دریغ دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَنفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ [سبأ: ۳۹]

”اور تم لوگ اس (اللہ تعالیٰ) کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے، وہ اس کا بدلہ دے گا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی رسال ہے۔“

ماہِ رمضان میں دنیا بھر کے تمام ضعیف و کمزور مسلمانوں اور اپنے غریب بھائیوں کو یاد رکھو، ان کے لیے نیک دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے گُزگُزرا کر ان کے لیے کامیابی اور مدد و نصرت کی التجائیں کرو۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«ثَلَاثَةٌ لَا تَرُدُّ دَعْوَتَهُمْ... الصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ»<sup>①</sup>

”تین قسم کے لوگوں کی دعا رد نہیں کی جاتی... روزے دار جب وہ روزہ افطار کرنے والا ہو۔“

### خیراتی تنظیموں اور رفاہی اداروں سے تعاون:

برادرانِ عقیدہ! بلادِ حرمین شریفین - الحمد للہ - اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں سے مالا مال ہیں، شریعتِ اسلامیہ اور اس کے مبادیات کے سرائے ان پر رحمتِ فُکُن ہیں، ان کے عوام میں اخوت و بھائی چارہ پایا جاتا ہے، باہمی محبت و مودت کے اس قاعدے کا سبھی کو خیال ہے، حاکم و محکوم سبھی اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اخوت و محبت کی اس فضا کو قائم کرنے میں ان خیراتی تنظیموں اور رفاہی اداروں کا بہت عمل دخل ہے، جو شب و روز اس غرض کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں، وہ سب بھی آپ کے تعاون و امداد کے مستحق ہیں، جو انھیں پہلے بھی حاصل ہے، مگر وہ مزید کے بھی منتظر ہیں، خصوصاً اس ماہِ جود و سخا اور کرم و عطا کے دوران میں دل کھول کر ان کے ساتھ بھی تعاون کیجیے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ»<sup>②</sup> ”صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔“

نیز ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ»<sup>③</sup>

”آگ سے بچو خواہ وہ کھجور کے ٹکڑے (کے صدقے) کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو۔“

### روزے کی ڈھال:

مسلمانو! تمہارا روزہ تمام اوقات میں گناہوں کے لیے ڈھال ہونا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

① مسند أحمد، رقم الحدیث (۷۹۸۳) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۳۵۹۸) سنن ابن ماجہ، برقم (۱۷۵۲)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۸۸)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۴۱۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۱۶)

«الصَّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمٌ صَوْمٍ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُتْ وَلَا يَصْخَبُ، فَإِنْ سَابَهُ أَحَدٌ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي أَمْرٌ صَائِمٌ»<sup>①</sup>

”روزہ ڈھال ہے اور تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو شہوانی باتیں کرنے اور دوسروں پر چیخنے چلانے سے وہ پرہیز کرے، اگر دوسرا کوئی تمہیں گالی گلوچ کرے یا لڑنے بھڑنے کے لیے آگے بڑھے تو اسے کہہ دو کہ میں روزے، دار آدمی ہوں۔“

### روزے کے اغراض و مقاصد:

روزے کے مقاصد میں سے ضبط و تہذیبِ نفس، تمام اعضائے جسم کو گناہوں سے بچانا اور برائیوں سے ان کا تحفظ کرنا بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَّعِ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»<sup>②</sup>

”جس نے جھوٹ بولنا، اس پر عمل کرنا اور جاہلانہ رویہ نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ کو اس کے محض کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

### تلاوتِ قرآن:

مسلمانو! تلاوتِ قرآنِ کریم سے مسلمان کے ظاہر و باطن، اس کے قلب و قالب اور جسم و جان کے حسن و جمال میں اضافہ ہوتا ہے، اسی تلاوتِ قرآن کے نتیجے میں دنیا و آخرت میں عزت و شرف اور قدر و منزلت بڑھتی ہے۔ تلاوتِ قرآن ایک ایسی تجارت ہے۔ جو کسی ماہ و سال اور کسی بھی زمانے میں گھائے میں نہیں جاتی، اس ماہِ مبارک میں تو اس تجارت کی شان و شوکت بڑھ جاتی اور اس کی عزت و فضیلت میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”جب رمضان کا مہینا آجائے تو یہ مہینا تلاوتِ قرآن اور لوگوں کو کھانا کھلانے کے لیے ہوتا ہے۔“<sup>③</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۸۹۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۱۵۱)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۵۷)

③ التمهید لابن عبد البر (۱۱۰/۶)

سلف صالحین امت میں سے بعض ایسے تھے جو رمضان کی راتوں کے قیام میں ہر سات راتوں میں اور بعض ہر تین راتوں میں قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔

### مقاصد تلاوت:

تلاوت قرآن کے عظیم مقاصد میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے معانی و مفہم اور اس کے احکام کے اسرار و رموز پر تدبر و تفکر کیا جائے، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَكْتُبُ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ [ص: ۲۹]

”(اے میرے نبی!) یہ ایک مبارک کتاب ہے، جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے، تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔“

تلاوت قرآن کے مقاصد کی بنیاد اور ان کا لب لباب قرآن کریم کے احکام و اوامر پر عمل اور اس کی کریمانہ ہدایات اور شافی و کافی پزیر و نصیحت کی تعمیل ہے۔ دنیا میں عزت و شرف، غلبہ و حکومت، شان و شوکت اور طاقت و قوت صرف اسی میں ہے کہ کتاب و سنت پر عمل پیرا ہو جائیں۔ انسانی نفس کے لیے انس و محبت اور عذاب سے امن و نجات بھی صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی مکرم ﷺ کی سنت پر مکمل عمل ہی میں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ [الإسراء: ۹]

”یہ کتاب قرآن کریم اس راہ (اسلام) کی طرف ہدایت کرتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔“

برادرانِ اسلام! ماہِ رمضان خیرات و برکات پانے اور غنیمتیں اکٹھی کرنے کا مہینا ہے، اس کی متعدد خیراتوں میں سے یہ بھی ہے کہ یہ گڑ گڑانے اور قیام کرنے کا مہینا یا سب کچھ جاننے والے مالک الملک کے تقرب کے حصول کا مہینا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾<sup>①</sup>

”جس نے ایمان اور حصولِ ثواب کے لیے اس ماہ کی راتوں کا قیام کر لیا، اس کے پچھلے تمام گناہ بخشے گئے۔“

نماز تراویح کا باجماعت و خصوصی اہتمام کریں، کیونکہ یہی نبی مکرم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۵۹)

ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ نَيْلَةٍ»<sup>①</sup>

”جو شخص امام کے تراویح اور قیام مکمل کرنے تک اس کے ساتھ ہی رہا، اسے ایک پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

① سنن أبي داود، رقم الحديث (۱۳۷۵) سنن الترمذي، رقم الحديث (۸۰۶) سنن النسائي، رقم الحديث

(۳۶۴) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۱۳۲۷)

## ماہِ رمضان سے کیسے فائدہ اٹھائیں؟

امام و خطیب: فضیلة الشيخ عبد المحسن القاسم

حمد و ثنا کے بعد:

### فضائل و برکات کا مہینا:

مسلمانوں کے لیے ایک عظیم موسم ”ماہِ رمضان“ آ گیا ہے جو بڑا ہی صاحبِ شرف و کرم ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس قرآن کریم کو نازل فرمایا اور اس ماہ کے روزے فرض کیے۔ یہ قیامِ اللیل اور تلاوتِ قرآن کا مہینا ہے۔ اس ماہ میں لوگوں کی جہنم سے خلاصی اور گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے، یہ صدقات و خیرات اور بر و احسان کا موسم ہے، اس میں بھلائیاں اور برکات عام ہوتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«أَتَاكُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَتُعَلَّقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ، وَتُعَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ، لِلَّهِ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا، فَقَدْ حُرِمَ»<sup>①</sup>

”تمہارے پاس ماہِ رمضان آ گیا ہے، جو بے شمار برکتوں والا مہینا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کیے ہیں۔ اس میں آسمان (جنت) کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے۔ اس ماہ میں اللہ کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ جو اس کی بھلائی سے محروم رہ گیا وہ بڑا ہی حرماںِ نصیب ہے۔“

ماہِ رمضان سال کے تمام مہینوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت و شرف والا ہے۔ اسے

① مسند أحمد، رقم الحدیث (۷۱۴۸) سنن النسائي (۱۲۹/۴) نیز دیکھیں: صحيح الترغيب والترهيب، رقم

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے عبادات و طاعات اور حصولِ قرب میں باہم مقابلے کا مہینا بنایا ہے کہ کون آگے بڑھتا ہے۔ ماہِ رمضان دلوں کے تزکیے اور انہیں حقد و بغض سے پاک کرنے کا مہینا ہے جنہوں نے تو توں کو مفلوج اور اتحاد کو پارہ پارہ کر رکھا ہے۔

### روزے کے تقاضے اور آداب:

جس نے اس ماہِ رمضان المبارک کا استقبال بھی گناہوں کے ساتھ ہی کیا، والدین کا نافرمان رہا، قطعِ رحمی پر مصرّ رہا، اور اپنے بھائیوں سے تعلقات منقطع رکھے، اور چغلی و غیبت کو ترک نہ کیا، وہ رمضان المبارک کی گھڑیوں سے کچھ استفادہ نہیں کر سکتا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»<sup>①</sup>

”جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“

محض کھانا پینا چھوڑ دینا تو روزے کے جملہ تقاضوں میں سے ایک معمولی سی چیز ہے۔ سلفِ صالحین امت تو جب روزہ رکھتے تو مسجدوں میں بیٹھ جایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم اپنے روزے کی حفاظت کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں کہ یہاں کسی کی غیبت تو نہ کریں گے۔<sup>②</sup>

### ماہِ عبادات و صدقات:

عبادت گزار اس ماہ میں کریں کس لیتے ہیں، اور اللہ کے گھروں (مساجد) میں امام کے ساتھ باجماعت نمازیں اور قیامِ لیل ادا کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی خوش الحانی، خشیتِ الہی اور تدبیر و تفکر کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں۔ اپنے مال سے پڑوسیوں اور رشتے داروں میں سے حاجت مندوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہو، لیکن کرتے ہیں، اور روزے داروں کے روزے انظار کرواتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ أَجْرُهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقِصَ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا»<sup>③</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۹۰۳)

② المغنی لابن قدامة (۵۹/۳)

③ مسند أحمد، رقم الحدیث (۱۶۵۸۵) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۸۰۷) سنن ابن ماجہ، رقم (۱۷۶۶)

”جس نے کسی روزے دار کا روزہ افطار کروایا، اسے بھی اس روزے دار جتنا ہی اجر و ثواب

ملے گا اور روزے دار کے ثواب میں سے بھی کچھ کم نہیں ہوگا۔“

عبادت گزار اس ماہ میں اللہ کے گھروں میں سے کسی میں اعکاف کرتے ہیں اور خصوصاً

آخری عشرے (دس دنوں) کے اعکاف کا اہتمام کرتے ہیں، نیز رمضان کے اندر عمرہ کرنے کی

کوشش کرتے ہیں، کیونکہ حدیثِ نبوی میں ہے:

«عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً»<sup>①</sup>

”ماہِ رمضان میں عمرے کا ثواب پورے حج کے برابر ہوتا ہے۔“

ایک روایت میں تو یہ الفاظ بھی ہیں کہ ”اسے میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ثواب ملتا

ہے۔“<sup>②</sup> وہ اس ماہ میں ذکرِ الہی، دعا و سناجات اور توبہ و استغفار کثرت سے کرتے ہیں، خصوصاً

افطاری کے وقت ان امور کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، کیونکہ ”افطاری کے وقت کی گئی روزے دار

کی دعا روئیں کی جاتی۔“<sup>③</sup>

ہر رات کے آخری تہائی حصے میں (سہ پہر) کے وقت اللہ تعالیٰ (آسمانِ دنیا پر) نزول

فرماتا اور کہتا ہے:

«مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبُ لَهُ؟»<sup>④</sup>

”کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں؟“

### صلہ رحمی اور حسن سلوک کا مہینا:

اللہ کے بندے اس ماہ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک میں اور بھی بڑھ جاتے ہیں، ان

کا قرب حاصل کرنے اور ان کی شفقت پانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ وہ اپنی بیوی سے، اپنی اولاد

سے اور اہل و اقارب سے حسن سلوک میں اضافہ کر دیتے ہیں، اور انھیں وعظ و نصیحت کرتے، اچھے

کلمات سے نوازتے اور اچھا سلوک کرتے ہیں۔ وہ اعزہ و اقارب سے صلہ رحمی کرتے ہیں، اور ان

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۷۸۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۵۶)

② سنن ابی داؤد، رقم الحدیث (۱۹۹۰)

③ سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۵۳۶)

④ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۰۹۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۵۸)



میں سے جو محتاج و ضرورت مند ہوں ان کے ساتھ آبرو مندانہ طریقے سے تعاون کرتے ہیں۔ پڑوسیوں کی خیر خبر لیتے، ان کا حال و احوال پوچھتے اور ان سے میل ملاقات بڑھاتے ہیں۔ فقرا و مساکین، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرتے اور ان کی مدد کرتے ہیں۔ ماہِ رمضان میں صالحین کا یہی طرزِ عمل ہوتا ہے۔

### قول و کردار سے دعوت و اصلاح:

انسان کے لیے اپنی اصلاح کر لینے کے بعد افضل ترین عمل یہ ہے کہ وہ لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرے، خود بھی اس کی کوشش کرے اور ان کے اخلاق و کردار کی تعمیر و اصلاح میں کوشاں رہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ [حم السجدة: ۳۳]

”اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔“

دعوت کا میدان بڑا وسیع ہے۔ پر خلوص نصیحت، صداق و صفائی سے بات کرنا، اپنے کردار سے بہترین نمونہ پیش کرنا، علم و عمل اور تقویٰ و اخلاق؛ یہ سب، دعوت کے انداز ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا ① »

”جس نے کسی کو رشد و ہدایت کی طرف دعوت دی، اسے بھی اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا، جتنا اس کے کہنے پر عمل کرنے والوں کو ملے گا اور ان عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“

لہذا کوشش کریں بلکہ صدقہ دل سے عزم بالجزم کریں کہ آپ درجاتِ ہدایت و استقامت میں پیش از پیش ترقی کریں۔

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۷۴)

## تطہیرِ مال:

اپنے مال کو حرام کی تمام آلاہیوں سے پاک کرنے کے عہد کے ساتھ اس ماہِ رمضان کا استقبال کریں، کیونکہ مالِ حرام دنیا و آخرت کی تمام مصیبتوں اور بلاؤں کا سبب ہے۔ حرام کھانے والے کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں اور نہ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ لہذا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں، اپنے گھر کا گہری اور باریک نظر سے جائزہ لیں اور ہر چیز کو مالِ حرام سے پاک کر لیں، تاکہ آپ جب اللہ تعالیٰ کے رو برو کھڑے ہوں تو آپ کے دل میں خشیتِ الہی پیدا ہو اور آپ کی دعائیں قبول ہوں۔

## شرم تم کو مگر نہیں آتی:

سحری کی مبارک فضاؤں اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کے اشک بار ہونے اور آہ و بکا والی گھڑیوں میں بعض کم نصیب لوگ بلکہ حرام نصیب لوگ وہ بھی ہیں جو موسمِ طاعت کو فرصتِ گناہ و معصیت بنا لیتے ہیں اور مختلف حرام امور کا ارتکاب کرتے ہیں، ممنوع و مظلوم اشیا دیکھتے ہیں، لغو اور فحش گانے سنتے ہیں، سیٹلائٹ چینلز سے فحش مناظر کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ گلی کوچوں اور بازاروں میں مسلمان عورتوں کو محض تاڑنے اور چھیڑنے کے لیے ان کا پیچھا کرتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو فضول اور لالچین قسم کی مجلسیں جما بیٹھتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو اپنے دوست و احباب کی ملاقاتیں تو کرتے ہیں، مگر وہ خیر سے قطعاً عاری، بلکہ سراسر نقصان دہ ہوتی ہیں جن میں ممنوع لہو و لعب اور ٹھٹھا مذاق کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ان تمام اقسام کے لوگ وہ ہیں جنہیں کسی زمان و مکان کی عز و قدر کی پروا ہے نہ وہ ماہِ رمضان المبارک کی عزت و شرف کو خاطر میں لاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے لیے بدبختی کا سودا کرتے ہیں اور اپنی روحوں کو مشقت میں مبتلا کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ اطاعت کے امور کو چھوڑ کر کسی بھی چیز سے لطف اندوزی اور کسی بھی حرام چیز سے کیف انگیزی بالآخر انہیں ابدی حسرت و ندامت میں مبتلا کر دے گی؟ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ [طہ: ۱۷۴]

”اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی اجیرن (بھنگی میں) رہے گی۔“

باز آ، ہر آنکہ سستی، باز آ:

نا امیدی اور مایوسی شیطان کا ہتھیار ہیں جس کے ذریعے وہ گناہ گار کو بدستور گناہوں کی زندگی گزارنے پر لگائے رکھتا ہے، حالانکہ کسی گناہ گار نے کتنے ہی فسق و فجور اور گناہوں کا ارتکاب کیوں نہ کیا ہو، اسلام میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تو بہ گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لینا تلافی مافات اور گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی گناہ میں مبتلا ہے تو یہ ماہِ رمضانِ توبہ و انابت الی اللہ کا موسم ہے۔ شیاطین و اشرار پابند سلاسل اور قید میں ڈال دیے گئے ہیں اور دلوں میں انکساری گھر کر چکی ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ اَسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر: ۵۳]

”اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے کہ میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر (گناہوں کا بوجھ ڈال کر) زیادتی کی ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش اور بڑی رحمت والا ہے۔“

ایک قدسی حدیث میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

« يَا اِبْنَ آدَمَ! اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اَبَالِي، يَا اِبْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ، يَا اِبْنَ آدَمَ! لَوْ اَتَيْتَنِي بِقَرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِي لَا تَشْرِكُ بِي شَيْئًا لَا تَبْتَئِكَ بِقَرَابِهَا مَغْفِرَةٌ ۝۱»

”اے ابنِ آدم! تو جب بھی مجھے پکارے گا اور میری ذات کے ساتھ اپنی امیدیں وابستہ کر دے گا تو میں تجھے بخش دوں گا تو چاہے جتنا بھی گناہ گار ہوگا اور مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ اے ابنِ آدم! اگر تیرے گناہوں کا انبار آسمان تک بھی پہنچ گیا ہوگا اور پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے گا تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے ابنِ آدم! اگر تو زمین کی پہنائیوں کے برابر گناہ لے کر بھی میرے پاس آ گیا مگر تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوگا تو میں تجھے زمین کی وسعتوں کے برابر مغفرت، و بخشش کے ساتھ ملوں گا۔“

(۱) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۳۵۴۰)

## ذریعہ مغفرت:

مغفرت کے اسباب و ذرائع میں سے عظیم ترین ذریعہ یہ ہے کہ بندہ اگر گناہ کر بیٹھے تو وہ اپنے رب کے سوا کسی سے گناہ کی مغفرت و بخشش کی امید نہ لگائے۔ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”اے میرے بیٹے! ہر وقت یہ دعا کرتے رہنے کی عادت ڈالو: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي»

(اے اللہ! مجھے بخش دے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس کچھ گھڑیاں ایسی ہیں جن میں وہ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کرتا۔<sup>(۱)</sup>

## علامتِ توبہ:

توبہ کی علامت یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہ گار ماضی پر آنسو بہائے، آئندہ گناہ میں واقع ہونے سے ڈرے، برے دوستوں ساتھیوں سے تعلقات توڑ دے اور نیک و صالح لوگوں سے رشتہ جوڑ لے۔ ماہِ رمضان میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں تائب ہونے والوں کے قافلوں کے قافلے ہوتے ہیں جو اللہ کے عفو و کرم کے خواستگار ہوتے ہیں۔ آپ بھی ان میں سے ایک بن جائیں۔ کیا ہی خوب ہے کہ ماہِ رمضان تائب ہونے اور انابت الی اللہ کا نقطہ آغاز بن جائے۔ کتنے ہی لوگ اس ماہ میں تائب ہوتے ہیں اور کتنے ہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش طلب کرتے اور اپنے گناہوں پر اشکِ ندامت بہاتے ہیں۔

## مسلم خاتون سے خطاب:

اے خاتونِ مسلم! اس ماہ مبارک میں مشعل بن جاہِ فضیلت و شرف کی پہرے دار ہو جا، رذیل و ذلیل حرکات و سکنات کو ترک کر دے، اپنے دینِ اسلام کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھ، اپنی عزت و شرف اور عفت و عصمت کا تحفظ کر کے عظمتوں کو چھو لے۔ ان افکارِ مریضہ اور اقوالِ قبیحہ پر بالکل کان نہ دھرو جو پردہ اور شرم و حیا داری چھوڑ دینے کی دعوت دیتے ہیں۔ فاسق و فاجر مسلم عورتوں اور کافر عورتوں کی تقلید و پیروی ترک کر دو جنہوں نے شرم اور دیگر نسوانی صفات سے اپنا دامن جھٹک رکھا ہے۔ ان فضیلت و برکت والے ایامِ رمضان میں شیطان کا نوالہ تر نہ بن جاؤ اور چادر و چار دیواری

(۱) شعب الایمان (۲/۵۶)

سے نکل کر بے حجابی و بے پردگی اختیار نہ کرو۔ بری سہیلیوں سے دور رہو، عورت کی جائے قرار اس کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جگہیں بازار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حرموں کے پامال کیے جانے پر غیرت کھاتا ہے اور اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ اگر وہ اپنی کسی بندی سے اپنا پردہ اٹھا دے تو وہ اسے ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ دین کی زینت سے مزین رہو اور پردے کو اپنا حسن و جمال بناؤ۔ عمر بہت کم ہے اور یومِ حشر کا معاملہ بڑا ہی مشکل ہے۔ ماہِ رمضان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَ  
الْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ  
فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِيَتَّكِمُوا  
الْعِدَّةَ وَ لِيَتَذَكَّرُوا اللَّهُ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

”رمضان وہ ماہ مبارک ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی نشانیاں ہیں۔ تم میں سے جو شخص اس ماہ کو پائے وہ اس کا روزہ رکھے۔ ہاں جو بیمار یا سفر میں ہو، اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کرنے کا ہے سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کر لو۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی تکبیریں (بڑائیاں) بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔“

تمام خوشیوں اور غموں کے ساتھ یہ دنیا ختم ہو جائے گی، کسی کو زندگی لمبی ملے یا چھوٹی، یہ عمریں بھی ختم ہو جائیں گی اور تمام لوگ بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جائیں گے۔ کتنے لوگ ہیں جو بڑی قوی امیدوں کے ساتھ اس ماہِ رمضان کا انتظار کر رہے تھے، مگر عمر نے وفانہ کی اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، لہذا ماہِ رمضان میں کثرت سے نیکیاں کر لیں۔ ایک طویل مدت (۳۳۰ دنوں) اور ایک لمبے فراق کے بعد یہ رمضان آیا ہے، لہذا اس میں اپنے رب کے ساتھ تعلقات کا ایک نیا صفحہ کھولیں، جو آئندہ اعمالِ صالحہ پر کار بند رہنے کی روشنی سے چمک رہا ہو۔ اپنے بھولے بسرے ماضی پر آپ تو نسیاں کا پردہ ڈال چکے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ایک بات کا حساب موجود ہے۔ ماضی کو توبہ و استغفار کے پردے میں لپیٹ کر اللہ کے سپرد کر دو اور تمام گناہوں

اور خطاؤں سے توبہ قبول کرنے والے اور انتہائی رحم کرنے والے رب کے سامنے تائب ہو جاؤ۔  
 خیر و بھلائی کے موسموں کو سنجیدگی کے ساتھ عملِ صالح کے لیے غنیمت سمجھنے اور اپنے سابقہ گناہوں  
 سے تائب ہونے کے نتیجے میں نیک عمل کرنے والوں کو ان کے ماضی کے عملی نقص کا بھی اللہ تعالیٰ  
 معاوضہ عطا فرماتا ہے اور گناہوں کی سزا سے معاف کر دیتا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

## ماہِ رمضان ... ایک سنہری موقع

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

نیکیوں کا موسم:

مسلمانو! آپ ایک ایسے ماہ سے گزر رہے ہیں جس کا مقابلہ دوسرا کوئی مہینا نہیں کر سکتا۔ یہ ماہ انتہائی جلیل القدر ہے اور اس کی گھڑیاں اشرف و اعلیٰ ہیں۔ اس ماہ کے فضائل و برکات بے شمار اور اس کے حامد و محاسن لا تعداد ہیں۔ یہ ایسا موسم اور تجارت کا سیزن ہے جو تاجروں کو بے شمار منافع سے نواز جاتا ہے اور اس میں سرکشی و گناہ کرنے والے کی ہلاکت یقینی ہے۔ یہ مہینا ایسا ہے جس کی صرف ایک رات ہزار مہینے سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ خوشخبری ہے اس مسلمان کے لیے جس نے اس ماہ کے روزے رکھے اور صبح و شام اپنے رب سے دعائیں کیں اور راتوں کو قیام کرنے کے ساتھ ساتھ خشوع و خضوع کے ساتھ ہر رات قیام اللیل کا اہتمام کیا۔

ایک بیش بہا غنیمت:

مسلمانو! ماہِ رمضان کا نصف اول تو گزر بھی گیا ہے اور ہلالِ رمضان اب بدر کمال بن چکا ہے۔ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھالیں جو بادلوں کی سی تیزی کے ساتھ گزرا جا رہا ہے، اس بابِ رحمت کے بند ہونے سے پہلے پہلے اس کے اندر داخل ہو جائیں، جس قدر بھی ممکن ہو سکے ان اوقات کو غنیمت سمجھیں اور کثرت سے اللہ کا شکر ادا کریں جس نے تمہیں یہ موقع عطا فرمایا ہے، لہذا اس وقت کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے اطاعت و عبادت کی بھرپور کوشش کریں، کیونکہ یہ گھڑیاں ختم ہونے والی اور یہ وقت گزر جانے والا ہے، اس کا جمال چھن جانے والا اور یہ معزز مہمان رخصت ہو جانے والا ہے۔ روزوں کا یہ مہینا منتقل ہونے والا ہے، اس کے بقیہ ایام میں حسنِ اعمال

کا نذرانہ پیش کر لو تمہارے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے اور اگر بقیہ ایام میں برائی سے ہاتھ نہ کھینچا تو ماضی و مستقبل کے تمام گناہوں پر تمہارا مواخذہ ہوگا۔ ماہِ رمضان کا نصف اول تو ختم ہوا، جس نے دینِ اسلام کو پکڑے رکھا اور لرزش سے بچ گیا اور ماہِ رمضان کو غنیمت سمجھا وہ کامیاب ہو گیا، جبکہ غافل و عاصی ذلت و رسوائی، ندامت و پشیمانی اور شقاوت و بدبختی میں مبتلا ہو گیا۔ ایسے شخص کے لیے قیامت کے دن بربادی ہوگی، وہ دن جس میں اہل معاصی کے دل کٹ رہے ہوں گے اور آنسوؤں سے ان کے گال تر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک حدیثِ قدسی میں فرمایا ہے:

«يَا عِبَادِي! إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أَحْصَيْهَا لَكُمْ ثُمَّ أَوْفَيْكُمْ بِهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ»

”اے میرے بندو! میں تمہارے تمام اعمال کا حساب رکھ رہا ہوں، میں ان سب کا تمہیں پورا پورا بدلہ دوں گا، اگر کوئی شخص بھلائی و بہتری پائے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر اس سے مختلف صورت پائے تو پھر اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔“<sup>(۱)</sup>

### موت کا آہنی پنچہ:

آج وہ کہاں ہیں جو پچھلے ماہِ رمضان میں ہمارے ساتھ روزے رکھ رہے تھے؟ انہیں موت نے نگل لیا ہے، اب وہ روزہ رکھ سکتے ہیں نہ افطار کر سکتے ہیں، انہیں عطر لگانے کے بجائے حنوط کیا گیا ہے اور قبر کی لحد میں لٹا دیا گیا ہے۔ موت کی چکی کے دو پاٹوں میں پس کر ان کے چہرے بھی مٹی میں مل کر ختم ہو گئے۔ آج وہ کہاں ہیں جنہوں نے آغازِ رمضان میں تو ہمارے ساتھ روزے رکھنا شروع کیے تھے اور اس ماہ کا پہلا حصہ قیام بھی کرتے رہے، تاکہ اجر و ثواب جمع کر لیں، مگر آنا فانا موت آئی اور دنیا کی تمام لذتوں، خواہشات اور دوست و احباب سے نکال لے گئی، وہ مضبوط شاہانہ مہلات سے نکال کر قبروں میں ڈال دیے گئے، اور نرم و گداز بستروں سے مٹی کے فرش پر ڈال دیے گئے ہیں۔

اللہ والو! ہم بھی انہی کے پیچھے جانے والے ہیں۔ انہیں پیش آنے والے حالات کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں اور موت کی اس تلخی کو یاد رکھیں، جس سے کوئی فرد و بشر بچ نہیں پائے گا۔ اگر اس سے کوئی بچ سکتا تو سید البشر حضرت محمد ﷺ بچ جاتے، لیکن وہ بھی اس موت سے نہ بچ پائے

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۷۷)



اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنَّ مِتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ ﴿۳۵﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبَلُّوكُمْ بِالْبَشَرِ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿۳۶﴾﴾ [الانبیاء: ۳۵، ۳۶]

”ہم نے (اے نبی!) آپ سے پہلے بھی کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی، اگر آپ فوت ہو جائیں گے تو کیا وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ ہر کسی جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، ہم امتحان کے لیے تم میں سے ہر ایک کو برائی و بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب بالآخر ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

مسلمانو! کون ہے جسے موت آئے اور وہ سچ جائے؟ کون ہے جو کسی سخت محفوظ قلعے میں بند ہو کر رہ رہا ہو اور موت اسے وہاں نہ دبوچ سکے؟ کون ہے جس نے طویل عمر کی امید لگائی اور وہ بر آئی؟ وہ کون سی زندگی ہے جسے موت نے مکدر و گدلا نہیں کیا؟ وہ کون سی شہنی ہے، جو مضبوط ہو کر سیدھی کھڑی ہوگی اور توڑی نہ گئی؟ آبا و اجداد موت کا نوالہ بن گئے، عورتیں بیوہ ہو گئیں، بچے یتیم ہوئے اور مرید و مراد کے مابین بھی موت حاصل ہو گئی۔ موت سے کوئی نہیں بچا سکتا، لہذا اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے توبہ کرلو، جبکہ ندامت بھی کسی کام نہ آئے گی۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْعِقُكُمْ ﴿۸﴾﴾ [الجمعة: ۸]

”(اے نبی) کہہ دیجیے کہ وہ موت جس سے تم بھاگ رہے ہو، وہ یقیناً تمہیں آنے ہی والی ہے۔“

مرحوم اور محروم انسان:

مسلمانو! ایامِ رمضان زمانے کے سر کا تاج ہیں، جس پر ان دنوں میں رحم کر دیا گیا، وہ مرحوم ہے اور جو اس ماہ کی خیر و بھلائی نہ پاسکا وہ محروم ہے۔ جو شخص ان دنوں میں اپنی آخری زندگی کے لیے زادِ راہ اکٹھا نہ کر سکا، وہ ملامت زدہ اور بڑا ہی ظالم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: آمین، آمین، آمین۔ صحابہ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے منبر پر چڑھ کر تین مرتبہ آمین آمین آمین کیوں کہا تھا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ جِبْرِيلَ أَنَايُ فَقَالَ: مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَكَمْ يُغْفِرُ لَهُ فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ قُلْ: آمِينَ فَقُلْتُ: آمِينَ...»<sup>①</sup>

”میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور انھوں نے کہا تھا کہ جو شخص رمضان کا مہینا پائے اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو اور جہنم میں ڈالا جائے، اسے اللہ اپنی رحمتوں سے دور کرے، آپ کہیے: آمین، تو میں نے کہا تھا: آمین....“

### کوٹاہی چھوڑو:

ماہِ رمضان میں کوٹاہی کرنے والو! کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہاری زندگی میں پھر بھی یہ مہینا ضرور آئے گا اور تم اس آنے والے رمضان تک زندہ رہو گے؟ اس ماہ کے حقوق ادا کرو اور اپنے ظاہر و پوشیدہ اعمال و افعال میں اللہ سے ڈرتے رہو اور اس بات کا یقین رکھو کہ تمہارے ساتھ دو فرشتے (کرمانا کاتبین) عمر بھر کے لیے لگائے گئے ہیں، جو تمہارے پل پل کے افعال کو لکھتے جا رہے ہیں، لہذا اپنے افعال کو اس سے پوشیدہ ہرگز نہ سمجھو، جس سے تمہاری کوئی چیز ہرگز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

### روزے کے مفہوم کی وسعت اور آداب:

مسلمانو! ہم سب پر واجب ہے کہ اس ماہِ رمضان کی تعظیم و تکریم کریں اور ہرگز اس کی توہین نہ کریں۔ کیا آپ نے فضول گوئی و بدنظری سے پرہیز کیا؟ اپنے اعضا کو لہو و لعب سے روکا؟ کیا آپ نے سفر پر کام دینے والا زارِ راہ تیار کر لیا ہے؟ کہیں آپ ان لوگوں میں سے تو نہیں جو اس ماہ میں بھی غلط کاری، گھٹیا روش اور اللہ کی ناراضی والے کاموں کا ارتکاب کیے چلے جاتے ہیں؟ کیا آپ ان میں سے تو نہیں جو متاعِ دنیا اکٹھی کرنے کے پیچھے ہلکان ہوئے جاتے ہیں، گویا وہ پیدا ہی اسی لیے کیے گئے ہوں؟ یا آپ ان میں سے تو نہیں جنہوں نے اپنے آپ کو گمراہی کے راستے پر ڈال کر ہلاک کرنے کی ٹھان رکھی ہے؟

خبردار! ایسا ہرگز نہ ہونے پائے، اس ماہ میں اپنی آنکھوں پر کنٹرول کریں، اپنی زبان پر پھرے لگائیں اور ہر قدم پھونک کر رکھیں۔ یہ باتیں تو ہر وقت ہی واجب و ضروری ہیں، مگر ماہِ رمضان کے مقام و مرتبے کی وجہ سے ان کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

① الأدب المفرد (۶۶۶) صحیح ابن خزيمة، رقم الحدیث (۱۸۸۸) صحیح ابن حبان، برقم (۹۰۷)

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»<sup>①</sup>

”جس نے جھوٹ بولنا، اس پر عمل کرنا اور جاہلانہ رویہ نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ کو اس کے محض کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«رُبَّ صَائِمٍ حَظَّهُ مِنْ صِيَامِهِ الْجُوعُ وَالْعَطَشُ»

”کئی روزے دار وہ ہیں جنہیں روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا (کوئی اجر و ثواب) نہیں ملتا۔“<sup>②</sup>

سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«إِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ وَبَصْرُكَ وَلِسَانُكَ عَنِ الْكَذِبِ وَالْمَأْتَمِ،  
وَدَعْ أَذَى الْخَادِمِ، وَلْيَكُنْ عَلَيْكَ وَقَارٌ وَسَكِينَةٌ يَوْمَ صِيَامِكَ، وَلَا تَجْعَلْ  
يَوْمَ فِطْرِكَ وَيَوْمَ صِيَامِكَ سَوَاءً»<sup>③</sup>

”جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کانوں، آنکھوں اور زبان کا بھی (جھوٹ اور محارم سے) روزہ ہونا چاہیے، پڑوسی کو اذیت نہ پہنچائیں، تم پر ایک سکون و وقار نظر آنا چاہیے۔ اپنے روزے کے دن اور روزے کے بغیر والے دن کو ایک جیسا نہ کرو۔“

### صالحین کا راستہ:

اللہ کے بندے! مسلم قوم اعمالِ صالحہ کے لیے جدوجہد کر رہی ہے اور تم ہاتھوں پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہو۔ وہ قربِ الہی پانے میں مشغول ہیں اور تو دور بیٹھا ہے۔ وہ راتوں کو قیام کرتے ہیں اور تو سویا رہتا ہے۔ وہ نصیحت قبول کر رہے ہیں اور تم بھگوڑے بن رہے ہو۔ بندے قیام میں ہیں جبکہ تم ان میں نہیں ملتے، اگر نیک و صالح لوگوں کو دیکھیں تو تم ان میں سے بھی نہیں پائے جاتے۔ تم کھوٹے سگے سے مال خریدنے اور نجات پانے کے چکر میں لگتے ہو۔ نہ نماز، نہ دعا و مناجات، نہ توبہ و اتابت اور نہ صدق و صفائے قلب، آخریوں نجات کیسے پاؤ گے؟

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۹۰۳)

② مسند أحمد، رقم الحدیث (۸۸۵۶) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۱۶۹۰)

③ الزهد لابن المبارك، رقم الحدیث (۱۳۰۸) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث (۸۸۸۰)

صالحین تو ماہِ رمضان کی راتوں میں قیام کر رہے ہیں، اللہ کا خوف ان کے دلوں پر چھا چکا ہے، جس سے ان کی آنکھوں کی نیند اچاٹ ہو گئی ہے۔ خوفِ الہی سے ان کی آنکھیں اشکبار ہیں، آنسوؤں کی برسات برسا رہی ہیں، اس کے خوف ہی سے ان کے دل پیچھے ہوئے اور انتہائی نرم ہو گئے ہیں، راتوں کی تاریکیوں میں جب لوگ محو خواب یا سوئے ہوئے ہوتے ہیں تو وہ اللہ کی عبادت میں محو و مگن ہوتے ہیں، وہ صالح لوگ ہیں، وہ عمداً گناہ پر گناہ کرتے چلے جانے والے عادی گناہ گار و فاجر نہیں ہیں۔

اپنے خالق کی نافرمانی میں رات گزارنے والے! رمضان کی مبارک راتوں کو حرام امور و اشیاء اور گناہوں سے لت پت کرنے والے! کس قدر نقصان و خسارے کی بات ہے کہ اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی خسارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تم اہل ایمان و یقین، توبہ تائب ہونے والوں کی جماعت اور مغفرت و بخشش طلب کرنے والوں کے قافلے دیکھتے ہو جو رات کی گھڑیوں میں اللہ کا قرب و رضا پا گئے، مگر تم ٹس سے مس نہ ہوئے اور راندہ درگاہ اور حرام نصیب ہی رہے۔

اب بھی وقت ہے، اس جاتے ہوئے رمضان ہی کو صحیح معنوں میں پالو، لہو و لعب کو ایک طرف چھوڑو، کاروانِ صالحین میں مل جاؤ اور عبودیت و بندگی کی منازل طے کرنے کے لیے فرائض و نوافل ادا کرنے میں جُٹ جاؤ، زندگی کو اپنے پروردگار کی عبادت سے معمور کر دو، ماہِ رمضان کے بقیہ ایام میں نماز تراویح پڑھو اور قیام اللیل کرو۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”جس نے ایمان کی حالت میں حصولِ رضا و ثواب کے لیے ماہِ رمضان میں قیام اللیل کا اہتمام کیا، اس کے پچھلے تمام گناہ بخشے گئے اور جس نے لیلۃ القدر کا ایمان کے ساتھ اور ثواب کے لیے قیام کیا، اس کے پچھلے تمام گناہ بخشے گئے“<sup>①</sup>

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسْبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ»<sup>②</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۰۱۴، ۳۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۵۹، ۷۶۰)

② سنن أبی داؤد، رقم الحدیث (۱۳۷۵) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۸۰۶) سنن النسائی، رقم الحدیث

(۱۶۰۵) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۱۳۲۷)

”اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور آخر تک اس کے ساتھ ہی رہتا ہے تو اس کے لیے اس پوری رات کے قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے۔“

### تلاوت و تدبیرِ قرآن:

مسلمانو! ماہِ رمضان، ماہِ تلاوت و نزولِ قرآن ہے۔ اس میں قرآنی آیات پر تدبیر و تفکر کرنا چاہیے، قرآن کے الفاظ کا معنی و تفسیر پڑھنا چاہیے اور قرا و حفاظِ قرآن جیسے اہل علم کی طرف رجوع کرنا چاہیے، حفظ کیے ہوئے قرآن کو بار بار دہرانے، تکرار کے ساتھ اس کا دور کرنے اور شب و روز کثرت سے پڑھنے کے ذریعے مزید حفظ و ضبط میں لانا چاہیے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا حکم ہے:

«اسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَلَهُوَ أَشَدُّ تَفْصِيًّا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النِّعَمِ بِعُقُلِهَا»<sup>①</sup>

”قرآن کو یاد کرتے رہا کرو، یہ رسی کے بغیر باندھے گئے جانور سے بھی زیادہ جلدی سے لوگوں کے سینوں سے نکل بھاگنے والا ہے۔“

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ، فَوَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَهَوَ أَشَدُّ تَفْلُتًا مِنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا»<sup>②</sup>

”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے، حافظِ قرآن کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی نے اونٹ کے گھٹنے کو رسی باندھی ہوئی ہو، اگر وہ اسے پکڑے رکھے گا تو وہ اس کے پاس رہے گا اور اگر وہ اس رسی کو کھول دے گا تو وہ بھاگ جائے گا۔“

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

«إِذَا قَامَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ فَقَرَأَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ذِكْرًا، وَإِذَا لَمْ يَقُمْ بِهِ نَسِيَةً»<sup>③</sup>

”اگر حافظِ قرآن شب و روز اسے پڑھتا اور یاد کرتا رہے گا تو وہ اسے یاد رہے گا اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اسے بھلا دے گا۔“

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۰۳۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۹۰)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۰۳۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۹۱)

③ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۸۹)

کہتے ہیں کہ جو تکرار کے ساتھ بار بار ہوگا وہ ٹھہر جائے گا اور جو تکرار کے ساتھ نہ ہوگا وہ قرار نہ پاسکے گا۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ کتابِ مبارک دے کر ایک عظیم شرف سے نوازا ہے، اس کی آیات پر تدبر اور اس کی بینات پر تفکر کرتے رہا کرو، اس کی پند و نصائح کو قبول کرو، تدبر و تفکر کے بغیر تیز تیز قرآن پڑھنے والے نہ بنو۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے انہیں بتایا کہ وہ ایک ہی رکعت میں سورت ق یا حجرات سے تا آخر قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے کہا:

”جلدی جلدی تدبر کے بغیر پڑھا ہوگا جیسے شعر پڑھے جاتے ہیں، بیشک کچھ لوگ قرآن تو پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا، ہاں! اگر قرآن کی تلاوت کا اثر دل پر واقع ہو اور اس میں ثبوت ہو جائے تو وہ قراءت و تلاوت فائدہ مند ہے۔“<sup>①</sup>

نیز انہی کا قول ہے:

”قرآن کو شعروں کی طرح جلدی جلدی تدبر کے بغیر نہ پڑھو اور نہ اسے خراب کی طرح بکھیرو (جو خشکی و سختی کی وجہ سے، باہم مربوط نہیں ہوتی) بلکہ اس میں نازل شدہ عجائبات پر غور کرو، اس کے ساتھ دل و حرکت دو اور تم میں سے کسی کی ساری کوشش صرف سورت کے آخر تک پہنچ جانے کی نہیں ہونی چاہیے۔“<sup>②</sup>

### تلاوتِ قرآن اور سلفِ امت:

سلفِ صالحین امت - رضی اللہ عنہم أجمعین - کثرت سے ختم قرآن کیا کرتے تھے۔ جب رمضان آتا تو اس ماہ کی فضیلت و شرف کی وجہ سے وہ اس میں اور بھی بڑھ جاتے تھے۔ ماہ رمضان کی ہر رات حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے۔<sup>③</sup> نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری سال میں جبرائیل علیہ السلام نے دو

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۸۲۲)

② مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث، (۸۷۳۳) شعب الإيمان، رقم الحدیث (۲۰۴)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۳۰۸)

مرتبہ مکمل قرآن کریم کا نبی مکرم ﷺ کے ساتھ دور کیا تھا۔<sup>(۱)</sup>

عبداللہ بن ادریس رضی اللہ عنہ کو موت آنے لگی تو ان کی بیٹی رونے لگی۔ انھوں نے اس سے کہا: ”اے میری بیٹی! رونیں، میں نے اس گھر میں چار ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا ہے۔“<sup>(۲)</sup>

کیا خوب وہ قوم تھی اور کیا خوب ان کا عمل تھا!!

### قرآن کے مطابق فیصلے:

امتِ اسلامیہ! یہ قرآن کریم تمہارے مابین پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ اگر یہ پہاڑوں پر نازل کیا گیا ہوتا تو وہ بھی خوفِ الہی سے پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ کیا ہم قرآن کے بیان کردہ منہاجِ مطہر پر چلے؟ کیا ہم نے اسے اپنی زندگی کے تمام پیش آمدہ مسائل میں نافذ کیا؟ کیا ہم نے اسے اپنے ظاہری اور پوشیدہ امور میں اپنا حکم و فیصل بنایا؟ ہر چھوٹا یا بڑا فعل اور ہر وہ تبدیلی و تغیر جو کتاب و سنت سے متناقض ہوگا، وہ فاعل کے لیے وبال و حسرت اور باعثِ شر ہوگا۔ جن لوگوں نے قرآن و سنت کو اپنا فیصل نہ بنایا، انھیں ہم نے ایسے عذاب میں مبتلا اور ایسی سزاؤں میں پھنسے دیکھا ہے، جو باعثِ زجر و توبیخ اور ذریعہٴ عبرت ہیں، لہذا قرآن کریم کو پوری قوت سے پکڑ لو اور اسے اپنے لیے باعثِ عزت جانو۔ فرائض ادا کرنے سے تمہیں اس مادی دنیا کی مشغولیات نہ روک دیں، یہ پوری دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی درجہ نہیں رکھتی۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [المائدہ: ۴۴]

”اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی (قرآن) کے مطابق فیصلے نہ کریں، وہ بچے کا کافر ہیں۔“

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [المائدہ: ۴۵]

”اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی (قرآن) کے مطابق فیصلے نہ کریں، وہی لوگ ظالم ہیں۔“

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ﴾ [المائدہ: ۴۷]

”اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی (قرآن) کے مطابق فیصلے نہ کریں، وہ فاسق

(بدکار) ہیں۔“

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۹۹۸)

(۲) تاریخ بغداد (۲۰/۹)

## جہنم سے آزادی کا مہینا:

مسلمانو! ماہِ رمضانِ جہنم کی آگ سے گلو خلاصی کا مہینا ہے، یہ شقاوت و بدبختی، ذلت و رسوائی اور حرماںِ نصیبی سے چھٹکارے کا مہینا ہے۔ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ - عِنْدَ كُلِّ بَطْرِ عَتَقَاءُ»<sup>①</sup>

”ہر روز افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔“

اور سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«إِنَّ لِلَّهِ - تَبَارَكَ وَتَعَالَى - عَتَقَاءَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ»<sup>②</sup>

”ماہِ رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں اللہ تعالیٰ لا تعداد لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا

فرماتا ہے۔“

لہذا بھرپور کوشش کر کے اپنی گردنوں اور اپنے جسموں کو جہنم سے آزاد کرو اور اپنے نفسوں کو اللہ سے اس کی عبادت کے عوض خرید لو۔

مسلمانو! یہ توبہ و استغفار، عجز و انکساری اور گزرگزانے اور اللہ کے در کے فقیر و سواہی بننے کا وقت ہے۔ یہ طلبِ غفران اور انابت و رجوع الی اللہ کا مہینا ہے، یہ اس صاحبِ فضل و کرم سے قبولیت حاصل کرنے کا مہینا ہے جس کا دروازہ کھٹکھٹانے والا کبھی مایوس نہیں لوٹا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز اور کلامِ فصیح و بلیغ میں فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ [التحریم: ۸]

”اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی و خالص توبہ کر لو۔“

توبہ کا ارادہ کرو تو بابتِ توبہ کو ہمیشہ کھلا ہی پاؤ گے۔ جنت کی قیمت بدن و روح دونوں سے ادا کرو اور جب تک مہلت اور موقع ملے، اللہ کی طرف لو لگا کر رکھو۔

## توبہ اور بخشش کا مہینا:

اللہ کے بندے! تیرے گناہوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ وہ آسمان کو چھونے لگے ہیں اور

① مسند أحمد (۲۵۶/۵) المعجم الكبير (۲۸۴/۸)

② مسند أحمد (۲۵۴/۲)



جہاں تک نظر جاسکتی ہے وہ وہاں تک پہنچ چکے ہیں، یہاں تک کہ اب ان کا شمار کرنا اور گناہ بھی مشکل ہو گیا ہے، گناہ اگرچہ اتنے ہو گئے ہیں پھر بھی فوراً توبہ کرو۔ اس میں ذرا بھی تردد و تامل نہ کرو، کیوں کہ اللہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا اور رجوع کرنے والے کی لرزشیں معاف کرتا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

« يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أَبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقَيْتَنِي لَا تَشْرِكُ بِي شَيْئًا لَا تَيْتَكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةٌ ①»

”اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: اے ابن آدم! تو جب بھی مجھے، پکارے اور مجھ سے امید لگائے، میں تمہیں بخش دوں گا، تیرے گناہ چاہے جتنے بھی ہوں گے، مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ کی کثرت کا یہ عالم ہو کہ وہ آسمان تک پہنچ گئے، پھر تم نے مجھ سے بخشش طلب کی تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے ابن آدم! تو اگر میرے پاس زمین کی پہنائیوں کے برابر بھی گناہ لے کر آیا مگر تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوگا، تو میں تمہیں زمین کی پہنائیوں کے برابر مغفرت سے نواز دوں گا۔“

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ہے:

« إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ ..... ②»

”اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو برائی کرنے والا تائب ہو جائے اور یہ سلسلہ اس دن تک جاری رہے گا جب تک مغرب سے سورج طلوع نہ ہو (قیامت نہ آجائے)۔“

مسلمانو! اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے، اپنے گناہ کا اقرار و اعتراف کرنے، گناہ کو یکسر ترک کر دینے اور آئندہ یہ گناہ نہ کرنے کا عزم بالجزم کرنے سے اللہ گناہ کو بخش دیتا ہے، اور توبہ کرنے والا

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۵۴۰)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۵۹)

ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو، لہذا موت کے اپنا پیچہ گاڑ دینے سے پہلے پہلے توبہ کر لو، کیونکہ موت آجانے کے بعد پھر زندگی عطا ہونے اور مافات کا عوض یا بدل ملنے کا کوئی موقع نہیں رہ جاتا، اس دن کوئی حیلہ بہانہ کام نہ آئے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [النور: ۳۱]

”اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو، تاکہ تم نجات پاؤ۔“

### اعتکاف:

اعتکاف ایک مسنون، کثیر النوائد اور عظیم المقاصد عمل ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد میں سے سب سے عظیم مقصد یہ ہوتا ہے کہ بندہ تمام مخلوقات سے نانا توڑ کر اپنے خالق سے رشتا جوڑ لے اور بندے کا اپنے خالق سے رشتا استوار کر لینا، تہذیبِ نفس اور اصلاحِ قلبی کے لیے بڑا موثر ہے۔ یہ اعتکاف ماہِ رمضان کے عشرہٴ اخیر میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے تاکہ لیلۃ القدر تلاش کی جاسکے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ - عَزَّ وَجَلَّ - ثُمَّ اعْتَكَفَ أَرْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ »<sup>①</sup>

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پانے تک ہر سال رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف فرماتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف کیا کرتی تھیں۔“  
امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”لوگوں پر تعجب ہے کہ یہ اعتکاف کو چھوڑ بیٹھے ہیں، حالانکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سے مدینہ تشریف لائے، تب سے لے کر وفات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اعتکاف ترک نہیں کیا۔“<sup>②</sup>

### اعتکاف کے بعض احکام اور احترامِ مسجد:

مسلمانو! اعتکاف کے احکام سمجھ لو اور جس مسجد میں اعتکاف کرنا ہے، اس کے آداب و احترام بھی یاد کر لو۔ تم میں سے جو شخص اعتکاف کرنا چاہے، جمہور اہل علم کے نزدیک اس کے لیے ضروری

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۰۱۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۱۷۲)

② فتح الباری (۴/ ۲۸۵)

ہے کہ وہ اکیسویں رات (بیسویں روزے کے) سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اپنی جائے اعتکاف میں داخل ہو جائے۔

### مصائب اور دعائیں:

مسلمانو! تمہارے عقیدے و دین کے رشتے سے کچھ بھائی ابتلا و آزمائش اور مصائب و مشکلات میں مبتلا ہیں، ان کے خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے، دشمن ان پر ٹوٹ پڑے ہیں، انھیں قتل و غارت، اذیت و عذاب اور ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، کسی ضعیف، البدن بوڑھے کو، کمزور و لاغر بیمار کو، عیال دار آدمی کو، معصوم و بے قصور اور مصائب و ہولناکیوں میں ناچار آنسو بہانے والی عورت کو، کسی کو بھی کسی بھی قسم کے حالات کے تحت معاف نہیں کیا جا رہا۔ ان لوگوں کے لیے پوری عاجزی و انکساری کے ساتھ دستِ دعا دراز کرو اور اللہ سے اپنی طرح طرح کی عبادتوں اور اپنی اطاعت کا واسطہ دے کر دعائیں کرو کہ وہ تمہارے ضعیف و بے کس اور بے گھر بھائیوں پر رحم فرمائے، اور انھیں کافر قوم سے نجات دلائے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«إِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَكَيْلَةَ دَعْوَةٍ مُسْتَجَابَةٍ»<sup>①</sup>

”ہر مسلمان کی ہر دن اور ہر رات میں ایک دعا قبول کی جاتی ہے۔“

اللہ کو دعا سے زیادہ پیاری چیز کوئی نہیں اور لوگوں سے سب سے کمزور وہ ہے جو دعا کرنے سے بھی عاجز آگیا ہو اور تقدیر کو صرف دعا ہی بدل سکتی ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

① مسند أحمد (۲/۲۵۴)

## تلاوت و تدبیرِ قرآن

امام و خطیب: فضیلة الشیخ علی عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

نعمتِ ایمان و قرآن:

اللہ کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان اور قرآن ہے۔ ایمان دلوں کا نور، بصیرتوں کی ضیا، انسان کی روح، عزت، وکرم اور قدر و منزلت ہے۔ ایمان سے عاری آدمی میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہوتی اور قرآن، ہدایت و نور، ہر خیر و بھلائی کی طرف دعوت دینے اور ہر شر و برائی سے روکنے والا، روح کی غذا اور جسم کے لیے باعثِ تہذیب و تزکیہ ہے۔ اس میں حلال و حرام کا تذکرہ اور قوانین و احکام کی تفصیل ہیں، جن کے ذریعے دنیا و آخرت کے احکام حاصل ہوتے ہیں۔ جو شخص اس کتابِ مقدس کو مضبوطی سے پکڑ لے گا، اللہ تعالیٰ اسے دنیاوی امور میں سے سب سے زیادہ رشد و ہدایت والے امور کی طرف ہدایت دے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا، وہ نقصان اٹھانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ

الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴾ [الإسراء: ۹]

”یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک

عمل کرتے ہیں، اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿ فَمَنْ اتَّبَعَ هَذَا هَدَايَ فَلَا يَضِلْ وَلَا يَشْقَى ﴿۱﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ

مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ﴿۲﴾ [طہ: ۱۳۳، ۱۳۴]

”جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بیکے گانہ شقاوت و تکلیف میں رہے گا، اور ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی اجیرن (تنگی میں) رہے گی اور ہم اسے روڑو قیامت اندھا اٹھائیں گے۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

”تَتَكْفَلُ اللَّهُ لِمَنْ عَمِلَ بِالْقُرْآنِ أَلَّا يَضِلَّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَسْتَقْبِلَ فِي الْآخِرَةِ“<sup>①</sup>

”اللہ نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ جو شخص قرآن پر عمل کرے گا، وہ نہ تو دنیا میں بیکے یا گمراہ ہوگا اور نہ آخرت ہی میں وہ شقاوت و بدبختی میں مبتلا ہوگا۔“

### معجزہ قرآن:

قرآن کریم ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ ہے جو دائمی و ابدی ہے۔ یہ قرآن بشری نسلوں کو مخاطب کرتا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ یہ عقل انسان کو طرح طرح کے دلائل و براہین کے ذریعے قائل کرتا ہے، تاکہ انسان حق کو قبول کرے اور اپنی مرضی اور اختیار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ اگر وہ حق سے اعراض کرے تو وہ بھی حق کو پہچان لینے کے بعد محض تکبر و انکار کے نتیجے میں ہو اور اللہ تعالیٰ کی حجت اس پر قائم ہو جائے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ إِلَّا أُوتِيَ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيَتْهُ وَحِيًّا ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا »<sup>②</sup>

”جتنے بھی انبیا کو اللہ نے مبعوث فرمایا ہے، ان میں سے ہر کسی کو ایسی چیز دی گئی جس پر پہلے بھی بشر کا ایمان تھا، جبکہ مجھے وحی سے نوازا گیا ہے اور مجھے امید ہے کہ سب سے زیادہ پیروکار میرے ہی ہوں گے۔“

### قرآن کا چیلنج:

قرآن کریم وہ معجزہ خالدہ ہے کہ جن و انس میں سے آج تک کوئی بھی اس جیسی کتاب نہیں

① تفسیر الطبری (۲۲۵/۱۶) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث (۳۴۷۸۱)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۹۸۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۵۲)

لا سکا، اور اگر یہ سب مل کر بھی کوشش کریں تو اس قرآنِ عظیم جیسا معجزہ قیامت تک نہیں لا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے چیلنج کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ لَّيْنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَا وَكُنَّ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴾ [الإسراء: ۸۸]

”کہہ دیجیے (اے نبی!) کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر بھی اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کی مثل لانا ناممکن ہے، گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔“

بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو جن و انس کے دونوں جہانوں کو چیلنج کیا ہے کہ وہ اس قرآن کی صرف دس سورتوں کی مثل ہی لے آئیں، مگر وہ ایسا ہرگز نہ کر سکیں گے، چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ مُفْتَرِيَتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَعْطَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴾ [هود: ۱۱۳]

”کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو خود اسی (محمد) نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ انہیں جواب دیجیے کہ پھر تم بھی اس کی مثل صرف دس سورتیں ہی گھڑی ہوئی لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا جسے بھی چاہو اپنے ساتھ ملا لو۔ اگر تم سچے ہو۔“ (تو یہ کر دکھاؤ)

ایک دوسرے مقام پر اس چیلنج کو اتنا مختصر کر دیا کہ کم از کم صرف ایک سورت ہی اس کے مثل لے آؤ، مگر وہ اس سے بھی عاجز آگئے، چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۰۱﴾ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴾ [البقرة: ۲۴، ۲۳]

”اور اگر تمہیں اس میں شک ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے (کہ وہ اس کا اپنا ساختہ و پرداختہ ہے) تو تم اگر سچے ہو تو صرف ایک سورت ہی اس کی مثل لے آؤ، اس اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو اور تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو پھر اس نارِ جہنم سے ڈرو، جس کا ایندھن لوگ (انسان) ہوں گے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ عظیم کو اپنے بندوں پر رحمت کرتے ہوئے ایک معجزہ بنا کر نازل فرمایا ہے، تاکہ انھیں معلوم ہو کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ حقیقی معبود اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے حقیقی رسول ہیں، کیونکہ قرآن کریم سب سے بڑی دلیل ہے، جو ہمیں ہمارے رب کی صفات کی خبر دیتی ہے، اور یہی قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ کی واجبی صفات کمال کیا کیا ہیں اور کن کن بلکہ کل نقائص و عیوب سے اس کی ذات گرامی پاک و منزہ ہے جو اس کی جلالت کے لائق ہی نہیں ہیں، چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿ تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ قَبَآئِي حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَتِهِ

يُؤْمِنُونَ ﴾ [الجاثية: ٦]

”یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنہیں ہم آپ کو حق و راستی سے سنا رہے ہیں، پس اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔“

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

﴿ تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴾ [البقرة: ٢٥٢]

”یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں، جنہیں ہم حقانیت کے ساتھ آپ پر پڑھتے ہیں۔ یقیناً آپ

رسولوں میں سے ہیں۔“

جو شخص قرآن کریم اور اس کے معجزہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتا، وہ خوارق عادات اور مشاہدہ آیات کو سمجھ سکتا ہے نہ وہ قرآن کے نظم بدیع میں اس کے اعجاز، اس کے حکیمانہ و دانشمندانہ قوانین، سنن کون اور اسرارِ خلق پر اس کے دلائل، بشری اجتماعت کی سنن کے لیے اس کے بیان، اس کی تعلیمات کے کامل و شامل ہونے، ماضی و مستقبل کی صحیح و سچی خبریں دینے، اس کے اغراض و مقاصد کی رفعت و بلندی اور انسان کی تمام جوانب و نواحی سے مکمل تہذیب و تربیت میں اعجاز القرآن کا صحیح ادراک حاصل کر سکتا ہے۔

خیر الامم:

امتِ اسلامیہ کو لوگوں کے لیے پہا کیا گیا ہے اور وہ اسی قرآن کریم ہی کی بدولت ”خیر الامم“ (تمام امتوں میں سے بہترین امت) قرار پائی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ لَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ حَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَ أَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱۱۰﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

”تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں مومن بھی ہیں لیکن اکثر فاسق ہیں۔“

پوری تاریخِ انسانیت میں امتِ اسلامیہ سے زیادہ رحم دل، عدل پسند اور خوش معاملہ دوسری کوئی امت نہیں گزری۔ مسلمانو! اس وقت تم اس بات کے شدید ضرورت مند ہو کہ اپنے آپ کو ان صفات سے متصف کرو جن پر عمل پیرا ہونے کی قرآن نے دعوت دی ہے، اس کے اوامر کی اطاعت، اس کے نواہی سے دوری، اس کے حلال کردہ امور و اشیا کو حلال ماننا اور حرام کردہ کو حرام سمجھنا، اس کی محکم آیات پر عمل اور اس کی مشابہات پر ایمان لانا تمہارے لیے سخت ضروری ہے۔

قرآن کریم انسان کے لیے پھل پھول تب لاتا ہے، وہ اسے جادہ حق پر تب چلاتا ہے اور اسے اپنے رنگ میں تب رنگتا ہے جب نفسِ انسانی اسے قبول کرنے کے لیے تیار ہو، دل اس کے انوار کی آماج گاہ بنیں اور انسانی جسم کے تمام اعضا اس کی ترغیب و ترہیب اور وعدہ و وعید کو پوری خشیتِ الہی اور خشوع و خضوع کے ساتھ قبول کریں، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ [الزمر: ۲۳]

”اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیات کا مجموعہ ہے، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں، پھر ان کے جسم و جان اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت جس کے ذریعے وہ جسے چاہے راہِ راست پر لگا دیتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ہی راہ بھلا دے، اس کا کوئی ہادی (راستہ دکھانے والا) نہیں۔“



## ماہِ رمضان... موسمِ قرآن:

مناسب وقت نفسِ انسانی میں قرآنی تاثیر کو بڑھانے میں مدد کرتا ہے، کیونکہ قرآن روح کی غذا ہے۔ ماہِ رمضان میں جسم پر نفسِ امارہ کی حکومت و اقتدار کا زور ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ روزے کی وجہ سے بدن کی غذا کم ہو جاتی ہے اور قرآنی غذا کی وجہ سے روحانیت بڑھ جاتی اور تقویت اختیار کر جاتی ہے، جس کے نتیجے میں مسلمان اللہ کے کلام سے بھرپور فائدہ اٹھاتا اور اس کی تلاوت سے لذت و حلاوت پاتا ہے اور یہ تلاوت قرآن اس کی روح کی غذا اور زندگی ہے۔ قرآن کریم نفع آور بارش کی طرح ہے، نفسِ انسانی زمین کی طرح ہے، اور ماہِ رمضان اس بارانِ رحمت کے نزول کا مناسب وقت ہے، جو زمین میں ہر طرح کے پھل پھول اور خوبصورت نباتات و سبزیات اگاتی ہے۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قِيلَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَّاءَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبٌ، أُمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَفَنَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرَبُوا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَ طَائِفَةٌ مِّنْهَا أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قَيْعَانٌ، لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تَنْبِتُ كَلًّا، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقَهُ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ ۝»

”اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت و علم دے کر مبعوث فرمایا ہے، اس کی مثال اس بارش کی ہے جو کسی زمین پر برے، اس زمین کے بعض اچھے حصے سے قبول کر لیتے اور انتہائی خوبصورت و بے شمار گھاس پھوس و نباتات اگاتے ہیں اور بعض بخر حصے ہوتے ہیں جو پانی کو روک رکھتے ہیں جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے، وہ اس سے خود پیتے، جانوروں کو پلاتے اور اپنی کھیتی باڑی کو سیراب کرتے ہیں اور وہ بارش زمین کے بعض ایسے حصوں پر بھی برسی جو چھیل ہیں، نہ تو پانی کو روک کر رکھ سکتے ہیں اور نہ نباتات و گھاس ہی اگاتے

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۹) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲۸۲)

یہی ہے ان لوگوں کی مثال جو دین کا علم حاصل کرتے اور دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں، علم سیکھتے اور دوسروں کو سکھاتے ہیں اور ان لوگوں کی جو علم و ہدایت کے لیے سر اٹھاتے ہیں نہ سیکھتے اور نہ اسے قبول کرتے ہیں جو میں لے کر آیا ہوں۔“

### تلاوت و تدبیر قرآن:

اللہ کے بندو! ماہِ رمضان کے بقیہ حصے کو اپنے لیے غنیمت سمجھو۔ یہ مہینا ماہِ قرآن ہے۔ اس میں کثرت سے تلاوت قرآن کریں، اس کے معانی و مفاہیم پر تدبیر و تفکر کریں اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کریں۔ سلف صالحین امت اس ماہ میں تلاوت قرآن کے لیے دیگر علمی امور سے فارغ ہو جاتے تھے، اور ذکرِ الہی سے رطب اللسان رہتے۔ ان میں سے بعض لوگ ماہِ رمضان میں صرف سات دنوں میں قرآن ختم کر دیتے تھے، بعض صرف تین ہی دنوں میں ختم کر دیا کرتے تھے اور بعض صرف ایک ہی رات میں قرآن ختم کر دیا کرتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

### اصحابِ قرآن:

جس نے قرآن کریم پر عمل کیا، وہ اصحابِ قرآن میں سے ہے، چاہے وہ قرآن کا حافظ نہ بھی ہو، اور جس نے قرآن پر عمل نہ کیا وہ اصحابِ قرآن میں سے نہیں ہے، چاہے وہ اس کا حافظ ہی کیوں نہ ہو۔ جو شخص قرآن کے بعض حصوں کا حافظ ہو، اسے چاہیے کہ حفظ کیے ہوئے حصے کو کثرت اور تکرار سے پڑھتا رہے۔

### جو د و سخا:

مسلمانو! اس فضیلت و برکت والے مہینے میں کثرت سے نیکیاں کرو، فقرا و مساکین اور محتاجوں پر احسان کرو، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کا یہی عملِ مبارک تھا، چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال میں ایک مرتبہ ماہِ رمضان میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے، اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری سال میں دو مرتبہ دور کیا۔<sup>(۲)</sup> جن دنوں آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے تھے، ان دنوں آپ ﷺ کے جو د و سخا کا عالم یہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ تیز ہواؤں سے بھی سخاوت میں بڑھ جاتے تھے۔<sup>(۳)</sup>

(۱) یہ روایت (ایک رات میں ختم قرآن) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، مگر اس روایت کی سند صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ناقابلِ حجت ہے۔ [منزہم]

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۴۵۰)

(۳) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۲۲۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۳۰۸)

## نمازوں کا اہتمام:

اللہ کے بندو! نماز کا خصوصی خیال رکھو، یہ نماز دین کا ستون اور فحاشی و برائی کے کاموں سے روکنے والی ہے، جس نے اس کی حفاظت کی، اس نے اپنے آپ کی اور اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا، اس نے اپنے آپ کو اور اپنے دین کو کھوہ دیا۔ قیامت کے دن بندے سے جس چیز کے بارے میں پہلے باز پرس ہوگی وہ نماز ہی ہے، اگر یہ قبول ہوگی تو باقی سارے اعمال بھی شرفِ قبولیت حاصل کر لیں گے اور اگر یہ رد کر دی گئی تو دیگر تمام اعمال بھی رد کر دیے جائیں گے اور تارکب نماز کو کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہونے والے دوسرے لوگوں کے ساتھ ہی تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔

## زکات ادا کرو:

اپنے اموال کی زکات ادا کرو، ورنہ انہی اموال کے ذریعے موت کے بعد عذاب دیے جاؤ گے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

«مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثَلَّ لَهٗ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيئَاتٍ يُطَوِّفُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلَهْزِمَتِهِ يَعْنِي بِشِدْقِيهِ ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا مَالِكٌ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا: لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ... الْآيَةَ»<sup>(۱)</sup>

”جو مال دار بھی اپنے اموال کی زکات ادا نہ کرتا ہوگا، قیامت کے دن اس کا وہی مال بہت بڑا زہریلا اژدھا بن کر آئے گا، جس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے، اس اژدھے کا طوق بنا کر اُس انسان کی گردن میں ڈالا جائے گا، پھر وہ جہڑوں سے پکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا خزانہ ہوں، میں تیرا مال ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت: ﴿لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ...﴾ تلاوت کی۔“

## تدارک اور تلافی مافات:

جس حد تک بھی ممکن ہو، اس ماہ کو اچھے اچھے اعمال کے ساتھ مکمل کرو، کیونکہ اعمال کا دارومدار ان کے خاتمے پر ہے، جس نے روزوں کے مہینا کا آغاز اچھے اور نیک اعمال سے کیا، اسے چاہیے کہ اس توفیق پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اسی طرزِ عمل پر قائم رہے۔ جس سے شروع ماہ میں کوتاہیاں ہوئیں، اسے چاہیے

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۳۶۴، ۴۱۹۸)

کہ اس کے بقیہ ایام میں ان کا تدارک کرے اور اس کے آخری حصے میں بھرپور اعمالِ صالحہ انجام دے۔  
روزوں کا تحفظ:

اپنے روزوں کا تحفظ کریں، نگاہیں نیچی رکھیں، زبان پر قابو رکھیں، لوگوں کو اذیت پہنچانے سے گریز کریں، نیک اعمال و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کریں۔ یہ تمہارے اعمال میں افضل ترین اور اللہ کو محبوب ترین اعمال میں سے ہے۔

### دعاؤں کی کثرت:

مسلمانو! شب و روز کی گھڑیوں میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے، ان کے ائمہ و عوام کے لیے کثرت سے دعائیں کریں۔ مسلمانوں کے معصوم و شیرخوار بچے، بے کس ٹیڑھی کمروں والے بوڑھے، بے آسرا عورتیں اور بے گناہ لوگ ناکرہ جرائم پر قتل و ظلم اور جبر و استبداد کی چکی میں پس رہے ہیں اور یہ ظلم و جبر اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَ سَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاءِ وَ الضَّرَّاءِ وَ الْكُلُوبِيْنَ الْعَظِيْمَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاَحْسَهٗ اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَ جَنَّتْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۲۰۲﴾

[آل عمران: ۱۹۳ تا ۱۹۶]

”اپنے رب کی طرف سے مغفرت و بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو، جس کی چوڑائی ان آسمانوں اور زمین کی پہنائیوں کے برابر ہے اور وہ متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو لوگ آسانی میں اور سختی میں ہر موقع پر اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں سے محبت کرتا ہے، جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ کے سوا کون گناہوں

کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ جان بوجھ کر کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔ انہیں کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان نیک کام کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے۔“

یہ اللہ کی رحمت و حکمت اور اس کے علم و قدرت کا احاطہ ہے کہ اس نے ہمارے لیے فضیلت والے مہینے، شرف و عظمت والے شب و روز اور خیر و برکت والی گھڑیاں بیان کر دی ہیں، تاکہ ہم ان میں اللہ کی مشروع کردہ اطاعت و عبادت کر کے اس کی رضا و رحمت اور خیر و برکت حاصل کر سکیں۔ جس نے خلوص نیت اور عملِ بالئہ کے ساتھ اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، اللہ اس کے لیے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اس ماہ میں فضیلت والی راتوں اور عزت و شرف والی گھڑیوں میں سے ایک لیلۃ القدر بھی ہے، جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں فرما کر اس کی قدر و منزلت کو چار چاند لگا دیے ہیں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ

مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ [القدر: ۱ تا ۳]

”ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے اور آپ کو کیا معلوم ہے کہ یہ

لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار ماہ سے بہتر ہے۔“

یعنی اس ایک رات کی عبادت ان ایک ہزار ماہ سے بھی بہتر ہے، جن میں یہ لیلۃ القدر نہ

ہو۔ ایک حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»<sup>①</sup>

”جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس سے حصولِ ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کا

قیام کر لیا، اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہو گئے۔“

یہ رات ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹) میں ہے۔<sup>②</sup>

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۴۰۳)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۰۲۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۱۷۴)

## الوداع... اے ماہِ رمضان

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الشیبی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندوں کی طرف علمِ جنت بلند کیا گیا تو انہوں نے حصولِ جنت کے لیے کمر کس لی۔ ان کے لیے سیدھا راستہ واضح کیا گیا تو وہ اس پر استقامت کے ساتھ چل دیے، کیوں کہ انہیں یقین ہے کہ سارے کا سارا منافع صرف اسی میں ہے کہ جب وہ اللہ کے حضور جمع کیے جائیں تو انہیں وہاں سرخروئی حاصل ہو۔ ان کے قلب و جان اس بات کے مشتاق ہیں کہ وہ اس جنت کو پالیں جس کے اللہ تعالیٰ نے وعدے کیے ہیں:

﴿ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًا ﴾

[مریم: 61]

”ہمیشگی والی جنتوں میں جن کا غائبانہ وعدہ اللہ مہربان نے اپنے بندوں سے کیا ہے، بے شک اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔“

وہ جنتیں جن میں اقامت دائمی ہوگی، دنیاوی جنات و باغات کی طرح محض عارضی اقامت نہیں ہوگی۔ ان جنتوں کا اللہ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کے وعدے میں کوئی خلاف ورزی نہیں، وہ لامحالہ ان جنتوں میں جائیں گے۔

نعیمِ جنت کے چند اوصاف:

وہ جنت ایسی ہے کہ اگر کسی کو اس میں صرف ایک نظر ڈال لینے دی جائے، تو اسے تمام مایوسیاں اور دکھ غم بھول جائیں گے، جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَيُوتَىٰ بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِيهِ الْجَنَّةُ فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟! هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللَّهِ مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ»<sup>①</sup>

”اہل جنت میں سے ایسے شخص کو جنت کا ایک نظارہ دکھایا جائے گا جو دنیا میں سخت تنگی و مایوسی کی زندگی گزار کر گیا ہوگا، اس کو جنت کا نظارہ دکھا کر پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم! کیا دنیا میں تو نے کبھی کوئی تنگی ترشی دیکھی ہے؟ کیا کبھی تجھ پر کوئی سخت و مشکل وقت آیا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! تیری قسم ہے مجھ پر کبھی کوئی تنگی و مایوسی کا وقت نہیں گزرا اور نہ کبھی میں نے کوئی سختی و مشکل دیکھی ہے۔“

یہ جنت اللہ نے اپنے پیاروں کا ٹھکانا بنائی ہے اور اسے اپنی رحمت و کرم اور رضوان و خوشنودی سے بھر رکھا ہے، اس کی نعمتوں کے حصول کو بہت بڑی کامیابی قرار دیا ہے، ہر طرح کی خیر و بھلائی اس میں ودیعت کر دی ہے اور اسے ہر قسم کے عیب و نقص اور آفت سے پاک کر رکھا ہے۔

اگر آپ اس جنت کی زمین اور مٹی کے بارے میں پوچھیں تو وہ کستوری اور زعفران سے عبارت ہیں اور اگر جنت کی چھت کے بارے میں پوچھیں گے تو وہ چھت عرش الہی ہے۔ اگر آپ جنت کی زینت کے بارے میں پوچھیں تو وہ ”لؤلؤ“ (موتی) جواہرات اور مرجان (موٹگے) ہیں۔ اگر اس کی کسی عمارت کے بارے میں سوال کریں تو وہ ایسی دیواروں پر مشتمل ہے، جس کی ایک اینٹ چاندی کی ہے تو دوسری سونے کی، اگر اس کی نہروں کے بارے میں استفسار کریں تو اس میں پینے والی بعض نہریں میٹھے، باسی نہ ہونے والے پانی کی ہیں، بعض ایسے دودھ کی ہیں، جس کا مزہ کبھی تبدیل اور خراب نہیں ہوگا، بعض اس شراب کی نہریں ہیں، جو پینے والوں کے لیے انتہائی لذت کا باعث ہیں اور بعض نہریں خالص و صاف شہد کی ہیں۔<sup>②</sup>

اگر اہل جنت کے کھانے کے بارے میں پوچھیں، تو وہ ان کے من پسند پھلوں اور دل چاہے پرندوں کے گوشت پر مشتمل ہوگا۔ اگر ان کے مشروبات کے بارے میں پوچھیں تو وہ زنجبیل (ادرک) اور کافور پر مشتمل ہوگا۔ اگر جنت کے برتنوں کے بارے میں پوچھیں تو وہ سونے چاندی کے بنے ہوئے اور شیشے کی طرح صاف و چمکدار ہوں گے۔ اگر اہل جنت کے لباس کے بارے میں پوچھیں تو

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۰۷)

② دیکھیں: سورت محمد [آیت: ۱۵]

وہ سونے کی تاروں اور ریشم سے تیار کردہ ہوگا اور اگر ان کے بستروں کے بارے میں پوچھیں تو وہ ایسے ہونگے کہ ان کا استر بھی استبرق کا ہوگا اور وہ بلند مراتب پر بچھائے گئے ہوں گے۔ اہل جنت کے چہروں اور ان کے حسن و جمال کے بارے میں پوچھیں تو وہ چودھویں کے چاند کی طرح خوبصورت ہوں گے اور اگر ان کی عمر کے بارے میں سوال کریں تو وہ تمام ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی شکل و صورت میں تینتیس تینتیس (۳۳، ۳۳) سال کی عمر کے بھرپور جوان ہوں گے۔ اے اللہ! اے ارحم الراحمین! ہم سب کو اہل جنت میں سے بنا۔

### وداعِ رمضان:

آجکل دنیائے اسلام اور امتِ اسلامیہ ماہِ رمضان کو الوداع کہنے والی ہے، لیکن وہ اپنے خونیں مصائب و آلام کو الوداع نہ کہہ سکے۔ امت گہرے زخموں سے چور اور مصائب کے دن گزار رہی ہے۔ امت کے زخم ارضِ مقدس فلسطین و شام اور دیگر ممالک میں رستے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔ ایک ایسی جنگ جاری ہے جو انتہائی درندگی بردوش ہے۔ تمام اخلاقی حدود اور عالمی قواعد و ضوابط کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں، اسلام اور اس کے سرچشموں کو ختم کرنے کے لیے یہ جنگ جاری رکھی گئی ہے۔ امت کو طرح طرح کے دھوؤں اور سخت مشکلات میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ اگر یہ سب کچھ نہیں بلکہ اس سب کچھ کا ایک حصہ بھی غیر مسلم قوم پر گزرتا تو وہ پوری قوم دنیا ہی سے مٹ جاتی، لیکن عقیدہ و ایمان کی قوت ایسی چیز ہے کہ اس کے سرچشمے تمام تر مشکلات و مصائب کے باوجود بھی تازہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس امت کے لیے روشن و تابناک مستقبل کی قوی امیدیں ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ امتِ اسلامیہ کے مسائل کی مدد و نصرت پر کمر بستہ رہیں، صبر و ضبطِ نفس سے کام لیں، پر خلوص دعائیں کریں اور سخت طوفانوں کے سامنے صرف اللہ ہی سے مدد طلب کرتے رہیں۔ تمام مشکلات و مصائب چھٹ جانے تک دعائیں جاری رکھیں جو سب ایک دن چھٹ جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے معمولی امر ہے، اس کے لیے یہ کوئی بڑی بات ہرگز نہیں ہے۔

### عید کے شب و روز:

عقربین پوری امتِ اسلامیہ رمضان کے اختتام پر ایک تقریب اور عید کی خوشیاں منانے والی ہے۔ عید کے شب و روز کے دوران میں بعض قولی و عملی امور مستحب ہیں، مثلاً: ہلالِ عید دیکھنے



سے لے کر نماز عید ادا کرنے تک پوری رات کے دوران میں اور عید کے لیے جاتے ہوئے تکبیرات پڑھنا شروع ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

[البقرة: ۱۸۵]

”وہ (اللہ) چاہتا ہے کہ تم گنتی (روزوں کی) پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں (تکبیرات) بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ تکبیریں پڑھا کرتے تھے:

«اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ»<sup>①</sup>

”اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اور ہر قسم کی تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنے، اس کی عبادت کا اظہار کرنے اور اللہ کی تعظیم کا اعلان کرنے کے لیے مردوں کے لیے مسنون یہ ہے کہ وہ مساجد، بازاروں اور گھروں میں بلند آواز سے تکبیریں کہیں۔

صدقہ فطر (فطرانہ):

برادرانِ اسلام! آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے صدقہ فطر (فطرانہ) مشروع کیا ہے۔ یہ روزے دار سے سرزد ہونے والی لغویات وغیرہ سے طہارت کا ذریعہ اور مساکین کے لیے روزی روٹی کا باعث ہے۔ یہ ایک صاع (2.5 کلوگرام) جو، کھجور، منقا اور چاول وغیرہ غلے سے دینا ہے۔ صدقہ فطر چھوٹے بڑے، نرمادہ اور آزاد و غلام؛ ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس کے ادا کرنے کا وقت فضیلت نماز عید سے قبل ہے، اور عید سے دو ایک دن پہلے بھی ادا کرنا جائز ہے، البتہ عذر کے بغیر نماز عید سے قبل تاخیر کرنا جائز نہیں۔

زیب وزینت:

مردوں کے لیے عید گاہ کی طرف جانے سے قبل غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

① مصنف ابن ابی شیبہ (۱/ ۴۸۸) المعجم الکبیر للطبرانی (۹/ ۳۰۷)

”نمازِ عید کی سنتیں تین ہیں: پیدل چل کر عید گاہ جانا، غسل کرنا اور عید کے لیے جانے سے پہلے کچھ کھا کر نکلنا۔“

اسی طرح خوبصورت لباس پہننا بھی مستحب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ایک جبہ ایسا تھا جسے آپ ﷺ جمعہ وعید کے دنوں میں پہنا کرتے تھے<sup>①</sup> اور صحیح سند سے ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید کے دن اپنے سب سے خوبصورت کپڑے پہنا کرتے تھے<sup>②</sup> البتہ عورتیں جب عید کے لیے نکلیں تو وہ زیب و زینت نہ کریں، کیونکہ انھیں غیر مردوں کے سامنے زیب و زینت کر کے آنا منع ہے، ایسے ہی عورتوں میں سے جو نمازِ عید پڑھنے کے لیے جانا چاہے، اس کے لیے خوشبو لگانا اور مردوں کے لیے فتنہ بننا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ تو صرف عبادت و اطاعتِ الہی کے لیے نکل رہی ہیں، ایسے میں مردوں کے سامنے بے پردگی اور خوشبو لگانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

عید الفطر سے قبل کچھ کھانا:

عید کے لیے روانگی سے قبل طاق عدد میں کچھ کھجوریں کھا کر جانا چاہیے، کیونکہ صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرَاتٍ»<sup>③</sup>

”نبی اکرم ﷺ کچھ کھجوریں کھائے بغیر عید (الفطر) کے لیے نہیں نکلا کرتے تھے۔“

اسی حدیث کی ایک روایت میں طاق عدد بھی مروی ہے۔ (کہ وہ ایک، تین، پانچ، سات وغیرہ ہوں)

عورتوں کا عید گاہ جانا:

عورتیں بھی مسلمانوں کے ساتھ عید گاہ میں نماز ادا کریں، حتیٰ کہ حائضہ عورتیں بھی جائیں، البتہ یہ حائضہ عورتیں نماز میں تو شریک نہ ہوں، ہاں خیر و برکت اور مسلمانوں کی دعاؤں میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔

① صحیح ابن خزيمة (۳/۱۳۲) اس کی سند میں ”جراح بن ارطاة“ مدلس ہے۔ نیز دیکھیں: صحیح البخاری،

رقم الحدیث (۸۸۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۰۶۸)

② سنن البیہقی (۳/۲۸۱) مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۴۸۱)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۹۵۳)

## عید مبارک کہنے کا طریقہ:

عید کی مبارک باد دینا بھی مستحب ہے، کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، مثلاً یوں کہیں: «تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَ مِنْكُمْ» ”اللہ ہماری اور آپ کی عبادت کو قبول فرمائے۔“ اسی طرح کے دوسرے مباح کلمات سے بھی مبارک باد کہی جاسکتی ہے۔<sup>①</sup>

## اصل عید کس کی؟

اصل عید اس کی ہے جس نے روزے رکھے اور راتوں کو قیام کیا، نیز عید ان لوگوں کے لیے ہے جن کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن ہے، وہ گناہوں سے پاک ہو گئے ہیں اور شیطان کے جال سے بھی نکل گئے ہیں۔

## عید کیسی ہو؟

مسلمانوں کی عید ایک ایسی تقریب ہے جس میں ناراضیاں، غم و غصے، حسد و بغض اور دلوں کے میل دور کیے جاتے ہیں اور شیطانی احساسات و جذبات پر غلبہ و قابو پاکر دلوں کو صاف کیا جاتا ہے۔ ان جذبات و احساسات پر قابو پانے کا ایک موقع ہے، جنہوں نے امت کو پارہ پارہ اور اسلامی اخوت کو تار تار کر دیا ہے۔ ہم اس عید کو اپنے اعزاء و اقارب، پڑوسیوں اور مسلم برادران کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کرنے کا ایک حقیقی موڑ کیوں نہ بنا لیں؟ ہم رسوم و رواج اور ظاہر داریوں سے آگے کیوں نہ نکل جائیں، تاکہ صاف دلوں اور پاک و طاہر نفوس سے عید کی خوشیاں منا سکیں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ اعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَ بِذِي الْقُرْبَىٰ وَ  
الْيَتَامَىٰ وَ الْمَسْكِينِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَ  
ابْنِ السَّبِيلِ وَ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴾

[النساء: ۳۶]

”اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، قرابت دار پڑوسیوں، ساتھ والے اجنبی

① دیکھیں: فتح الباری لابن حجر العسقلانی (۲/ ۴۴۶)

پڑوسیوں، اور پہلو کے ساتھی (بیوی) سے اور راہ کے مسافر سے، اور ان (غلاموں) سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی بھگانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔“

### سعادتِ مومن:

جب ہم اس ماہ مبارک تک پہنچ جاتے ہیں تو ہمارا رواں رواں سعادت و خوشی سے جھوم جھوم جاتا ہے۔ دل خوف و امید کے ملے۔ بے جذبہ کے مابین اور زبانیں ان دعاؤں سے تر ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے، آپ کے اور تمام مسلمانوں کے روزے اور قیام اللیل قبول فرمائے۔ ماہ رمضان کے گزرے ایام کی عبادات قبول فرمائے اور اس کے بقیہ ایام میں ہمیں برکات عطا فرمائے۔ مبارک و خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جن کے گناہوں کی مغفرت ہوگی، جن کی توبہ قبول ہوگی اور جن کی کوتاہیوں سے درگزر کر دیا گیا۔

### شکرِ الہی:

اس عظیم ماہ رمضان المبارک کے آخر میں ہم بندوں کو نعمتوں سے نوازنے والے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں روزے رکھنے اور راتوں کو قیام کرنے کی توفیق عطا کی، اس پر ان بندوں کی مدد و اعانت کی اور انہیں جہنم سے آزادی عطا کی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

[البقرة: ۱۸۵]

”وہ (اللہ) چاہتا ہے کہ تم کتنی (روزوں کی) پوری کر لو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں (تکبیرات) بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔“

### آج اور کل:

کتنی جلدی سے یہ راتیں گزر گئی ہیں؟ کل تک ہم رمضان کا استقبال کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور آج اسے الوداع کرنے کو تیار ہیں۔ معلوم نہیں کہ آئندہ سال اس کا استقبال کبھی پائیں گے یا اس سے پہلے موت دبوچ لے گی؟ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم پر اور تمام مسلمانوں پر اس ماہ کو طویل مدت تک بار بار لوٹائے۔

## توبہ و استغفار:

توبہ و استغفار پر اعمالِ صالحہ کا اختتام ہوتا ہے اور اسی پر ہم نماز، حج، قیام اللیل اور مجالس کا اختتام کرتے ہیں، اسی طرح روزوں کو بھی توبہ و استغفار ہی پر ختم کرنا چاہیے، تاکہ غفلت و بھول چوک اور تقصیر و انحراف کا کفارہ ہو سکے۔ استغفار دل سے تکبر و غرور اور اعمال پر فخر و مباہات کے احساس کو دور کرتا ہے بندے کو تقصیر و کوتاہی کا احساس ہوتا ہے، اور یہ شعور و احساس بندے کو رمضان کے بعد بھی عملِ صالح پر آمادہ کیے رکھتا ہے، جس سے نیکیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں، میزانِ حسنات و میزانِ صالحات بھاری ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں کے لیے توبہ و استغفار کی ضرورت و حاجت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اطاعت و فرماں برداری پر راضی و خوش ہو کر بیٹھ جانا نفس کی حماقتوں میں سے ہے، اہل عزائم و با بصیرت لوگ اطاعت و فرمانبرداری کے کاموں کے بعد بڑی سختی و شدت سے توبہ و استغفار کرتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ عمل و اطاعت میں تقصیر ہو جانا ضروری امر ہے اور اللہ تعالیٰ کے جلال و کبریائی کے لائق ہم اطاعت کر بھی نہیں سکتے۔ اگر حکم نہ ہوتا تو ایسی عبودیت و بندگی کوئی نہ کرتا اور نہ آقا ہی کے لیے اسے کوئی پسند کرتا۔“<sup>(۱)</sup>

## الوداع:

ہم ماہِ رمضان المبارک کو تو الوداع کہہ رہے ہیں، مگر کوئی مومن اطاعت و فرمانبرداری اور عبادت و بندگی کو تو کبھی الوداع نہیں کہتا، بلکہ وہ اپنے رب کے ساتھ تعلقات کو مزید مضبوط کرتا ہے اور اس کا اپنے خالق سے ناتا اور قوی ہو جاتا ہے، تاکہ خیر و بھلائی کا چشمہ اہلتا رہے، البتہ وہ لوگ جو اللہ کے عہد و پیمان کو توڑتے ہیں اور عید کے گزرتے ہی مساجد سے رخصت لے لیتے ہیں، وہ بڑے ہی برے لوگ ہیں جو اللہ کو صرف ماہِ رمضان ہی میں پہچانتے اور رمضان کے گزرتے ہی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتے ہیں، حالانکہ عبادت تو ہر طرح کی تاحیات اللہ تعالیٰ کے لیے ہونی چاہیے، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الأنعام: ۱۶۲]

(۱) مدارج السالکین (۱/ ۱۷۵)

”آپ فرمادیجئے کہ یقیناً میری نمرز، میری ساری عبادت، میرا جینا اور میرا مرنا؛ یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔“

### آثارِ عبادات:

اس اطاعت کی کوئی قیمت ہی نہیں جس کو ادا کرنے کا خشیت و تقویٰ کی شکل میں کوئی اثر ہی مرتب نہ ہو۔ عبادتِ رمضان کا اثر کہاں گیا؟ اگر روزہ رکھنے والا رمضان کے گزرتے ہی تلاوتِ قرآن کو ترک کر دے، نمازِ باجماعت چھوڑ بیٹھے محرمات کی بے حرمتی کرنے لگے، اس اطاعت کا اثر کیا ہوا؟ اگر سو دکھانے لگے، لوگوں کے اموال ناحق بنورنے لگے اس اطاعت کا اثر کہاں گیا؟ اگر سنتِ رسول ﷺ سے اعراض کرتے ہوئے رسوم و رواج کی پیروی کرنے لگے اور قانونِ الہی چھوڑ کر خود ساختہ انسانی (مغربی) قوانین کے مطابق فیصلے کرنے لگے، صیام و قیام کا اثر کہاں گیا؟ اگر خرید و فروخت، تجارت اور کاروبار میں حیلے بازی و دھوکا دہی اور شب و روز جھوٹ بولنا نہ چھوڑے، ماہِ رمضان کا اثر کیا ہوا؟ اگر گمراہ شخص کو دین کی دعوت نہ دی، بھوکے کو کھانا نہ کھلایا اور بنگے کو کپڑا نہ پہنایا اور ساتھ ہی صدقِ دل اور خشوعِ قلب کے ساتھ یہ دعائیں نہ کیں تو روزے کا اثر کہاں ہے؟ اللہ اسلام اور مسلمانوں کی مدد و نصرت فرمائے اور اعدائے دین و دشمنانِ اسلام کا ستیاناس کرے۔

روزے دارو! ہمیں علامہ ابنِ قیمؒ کے مندرجہ ذیل کلام پر غور کرنا چاہیے۔ وہ لکھتے ہیں:

”دعمل اور دل کے مابین ایک فاصلہ ہے، اور اس مسافت میں کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں، جو عمل کے دل تک پہنچنے میں حائل ہو جاتی ہیں اور بندہ چاہے کتنا ہی کثیر العمل کیوں نہ ہو، اس کے اعمال کا کوئی اثر دل تک نہیں جاتا اور دل میں حبِ الہی، خوفِ خدا، امید، دنیا سے بے رغبتی، زہد، اور آخرت میں دلچسپی و رغبت پیدا نہیں ہوتی اور نہ اس کے دل میں وہ نور و ضیا اور روشنی جنم لے پاتی ہے جس کے ذریعے وہ اولیاء الرحمن اور اولیاء الشیطان میں فرق و تمیز کر سکے۔ اگر اعمال کا اثر دل تک پہنچ جائے تو وہ منور ہو جاتا اور کھل اٹھتا ہے اور حق و باطل دونوں کو الگ الگ پہچاننے لگتا ہے۔“<sup>(۱)</sup>

اے عبادت گزارو! اللہ کو عبادت کے نام پر کی جانے والی صرف چند حرکات یا جہد و مشقت

(۱) مدارج السالکین (۱/ ۳۴۹)

ہرگز مطلوب نہیں، بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے سوا ایک دوسری چیز طلب فرمائی ہے، جو خشیت و تقویٰ ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳]

”اے ایمان والو! تم پر بھی اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔“  
نیز فرمایا:

﴿لَن يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَآؤَهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾ [الحج: ۳۷]

”اللہ کو تمہاری قربانیوں کے گوشت یا خون نہیں پہنچتے، بلکہ اسے تو تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔“

### شش عیدِ روزے:

ماہِ رمضان کے بعد اعمالِ صالحہ میں سے ماہِ شوال کے چھ روزے (شش عیدِ روزے) بھی ہیں جن کے بارے میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ»<sup>①</sup>  
”جس نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور پھر ماہِ شوال میں بھی چھ روزے رکھ لیے، وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ ہمیشہ (سارے سال) کا روزے دار ہے۔“

### علاماتِ قبول:

ماہِ رمضان نے ہمارے دلوں میں خیرِ کثیر اور بھلائی کا بیج بو دیا ہے، دلوں کو صیقل و روشن کر دیا ہے، ضمیر بیدار کر دیے ہیں اور طہارت و تزکیہٴ نفوس کا باعث بنا ہے، جس نے ماہِ رمضان سے صحیح معنوں میں استفادہ کیا، اس کی حالتِ رمضان سے پہلے کی حالت سے بہتر ہو جاتی ہے۔ اعمالِ صالحہ اور نیکیوں کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ بندہ بعد میں بھی نیکیوں پر استمرار کرے، جبکہ عمل کے باطل اور

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۱۶۴)

نامقبول ہونے کی واضح علامت یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کے بعد پھر برائیوں کا ارتکاب کرنا شروع کر دے۔ اے روزے دار بھائی! اس ماہِ رمضان کو سارے سال کے لیے اعمالِ صالحہ کی چابی بنالیں اور ہر حال میں اسے اپنا منہجِ حیات بنالیں، والدین کے ساتھ برّ و احسان، پڑوسیوں سے حسن سلوک، بھائی بہنوں سے اچھے تعلقات اور میل جول رکھنے کی کوشش کرتے رہیں، مظلوموں کی مدد کریں اور تبتیوں کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی لذت پایا کریں۔ آپس میں سب صلح سلوک سے رہیں، محرموں کو کھانا کھلائیں اور شکستہ دلوں کی دلگیری کریں۔ مصائب و مشکلات میں مبتلا لوگوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ میں اپنا حصہ ڈالیں۔ صلہ رحمی کریں، اپنے بھائیوں کی عزت و آبرو کا تحفظ کریں، جس طرح تم ماہِ رمضان میں خیر و بھلائی کا زور دار پھوٹا چشمہ تھے، ویسے ہی سال کا باقی وقت بھی بھلائی اور محبت کا ساگر بنے رہیں۔

ہم نے ماہِ رمضان سے بڑے سبق اور پند و نصائح حاصل کیے ہیں، ہم نے اس سے یہ سیکھا ہے کہ نفسِ امارہ اور شیطانی ہوا و ہوس کا مقابلہ کیسے کریں؟ اسبابِ اختلاف و تفرقہ سے کیسے چھٹکارا پائیں؟ ماہِ رمضان میں دو قالب یک جان کی طرح مسلمان متحد و متفق ہو گئے ہیں، رمضان کے بعد ان کی صفوں کا شیرازہ نہیں بکھرنا چاہیے۔ ماہِ رمضان میں آنکھیں اشکبار رہیں، آئندہ دنوں میں ان میں خشکی و قحطِ سالی کی کیفیت پیدا نہیں ہو جانی چاہیے۔ کلمہ توحید اور حمد و دعا سے زبانیں تر اور مساجد گونجتی رہیں، اس ماہ کے بعد بھی یہ جلال و جمال قائم رہنا چاہیے۔ ماہِ رمضان میں آپ پر صالحین جیسی انکساری، خشوع، انابت و رجوع الی اللہ، سکون و وقار اور خشیتِ الہی طاری تھی، رمضان گزر جانے کے بعد بد اخلاقی، تکبر، احتقانہ حرکات اور تحقیرِ حق سے اس حالت کو بدل نہ دیں۔ ماہِ رمضان میں آپ کے ہاتھ جو دوسرا سے کھلے رہے اور آپ نے خوب فیاضی و سخاوت کا مظاہرہ کیا، اب رمضان گزر جانے کے بعد اپنے ہاتھوں کو روک نہ لو۔

### روزے دار کی دو خوشیاں:

روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں۔ ایک خوشی روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ ایک خوشی فوری طور پر اسی دنیا میں عطا کر دی جاتی ہے اور ایک خوشی آخرت کے لیے رکھ لی جاتی ہے، جسے وہ شخص پائے گا جو عبادت و اطاعت پر قائم رہے گا۔ وہاں وہ عظیم



نعت اور بہت ہی مزے پائے گا اور وہ مزوں والی نعت جنت ہے، جس میں وہ نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی کسی کان نے سنی ہیں اور نہ آج تک کسی کے دل پر ان کا تصور ہی پیدا ہوا ہے۔ وہاں یہ ندائیں آئیں گی:

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ [الحاقة: ۲۴]

”مزے سے کھاؤ اور پیو، اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گذشتہ زمانے میں کیے۔“  
اور کہا جائے گا:

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [الزخرف: ۷۲]

”یہی وہ جنت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو۔“  
اور ارشاد ہوگا:

﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ [مریم: ۶۳]

”یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انہیں بناتے ہیں جو تقی اور پرہیزگار ہوں۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو اس جنت کا وارث بنائے۔ آمین یا رب العالمین  
سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله  
رب العالمين.



# ماہِ شِوَال

دوسرا خطبہ

تربیت گاہِ رمضان کے  
دروس و عبرتیں

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ  
21/12/2001 = 6/10/1422

پہلا خطبہ

بدظنی اور الزام تراشی  
اسلامی تعلیمات اور ہمارا طرزِ عمل  
(خطبہ عید الفطر مدینہ ۱۴۲۲ھ)

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی رحمۃ اللہ علیہ  
16/12/2001 = 1/10/1422

چوتھا خطبہ

دعوتِ دین  
اور  
ہماری ذمہ داری

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ  
4/1/2002 = 20/10/1422

تیسرا خطبہ

ماہِ رمضان کے بعد...  
ثابت قدمی

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالمحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ  
28/12/2001 = 13/10/1422

مصائب و مشکلات کے اسباب  
اور ان کا حل

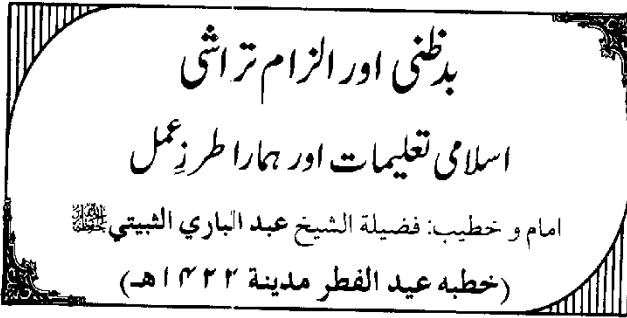
فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

امام و خطیب

11/1/2002 = 27/10/1422

پانچواں  
خطبہ





حمد و ثنا کے بعد:

گذشتہ دنوں میں ہم نے موسمِ خیر میں موسمِ رمضان کی خیرات و برکات سمیٹی ہیں، وہ دن ہماری عمر کے حسین ترین دن تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ سے مناجات و سرگوشیوں، اس کے حضور قیام کرنے اور اس کی کتاب کی آیات سننے سے بھی زیادہ کوئی چیز پُر لذت ہو سکتی ہے؟ جبکہ وہ آیات تو کانوں میں رس گھولتی، دل کو طہارتوں سے روشناس کرتی اور ایمان میں اضافہ و تازگی پیدا کرتی ہیں۔

جس نے اس ماہ میں عملِ صالح کا نذرانہ پیش کیا، اسے اس کی عند اللہ قبولیت مبارک ہو اور فوز و فلاح اور مغفرت و بخشش کا حصول بھی مبارک ہو اور جس نے اس ماہ مبارک میں بھی سیاہ کاری نہ چھوڑی، وہ تو اپنی محرومیوں پر تعزیت و افسوس کا مستحق ہے، البتہ اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ موت کے منہ میں جانے سے پہلے پہلے ان کوتاہیوں کا تدارک کر لے، کیونکہ اس دن عملِ صالح کے سوا کوئی چیز کام نہ آئے گا، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٩﴾ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٩٠﴾﴾ [الشعراء: ۸۸، ۸۹]

”جس دن مال و اولاد کوئی چیز فائدہ نہ دے سکے گی، فائدہ صرف وہی اٹھائے گا جو بے عیب دل لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگا۔“

عید اور باہمی تعلقات:

عید ایک ایسا تہوار ہے، جس میں لوگوں کے باہمی تعلقات میں نکھار و مضبوطی آتی ہے، جو

اسلام کے اغراض و مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ ایسے ہی بعض دیگر اشیا بھی اسی سے ملتی جلتی ہیں، مثلاً دلوں اور سینوں کی تمام کدورتوں سے طہارت، باہم پیار و محبت، رحم دلی و شفقت، اخوت و بھائی چارگی اور باہم الفت و ناطقت وغیرہ۔ ہمارا فرض ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارے تعلقات قوی بنیادوں اور گہری جڑوں والے رہیں۔ جب ہم لوگوں سے ملیں تو ہمارے سینے صاف اور دل پاک ہوں اور چہروں پر بشاشت و مسکراہٹ ہو۔ ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کرتے وقت ہم ان کے بارے میں حسنِ ظن کا مظاہرہ کریں اور دوسرے لوگوں کے اقوال و اعمال اور ان کے موقف کو دیکھتے وقت اپنی آنکھوں سے کالی عینک (تعصب و تکبر کا چشمہ) اتار لیا کریں۔ جب آپ مسلمانوں کے تعلقات پر ذرا گہری نظر ڈالیں گے تو آپ کی نظریں حیران و پریشان ہو جائیں گی کہ آج کس طرح مسلمانوں کے باہمی تعلقات کشیدہ ہیں؟ ان کو باہم ملانے والے رابطے ٹوٹ چکے ہیں، جس کا واحد سبب محض بدظنی، شک اور وہم ہے۔

وہم و گمان اور بدظنی:

مسلمانوں کی عام مجلسیں ہوں یا خاص میٹنگس (Meetings)، آپ یہ کثرت سے سنیں گے کہ فلاں کے ارادے یہ ہیں، اس کی نیت یہ ہے، اس نے اپنے فلاں قول یا عمل سے یہ کرنا چاہا تھا، یہ سب بدظنی ہے جو حسد و بغض اور نفرت کے جذبات کو ہوا دینے والی ہے۔ معاشرتی تعلقات کو تباہ کرتی ہے، اخوت و بھائی چارے کو توڑتی ہے، قرابت کے رشتوں کے تار و پود بکھیرتی ہے اور معاشرے کے افراد کے دلوں میں کانٹوں کی تخم ریزی کرتی ہے، بلکہ ہم نے بہت بڑے حادثات و واقعات دیکھے اور سنے ہیں، جو صرف بے جا بدظنی کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوئے۔

الزام تراشی اور عیب چینی:

بدظنی جب دلوں میں سرایت کر جائے تو وہ الزام تراشی، عیب چینی، جاسوسی اور کیڑے نکالنے پر لگا دیتی ہے، لہذا آپ دیکھیں گے کہ جو بدظنی میں مبتلا ہوتا ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ ”میں کوشش کروں گا کہ ثابت کروں“ پھر اس کے لیے وہ جاسوسی کرتا ہے، غیبتیں کرتا ہے، اپنے بھائی کی برائیاں بیان کرتا ہے اور یوں وہ طرح طرح کے کئی گناہوں کے ارتکاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ خطرے کی جگہ یہی

ہے کہ مسلمانوں کے تعلقات اور ان کی باہمی وفاداری کی بنیاد ہی وہم و گمان اور بدظنی پر رکھ دی جائے اور محبت و نفرت یا حب و بغض کا مرکز و محور صرف ظن و گمان ہو جائے، جبکہ یہ جذباتِ محبت کو زندہ درگور کرنے اور محبت کے معانی و مقاصد کی عمارت کو گرانے کے مترادف ہے۔

### بدظنی کے نتائج:

بدظنی کے عام ہوجانے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں پر تہمتیں اور الزام تراشیاں عام ہوجاتی ہیں، ایک دوسرے سے اعتبار اٹھ جاتا ہے، بغض و عداوت، بے رخی اور قطع تعلقی کا دور دورہ ہوجاتا ہے، جو بالآخر ہمیں ہماری ہوا کے اکھڑ جانے اور ناکامیوں کا منہ دکھانے تک لے جاتا ہے۔

بدظنی کی بنیاد بعض متعدد احتمالات والے کاموں یا باتوں کی وجہ سے تخمینہ و اندازہ لگانا یا قیاس آرائی کرنا ہوتی ہے۔ بدظنی انسان کو اپنے دل میں پائی جانے والی اپنے کسی مسلمان بھائی کے خلاف تہمت کے زیر اثر کردیتی ہے، اب وہ اپنے گمان کو اپنے نفسیاتی رجحان اور دلی میلان کے مطابق چلاتا ہے اور بالآخر وہ جس کے بارے میں بدظنی کرتا ہے، اسے دیکھتا ہے کہ وہ اس کی خیالی تہمتوں اور ظنی الزامات کے مطابق آ رہا ہے اور پھر وہ ملزم قرار دے دیتا ہے، جو صرف اپنے مسلمان بھائی کے خلاف بدظنی کرنے کا نتیجہ ہے۔

### اسلامی تعلیمات:

اگر اسلامی تہذیب اور اسلام بدظنی میں لپٹا ہوا ہو تو یہ ایک بدترین گالی ہے اور اگر ہونٹوں پر خندہ و مسکراہٹ کے ساتھ ہی دل میں بدظنی بھی ہو تو یہ توہین و اہانت اور استہزاء و مذاق ہوجاتی ہے۔ ایسے ہی عطا یا داد و دہش اور مدح سرائی کی بھی ایسی ایسی تاویلیں اور تشریحات کی جاسکتی ہیں کہ بڑے بڑے معرکوں اور حادثات تک لے جائیں، چنانچہ اس بدظنی اور اس کے بعض نتائج کے بارے میں ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا

تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ [الحجرات: ۱۲]

”اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور دوسروں

کی عیب چینی (جاسوسی) مت کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔“

اس آیت کے سیاق میں ایک ایسی بات بتائی گئی ہے جو مسلمان کی عزت و آبرو کا انتہائی

تحفظ کرتی ہے۔ اس آیت میں کسی کے بارے میں بدظنی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر بدظنی کرنے والا کہے کہ ”میں اسے ثابت کرنے کی کوشش کروں گا“ تو اسے کہا جائے گا کہ ”تم جاسوسی نہ کرو۔“ اگر کوئی کہے کہ میں نے تجسس کیے بغیر ہی اسے ثابت کر لیا ہے، تو اسے کہا جائے گا کہ ”اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔“ یہ مومنوں کے لیے ایک ندا ہے کہ تمہیں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں کے بارے میں شکوک و شبہات اور بدگمانیاں کرنے کی کھلی چھٹی نہ دے دو۔ اس حکم سے اللہ تعالیٰ انسان کے اندرونی ضمیر کی اس بات سے تطہیر کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے بارے میں بدظنی میں ملوث ہو کر گناہ میں واقع ہو۔ وہ یوں کہ اسے شکوک و شبہات سے پاک و صاف کر دیتا ہے اور ضمیر کو اتنا روشن کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے مودت و محبت کا ساگر بن جائے، جس کا کوئی بدظن انکار نہ کر پائے اور اس ضمیر کو یوں بری و پاک بنا دیتا ہے جسے شکوک و شبہات ہرگز ملوث نہیں کر سکتے۔ ان شکوک و شبہات اور بدظنی کے اثرات سے پاک معاشرے میں زندگی کتنی حسین ہو جاتی ہے!؟

### اسلامی طرزِ عمل:

بعض علما کا کہنا ہے کہ جو شخص مختلف ظنون اور گمانوں میں فرق و تمیز کر سکتا ہے کہ ان میں سے کون سے برے ہیں جن سے اجتناب کیا جائے اور کون سے دوسرے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ہر وہ ظن جس کی کوئی صحیح نشانی اور واضح سبب معلوم نہ ہو وہ حرام (بدظنی) ہے۔ اس سے اجتناب واجب ہے، اور وہ یوں کہ جس کے بارے میں ظن و تخمین سے کام لیا جا رہا ہے، وہ ایسے لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں ستر و پردہ پوشی اور نیکی و بھلائی کی گواہی ملتی ہو اور ظاہر الامر میں وہ امانت دار بھی ہو، اس کے بارے میں بگاڑ اور خیانت کا سوا ظن (بدظنی) کرنا حرام ہے، جبکہ اس کے برعکس اگر کوئی شخص لوگوں میں شک و شبہ اور کھلے عام خباثوں اور برائی میں مشہور ہو، اس کا معاملہ دوسرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص کا ظاہر اچھا ہے، اس کے بارے میں بدظنی کرنا جائز ہی نہیں، البتہ جو شخص خود بدکار ہے، اس کے بارے میں بدظنی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے میرے بعض بھائیوں نے لکھا جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں:

”اپنے بھائی کے معاملے کو ہمیشہ خیر ہی پر محمول کرو، جب تک کہ آپ کے پاس کوئی



مغلوب کرنے والی بات (واضح دلیل) نہ پہنچ جائے، اور اگر کسی مسلمان بھائی کے منہ سے کوئی بظاہر برا کلمہ نکل جائے تو اس کے بارے میں بدظنی میں مبتلا نہ ہو جاؤ، خصوصاً جب تک کہ تم اس کلمہ کو کسی خیر کے پہلو پر محمول کر سکو۔<sup>①</sup>

یہ طرزِ عمل اہل علم و فضل اور اصحابِ خیر و بزرگوں کے ساتھ بالخصوص اختیار کرنا چاہیے، جبکہ بعض لوگ جو دوسروں کے بارے میں اپنے فیصلے صادر کرتے ہیں اور ان کی شخصیتوں، نیتوں اور مقاصد کو بھی نہیں جانتے ہوتے تو وہ صحیح منہج نہ پانے کی وجہ سے صحیح فیصلہ نہیں کر سکتے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی سے محض سبقت لسانی سے کوئی کلمہ نکل گیا ہو، اور اس کی کسی بری بات کی کوئی نیت ہرگز نہ ہو، جیسا کہ علامہ ابن قیمؒ نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

”ایک ہی کلمے کو دو الگ الگ شخص کہتے ہیں، ان میں سے ایک کی نیت باطل ہوتی ہے اور دوسرا اس سے خالص حق کی نیت رکھتا ہے، ان دونوں میں اعتبار کہنے والے کے طریقے، اس کی سیرت و کردار، اس کے مذہب اور اس کی دعوت کا ہوگا۔“<sup>②</sup>

یہی وجہ ہے کہ جس نے خوشی و مسرت کے جذبات سے مغلوب ہو کر یہ کہہ دیا:

«اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ»<sup>③</sup>

”اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔“

اسے کافر قرار نہیں دیا گیا تھا، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اللہ بنانے کا قصد و ارادہ نہیں کیا تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اپنے بعض مخالفین کی بات کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

”اس کلام میں اجمال پایا جاتا ہے اور صاحبِ حق شخص اسے اچھے احتمال پر ہی محمول کرے گا اور جو صاحبِ حق نہیں ہے وہ اس میں کئی اشیا کو داخل کرے گا.....“<sup>④</sup>

یہ وہ اعلیٰ منہج اور مکمل غیر جانبداری والا طرزِ عمل ہے جس کی تربیت ہمارے سلف صالحین امت نے پائی تھی۔ اس امت کے علما نے عدل و انصاف کرنے کا حق ادا کر دیا۔ انھوں نے متعدد

① شعب الإيمان للبيهقي (۶/۳۲۳)

② مدارج السالکین (۳/۵۲۱)

③ صحيح البخاري، رقم الحديث (۶۳۰۹) صحيح مسلم، رقم الحديث (۲۷۴۷)

④ الاستقامة (۱/۹۲)

احتمالات پر مشتمل عبارات کو صرف اچھے احتمال پر محمول کیا۔ یہ منہج صحیح و سالم سینوں کے لیے بہترین غذاء اور خواہشاتِ نفس کی پیروی سے آزادی کا باعث ہے۔ اسی میں سٹائے نفس اور امت کی خیر خواہی بھی پنہاں ہے۔

ہمارا موجودہ طرزِ عمل:

کہاں یہ منہجِ سلف اور کہاں ہمارا موجودہ طرزِ عمل؟ سلف صالحین امت کا طریقہ الفاظ کی من مانی تاویل و تشریح کرنا نہیں تھا اور نہ ان کے اصل معانی سے ہٹ کر انہیں دوسرے معانی کا لبادہ پہنانا تھا۔ وہ دوسروں کی لرزشوں پر خوشیاں نہیں منایا کرتے تھے اور نہ مسلمانوں کے ساتھ بدظنی کا سلوک کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ امام قلاعی رحمہ اللہ پر رحم فرمائے، وہ کہتے ہیں:

”بعض دفعہ ایک لفظ وحشت میں مبتلا کر دیتا ہے جبکہ درحقیقت وہ محبت سے لبریز ہوتا

ہے، کسی چیز سے نفرت کی جاتی ہے، جبکہ اسے اپنائے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہوتا۔“<sup>①</sup>

عربوں میں مشہور کہاوتیں ہیں کہ اگر کوئی اہم کام ہو تو سامنے والے کو کہتے ہیں: ”لَا أَبَا لَكَ“ (تیرا باپ نہ ہو) اگر کوئی کام ہو جائے تو کہیں گے: ”وَبَلِّ أُمَّةً“ (اس کی ماں کی ہلاکت) عربوں کی ایک دعا یہ ہے: ”تَرَبَّتْ يَوْمِيْنِكَ“ (تیرا دایاں ہاتھ خاک آلودہ ہو) اہل عقل و دانش کو چاہیے کہ وہ کسی قول کے معاملے میں کہنے والے کو بھی دیکھیں، اگر وہ دوست ہے تو اس کی بات کو وفا پر ہی محمول کیا جائے، اگرچہ ترش الفاظ پر مشتمل ہی کیوں نہ ہو اور اگر وہ دشمن ہے تو اس کی وہ بات غلط ہی ہے، چاہے وہ کتنے اچھے طریقے سے کہے۔

یہ بھی بدظنی ہی کی ایک شکل ہے، کہ دوسروں کے اقوال و اعمال کو صرف برے پہلو پر ہی محمول کیا جائے، ان کی برائی کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جائے، ہمیشہ انہیں شک و الزام کی نگاہ سے دیکھا جائے، ان کے کسی قول و فعل کے کسی سبب یا ان کے لیے عذر و معذرت تلاش نہ کی جائے، ان کے ہر قول و فعل کو جو خیر و شر دونوں وجوہ کا احتمال رکھنے والے ہوں، انہیں صرف شر ہی پر محمول کیا جائے۔ سبحان اللہ! یہ لوگ دوسروں کی نیتوں اور دلی مقاصد کے بارے میں ایسے فیصلے صادر کرتے

① تنویر الحوالک للسیوطی (۱/ ۵۵)

ہیں؟ دلوں کی چھپی باتوں اور داخلی بھیدوں کا جاننا اور ان پر کسی کا محاسبہ کرنا صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خصائص میں سے ہے جو ہر پوشیدہ و ظاہر چیز کو جانتا ہے، جبکہ انسان اپنے بھائی کا صرف ظاہر ہی جانتا ہے اور اسی کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہے۔

فاروقی طرزِ عمل:

سلف صالحین امت تمام کدورتوں سے پاک و صاف تعیسات اسلام پر پلے بڑھے تھے، ان کا یہی منج و طرزِ عمل تھا۔ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

”عہدِ نبوت میں لوگ وحی الہی سے اخذ کیا کرتے تھے اور اب وحی کا سلسلہ تو منقطع ہو چکا ہے، اب ہم تمہارے ظاہری اعمال کو سامنے رکھیں گے۔ جس نے خیر و بھلائی ظاہر کی، ہم اس سے امن میں ہوں گے اور اسے اپنا قرب بخشیں گے، اب رہا معاملہ اس کے دل کا تو اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دلی معاملات پر اس کا حساب اللہ تعالیٰ خود ہی کرے گا اور جس نے ہمارے سامنے اپنے شر کو ظاہر کیا، ہم اس سے امن محسوس نہیں کریں گے اور نہ اسے دوست بنائیں گے، اگرچہ وہ کہے کہ اس کا دل اچھا اور صاف ہے۔“<sup>①</sup>

مسلمان کو چاہیے کہ اپنی زبان سے نکالے ہوئے الفاظ کا حساب رکھے اور ہر حکم کا بھی حساب رکھے جسے وہ صادر و نافذ کرتا ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کو ہر وقت اپنے سامنے رکھے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ [الإسراء: ۳۶]

”جس بات کی تمہیں خبر ہی نہ ہو، اس کے پیچھے مت پڑو، کیونکہ کان، آنکھ اور دل؛ ان میں سے ہر ایک کے بارے میں پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔“

بدظنی کے اسباب:

بدظنی کے اسباب میں سے سب سے ظاہر ترین سبب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ایسے ماحول میں

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۶۴)

نشو و نما پائے جو ماحول بد اخلاقی اور بدظنی میں معروف ہو، یہ چیز کسی کو اس کے گھر سے طے یا دوست و احباب سے، ایسا شخص بدنیت اور بدخصلت ہوگا، جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی وہ جھوٹے ظن و گمان میں واقع ہو جاتا ہے، کیونکہ کسی چیز کی محبت اندھا اور گونگا بنا دیتی ہے۔ جب کوئی انسان کسی دوسرے کی طرف اپنی خواہش نفس کے تابع ہو کر مائل ہوتا ہے تو یہ میلان اس کی غلطیاں اور خطائیں اسے بھلا دیتا ہے، پھر یہی میلان اسے اس کے بارے میں حسن ظن پر آمادہ کر دیتا ہے، اگرچہ سامنے والا شخص فی الواقع غلطی پر ہی کیوں نہ ہو، پھر جب کوئی شخص کسی سے بغض رکھے تو وہ جیسے ہی اس کی طرف متوجہ ہو، وہ اپنے اسی میلانِ بغض کے تابع ہوتا ہے اور وہ اسے اس کے بارے میں بدظنی پر آمادہ کر دیتا ہے، وہ اس کے کسی فعل کے لیے کوئی عذر و معذرت تلاش نہیں کرتا، بلکہ وہ اس کی غلطیوں کو ٹٹولنے پر لگا رہتا ہے، اگرچہ وہ فی الواقع صحیح ہی کیوں نہ ہو۔

بعض لوگ اپنی ذات پر بڑا گھمنڈ کرتے اور خود پسندی میں مبتلا ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ صرف اپنے آپ کو صحیح اور دوسروں کو ہمیشہ غلط سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو بڑے پاکباز سمجھتے ہیں، اور دوسروں کی تحقیر کرتے ہیں، ان سب امور کا انجام و نتیجہ صرف بدظنی ہی نکلتا ہے۔ اس بدظنی کی وبا ہمارے مسلمانوں میں بڑے زور سے سرایت کر چکی ہے اور ایسی آفت بن چکی ہے، جو مسلم معاشرے کے افراد کے مابین پائی جانے والی داخلی وحدت اور رابطوں کو توڑ پھوڑ میں مبتلا کر رہی ہے، یہی چیز معاشرے کی قوت کو کمزور کرنے کا باعث بنتی ہے اور معاشرہ اپنے داخلی اور خارجی مسائل اور چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی قوت کھو بیٹھتا ہے۔

بدظنی، الزام تراشی اور جلد بازی کے نتیجے میں لوگوں کو ہراساں کیا گیا، قوموں پر ظلم و ستم ڈھائے گئے اور نیک و صالح لوگوں سے میل جول ترک کیا گیا، جبکہ ان میں سے کسی چیز کا بھی کوئی شرعی و جائز سبب ہرگز نہیں تھا، جیسا کہ کسی نے کہا: ”میں صرف عداوت کو دیکھتا ہوں، اس کے اسباب کو نہیں دیکھتا۔“ یہ سب کچھ اندھیرے سلسلوں، گناہ بردوش بدظنی، بری غیبت اور بہتان و افترا پردازی کا نتیجہ ہے، جبکہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَ الَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا

بُهْتَانًا وَ اِثْمًا مُّبِينًا ﴾ [الأحزاب: ۵۸]

”اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیں، بغیر کسی جرم کے جو ان سے

سرزد ہوا ہو، وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔“

برادرانِ اسلام! جب یہ بات طے ہو گئی ہے کہ بدظنی ایک ہلاکت خیز آفت و بلا ہے تو پھر

ضروری ہے کہ اس کا علاج تلاش کیا جائے، تاکہ یہ مرض کہیں بڑھ نہ جائے اور ہماری نسل کو تباہ کر کے نہ رکھ دے۔

### بدظنی کا علاج:

1 اس بدظنی کا علاج ایک تو یہ ہے کہ لوگوں کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے اور سوسے ظنی

سے اجتناب کیا جائے، کسی کے بارے میں فیصلہ کرنے یا کسی پر الزام و اتہام لگانے سے پہلے

سو بار سوچ لیں، کسی کے بارے میں حسن ظن کرنے کی غلطی کر جانا، اس کے بارے میں

جلد بازی سے بدظنی کرنے کی غلطی کرنے سے اچھا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”ولا تظنن بكلمة خرجت من مسلم شر او أنت تجد لها في الخير محملاً“<sup>①</sup>

”اپنے کسی مسلمان بھائی کے منہ سے نکلے ہوئے کسی کلمے کو جب تک کسی اچھے پہلو پر

محمول کرنا ممکن ہو، اس کے خلاف تب تک بدظنی ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔“

2 بدظنی کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ لوگوں کی خطاؤں پر ان کے لیے عذر تلاش کیے جائیں نہ

کہ ان کی عیب چینی اور کوتاہیاں تلاش کی جائیں۔ کسی چیز یا شخص کے بارے میں کوئی

رائے قائم کرنے یا فیصلہ دینے سے پہلے اسلامی آداب کا مکمل خیال رکھا جائے کہ فیصلہ

صرف ظاہر کو دیکھ کر کریں، باطن کو اللہ پر چھوڑیں جو ہر ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے،

چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ

شَيْئًا ﴾ [النجم: ۲۸]

① روضة العقلاء لابن حبان (ص: ۸۹)

”حالانکہ انھیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ صرف اپنے وہم و گمان (ظن) کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اور بیشک وہم و گمان حق کے مقابلے میں کوئی کام نہیں دیتا۔“

ہماری عیدیں:

یہ عید فرحت و سرور کا دن ہے، اس دن خوشی و مسرت ظاہر ہوتے ہیں اور انسان اچھے کپڑے پہن کر حلال نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَ الطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نَفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴾ [الأعراف: ۳۲]

”آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے اسبابِ زینت کو، جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھاتے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ یہ اشیاء، اس طور پر کہ قیامت کے روز خالص ہوں گی اہل ایمان کے لیے، دنیوی زندگی میں بھی مومنوں کے لیے ہیں۔“

عید اللہ تعالیٰ کے لیے عبودیت و بندگی کے شعائر کا مظہر بھی ہے جو روزے جیسی عظیم عبادت کے مکمل کرنے پر روزے داروں کی تاج پوشی کے لیے آتی ہے، وہ روزہ جو ایک ایسی عبادت ہے جس کے بدولت و نتائج میں سے سب سے اہم چیز یہ ہے کہ وہ مسلم بندے کی گناہ و خطا سے محفوظ ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتی ہے۔ عید اور فرحت و خوشی کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ کوئی شخص گناہ کے کاموں سے لطف اندوز ہو، اخلاقی قدروں کی حدود کو پھلانگے، معاشرتی موازین کو توڑے اور فحش کھیل کود کرے۔

مسلمانوں کی عید کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام اخلاقی و شرعی قواعد و ضوابط کے مطابق ہو، تاکہ مسلمان معاشروں میں عیدیں حرام رتجوں، فحش رقصوں یا لچر ڈانسوں اور نمازوں کے ضیاع کا باعث نہ بن جائیں اور یہ گناہ لوگوں کے دلوں سے روزوں اور راتوں کے قیام کا اثر ہی نہ اڑادیں۔

امتِ اسلامیہ اور مصائب:

ایامِ عید کی خوشیاں اپنی جگہ، ان دنوں میں ہم مسلمانوں کے ساتھ پیش آنے والے حادثات و مصائب کی نکالیف بھی نہیں بھلا سکتے اور نہ ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ وہ حادثات و

مصائب جنھوں نے امتِ اسلامیہ کے جسم پر بڑے گہرے زخم لگا دیے ہیں۔ کتنے ہی علاقے ہیں، جہاں اسلام کو اپنانے والوں کا خون پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ یہ امتِ اسلامیہ کے خلاف کھلی جنگ ہے، جس کی آگ ٹھنڈی نہیں ہو رہی اور نہ اس کی راگھ ماند پڑ رہی ہے۔ صبح و شام آنے والے مصائب و آلام کی خبریں مسلمانوں کے دل کو تکلیفوں سے نچوڑ کر رکھ دیتی ہیں اور پتلا پانی ہو جاتا ہے۔ ان حادثات کے ڈھیروں سے بوڑھوں کی سسکیاں، بچوں کا رونا دھونا، یتیموں کی چیخ و پکار اور ماؤں کی آہیں اٹھ رہی ہیں۔ آپ کے کتنے مسلمان بھائی امن و امان کو ترس رہے ہیں۔ کتنے لوگ ماں کی مامتا اور باپ کے پیار سے محروم ہو چکے ہیں۔ کتنے وہ لوگ ہیں جو کسی سر پر ہاتھ پھیرنے اور ان کی مصیبت کو بٹانے کا انتظار کر رہے ہیں؛ لیکن یہ حادثہ ہی ان لوگوں کی تمنائوں سے بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں سے بلائیں، مصیبتیں اور نقصانات کو ختم کرے۔ یہاں اور وہاں کے تمام لوگوں کو یاد رکھو، ان کے مسائل و معاملات میں ان کی مدد و نصرت کرو، ان کی فتح و نصرت کے لیے دعائیں کرو، ان کے مصائب کو کم کرو، ان کے یتیموں کی کفالت و پرورش کرو، بے آسراؤں کا آسرا بنو اور حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کرو۔

مسئلہ فلسطین:

اب رہا معاملہ خاص بیت المقدس کا تو قدس ہمارے دلوں، ہماری عقلوں اور ہمارے جذبات میں رچا ہوا ہے، بلکہ وہ ہمارے تمام دنیوی مصالح و منافع سے ہر اعتبار سے بڑھ کر ہے۔ بیت المقدس کی ایک مٹھی مٹی اور بالشت بھر زمین کے معاملے میں بھی ہم کوتاہی نہیں کریں گے۔ اس کے بغیر امن و امان قائم ہو سکتا ہے اور نہ سکون و استقرار حاصل ہو سکتا ہے۔ یہودی و صیہونی دشمن اسلام نئی یہودی بستیاں بسانے اور فلسطین کو یہودی ملک بنانے کے جتنے بھی جتن کر رہا ہے وہ سب غیر قانونی حرکتیں ہیں۔ انھیں پوری امتِ اسلامیہ رد کر رہی ہے، بلکہ ان یہودیوں کے استعمار اور غاصبانہ قبضے کو رد کر چکی ہے۔ فلسطینی عوام نے بہت عرصہ تک صبر کیا ہے اور انھوں نے بہت بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ان کا خون ارضِ فلسطین پر بہایا جاتا ہے، وہ اپنے پتھر کے کنکروں اور ڈنڈوں کے ساتھ غاصب یہودیوں کے مقابلے میں کھڑے ہیں، وہ یہودی جنھوں نے ان کے اموال چھینے، بے تصور نہتے لوگوں کو قتل کیا اور تمام معاہدوں کو توڑا ہے۔

اس سرزمین کے سپوتوں نے بڑے بڑے کارنامے دکھائے ہیں اور بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ڈھیگیں مارنے والے یہودیوں کا مقابلہ کیا ہے۔ وہ یہودی جو ان پر انسانی تاریخ کے سب سے زیادہ وحشت ناک ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں۔ آج وہ دنیا جو اپنے آپ کو کلچر ڈ اور ترقی یافتہ سمجھتی ہے، وہ ظالم کا ہاتھ کیوں نہیں پکڑ رہی اور اس کا ظلم کیوں نہیں روک رہی؟ وہ معاہدے کہاں گئے جن میں امن و سلامتی کی ضمانت اور جو انم کو کم از کم کرنے کے قواعد و قراردادیں درج ہیں اور لکھا ہے کہ ہر ظالم کا ہاتھ روکا جائے گا اور مظلوم کی مدد کی جائے گی؟

امن و سلامتی کی دعوت دینے والے اور ان کے وہ دعوے کہاں ہیں؟ ان لوگوں کے کلچر کو سراہنے والے کہاں ہیں، جبکہ یہ خاک و خون کے دریا بہ رہے ہیں، گولیاں اور میزائل چل رہے ہیں، ملکوں کے ملک برباد کیے جا رہے ہیں، دل جلائے جا رہے ہیں، جسموں کو آگ میں جھلسایا جا رہا ہے، ان میں بوڑھوں اور چھگی کمر والے عمر رسیدہ لوگوں کے جسم بھی ہیں اور دودھ پیتے معصوم بچوں کے پھولوں جیسے نرم و نازک اجسام بھی ہیں؟

بیت المقدس کا مسئلہ کوئی صرف زمین کا مسئلہ ہی نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ یہ ایک اسلامی مسئلہ رہے اور پوری امت کے لیے یکساں اہمیت کا مالک رہے۔ مسلمان اس وقت تک بری الذمہ نہیں ہو سکتے جب تک اس سرزمین کو یہودیوں سے پاک نہ کر لیں، جہاں سے نبی اکرم ﷺ کو اسرا و معراج کروائی گئی تھی۔ اسے صیہونی نجاست سے پاک کروائیں اور اسے اسلامی سلطنت کے علم کے نیچے لائیں۔

﴿وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ [الصف: ۸]

”اور اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا چاہے یہ کافروں کو کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔“

خواتین سے خطاب:

محترم خواتین! اللہ کا تقویٰ اختیار کریں، اور اپنے گھروں میں بیک کر رہیں، عہدِ جاہلیت کی سی بے پردگی اختیار نہ کریں، نمازیں قائم کریں، زکات ادا کریں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ معروف طریقے سے اپنے شوہروں کا حکم مانیں اور نیک و صالح اور



فرمانبردار عورتیں بنیں۔ شریعتِ الہیہ کے خلاف ایسے کپڑے پہننے سے گریز کریں جن سے زینت ظاہر ہوتی رہتی ہے یا پھر جو کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ ہوتے ہیں، جو حیا کو ترک کرنے اور اظہارِ زینت کے عادی بنا دیتے ہیں۔

عید کا یہ سورج نکل آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سچی مسکراہٹوں کے ساتھ آپ کے ہونٹ چمکنے چاہئیں، صدق و صفائی کے ساتھ آپ کے دل چمکنے چاہئیں، محبت و مودت کے ساتھ تمہارے نفس چمک اٹھنے چاہئیں، اپنی دوستوں اور سہیلیوں کے ساتھ پیار و محبت کے تعلقات کی تجدید کرو، اقارب و رشتے داروں میں صلہ رحمی کرو اور تمام لوگوں سے ہر ممکن تعاون کرو۔

عید کے دن پیار و محبت سے دل ایک دوسرے کے قریب آ جاتے ہیں، الفت و محبت پر جمع بھی ہوتے ہیں اور اچھے دلوں والے لوگ اپنے دلوں سے بغض و کینہ نکال پھینکتے ہیں۔ پھٹڑ جانے کے بعد مل جاتے ہیں، اور تمام کدورتوں کو بھول کر وہ پیار و محبت سے صاف دل ہو جاتے ہیں۔ دوری کے بعد وہ باہم مصافحہ کرتے ہیں اور اجتماعی نماز، محبت و وفا اور بھائی چارگی کا ایک مضبوط ذریعہ ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

## تربیت گاہِ رمضان کے دروس و عبرتیں

امام و خطیب: فضیلة الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

گردشِ دوراں:

کس قدر جلدی سے شب و روز بیت رہے ہیں اور کتنی تیزی سے ماہ و سال گزر رہے ہیں۔ اس دنیا کا یہی حال ہے اور یہ اسی طرح زوال پذیر اور اضمحلال کے قریب ہے۔ یہ ہمیشہ کے لیے نہیں اور نہ اس پر دل مطمئن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات میں یہی انداز ہے، ہر چیز کے مختلف ادوار اور الگ الگ طور و اطوار ہوتے ہیں، ہر چیز ایک مقررہ مدت تک رہتی ہے، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ﴾ [الرعد: ۳۸] ”ہر مقررہ وعدے (دور) کے لیے ایک مقررہ مدت ہے۔“

اہل فکر و نظر اور اربابِ عقل و دانش ان حقائق کا صحیح طور پر ادراک رکھتے ہیں اور وقت و زمانے کی اس گردش میں وہ اپنے لیے بہت ساری عبرتیں پاتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْاِخْتِلَافِ الْاَيِّلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي

الْاَلْبَابِ﴾ [آل عمران: ۱۹۰]

”آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور شب و روز کی گردش و ہیر پھیر میں اہل عقل کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں۔“

وداعِ رمضان المبارک:

امتِ اسلامیہ! ابھی کل ہی ہم نے ماہِ رمضان کو الوداع کیا ہے۔ وہ گویا کوئی خواب و خیال تھا۔ کتنی جلدی وہ ختم ہو کر ہم سے رخصت ہو گیا ہے؟ اللہ کے فیصلوں پر تمام تعریفیں صرف اسی کے لیے ہیں، اور اس کی عطاؤں اور نعمتوں پر ہم اسی کے ہر دم شکر گزار ہیں۔ جی ہاں! ماہِ رمضان تو اپنی

بساط لپیٹ کر چلا گیا، اس میں کچھ لوگ تو کما گئے اور کچھ گنوا بیٹھے۔ کمانے اور گنوانے والوں کے بارے میں ارشادِ الہی ہے:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۖ ﴾ [الشمس: ۹، ۱۰]

”جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہو گیا۔“

ماہِ رمضان رخصت ہو گیا اور آپ نے اس میں جو جو اعمال خیر و شر انجام دیے، ان پر وہ آپ کے لیے گواہ بن گیا ہے۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لیں کہ وہ آپ کے کارِ خیر کا گواہ بن کر گیا یا ضیاعِ اوقات پر تمہاری مذمت کرنے والا ہوگا؟ جس نے اچھے عمل کیے، اسے اسی رنگ میں اس سفرِ حیات کو پورا کرنا ہوگا اور جس سے کوتاہی ہوئی وہ کوشش کر کے حسنِ خاتمہ کا شرف پالے، کیونکہ عمل کا دار و مدار اس کے اختتام سے منسلک ہوتا ہے۔

### محاسبہٴ نفس کا موقع:

برادرانِ اسلام! آج امتِ اسلامیہ کتنی ضرورت مند ہے کہ وہ ہمیشہ اپنا محاسبہ اور مسلسل اپنے اعمال کی نگرانی کرتی رہے۔ اسے ایسے مواقع کی سخت ضرورت ہے جن میں وہ اپنے حالات و امور کا جائزہ لیتی رہے اور ان سے عبرت حاصل کرے اور اپنے موجودہ حالات پر غور و فکر کر کے اپنے روشن و تابناک مستقبل کے لیے منصوبہ بندی کرے۔

### اصلاحِ احوال:

ماہِ رمضان جیسا موقع ایک بہت ہی سنہری موقع ہے، جس میں انفرادی و اجتماعی طور پر اور حکام و أمرا اور عوام کی سطح پر اصلاحِ احوال اور اپنی جدوجہد کا قبلہ درست کرنے کی ضرورت ہے۔ وقت کے ہاتھوں سے نکل جانے اور انقلابِ زمانہ کے رونما ہو جانے سے پہلے کچھ کر گزریں۔

ماہِ رمضان میں ہمارے لیے کثرت سے نصائح اور عظیم دروس ہوتے ہیں، جن کی رو سے ضروری ہے کہ ہم اس بات کا پختہ عہد اور عزم بالجزم کریں کہ ہم شیطان اور اس کے حواریوں سے پھر جہاد کریں گے اور صراطِ مستقیم کو اپنا طریق و منہاج بنا لیں گے، امت کو ان تمام بغاوتوں اور فساد سے بچائیں گے جو کئی شکلوں اور صورتوں میں رونما ہو چکا ہے۔

## اسرار و رموزِ عبادات:

برادرانِ اسلام! اسلامی تشریحات و قوانین اور عبادات میں بے شمار اسرار و رموز اور اعلیٰ اغراض و مقاصد پائے جاتے ہیں۔ روزے کا فلسفہ اور اس کے مقاصد میں سے ایک عظیم غرض و مقصد یہ بھی ہے کہ یہ وسیع معنوں اور گہری شکل و صورت میں بندہ مسلم کے وجدان میں اللہ کا تقویٰ و خوف پیدا کر دیتا ہے، لہذا اپنے روزے کو ایک تربیت گاہ سمجھیں اور اس سے شدتِ عزم و جزم، ہر خیر و برّ کے لیے قوتِ ارادہ، کردار کی اصلاح، نفس کی تہذیب، خواہشاتِ نفس پر کنٹرول اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح و تزکیہ حاصل کریں۔ اپنے اعمال کی طہارت، ضمیر کی صفائی اور ہمیشہ صحیح و سیدھے ارادوں کو پائیں۔ عمدہ کردار کے لیے قوت اور اعلیٰ اخلاق میں پختگی بھی روزے سے ممکن ہے۔ اب کون ہے وہ جس نے فساد و بگاڑ کی اصلاح، خلل و مرض کے علاج معالجے اور ضعیف و کمزور کی تقویت کے لیے بھرپور سعی و جدوجہد کی ہے؟ جبکہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾ [الحج: ۷۸]

”اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو، جیسا جہاد کا حق ہے۔“

## ثبات و استقامت:

خیر پر استقامت و پختگی اور ہدایت پر ثبات و پائیداری کی بار بار تاکید قرآن کریم کا ایک خاص وصف ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿فَاسْتَقِمُّوا كَمَا أُمِرْتُمْ وَمَنْ تَابَ مَعَكُمْ وَلَا تَطْفَؤْا﴾ [ہود: ۱۱۲]

”پس آپ ثابت قدم رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں، خبردار! حد سے نہ بڑھنا۔“

نیز فرمایا:

﴿وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ [الحجر: ۹۹]

”اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔“

یہ ربانی وصیتیں ہیں جن کے مخاطب تمام افراد و معاشرے ہیں، جو لوگوں کو امورِ اسلام پر

ثابت قدم رہنے، منہج دین کو ہمیشہ اپنائے رکھنے، اس کی حدود و قیود سے تجاوز نہ کرنے، اس کے اوامر کی اطاعت کرنے اور نواہی و زواجر سے باز رہنے کے بہترین طریقے اور اسلوب کے ذریعے ہدایت دیتی ہیں۔

آئیے اب مشکلات نبوت سے پھوٹنے نور کی ایک تجلی بھی ملاحظہ فرمائیے، جس میں انتہائی عمدہ عبارت اور جلیل القدر معنی و مفہوم والی وصیت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی یہ وصیت پوری امت اسلامیہ کے لیے ہے جو ایمان کامل، اعتقاد صحیح، اطاعت و عبادت پر صبر و ثبات کے ساتھ التزام، ممنوعات و محظورات سے کلی اجتناب، عمدہ اخلاق و کردار اور اعلیٰ معاملات والا ہونے کا پتا دیتی ہے۔ کسی دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی وصیت فرمائیں کہ آپ ﷺ کے بعد مجھے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«قُلْ آمَنْتُ بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَقِمَّ»<sup>①</sup>

”کہہ دیجیے کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔“

یہ وصیت مصطفیٰ ﷺ اپنے اندر امت اسلامیہ کے تمام افراد اور حکام و عوام کے لیے باسعادت زندگی کی ضمانت لیے ہوئے ہے۔ یہ اہل ایمان کے لیے ابدی سعادت و خوشی اور پر امن انجام و عاقبت کی ضامن ہے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا

وَلَا تَحْزَنُوا وَلَا أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾ [حم السجدة: ۳۰]

”واقعی جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔“

اور ایک جگہ فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۸)

أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣﴾ [الأحقاف: ١٣، ١٤]

”بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے، یہی لوگ اہل جنت ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا؟

اے امتِ اسلامیہ! یہ تقریبات اور حسین مواقع گزرتے چلے جا رہے ہیں، لیکن امت کئی مصائب و آلام اور مشکلات و مسائل سے دوچار ہے۔ تفرقہ و ضعف جیسے امور خون کے آنسو رلاتے ہیں۔ کیا اس المناک صورتِ حال اور غلط ڈگر کی اصلاح کے بارے میں حقیقی اسبابِ ضعف و کمزوری کا کھوج لگانے اور ان مشکلات و مصائب کے اصل عوامل کا پتا چلانے کا وقت ابھی تک نہیں آیا؟ ارشادِ الہی ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾

[الحديد: ١٦]

”کیا ابھی تک مومنوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکرِ الہی سے اور جو حق اتر چکا ہے، اس سے نرم ہو جائیں؟“

امتِ اسلامیہ ماہِ رمضان کو تو الوداع کہہ چکی ہے، اس کے لیے اب یہ بھی سخت ضروری ہے کہ ان المناک حالات اور امت کے جسم میں کئی جگہوں پر رستے زخموں کو بھی الوداع کہیں، جس کا کامیاب علاج صرف دینِ اسلام کے منجِ کامل سے تمسک، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی طرف پر غلوص رجوع میں منہمک ہے۔ دینِ اسلام کے اس منجِ کامل کا ایک حصہ یہ ہے کہ پوری سنجیدگی سے اس پر عمل ہو، دنیا کے ہر کونے میں اللہ کے دین کی مدد و نصرت کے سلسلے میں اللہ کے ساتھ صدق و صفائی کا معاملہ ہو اور اللہ کے ضعیف و مظلوم بندوں سے ظلم و ستم روکنے کے لیے اپنی ذمے داریوں کو باحسن طریق پورا کیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ [التوبة: ٧١]

”مومن مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست (مددگار و معاون) ہیں۔“

## امت کا فریضہ:

برادرانِ اسلام! امتِ اسلامیہ کے تمام افراد پر واجب ہے کہ وہ اعدائے دین اور دشمنانِ اسلام کے ان خطرناک منصوبوں کو اچھی طرح سمجھیں، جن کے ذریعے وہ مسلمانوں کے عقائد اور ان کے امن و استقرار کو نشانہ بنا رہے ہیں۔

آج صیہونی و یہودی طاقتیں پوری دنیا کو مصائب و آلام کے گڑھوں کی طرف دھکیل رہی ہیں اور ہماری اس امتِ اسلامیہ کو بطور خاص نقصان پہنچانا اور فتنوں میں جھونکنا چاہتی ہیں، لہذا ان سے خبردار رہیں، اور امتِ محمدیہ کے افراد اپنے دینِ اسلام کے تحفظ کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

برادرانِ اسلام! دشمنانِ دین اور اعدائے امت کے منصوبوں میں سے ایک خطرناک منصوبہ سعودی عرب کے خلاف ان کی ذرائعِ ابلاغ کے ذریعے فکری و ثقافتی یلغار بھی ہے، وہ ملک جس سے نبوت و رسالت کا نور پھیلا، وہ ملک جس میں حرمین و شریفین ہیں، وہ ملک جس نے انسانیت کے نام پر پوری دنیا میں امداد کی بارش برسا دی، امن و امان، استقرار اور خیر و سلامتی کے عام کرنے کے لیے بڑی قربانیاں دیں، اس ملک کے خلاف مغربی ذرائعِ ابلاغ نے زہریلے پردے لگائے کی یلغار اور طوفانِ بدتمیزی پھا کر رکھا ہے۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس حقیقت کو خوب پلے باندھ لیں کہ ان کی ان تمام تر کروتوتوں کا ہدف و نشانہ صرف امتِ اسلامیہ کو گہری ضرب لگانا اور اس کے ڈھانچے کی بنیادوں پر اثر انداز ہونا اور اسے نقصان دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے:

﴿وَذُوَا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً﴾ [النساء: ۸۹]

”وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح کے وہ کافر ہیں تم بھی انہی کی طرح کفر کرنے لگو اور پھر سب یکساں ہو جاؤ۔“

لہذا امت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین کے اغراض و مقاصد کو سمجھے اور اپنے خالق و مالک کے کلام کی اغراض اور اس کے اہداف و مقاصد کا ادراک حاصل کرے اور اپنے اسلام کی تعلیمات و مبادیات کو ذہن نشین کر لے، ورنہ اللہ نہ کرے، وہ اپنے رب کی ہدایت والی شیعہ فروزاں سے دور ہو جائے گی، ارشادِ الہی ہے:

﴿وَقُلْ اَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ﴾ [التوبة: ۲۰۵]

”کہہ دیجیے کہ تم عمل کیے جاؤ، تمہارے عمل اللہ خود دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے (بھی دیکھ لیں گے)۔“

### سعادت مند اور خوش نصیب:

مسلمانو! سعادت مند اور خوش نصیب وہ ہے جس نے اپنے اوقات کو اپنی آخرت سنوارنے پر صرف کر لیا، اسے ضروریاتِ زندگی نے خالق کے حقوق سے غافل نہ کیا اور اس دائرِ فانی کی چمک نے اسے دائرِ باقی (آخرت) سے لاپرواہ نہ کیا۔ اے وہ شخص! جس نے اطاعت کی حلاوت و شیرینی لی ہے، گناہوں کی تلخی کے ساتھ اس حلاوت کا موازنہ کرنے سے بچو۔

مسلمانو! ماہِ رمضان کے علاوہ بھی نیک و متقی رہو، جس طرح تم ماہِ رمضان میں رہے ہو۔ جس نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال کے بھی چھ روزے رکھے، وہ ایسے ہے جیسے ہمیشہ کا روزے دار ہو، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔<sup>①</sup>

ماہِ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں اور جس پر رمضان کے کچھ روزے قضا کرنا باقی ہوں اس کے لیے واجب یہ ہے کہ پہلے وہ فوری طور پر ان فرض روزوں کی قضا کی کوشش کرے، کیونکہ واجب ادا کرنا سب سے زیادہ حقدار اور ضروری ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

www.KitaboSunnat.com

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۱۶۴)



## ماہِ رمضان کے بعد... ثابت قدمی

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کا تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کو اس کی وصیت کی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کے تمام افراد کو اسی کی وصیت فرمائی ہے۔

مروءِ ایام... مروءِ حیات:

اللہ تعالیٰ نے خیر و بھلائی کے راستے آسان کیے ہیں اور اپنے بندوں کے لیے یکے بعد دیگرے نیکیوں کے کئی موسم مقرر فرمائے ہیں۔ شب و روز اور ماہ و سال کو پھیرنے والا، دن کو رات میں اور رات کو دن میں داخل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس نے ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی سبب و ذریعہ اور ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر فرمایا ہے۔ ہر کام کا حساب بھی اسی کے پاس ہے، اس نے اس دنیا کو ایک بازار بنایا ہے، جس میں لوگ شب و روز جاتے اور آتے ہیں۔ بعض لوگ تو اپنے آپ کو بیچ کر بھی اپنے نفس کو جہنم کی آگ سے آزاد کروا لیتے ہیں اور بعض وہ ہیں، جو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیتے ہیں۔

یہ گزرتے ہوئے دن عمر کا ایک حصہ ہوتے ہیں جس طرح طویل راستے میں مختلف مراحل و منازل ہوتی ہیں۔ ان کے گزرنے سے عمر ختم ہوتی جاتی ہے۔ دنیا میں جتنے قدم کسی نے چلنے ہوتے ہیں وہ پورے ہوتے جاتے ہیں، بندہ موت کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے اور اعمالِ صالحہ کے دروازے بند ہوتے چلے جاتے ہیں۔

چند انتہائی مبارک دن گزر گئے ہیں اور آپ نے اپنی عمر کے سفر کا ایک مرحلہ طے کر لیا ہے۔ جس نے اس مرحلے میں کوئی نیک عمل کر لیا، وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور اعمالِ صالحہ کا سلسلہ جاری

رکھے اور جس نے اس مبارک وقت میں بھی کوئی برائی کی، اسے چاہیے کہ فوراً تائب ہو جائے اور اپنے اعمال کی اصلاح کر لے۔

### راحت و سکون کا وقت:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ راحت و سکون کب حاصل ہوگا؟ انھوں نے فرمایا:

«عند أول قد يضعها في الجنة» ”جب جنت میں پہلا قدم رکھیں گے۔“

مسلسل اطاعت و نیکی میں اگر طویل زمانہ حاصل ہو جائے تو یہ صالحین کے لیے نعمت، مومنین کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک و سکونِ قلب اور محسنین کی تمنائیں پوری ہونے کا باعث ہوتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

«خَيْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ»<sup>①</sup>

”لوگوں میں سے بہترین وہ ہے، جس کی عمر طویل اور عمل نیک ہو۔“

### قبولِ عمل کی علامات:

قبولِ عمل کی کچھ علامتیں ہیں اور توبہ و انابت الی اللہ میں نجات کی نشانیاں ہیں۔ نیکی کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس کے بعد بھی نیکی کرنے پر کار بند رہے، اور برائی کی علامت یہ ہے کہ اس کے بعد بھی بندہ برائی ہی میں مبتلا رہے۔ نیکیوں پر نیکیاں کرتے چلے جاؤ، یہ ان کی قبولیت و تکمیل کی علامت اور نفس کو اس پر قائم رکھنے کا ذریعہ ہوں گی، یہاں تک کہ نیکی کرنا نفس کی عادت اور اس کی عمدہ خصلت بن جائے گی۔ اگر برائی کا ارتکاب ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو، تاکہ وہ نیکی اس کا کفارہ اور اس کے اضرار و خطرات سے بچاؤ کا سبب بن جائے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِمِينَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّكِرِينَ﴾ [ہود: ۱۱۴]

”بے شک نیکیاں برائیوں کو بہا لے جاتی ہیں اور یہ نصیحت پکڑنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

«إِتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمَحُّهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ

① مسند احمد (۵/۵) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۳۳۰)

بِخُلُقِي حَسَنٍ» وَفِي لَفْظٍ: «وَإِذَا أَسَأْتَ فَأَحْسِنِ»<sup>①</sup>

”تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ کا تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو اور برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو۔ وہ برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔“ اور ایک دوسری روایت میں ہے: ”اگر برائی کر بیٹھو تو اس کے فوراً بعد نیکی کرو۔“

### اطاعت پر استقامت:

اطاعت و فرمانبرداری پر استقامت، امتثالِ اوامر کی پابندی پر استمرار و دوام اور نواہی و زواجر سے اجتناب پر قائم رہنا، اللہ کے مومن بندوں کی صفاتِ حمیدہ میں سے ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾ [حم السجدة: ۳۰]

”بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو، جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور مومنوں کو استقامت اختیار کرنے اور اس کا ہمیشہ التزام کرنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿فَاسْتَقِمُّ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ﴾ [ہود: ۱۱۲]

”آپ اور آپ کے ساتھ توبہ کرنے والے سب لوگ استقامت اختیار کریں۔“

استقامت اور ثابت قدمی خیرات و نیکیوں کی چابی، حصولِ برکات کا ذریعہ اور حالات کی استقامت کا سبب ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقِيَهُمْ مَاءً غَدَقًا﴾ [الجن: ۱۶]

”اور (اے نبی! یہ بھی کہہ دو) کہ اگر لوگ راہِ راست پر قائم رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت وافر پانی پلاتے۔“

صحیح مسلم میں حضرت سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں

① مسند أحمد، رقم الحدیث (۲۱۳۵۴) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۹۸۷)

عرض کی: ”مجھے اسلام کے احکام کے سلسلے میں ایسی بات کہیں کہ آپ کے بعد مجھے کسی کو پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا:

«قُلْ أَمَنْتُ بِاللَّهِ نَمَّ اسْتَقِيمٌ»<sup>①</sup>

”کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔“

ہر وقت اور ہر لمحہ اپنے مولا کریم کی اطاعت و فرمانبرداری پر قائم رہیں اور موت آجانے تک مومن کے لیے عمل کا کوئی خالی وقت نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ [الحجر: ۹۹]

”اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کرتے رہو جب تک کہ موت نہ آجائے۔“

### صالحین کا منہج:

صالحین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اعمالِ صالحہ کی عدم قبولیت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ اگر وہ زمین کی پہنائیوں کے برابر بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں، پھر بھی وہ اپنے دل میں گناہ سے پر امن نہیں ہوتے۔“<sup>②</sup>

لہذا عمل کی کثرت پر اعتماد کر کے نہ بیٹھ جائیں، آپ کو کیا معلوم کہ وہ قبول بھی ہوگا یا نہیں؟ اور گناہوں سے کبھی امن محسوس نہ کریں، کیا معلوم کہ ان کا کفارہ ہوا بھی یا نہیں؟ اپنے عمل پر خوش ہو جانے والا بالآخر ذلت و رسوائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کتنے ہی عابد لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال پر فخر ہی نے برباد کر دیا ہے۔ ہلاکت آفریں چیزوں میں سے بخل، خواہشاتِ نفس کی پیروی اور خود پسندی بھی ہیں۔ جو شخص اپنے اعمال کو ان آفتوں سے صحیح نگرانی کر کے نہیں بچاتا، وہ نقصان اٹھانے والا ہو جاتا ہے۔ ظاہری اعمال اگر ریا کاری سے خالی نہ ہوئے تو وہ عند اللہ فائدہ مند ثابت نہ ہوں گے۔ خود پسندی کے نتیجے ہی میں خود فریبی، تدبیرِ الہی سے امن، عمل میں کوتاہی اور گناہوں کو بھول جانا اور ان کے بارے میں بے پروائی برتنا جیسی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۸)

② جامع العلوم والحکم لابن رجب (ص: ۱۷۴)

”الهلاك في اثنين: القنوط والعجب“<sup>(۱)</sup>

”ہلاکت کا باعث دو چیزیں ہیں: ناامیدی اور فخر و تکبر یا خود پسندی۔“

اعمال کی بربادی بڑی آسان ہے۔ احسان جتانے اور اذیت پہنچانے سے صدقہ و خیرات برباد ہو جاتے ہیں اور نمازِ عصر ترک کر دینے سے تمام اعمال ہی برباد ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ صالحین یہ دعا بھی کیا کرتے تھے:

”اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْعَمَلَ الصَّالِحَ وَحِفْظَهُ“

”اے اللہ! ہم تجھ سے عملِ صالح کی توفیق اور اس کے تحفظ کی دعا کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَقَصَتْ غَزَلُهُا مِنْ بَعْدِ قُوَّةِ أَنْكَاثًا تَتَخَذُونَ آيْمَانَكُمْ

دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونُوا أُمَّةً هِيَ أَرْبَى مِنْ أُمَّةٍ﴾ [النحل: ۹۲]

”اور اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے بڑی محنت کر کے سوت کا تار اور پھر اسے توڑ کر کلڑے کلڑے کر دیا، تم اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ بنانے لگو کہ ایک گروہ دوسرے سے زیادہ غالب رہے۔ (بات یہ ہے کہ اللہ تمہیں اس سے آزماتا ہے)۔“

اپنے اعمال پر خوشی اور اترانے کی نفی کرنے کے لیے اللہ سے مدد طلب کریں اور اپنے اعمال کو معمولی سمجھیں، ان کے مقابلے میں اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں، اور شکر نہ کرنے کی صورت میں ان کے ضائع ہو جانے اور چھن جانے سے ڈرتے رہا کریں۔ سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی نافرمانی کے باوجود جنت میں داخل ہو گیا اور ایک شخص اطاعت و فرمانبرداری کے باوجود جہنم میں داخل کر دیا گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ اے سعید! یہ کیسے ہوا؟ انھوں نے بتایا:

”ایک آدمی نے گناہ و نافرمانی کی اور پھر وہ اس گناہ پر مسلسل اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اور اس کے ڈرنے کی وجہ سے اللہ نے اسے جنت میں داخل کر دیا، ایک شخص نے نیکی کی اور اسی پر مسلسل اتراتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے اس کے اس عمل کو اسی وجہ سے برباد کر دیا اور وہ جہنم میں داخل ہو گیا۔“

لہذا اس ماہِ مبارک میں آپ نے جو نیکیاں کی ہیں، انھیں اخلاص و للہیت کے ذریعے محفوظ

(۱) إحياء علوم الدين للغزالي، الكتاب التاسع، كتاب ذم الكبر والعجب.

کریں، اپنی کوتاہیوں اور عملی تقصیر کا اعتراف کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا و خوشنودی اور مغفرت و بخشش طلب کرتے رہا کریں۔

غلطی پر اصرار باعثِ ہلاکت ہے:

مسلمانو! خطائیں تو بندوں کے گلے کا طوق ہیں اور ان پر اصرار کرنا اور بھند ہو کر ان کا ارتکاب کرتے ہی چلے جانا، باعثِ ہلاکت ہے۔ جو شخص اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے اعراض کرتا ہے، وہ اپنی غفلت کے لباس ہی میں اوندھا گرا دیا جاتا ہے اور جس نے اپنے اور اپنے رب کے مابین اچھے تعلقات استوار کر لیے اور اپنی اصلاح کر لی، اللہ اس کے اور مخلوق کے مابین تعلقات کی خود ہی اصلاح کر دیتا ہے۔

ابو جعفر الساجح بیان کرتے ہیں کہ حبیب ابو محمد ایک تاجر تھے، وہ لوگوں کو درہم کرائے پر (سودی قرضے میں) دیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کھیل کود کرتے ہوئے چند بچوں کے پاس سے گزرے تو ان میں سے بعض نے کہا: ”یہ آگیا ہے سود خوار۔“ تاجر نے سر جھکایا اور نکل گیا اور اپنے رب سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: ”اے میرے اللہ! میرے بھید تو نے بچوں کے سامنے بھی عیاں کر دیے ہیں، وہ گھر لوٹا، اپنا سارا مال جمع کیا اور اللہ سے درخواست کرتے ہوئے کہنے لگا: اے اللہ! میں تیرا قیدی ہوں، میں اپنا یہ سارا مال تیری راہ میں خرچ کر کے تجھ سے اپنا نفس خریدنا اور اسے آزاد کرانا چاہتا ہوں تو میرے نفس کو آزاد کر دے۔ پھر وہ صبح اٹھا اور اپنا سارا مال صدقہ کر دیا اور عبادتِ الہی میں مشغول ہو گیا۔<sup>(۱)</sup>

ماہِ غفران، ماہِ رمضان کے گزر جانے کے بعد گناہوں سے بچیں، کیونکہ گناہ گار شقاوت و بدبختی میں مبتلا ہوتا ہے اور خطائیں انسان کو ذلیل اور اس کی زبان کو قوت گویائی سے محروم کر دیتی ہیں۔ امام ابو سلیمان تیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”آدمی پردے سے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، مگر صبح ہونے تک اس پر اس گناہ کی ذلت چھا جاتی ہے۔“<sup>(۲)</sup>

اطاعت و نیکی کے بعد گناہ کو اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے بعد اس سے دوری پیدا کرنے

(۱) حلیۃ الأولیاء، (۶/۱۴۹)

(۲) جامع العلوم والحکم لابن رجب (ص: ۱۶۳)

والے افعال کو برا سمجھو اور ان سے بچو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ سَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَ الْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ [آل عمران: ۱۳۳]

”اور اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف جلدی کرو، جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو اہل تقویٰ کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

ربِ رمضان ہی ربِ زمان ہے:

وہ فضائل و برکات، اللہ کے انعام و اکرام اور داد و دہش والی روشن راتیں گزر گئیں۔ جن لوگوں نے اپنے رب کی اطاعت کی، ماہِ رمضان کی صحیح قدر کی اور اپنے خالق و مالک کے لیے خلوص و للہیت کے ساتھ نیک عمل کیے، ان کے لیے خوش خبری ہے اور جسے اس ماہِ مبارک میں بھی تا سب ہونے کا موقع نہ مل سکا، وہ وقت کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے پہلے توبہ کر لے۔ ہمارا پروردگار اپنے بندوں کو نعمتیں عطا کرتا اور ان سے پیار رکھتا ہے، وہ اندھیروں میں انھیں پکار پکار کر طلبِ مغفرت پر اکساتا ہے۔ اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اپنے خالق و مالک کے ساتھ تعلق مضبوط کر کے رکھیں اور اپنے ہر طرح کے حالات اور تمام حرکات و سکنات میں اس سے علاقہ قائم رکھیں۔ جس ذات نے ماہِ رمضان کو فضیلت عطا فرمائی ہے، باقی تمام ماہ و سال اور پورے زمانے کا معبود واللہ بھی وہی ہے۔ استقامت کو اپنا شعار اور اعمالِ صالحہ کو اپنی زندگی کی غرض و غایت بنا لیں، اخلاقی قرآنیہ کو اپنا لیں اور سید الانام ﷺ کے اوصافِ حمیدہ سے متصف ہو جائیں، تم فلاح پا جاؤ گے اور دنیا و آخرت میں سعادت و خوشی تمہارا مقدر ہوگی۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أَنْشَىٰ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [النحل: ۹۷]

”جو شخص نیک عمل کرے گا، وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اسے (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

## دعوتِ دین اور ہماری ذمے داری

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

### خصائصِ شریعت:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے شریعتِ کاملہ کی شکل میں ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے، جو ٹھنڈے سایوں والی ہے جو اس کے سائے میں آ گیا، وہ گرمی اور تپش سے بچ گیا۔ یہ شریعت ایک مضبوط قلعہ ہے، جو اس میں داخل ہو گیا وہ ہر قسم کے شر سے محفوظ ہو گیا۔ ایسی شریعت جو انتہائی مالوف نظام پر مشتمل ہے جس کی اقسام بھی باہم معتدل و متقارب ہیں، وہ ہر قسم کے نقص و عیب سے بری، ہر میل سے پاک اور ہر قسم کی کمی و کوتاہی سے محفوظ ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو عدل و حکمت اور مصلحت و رحمت پر مشتمل ہے۔

اگر اس نے فساد کو حرام قرار دیا ہے تو اس سے ملتی جلتی یا اس سے بھی بری چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور جب صلاح کی رعایت کی ہے تو اس سے ملتی جلتی اور اس سے بھی عمدہ چیزوں کی بھی رعایت کی ہے۔ یہ سیدھی، ہر قسم کی کجیوں سے خالی اور آسان شریعت ہے جس کے احکام میں کہیں سختی نہیں۔ اس میں کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیا گیا کہ عقل یہ کہہ سکے کہ اگر اس سے منع کیا گیا ہوتا تو بہتر تھا اور کسی ایسی چیز سے منع نہیں کیا گیا کہ عقل کو اس میں ذرا بھی موقع مل سکے اور وہ کہے کہ اگر اسے مباح و جائز کیا گیا ہوتا تو بہتر تھا۔ اس شریعت کے اوامر انسانی جسم و روح کے لیے غذا و دوا ہیں، اور اس کا نور ہی انسان کے لیے اس کی حمایت و بچاؤ کا ذریعہ ہے، جس نے اس شریعت کے نور سے ہٹ کر کہیں سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی، وہ اس کے لیے مشکل بلکہ بالکل ناممکن ہے اور وہ شخص سراسر بے بصارت و اندھا اور بے بصیرت و احمق ہے۔



مسلمانو! اسلامی شریعت کو اپنائے بغیر بشریت و انسانیت حقیقی راحت و سکون نہیں پاسکتی، بلکہ وہ سراسر بتلاے عذاب و خطب رہے گی، اس کی زندگی اجیرن ہوگی اور اس کی انتہائی قیمتی و عزیز اشیا رائیگاں جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَعَالَهُ مِنْ مُكْرِمٍ﴾ [الحج: ۱۸]

”اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے، اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔“

وہ زندگی جو انسان کو عزت و شرف عطا کر سکتی ہے، وہ صرف شریعتِ اسلامیہ کے سائے میں گزرنے والی زندگی ہی ہے۔ اسے اپنائے بغیر، اس کی حدود و قیود کا احترام کیے بغیر اور اس پر عمل کیے بغیر کوئی عزت و شرف نہیں۔

اعدائے شریعت اور دشمنانِ دین:

مسلمانو! اس شریعتِ غزاکے بے شمار دشمن ہیں جو اسے ختم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے، بلکہ چاہتے ہیں کہ اسے اس کے گہوارے ہی میں دفن کر دیں، وہ اس کے مبادیات و ثوابت، قواعد و ضوابط اور اس کے مسلمات میں تشکیک پیدا کرنے میں کوشاں رہتے ہیں، وہ دھوکے، مکر و فریب، تاویل، کذب و دجل، خوبصورت الفاظ اور چمک و دمک والے اقوال کے ذریعے حق و باطل کو باہم گڈمڈ کرنے میں لگے رہتے ہیں، وہ معاندینِ اسلام و دشمنانِ دین ظاہر تو کچھ کرتے ہیں مگر باطن اس کے سراسر الٹ ہوتا ہے، وہ زمین میں سراسر فساد پیدا کر رہے ہیں، کسی قسم کی اصلاح ہرگز نہیں کر رہے۔

وہ کھل کر تو شریعت کا انکار نہیں کر سکتے، اس لیے انھوں نے مکر و فریب والے اور فاجرانہ و گمراہ کن طریقے اختیار کر لیے ہیں جن کے ذریعے وہ حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں، باطل و شر اور فساد پھیلانے والے ان کے بے شمار معاون و مددگار ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کا سہارا بھی لے لیتے ہیں جو ان کے مکر و فریب، دھوکا اور گمراہی پر مشتمل نظریات کے ظاہر کو دیکھ کر اس کی ترویج کا باعث بنے۔ وہ ان کے ظاہر کو دیکھ کر انھیں باعثِ عزت سمجھتے اور جواز کا فیصلہ کر دیتے ہیں، جبکہ اہل بصیرت ان کے اصل مقاصد اور باطن کو دیکھ کر انھیں انتہائی قبیح و حرام سمجھتے ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ان لوگوں نے جو حیلے تراشے ہیں اور ان کے ذریعے وہ سنن کا خاتمہ کرنے کے

درپے ہیں، انھیں اگر کسی چیز کے بارے میں کہا گیا کہ یہ حرام ہے، انھوں نے ایسے ایسے حیلے تراشے کہ اسے حلال کر دیا، وہ نبی ﷺ کی سنتوں کا خاتمہ کرنے کے لیے حیلے پیدا کرتے ہیں۔<sup>①</sup>

زیاد بن حدید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کی عمارت کو کیا چیز مسمار کرتی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، انھوں نے فرمایا: اسلام کی عمارت کو، عالم کی لرزش، منافق کا جھگڑا اور گمراہ حکمرانوں کی حکومت زمین بوس کر دیتی ہے۔“<sup>②</sup>

لہذا اللہ کے بندو! ایسے شر بردوش لوگوں کے ہمراہ ہونے اور ایسے گمراہ کن راستوں پر چلنے سے بچو، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا تَرْتَكِبُوا مَا ارْتَكَبَتِ الْيَهُودُ وَتَسْتَحِلُّوا مَحَارِمَ اللَّهِ بِأَذْنَى الْحَيْلِ»<sup>③</sup>

”تم بھی انہی غلطیوں کا ارتکاب نہ کرنا جن کا ارتکاب یہودیوں نے کیا تھا اور حیلوں بہانوں سے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیا کو حلال نہ کر لینا۔“

سلف صالحین میں سے بعض نے کہا ہے:

”جس میں یہ تین چیزیں ہوں گی، یہ خود اسی کے لیے وبال ہوں گی، مکر و فریب، بغاوت و سرکشی اور عہد شکنی، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے:

﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ [الفاطر: ۴۳]

”اور مکر و فریب کرنے والے کا وبال خود مکر کرنے والے پر ہی پڑتا ہے۔“<sup>④</sup>

**دعوت و تبلیغ کا فریضہ اور اس کے تارک کا انجام:**

مسلمانو! شریعتِ اسلامیہ کا دفاع کرنا، حیلے کرنے والوں کے حیلوں کا رد کرنا، افترا پردازوں

① الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ (۸۲/۱) إغانة اللفهان (۱/۳۵۵)

② سنن الدارمی (۸۲/۱) حلیۃ الأولیاء (۴/۱۹۶)

③ إبطال الحیل لابن بطہ (ص: ۲۴) نیز دیکھیں: غایۃ المرام، رقم الحدیث (۱۱)

④ حلیۃ الأولیاء (۵/۸۲)

کے شکوک و شبہات کو زائل کرنا، فساد و بگاڑ پیدا کرنے والوں کے راستوں میں بند باندھنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمے داری ادا کرنا، دعوت و تبلیغ کرنا اور ایضاً و بیان کی ذمے داری کو نبھانا؛ تمام مسلمانوں پر حسب استطاعت و قدرت اور حسب علم و معرفت واجب و ضروری ہے۔ خصوصاً اہل علم و معرفت علماء، فقہاء، اربابِ بست و کشاد، قضا و افتا کے ذمے داروں، حکام و أمراء، حلال و حرام کو جاننے والے ائمہ و علماء جو استنباط احکام کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ جن کے نور سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں اور جنکے منہاج و طریقے پر اہل توفیق چلتے ہیں، ان لوگوں پر تو دعوت و تبلیغ دین اور نشر و اشاعتِ اسلام کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس کا ادا کرنا ان کے لیے از بس ضروری ہے، تاکہ دین کے مسائل و احکام کو ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ رکھا جاسکے۔ اس دین کو اپنے سلف سے وہ خلف رشید حاصل کریں گے جو غالی لوگوں کی تحریف، اہل باطل کی حیلہ سازیوں اور جابلوں کی تاویلوں کا دفاع کر کے اس کا اثبات کریں گے۔<sup>(۱)</sup> یہ وہ عہد و پیمان ہے جو اللہ تعالیٰ نے علماء سے لیا ہے اور فرمایا ہے:

﴿وَ إِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ﴾ [آل عمران: ۷۸]

”اور جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے اقرار لیا، جنہیں کتاب عنایت کی گئی تھی کہ (جو کچھ اس میں لکھا ہے) اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا اور (اس کی کسی بات کو) ہرگز نہ چھپانا۔“  
امام قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”یہ عہد و پیمان ہے جو اللہ نے اہل علم سے لیا ہے کہ جسے کسی بات کا علم ہو وہ دوسروں کو سکھائے، لہذا علم کو چھپانے سے بچیں، کیونکہ کتمانِ علم باعثِ ہلاکتِ فعل ہے۔“<sup>(۲)</sup>  
علامہ ابن قیم رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

”اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم چار زبانوں پر ظاہر ہوتا ہے: راوی کی زبان، مفتی کی زبان، حاکم و قاضی کی زبان اور گواہ کی زبان۔ ان چار پر واجب ہے کہ وہ علم کی

(۱) معرفة الصحابة لأبي نعيم (۵۳/۱) الثقات لابن حبان (۱۰/۴)

(۲) تفسیر الطبری (۲۰۳/۴)

بنیاد پر صدق و سچائی کے ساتھ خبر دیں۔ چاروں میں سے ہر کسی کے لیے سب سے خطرناک آفت جھوٹ اور کتمانِ علم ہے، جس نے حق کو چھپایا یا اس میں جھوٹ سے کام لیا، اس نے اللہ کے دین و شریعت میں اس سے منازعت کی۔ ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ اس کے دین و علم اور اس کی دنیا سے برکت اٹھالیتا ہے۔ جو شخص صدق و سچائی اور توضیح و بیان کی راہ اپناتا ہے، اس کے علم و وقت اور دین و دنیا میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ کتمانِ حق اور اسے چھپانے کی وجہ سے اسے گویا اس کی قوت و شوکت سے معزول کر دیا جاتا ہے اور جھوٹ کے ذریعے اسے اصل پہلو سے پھیر دیا جاتا ہے۔ سزا بھی اسی فعل کی جنس سے دی جاتی ہے کہ اہل صدق و بیان کو جو شان و شوکت، تعظیم و ہیبت اور عزت و شرف حاصل ہوتا ہے، اس شخص کو ان تمام اعزازوں سے معزول کر دیا جاتا ہے اور اسے بندوں کے مابین ذلت و رسوائی اور اللہ کی ناراضی کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کتمانِ علم و حق اور جھوٹ سے کام لینے والوں میں سے جس کا چاہے گا چہرہ مسخ کر دے گا اور انھیں اوندھے منہ کر دیگا، کیونکہ انھوں نے دنیا میں حق کو مسخ کیا اور اسے اوندھا کیا تھا۔ یہ اس کی پوری پوری سزا ہے اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا ہرگز نہیں ہے۔<sup>①</sup>

### کتمانِ علم اور اخفائے حق کی سزا:

مسلمانو! یقینی علم و تحقیق حاصل ہو جانے کے بعد علم و حق کو چھپانا بہت ہی مذموم حرکت و فعل ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی علامات میں سے شمار فرمایا ہے جو غضبِ الہی کا شکار اور گمراہ ہوئے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [آل عمران: ۷۸]

”اے اہل کتاب! حق کو باطل کے ساتھ باہم گڈنڈ کیوں کرتے ہو اور حق کو چھپاتے

① إعلام الموقعین (۱۷۴/۴)

کیوں ہو؟ حالانکہ تم (حق کو) جانتے ہو۔“

اور ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: ۴۲]

”حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ جبکہ تم جانتے ہو۔“

نیز فرمایا:

﴿الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ

لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: ۱۷۶]

”وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس (نبی) کو بالکل اسی طرح پہچانتے جیسے وہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں لیکن ان میں کچھ لوگ حق کو چھپاتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔“  
ایک اور جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ إِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ

وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبَيَّنَّسْنَا مَا يَشْتَرُونَ﴾ [آل عمران: ۷۷]

”جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب عنایت کی گئی تھی کہ تم اسے لوگوں کے لیے بیان کرو گے، اسے چھپاؤ گے نہیں، انھوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کی، بہت برا ہے جو یہ حاصل کرتے ہیں۔“  
اس ارشادِ الہی کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”انھوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو اپنے لوگوں سے چھپایا اور اللہ نے جن دنیوی و اخروی خیرات و احسانات کا وعدہ فرمایا ہے اس کے عوض انھوں نے دنیوی مال و دولت اور گھٹیا متاع پائی، انکا یہ سودا اور ان کی یہ تجارت بہت ہی بری تجارت ہے۔ اس میں علما کے لیے تنبیہ ہے کہ وہ کہیں انہی کی سی چال نہ چلنے لگیں، انہی کی طرح متاعِ دنیا کے لیے دین و حق کو نہ بیچ کھائیں اور انہی کی طرح دنیا و آخرت کی نعمتوں اور اجر و ثواب سے محروم نہ کر دیے جائیں۔ علمائے کرام کو چاہیے کہ جس قدر بھی انھیں علم حاصل ہے، اس کی نشر و اشاعت اور بیانِ حق کے لیے بھرپور

کوشش کرتے رہیں اور علم و حق میں سے کوئی ذرہ برابر چیز نہ چھپائیں۔<sup>①</sup>

مسلمانو! علم اور حق کا چھپانا اللہ ارحم الراحمین کی رحمت سے دوری، لعنت و ملامت، دربار الہی سے دھتکارے جانے اور رسوا کن عذاب کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَ أَصْلَحُوا وَ بَيَّنَّوْنَا فَاُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾ [البقرة: ١٥٩، ١٦٠]

”پیشک وہ لوگ جو کتاب میں لوگوں کے لیے ہمارے بیان کر دینے کے بعد، ہماری نازل کردہ ہدایت اور بینات اور نشانیوں کو چھپاتے ہیں، وہ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت و ملامت کرتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں اور بیان کر دیں، میں ان کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے اور بہت ہی رحم کرنے والا ہوں۔“

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص بینات اور ہدایت میں سے کچھ چھپاتا ہے، وہ ملعون ہے۔“<sup>②</sup>

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اگر کتاب الہی کی یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں تمہیں ایک حدیث بھی نہ سنا تا، پھر انھوں نے یہ سابقہ دو آیتیں پڑھیں۔“<sup>③</sup>

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكْتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ ﴾<sup>④</sup>

① تفسیر ابن کثیر (١/ ٤٣٧)

② تفسیر القرطبی (٢/ ١٨٤)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (٢٣٥٠) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٤٩٢)

④ مسند أحمد (٢/ ٢٦٣) سنن أبی داود، رقم الحدیث (٣٦٥٨) سنن الترمذی، رقم الحدیث (٣٦٤٩) سنن

ابن ماجہ، رقم الحدیث (٢٦٦)

”جو شخص کسی ایسی بات کے بارے میں سوال کیا گیا جسے وہ جانتا ہے مگر اس نے اسے چھپا لیا، اسے قیامت کے دن نارِ جہنم کی لگام ڈالی جائے گی۔“  
بعض اہل علم نے کہا ہے:

”جس طرح اس نے قولِ حق کے اقرار اور اظہار سے اپنی زبان کو گویا لگام دی ہے، اسی طرح قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔“<sup>①</sup>

### دعوت و تبلیغ کی تاکید:

مسلمانو! جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پوری امانت، ودیانت کے ساتھ کسی خوفِ ملامت کے بغیر آگے پہنچاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی بڑی تعریف فرمائی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَىٰ

بِاللَّهِ حَسِيبًا﴾ [الأحزاب: ۳۹]

”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغامات آگے پہنچاتے ہیں اور صرف اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ ہی حساب کرنے کو کافی ہے۔“

ایک حدیث شریف میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:

«أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقِّي إِذَا عَلِمَهُ»<sup>②</sup>

”خبردار! کسی شخص کو لوگوں کا ڈر اور خوف حق کہنے سے ہرگز نہ روکے، جبکہ حق کا اسے علم ہو چکا ہو۔“

مسند احمد میں یہ اضافی الفاظ بھی مروی ہیں:

«فَإِنَّهُ لَا يُقَرَّبُ مِنْ أَجَلٍ وَلَا يُبَاعِدُ مِنْ رِزْقٍ أَنْ يُقَالَ بِحَقِّي أَوْ يُدَكَّرَ بِعَظِيمٍ»<sup>③</sup>

① معالم السنن للخطابی (۲۵۱/۵)

② مسند أحمد (۵/۳) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۱۹۱) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۴۰۰۷)

③ مسند أحمد (۵۰/۳)

”حق کہنا اور عظمت والے کا ذکر کرنا اسے اس کے رزق سے دور کر سکتا ہے نہ اسے اس کی موت کے پاس لے جا سکتا ہے۔“

نیز نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ»

”تم میں سے کوئی شخص اپنے نفس کو حقیر ہرگز نہ سمجھے۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! بندہ اپنے نفس کو کس طرح حقیر سمجھ سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بندہ دیکھتا ہے کہ اسے یہاں اللہ کے لیے کچھ کہنا چاہیے مگر وہ نہیں کہتا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کہے گا کہ تم نے فلاں فلاں موقع پر بات کیوں نہ کی؟ وہ بندہ کہے گا: میں لوگوں سے ڈر گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں اس بات کا زیادہ مستحق ہوں کہ تو مجھ سے ڈرتا۔<sup>(۱)</sup>

غرض کہ شرعی قواعد و ضوابط کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہو اور دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہو، تاکہ تمہیں اس کے فوائد و مصالح حاصل ہوں اور نقصانات و برائیاں ختم ہوں۔ امن و سلامتی اور نفع و نیکی تو دعوت و تبلیغ کرنے میں اور اللہ کے پیغام کو چھپانے میں نہیں بلکہ بیان کرنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا﴾ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾ إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ ﴿[الجن: ۲۱ تا ۲۳]

”کہہ دیجیے (اے نبی!) کہ میں تمہارے لیے نقصان یا نفع کسی کا کوئی اختیار نہیں رکھتا ہوں، یہ بھی کہہ دیجیے کہ اللہ کے عذاب سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں پاتا، ہاں اللہ کے احکام اور اس کے پیغامات کا پہنچا دینا ہی میرے ذمے ہے۔“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ

(۱) مسند أحمد (۳/۳۰) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۴۰۸)



وَاللّٰهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾ [المائدة: ٦٧]

”اے رسول! تم پر جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اسے آگے پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے حق رسالت ادا نہ کیا، تمہیں لوگوں سے اللہ بچائے گا اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہرگز ہدایت نہیں دیتا۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

”اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اہل علم کو بھی یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ وہ امور شریعت میں سے کوئی چیز ہرگز نہ چھپائیں۔“<sup>①</sup>

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کی جو ذمے داری سونپی گئی تھی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باحسن طریق پوری کی۔ مسروق بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

«مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا كُنْتُمْ شَيْئًا مِنَ الْوَحْيِ فَقَدْ كَذَبَ»<sup>②</sup>

”اگر تمہیں کوئی یہ بات بتلائے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امور وحی میں سے کوئی معمولی سی چیز بھی چھپائی ہے تو وہ شخص جھوٹا ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا ایک واضح منج بیان نہیں فرما دیا، حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار نہیں دے دیا۔ آپ نے نکاح کیے، طلاق دی، جنگیں لڑیں اور صلحیں کیں۔“<sup>③</sup>

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«لَقَدْ تَرَكْنَا مُحَمَّدًا ﷺ وَمَا يَحْرِكُ طَائِرٌ جَنَاحِيهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا أَذْكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا»<sup>④</sup>

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے تو تب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر چیز پہنچا چکے تھے، حتیٰ

① تفسیر القرطبي (٦/ ٢٤٢) یہ امام قرطبي رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (٤٦١٢) صحیح مسلم، رقم الحدیث (١٧٧)

③ سنن الدارمی، رقم الحدیث (٨٣)

④ مسند أحمد (١٥٣/٥)

کہ کسی پرندے نے فضا میں پر پھیلائے تو اس کے بارے میں بھی آپ ﷺ نے ہمیں مطلع فرمادیا۔“

خود نبی مکرم ﷺ نے واقعہ کسوف کے خطبے میں اس بات کا علائحہ ذکر فرمایا:

”میں ایک بشر ہوں اور رسول ہوں۔ میں تمہیں اللہ کا واسطہ اور اس کی یاد دلاتے ہوئے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ: کیا میں نے اللہ کے پیغامات پہنچانے میں کوئی کمی کوتاہی کی ہے؟ تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہ یک زبان کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ کے پیغامات ہمیں اچھی طرح پہنچا دیے ہیں اور اپنی (تبلیغی و دعوتی) ذمے داری پوری کر دی ہے۔“<sup>①</sup>

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

«تَرَكْتُكُمْ عَلَىٰ بَيْضَاءَ نَفِيَّةٍ لَّيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ»<sup>②</sup>

”میں نے تمہیں شفاف اور روشن دین پر چھوڑا ہے، جس کی رات بھی دن کی طرح ضو افشاں ہے، جو اس منہج و دین سے پھر گیا وہ ہلاک ہو گیا۔“

حق و ہدایت کے حامیو! اہل علم و تقویٰ خواتین و حضرات! سیدالورثیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متبعین! خیر و بھلائی کے داعیو! دعوت و ارشاد کے سپاہیو! اللہ تعالیٰ نے جو ذمے داری تمہیں سونپی ہے، اسے نبھاؤ اور اپنے رب کے پیغام کو آگے پہنچاؤ۔ لوگوں کو عذاب الہی سے ڈراؤ، مختلف قوموں کو اس کے بتلائے عذاب کرنے کے واقعات سناؤ، اور اللہ اگر انتقام لینے پر آجائے تو اس کے انتقام کی شدت بیان کر کے انہیں نصیحت کرو، نبی مکرم ﷺ کا یہ ارشاد یاد رکھو:

«لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ»<sup>③</sup>

”اگر ایک شخص بھی آپ کے ہاتھ پر ہدایت پا گیا تو یہ چیز تمہارے لیے سرخ اونٹوں کی دولت سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔“

جاہل کو تعلیم دو، غافل کو نصیحت کرو، اعراض کرنے والے کو خیر خواہی کے ساتھ دعوت دو،

① مسند أحمد (۱۶/۵) صحیح ابن خریمة، رقم الحدیث (۱۳۹۷) اس کی سند میں ”ثلبہ بن عباد“ مجہول ہے۔

② مسند أحمد (۱۲۶/۴) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۴۴)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۰۰۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۴۰۶)

اہل باطل کے ساتھ جدالِ بالحق کرو، دعوت و تبلیغ کو اپنا نصب العین بنا لو اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اپنا فرض منصبی سمجھو اور توحیدِ خالص کی نشر و اشاعت کو اپنی ذمہ داری و ڈیوٹی بنا لو، باہم اختلاف میں نہ پڑو، جبکہ دشمنِ خوب متحد ہے اور جب تک باطل کو پچھاڑ نہ لو، دم نہ لو۔ ناچیز متاعِ دنیا کے پیچھے نہ لگو، یہ دعوت و تبلیغِ انتہائی عظیم الشان، جلیل القدر اور بہت بھاری ذمہ داری ہے۔ حق کو بیان کرو، چھپاؤ نہیں۔ عمر بھر اور موت آجانے تک تمام جد و جہد اس کام میں لگا دو، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک اس ذمہ داری کو نبھانے سے ہاتھ نہیں کھینچا، جب تک روح نکل کر حلق تک نہیں آگئی، اور دعوت و بیان کے فریضے سے اس وقت تک نہیں رُکے، جب تک زبان نے بولنے سے ہاتھ نہیں چھوڑ دیا۔

سنن ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ام المومنین ام سلمہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اس مرض میں جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی، یہ کہہ رہے تھے:

”نماز کا خیال رکھو، اپنے غلاموں اور کنیزوں کا خیال رکھو۔ آپ ﷺ اس وقت تک یہ کلمات کہتے رہے جب تک کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک، نے ساتھ نہیں چھوڑ دیا۔“<sup>①</sup>

اور مسند احمد میں ہے:

”یہاں تک کہ نبی ﷺ کے سینہ مبارک میں یہ آواز رکنے لگی اور زبان الفاظ ادا کرنے سے عاجز آگئی۔“<sup>②</sup>

یعنی آپ ﷺ یہ کلمات بار بار دہراتے رہے، کیونکہ یہ باتیں ہی اتنی اہم تھیں، لیکن مرض کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ اب پوری طرح کہہ نہیں پا رہے تھے۔ اے دعاۃ حق و ہدایت! باہم شانہ بہ شانہ ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور اس فریضے کو بھر پور طریقے سے ادا کرو، اس میں کمی کوتاہی نہ کرو۔ لوگوں کو بشارتیں دو اور انھیں دین سے متنفر نہ کرو، لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرو، انھیں تنگی میں مبتلا نہ کرو، خود بھی خوش ہو جاؤ اور اپنے رب کا ارشاد سنو۔ فرمایا:

﴿ اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

① مسند احمد (۶/۲۹۰) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۱۶۲۵)

② مسند احمد (۶/۲۹۰)

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٨﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ  
فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿١٢٩﴾ وَاصْبِرْ  
مَا صَبَرْنَا إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي صَيْقِلٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٣٠﴾  
إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿١٣١﴾ [النحل: ١٢٨ تا ١٣٨]

”(اے پیغمبر) لوگوں کو حکمت و دانائی اور اچھی نصیحت و خیر خواہی سے اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو، اور بہت اچھے طریقے سے ان سے جدال و مناظرہ کرو، جو اس کے راستے سے بھٹک گیا تمھارا رب اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں وہ ان سے بھی خوب واقف ہے۔ اور اگر تم انھیں تکلیف دینا چاہو تو صرف اتنی ہی تکلیف دو جتنی انھوں نے تمھیں دی اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت ہی اچھا ہے، اور صبر ہی کرو اور تمھارا صبر کرنا بھی اللہ کی مدد سے ہے اور جو بداندیشی کرتے ہیں، ان کے بارے میں غم نہ کریں اور نہ اس سے تنگ دل ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار اور نیکو کار ہیں۔“

### منصبِ فتویٰ اور سہل انگاری:

تبلیغِ شریعت میں امانت و صدق کے منافی اشیاء میں سے ایک یہ ہے جو بعض دنیا پرست اور دولت کے پجاری لوگوں سے صادر ہوتا ہے کہ وہ دلیل صحیح کے مخالف امور کے اخذ و جواز کا فتویٰ دے دیتے ہیں اور شاذ اقوال کو اختیار کر لیتے ہیں جن کے اسلام اور مسلمانوں کے لیے مفاسد و ہلاکت آفرینوں کو معمولی بصیرت رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے، ان اقوال و فتاویٰ کو وہی شخص صادر کر سکتا ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی تعظیم و اجلال اور تقویٰ و خوف سے خالی ہو اور حبِ دنیا، مخلوق سے قرب اور خالق سے دوری سے بھرا ہوا ہو۔ بعض صالحین امت نے کہا ہے:

”لوگوں میں سے شقی و بد نصیب وہ شخص ہے جو اپنی دنیا کے بدلے اپنی آخرت کو بیچ دے اور اس سے بھی بد نصیب وہ ہے جو کسی دوسرے کی دنیا بنانے کے لیے اپنی آخرت داؤ پر لگا دے۔“

ایسے لوگوں کو اس دن سے ڈرنا چاہیے کہ جس دن انسان کے اعضاے جسم گواہی دیں گے، سینوں کے راز اگلو لیے جائیں گے اور قبروں میں مدفون سب لوگوں کو بھی اٹھا لیا جائے گا۔ اس دن دھوکا دینے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو اپنے ہی آپ اور اپنے دین کو دھوکا دیتے رہے ہیں اور وہ اپنے ہی آپ سے گھپلے اور اپنی ذات ہی سے مکر و فریب کرتے رہے، مگر انھیں اس کا شعور نہ ہو سکا۔ دین کے معاملے میں غیرت اور تبلیغ و بیان میں رغبت بعض ایسے لوگوں کو بعض اہم مسائل اور حالات پر نظر ڈالنے پر آمادہ کر دیتے ہیں جن کو علم سے بہت کم حصہ ملا ہوتا ہے اور دقتِ نظر میں بھی حظ وافر نہیں ملا ہوتا۔ وہ علم و معرفت کے بغیر فتویٰ بازی شروع کر دیتے ہیں اور شریعتِ اسلامیہ کے مخالف فتوے داغ دیتے ہیں۔ وہ ایسے کامِ اسلام کے نام پر کرتے ہیں، جبکہ اسلام ان کاموں سے بالکل بری الذمہ ہے۔

موجودہ دور کا فتنہ یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ فتویٰ صادر کرنے میں پیش پیش ہیں، جنہیں اس میدان میں کوئی حصہ ہی نہیں ملا، ایسے لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”کتاب و سنت کے ماہر عالم کے سوا فتویٰ دینا کسی کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔“<sup>①</sup>

امام ابو حصین الاسدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”تم میں سے کوئی شخص ایک مسئلے میں فتویٰ دے دیتا ہے، یہی مسئلہ اگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا ہوتا تو وہ جواب دینے سے پہلے مشورہ کرنے کے لیے تمام اہل بدر صحابہ کو اکٹھا کر لیتے۔“<sup>②</sup>

امام سخون بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جسارت کرنے والا وہ شخص ہے جو سب سے کم علم ہے۔ کسی کے پاس علم کا صرف ایک باب ہوتا ہے اور وہ سمجھ بیٹھتا ہے جیسے وہ اتنا بڑا عالم ہے اور فتوے کا اہل ہے۔ اللہ کے بندو! ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ السُّنْتُكُمْ الْكُذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَ هَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا

① إعلام الموقعین (۱/ ۴۵)

② المدخل للبیہقی (ص: ۱۰۰)

عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَقْتُرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿۱۷۶﴾ [النحل: ۱۷۶]

”کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ لو، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں۔“<sup>①</sup>

اور ارشادِ نبوی ہے:

«إِنَّ الْحَلَالَ بَيْنَ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيْنَ، وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهَا، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمَى وَإِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ سَائِرُ الْجَسَدِ وَإِنْ فَسَدَ فَسَدَ سَائِرُ الْجَسَدِ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ»<sup>②</sup>

”حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے مابین کچھ ایسے امور و اشیا ہیں جو مشتبہ ہیں، جنہیں لوگوں کی اکثریت نہیں جانتی۔ جو مشتبہ اشیا سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت و آبرو کو محفوظ کر لیا اور جو مشتبہ اشیا میں واقع ہو گیا وہ حرام میں واقع ہو گیا، جیسے وہ چرواہا جو کسی چراگاہ کے قریب اپنے جانور چرائے تو قریب ہے کہ اس کا کوئی جانور اس چراگاہ میں گھس جائے، خبردار! ہر بادشاہ کی اپنی ایک مخصوص جگہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی مخصوص جگہ اس کی حرام کردہ اشیا ہیں۔ خبردار! جسم میں ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ اگر وہ سدھر جائے تو سارا جسم ہی سدھر جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم ہی بگڑ جاتا ہے۔ خبردار! وہ ٹکڑا دل ہے۔“

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على رسوله الكريم

① إعلام الموقعين (۱/ ۳۴)

② صحيح البخاري، رقم الحديث (۵۲) صحيح مسلم، رقم الحديث (۱۵۹۹)

## مصائب و مشکلات کے اسباب اور ان کا حل

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبد الرحمن الحدیقی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا حقیقی تقویٰ اختیار کرو اور اسلام کے مضبوط کڑے کو تھامے رکھو، اللہ تعالیٰ کا تقویٰ تمہاری دنیا و آخرت کی بھلائی کا ضامن ہے۔

سننِ الہیہ اور نظامِ ربانی:

اللہ کے بندو! اس کائنات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ایک خاص نظام ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آتا۔ وہ تمام بنی بشر پر جاری ہے اور تمام مخلوقات پر نافذ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَا لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ﴾ [فاطر: ۴۳]

”تو اللہ کی عادت میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے اور اللہ کے طریقے میں کبھی تغیر نہ دیکھو گے۔“

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے:

① اللہ کی سنن اور اس کے نظام میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جو خیر کی تخم ریزی کرتا ہے وہ خیر ہی کا پھل پاتا ہے اور جو شر کا بیج بوتا ہے وہ شر ہی کی فصل پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿۷﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴾

[الزلزال: ۷، ۸]

”جس نے ذرہ بھر بھی بھلائی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بھی برائی کی

وہ اسے پالے گا۔“

② یہ بھی اللہ کی سنن اور طریقوں میں سے ہے کہ جس نے دنیا اور اس کی متاع کو پانے کے

اسباب اختیار کیے، اسے دنیا میں اتنا حاصل جاتا ہے جو اللہ نے اس کی قسمت میں رکھا اور اس کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے اور جس نے جنت کو پانے کے اسباب اختیار کیے اور جنت کی راہ پر چلا، اللہ اسے جنت تک پہنچو دیتا اور اسے اہل جنت میں سے بنا دیتا ہے، اور جس نے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی پانے کے اسباب اختیار کیے اور اللہ کے احکام کی اطاعت کی اور اس کی معصیت و نافرمانی سے بچتا رہا، وہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی بھلائیاں حاصل کرنے میں کامیابی پا گیا۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصَلُّهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ﴿۱۰۱﴾ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ﴿۱۰۲﴾ كَلَّا نُنمِذُ هَؤُلَاءِ وَ هَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ﴿۱۰۳﴾ أَنْظِرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَلِلْآخِرَةِ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ﴿۱۰۴﴾ [الإسراء: ۱۰۱ تا ۱۰۴]

”جو شخص دنیا کی آسوگی کا خواہشمند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں۔ پھر اس کے لیے جہنم کو ٹھکانا مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ نفرین و مذمت زدہ اور راندہ بارگاہِ الہی ہو کر داخل ہوگا، اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوا اور اسے پانے کی اتنی کوشش کرے جتنی اس کے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے، ہم ان کو اور ان سب کو آپ کے رب کی بخشش و عطا سے مدد دیتے ہیں اور آپ کے رب کی عطا کسی سے رکی ہوئی نہیں۔ دیکھیں ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری و فضیلت میں کہیں بڑھ کر ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۷﴾ [النحل: ۹۷]



”جو شخص نیک عمل کرے گا، وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اسے (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔“

### آزمائشیں:

۳ سننِ الہیہ اور نظامِ الہی میں سے یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو بھلائی اور برائی پہنچا کر اچھائیوں اور برائیوں کے ذریعے آزماتا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَنَبَلُّوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَّ اَلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ [الانبیاء: ۳۵]

”اور ہم تم لوگوں کو بخیر و آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔“ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَبَلَّوْهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجَعُوْنَ﴾ [الأعراف: ۱۶۸]

”اور ہم نے آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں) سے ان کی آزمائش کی، تاکہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔“

کسی مسلمان کو جب اللہ کی طرف سے خیر و بھلائی اور نعمت و رحمت پہنچتی ہے تو وہ جانتا ہے کہ یہ اس پر اللہ کا فضل اور اسی کی رحمت و احسان ہے اور وہ صرف اسی کا شکر ادا کرتا اور اسکی حمد و ثنا خوانی کرتا ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ پر کسی کا کوئی حق و قرض نہیں ہے، وہ اگر کسی کو دے تو اس کا فضل ہے اور اگر وہ کسی کو نہ دے تو یہ بھی یقیناً اس کا عدل ہے۔

اگر کسی مسلمان کو شر و برائی اور تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر و ہمت سے کام لیتا اور اپنے رب سے اس پر اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے، اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ یہ تکلیف اس کے کسی گناہ کی وجہ سے آئی ہے، جس کا اس نے ارتکاب کیا ہے، اور اللہ چاہتا ہے کہ وہ آخرت میں اس کا درجہ بلند کر دے اور اسے اللہ کی طرف سے جو مصیبت و تکلیف پہنچی ہے اس پر وہ اسے اجر و ثواب عطا کرے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ﴾ [النساء: ۷۹]

”(اے آدم زاد!) تجھے جو فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامتِ اعمال کی) وجہ سے ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ﴾

[الشورى: ۳۰]

”اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے، وہ تمہارے اپنے افعال کا نتیجہ ہوتی ہے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔“

غرض مسلمان اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اور اپنے اعمال کی جانچ پڑتال بھی کرتا رہتا ہے۔ جب بھی وہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس پر اپنے رب کی طرف تائب ہو جاتا ہے، لیکن کافر کو جب اللہ کی طرف سے کوئی نعمت ملے تو وہ شرم میں اور بڑھ جاتا ہے، حق کو جھٹلاتا ہے، طغیانی و سرکشی اور تکبر پر اتر آتا ہے، اور جب اسے کوئی مصیبت و برائی پہنچتی ہے تو جزع و فزع اور چیخ و پکار کرتا ہے اور اپنے کفر ہی میں لوٹ پوٹ ہوتا رہتا ہے اور صبر و ہمت کا مظاہرہ نہیں کرتا، کیونکہ اس کی جنت تو اس کی دنیا ہی ہے اور اس کا معبود اس کی خواہشات نفس ہوتی ہیں، اس کی مثال اس اونٹ کی ہے جس کا گھٹنا مالک باندھ دیتے ہیں اور اسے کھلا چھوڑ دیتے ہیں اور اسے معلوم نہیں ہوتا کہ مالکوں نے اس کا گھٹنا کیوں باندھا ہے اور اسے کھلا کیوں چھوڑا ہے؟

### مصائب و مشکلات:

مسلمانو! دورِ حاضر میں مسلمانوں پر مصائب و مشکلات اور عالمِ اسلام پر حوادث و سانحات کی پے در پے یلغار ہو گئی ہے۔ لوگ اس کے متعدد اسباب و وجوہات بیان کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ دشمنانِ دین اور اعدائے اسلام کی باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت ہو رہا ہے، کوئی اس کا سبب مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری کو شمار کرتا ہے، کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے صنعتی اور ٹیکنیکل میدان میں بہت پسماندہ رہ جانے کا نتیجہ ہے، غرض اس طرح کی متعدد وجوہات و اسباب ذکر کیے جا رہے ہیں، بہر حال یہ سب مرض کے اعراض و علامات ہیں اصل مرض نہیں۔ مسلمان آج جن المناک حالات اور تکلیف دہ مصائب و مشکلات میں مبتلا ہو چکے ہیں، ان کا اصل سبب لوگوں کا

انفرادی طور پر اور اجتماعی شکل میں اپنے دین کے معاملے میں کوتاہی ہے، سوائے ان معدود چند لوگوں کے جن پر اللہ کی رحمت و کرم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ أَوْلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مَفْلِحِيهَا قُلْتُمْ أَأَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ [آل عمران: ۱۶۵]

”بھلا یہ کیا بات ہے کہ جب تم پر مصیبت واقع ہوئی، حالانکہ اس سے دوچند مصیبت تمہارے ہاتھوں ان پر آچکی ہے، تو تم چلا اٹھے کہ (ہائے) ہم پر آفت کہاں سے آن پڑی، کہہ دو کہ یہ تمہاری ہی شامتِ اعمال ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ﴾ [الرعد: ۱۱]

”بے شک اللہ اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلاتا، جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدلیں۔“

### مشکلات کا حل:

امتِ اسلامیہ پر موجودہ دور کے مصائب و مشکلات سے، بھی گراں حالات آئے اور اعدائے اسلام نے انہیں بڑے بڑے زخم دیے، لیکن امت نے صدق و اخلاصِ علم اور ایمان و عمل کے ساتھ دین کی طرف رجوع کیا تو تاریخِ اسلام کے ان بڑے مشکل حالات میں بھی اس رجوع کے نتیجے میں امت کو امن و امان، عزت و شرف، اتحاد و اتفاق اور خیر و بھلائی میسر آئی، لیکن یہ سب دینِ حق اور شریعتِ مطہرہ کے زیر سایہ آجانے کے نتیجے میں ہوا، تمام زخم مندمل ہو گئے اور گہرے ہوئے تمام حالات سنور گئے۔ آج بھی اسلام اور مسلمانوں پر بڑے مشکل و کربناک حالات آئے ہوئے ہیں، اس امت کا یہ آخری دور بھی اسی چیز سے صلاح و فلاح پاسکتا ہے، جس کے ذریعے اس کے سلف صالحین نے پائی تھی۔ یہ بات کافی نہیں کہ مسلمان ان حالات کی ذمے داری کافروں پر ڈال کر انہیں لعنت و ملامت کر دیں، اس سے مسلمانوں کی ذمے داری پوری نہیں ہوتی، اگر مسلمان کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں اپنے مصالح اور اپنی آئندہ نسلوں کے مصالح و منافع کو پیش نظر رکھ کر اپنی مشکلات کو خود حل نہیں کریں گے تو کیا ان کی مشکلات غیر مسلم تو میں حل کریں گی؟

## حکام و علما کا اتحاد:

اصل حل تو خود اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، پھر ان مشکلات کا حل مسلمانوں کے حکام و اُمرا اور علما کے ہاتھ میں ہے کہ وہ سب باہم شانہ بہ شانہ متحد ہو کر بشریت کے ہر خیر و بھلائی کے معاملے میں باہمی تعاون سے کام لیں، امت کو ہر مفید و نفع بخش چیز کا پتہ دیں اور دین و دنیا کے اعتبار سے شر و نقصان والی چیزوں سے انھیں بچائیں۔ ان سب پر یہ عظیم ذمے داری عائد ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بعد ان سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

## توبہ نصوح:

جب مصائب و مشکلات اور فتنے گھیر لیں تو ان کے چُٹگل سے نکلنے کا سب سے پہلا راستہ ”توبہ نصوح“ ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهُ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [النور: ۳۱]

”اور اے مومنو! سب کے سب اللہ کے آگے توبہ کر لو، تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔“

اگر کوئی کہے کہ میرے گناہوں سے میری توبہ امتِ اسلامیہ کے حالات کو سنوارنے میں کیا کردار ادا کر سکتی ہے؟ تو ایسے شخص سے کہا جائے گا کہ دنیا و آخرت میں ہر خیر و بھلائی کا سبب اطاعتِ الہی ہے اور دنیا و آخرت کی ہر عقوبت و سزا اور شر کا باعث اللہ کی معصیت و نافرمانی ہے، تمام افراد امت کا ہر قسم کے گناہوں سے تائب ہو جانا، خیر و بھلائی کی کثرت اور شر و برائی کی قلت کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کو صرف اس وجہ سے ہلاک کیا تھا کہ ان میں نافرمانوں کی کثرت ہو گئی تھی اور اطاعت شعار لوگ بہت کم رہ گئے تھے۔ کبھی کبھی صرف ایک ہی فرد واحد کی نافرمانی اس کی پوری قوم کی ہلاکت کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری قومِ شمو کو اس قوم کے صرف ایک شخص کے اوٹنی کو قتل کرنے کے نتیجے میں ہلاک کر دیا تھا۔ اور حضرت موسیٰ و ہارون عليهما السلام کے زمانے میں جب بعض بنی اسرائیلی زنا کا ارتکاب کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے پوری قوم بنی اسرائیل کو طاعون میں مبتلا کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ماضی میں ہلاک ہونے والی امتوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ فَكَلَّمْنَا بَدَنِيَّةً فَمِنْهُمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ

الصَّيِّحَةُ وَ مِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَ مِنْهُمْ مَنْ أَعْرَقْنَا وَ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٤٠﴾ [العنكبوت: ٤٠]

”ہم نے (ان) سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا، ان میں سے کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی اور کچھ ایسے تھے، جن کو چنگاڑنے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ ایسے بھی تھے، جنہیں ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔“

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«وَبَلِّ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرِّ قَدِّ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمٍ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلَ هَذِهِ وَحَلَّتْ بَيْنَ الْإِبْهَامِ وَالسَّبَابَةِ» قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم! أَنَهْلِكَ وَفِينَا الصُّلِحُونَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِذَا كَثُرَ الْحَبْتُ» <sup>(١)</sup> يَعْنِي الْفَوَاحِشَ وَشَرِبَ الْخَمْرَ.

”عربوں کے لیے ایک شر کی وجہ سے ہلاکت ہے جو قریب آ گیا ہے، آج یا جوج ماجوج کی دیوار میں صرف اتنا سا سوراخ ہوا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے اور انگشتِ شہادت کے کناروں کو ملا کر ان سے بننے والے دائرے سے اس سوراخ کی مقدار بتائی۔“

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے مابین نیک و صالح لوگوں کے موجود ہونے کے باوجود ہم ہلاک کر دیے جائیں گے؟ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، جب خباثیں عام ہو جائیں گی۔“ یعنی فاشی و زنا کاری اور شراب نوشی پھیل جائے گی۔

توبہ کے مقام و مرتبے کو معمولی نہ سمجھیں، یہ مشکلات و مصائب سے نکلنے کا راستہ ہے، کسی نہ کسی گناہ ہی کی وجہ سے مصیبت آتی ہے اور توبہ کے نتیجے میں وہ اٹھالی جاتی ہے۔

مسلمانو! اپنے رب کی کتابِ مقدس قرآنِ کریم اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دل و جان سے اپنالو، وہ دونوں تمہارے لیے اندھیروں میں نور اور گمراہیوں میں ہدایت کا ذریعہ ہیں۔

اتحادِ امت:

مسلمانو! آج جبکہ فتنے ہر طرف سے جھانک رہے ہیں، ایسے حالات میں امتِ اسلامیہ پر

(١) صحیح البخاری، رقم الحدیث (٣٣٤٦) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٨٨٠)

واجب ہے کہ اتحاد و اتفاق کر کے صفِ واحد بن جائیں۔ آج دنیا پر جو تغیر کی ہوائیں چل رہی ہیں اور لوگ اہل اسلام کا عقیدہ، ان کی شریعت، ان کی دینی قدریں، اخلاق، اصول و ثوابت اور ان کے منہج و طرز زندگی تک کو بدل کر رکھ دینے کی تمنائیں لیے پھر رہے ہیں، ان آندھیوں اور جھکڑوں کے مقابلے میں ہمیں جمع ہو جانا چاہیے۔ آپ کا دین اسلام اتفاق و اتحاد کو واجب قرار دیتا ہے اور تفرقہ و اختلاف کو تمھارے لیے حرام شمار کرتا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

”تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقے میں مت پڑو۔“

﴿ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا ﴾ [الأنفال: ۴۶]

”باہم تنازع نہ کرو، ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو۔“

غلط فہمی کا ازالہ:

اسلام جب اتحاد و اتفاق کا حکم دیتا ہے تو وہ یہ ہرگز نہیں کہتا کہ غیر مسلم لوگوں پر ظلم و زیادتی کرو یا انھیں ان کے وہ حقوق پوری طرح نہ دو، جو انھیں اسلام نے دیے ہیں۔ اگر غیر مسلم اسلام کے ان اوصاف و وسعتِ ظرفی، رحم و کرم، کمال و شمول، عدل و انصاف اور حسن و جمال کا صحیح طور پر ادراک کر لیں تو وہ فوراً اسلام لے آئیں اور اسلام کو کبھی ان منفی قسم کے افعال و کردار کا الزام نہ دیں جو بعض مسلمانوں سے تو سرزد ہوتے ہیں، مگر وہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، چنانچہ ارشادِ الہی ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ بِالْأَدْيَانِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَّنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴾ [الأنعام: ۱۵۱]

”کہہ دیجیے، آؤ میں تمھیں وہ چیزیں پڑھ کر سناتا ہوں، جو تمھارے رب نے تم پر حرام کی ہیں، کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے حسن سلوک کرنا، فقر و تنگدستی (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تمھیں اور انھیں ہم ہی رزق دیتے ہیں

اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس بھی نہ پھٹکنا اور کسی جان کو، جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر رکھا ہے، ناحق قتل نہ کرنا، ان باتوں کی وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔“

### تقویٰ اور اعمالِ صالحہ:

اعمالِ صالحہ اور ترکِ منکرات کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرو اور اس کی ملاقات سے قبل نیک اعمال اپنے رب کی طرف بھیج لو، موت آنے سے پہلے پہلے اس زندگی کو نعمت سمجھو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴾

[آل عمران: ۱۰۲]

”اے ایمان والو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا اس کا حق ہے اور تمہیں موت آئے تو اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔“

نیز فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّامَتْ لِعَدِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ

اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾ [الحشر: ۱۸]

”اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر کسی کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک وہ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔“

اُس سوال کا جواب تیار کر لو جو قیامت کی مشکلات سے نجات دلا دے۔ حدیث شریف میں

نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« لَنْ تَرَوْا قَدَمًا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْئَلَ عَنْ أَرْبَعٍ، عَنْ عُمْرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ مَاذَا عَمِلَ فِيهِ »<sup>(۱)</sup>

”بندہ قیامت کے دن اس وقت تک اپنی جگہ سے قدم نہیں ہلا سکے گا، جب تک اس

(۱) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۴۱۷) صحیح الترغیب والترہیب للعلامة الألبانی (۳۵۹۳)

سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے گا۔ اس کی عمر کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اسے کہاں فنا کیا تھا؟ اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں برباد کر آئے ہو؟ اس کے مال کے بارے میں کہ وہ کہاں سے کمایا تھا اور کہاں لگایا تھا؟ اور علم کے بارے میں کہ اس سے کیا عمل کیا تھا؟“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.



# مِلَّةُ ذُو الْقَعْدَةِ

دوسرا خطبہ

طلبائے علم  
کے لیے نصیحتیں

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ

25/1/2002 = 11/11/1422

پہلا خطبہ

تعاونِ باہمی  
اور  
خدمتِ انسانیت

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

18/1/2002 = 4/11/1422

چوتھا خطبہ

زیارتِ مدینہ کے  
احکام و آداب

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

8/2/2002 = 25/11/1422

تیسرا خطبہ

خطبہ حجة الوداع  
اور  
حقوقِ انسانیت

دروس اور نصیحتیں

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی رحمۃ اللہ علیہ

1/2/2002 = 18/11/1422



## تعاونِ باہمی اور خدمتِ انسانیت

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ درحقیقت خواہشاتِ نفس اور شقاوت و بدبختی والے امور سے اجتناب کرنے کا نام ہے۔

سنتِ الہی:

مسلمانو! اللہ نے اپنے بندوں میں عزت و شرف، جاہ و منزلت اور عبادت و بندگی کے اعتبار سے الگ الگ درجاتِ فضیلت بنائے ہیں اور انہیں ایک دوسرے کے لیے مسخر کیا ہے، تاکہ وہ دنیا میں خلافت قائم کریں اور اس کرہ ارضی کو آباد کریں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ

لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ﴾ [الأنعام: ۱۶۵]

”اور وہی (اللہ) ہے، جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کے دوسرے پر درجات بلند کیے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے، اس میں تمہاری آزمائش کر لے۔“

نیز فرمایا:

﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾ [الزخرف: ۳۲]

”ہم نے دنیوی زندگی میں ان میں ان کی روزی تقسیم کی اور ایک کو دوسرے سے بلند درجات عطا کیے، تاکہ وہ ایک کسی دوسرے کو اپنا ماتحت بنا لے۔“

فقیر و محتاج شخص کے شکوے میں غنی و مالدار کی آزمائش ہے، ضعیف و کمزور کے انکار میں طاقت ور کا امتحان ہے، اور بیمار کے درد سہنے میں اس کے صبر کا امتحان اور تندرست کے لیے عبرت ہے۔

## تعاونِ باہمی اور خدمتِ خلق:

اسی سنتِ کونییہ اور اللہ کے اس نظام کی وجہ سے شریعتِ اسلامیہ میں لوگوں کے مابین باہمی تعاون، ایک دوسرے کی ضرورتیں پوری کرنے، ان کی تکالیف دور کرنے اور ان کے لیے اچھے کاموں میں سفارش کرنے کی ترغیب آئی ہے، تاکہ دائمی محبت و الفت اور پیار و اخوت کے جذبات جنم لیں اور دین تو نام ہی عبادت و بندگی اور حسنِ معاملہ کا ہے۔ علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”بے شمار نسلوں اور گروہوں میں بٹے ہونے کے باوجود تمام امتوں کے تجربات اس بات کی دلیل ہیں کہ ان تمام جہانوں کے رب کا تقرب حاصل کرنا، نیکی کمانا اور اللہ کی مخلوقات کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا، ہر طرح کی خیر و بھلائی لانے کے عظیم اسباب میں سے ہے اور ان کے برعکس اللہ کا تقرب حاصل نہ کرنا، نیکی کمانے کی جستجو نہ کرنا اور مخلوقات سے حسنِ سلوک نہ کرنا؛ ایسے امور ہیں جو ہر قسم کی برائی کو لانے کا سبب بنتے ہیں۔ غرض اللہ کی نعمتوں کو لانے اور اس کی نعمتوں اور عذابوں کو ہٹانے کا بہترین ذریعہ اس کی اطاعت اور اس کی مخلوق کے ساتھ احسان کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہے۔“<sup>(۱)</sup>

اوصافِ انبیاء علیہم السلام:

لوگوں کو فائدہ پہنچانا اور ان کی مشکلات حل کرنے میں کوشاں رہنا، انبیاء و رسل کی صفاتِ جلیلہ میں سے ہے۔ صاحبِ بود و کرم نبی یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے ساتھ کیا کیا سلوک نہ کیا، مگر اس کے باوجود انھوں نے انھیں مال و اسبابِ مہیا کر دیا اور انھیں کسی چیز میں کمی نہ کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے ایک کنویں کے پاس پہنچے تو لوگوں کو جانوروں کو پانی پلاتے دیکھا اور دو کمزور لڑکیوں کو الگ تھلگ پایا تو ان کے لیے کنویں کے منہ سے پتھر ہٹایا اور ان کے جانوروں کو پانی پلایا حتیٰ کہ ان کی بکریاں خوب سیر ہو گئیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں:

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں، نقیر کی مدد کرتے ہیں، محتاج و نادار کو کپڑے پہناتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مشکلات میں مبتلا لوگوں کی مدد و تعاون کرتے ہیں۔“<sup>(۲)</sup>

(۱) الجواب الکافی (ص: ۹)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۶۰)

اشرف المخلوق جناب نبی کریم ﷺ سے اگر کسی بھی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ ﷺ سائل کو کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹایا کرتے تھے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«مَا سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا»<sup>①</sup>

”اللہ کے رسول ﷺ سے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے کبھی نہ نہیں کی۔“  
کیوں کہ یہ دنیا تو اس سے بہت کمتر ہے کہ اس کے مانگنے والے کو انکار کیا جائے۔

### منہج سلف صالحین:

صحابہ کرام اور صالحین امت بھی اس سیدھے منہج پر چلتے رہے۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ راتوں کو بیواؤں کے گھروں میں پانی پہنچایا کرتے تھے۔ ابو وائل رضی اللہ عنہ روزانہ محلے کی عورتوں اور بوڑھی خواتین کے پاس جاتے اور ان کی طلب پر ان کی مطلوبہ چیزیں خرید کر انہیں لا دیتے تھے۔<sup>②</sup>

### خدمتِ خلق کا صلہ:

خدمتِ خلق اور کمزوروں کی مدد بندے کی اچھی نظرت، بہتر تربیت، صفائے قلب اور حسن سیرت و کردار کی دلیل ہے۔ ہمارا رب رحم و کرم کرنے والے بندوں پر رحم کرتا ہے، اللہ نے اپنے کچھ بندوں کو نعمتوں سے نواز رکھا ہے، تاکہ وہ بندوں کو فائدہ پہنچائیں۔ دوسروں کی مشکلات اور پریشانیوں کو دور کرنا، قیامت کی مشکلات اور اس دن کے غموں کو دور کرنے کا باعث ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ»<sup>③</sup>

”جس نے کسی مومن کو دنیا کی کسی مشکل سے نکالا، اللہ اسے اس کے بدلے میں قیامت کی مشکل سے نکالے گا۔“

صحیح مسلم ہی میں ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۳۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۳۱۱)

② جامع العلوم والحکم (ص: ۳۴۱)

③ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۱۹۹)

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنَجِّيَهُ اللَّهُ مِنْ كُرْبٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلْيَنْفَسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ»<sup>(۱)</sup>

”جسے یہ بات اچھی لگے کہ اللہ اسے قیامت کے دن کی مشکلات سے نجات دے دے تو اسے چاہیے کہ تنگدست کی مشکل آسان کرے یا اسے قرض معاف کر دے۔“  
جو شخص اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔ خدمتِ خلق انسان کے وقت اور کام میں خیر و برکت کا باعث اور مشکل امور کو آسان کرنے کا ذریعہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ يَسِّرْ عَلَيَّ مُعْسِرٍ يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»<sup>(۲)</sup>

”جس نے کسی تنگ حال کے لیے آسانی پیدا کی، اللہ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانیاں پیدا کرے گا۔“

ائمہ دین کا منہج:

امتِ اسلامیہ کے بڑے بڑے اہل تقویٰ قائدین اور ائمہ علم و دین کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کیا کرتے تھے۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے جلیل القدر استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہتے ہیں:

”شیخ الاسلام لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کی بھرپور کوشش کیا کرتے تھے۔“

دین کی تعلیم بھی یہی ہے کہ علم حاصل کریں، عمل و عبادت کریں اور لوگوں کے ساتھ حسن معاملہ کا مظاہرہ کریں۔

حسنِ خاتمہ کی ضمانت:

دوسروں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے میں حسنِ خاتمہ کی ضمانت اور برے خاتمے سے نجات ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«صَنَاعَةُ الْمَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ وَالْآفَاتِ وَالْهَلَكَاتِ، وَأَهْلُ

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۵۶۳)

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۱۹۹)

الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ<sup>①</sup>

”نیکیاں کرنا برے خاتمے، آفات و بلایا اور ہلاکتوں سے بچاتا ہے اور دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں نیک بدلہ پانے والے ہوں گے۔“

اپنی جاہ و منزلت کو لوگوں کی حاجت برآری کے کام میں لانا اور محتاجوں مسکینوں کی مدد کرنا دنیا و آخرت ہر دو جہاں میں نفع بخش ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«رُبَّ أَشْعَثَ أَغْبَرَ مَذْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبْرَهُ»<sup>②</sup>

”کئی ایسے پراگندہ حال و خاک نشین اور در در کی ٹھوکریں کھانے والے لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں، تو وہ ان کی قسم پوری کر دے۔“

جن کا اللہ کے سوا کوئی نہیں:

کمزوروں، بیواؤں اور یتیموں کا اللہ کے سوا کون ہے؟ ان لوگوں میں سے کسی ایک کی مقبول دعا آپ کے حالات کو سنوار سکتی ہے۔ یہ دنیا تو مشکلات و مصائب کا گھر ہے، طاقتور کل تک کمزور ہو سکتا ہے، آج کا مال دار کل کا مفلس و نادار بن سکتا ہے، جو آج زندہ ہے کل کو بالآخر اُسے مرنا ہے۔ خوش نصیب وہ ہے، جس نے اپنے منصب و مرتبت اور جاہ و منزلت کو خدمتِ دین اور مسلمانوں کو نفع پہنچانے کے لیے مسخر کر لیا، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”من مشىٰ بحق أخيه ليقضيه فله بكل خطوة صدقة“<sup>③</sup>

”جو شخص اپنے کسی بھائی کا کوئی حق دلانے کے لیے، نکلا، اسے اس کے ہر قدم پر

صدقے کا ثواب ملے گا۔“

نیکی تو ابدی خزانہ اور دائمی ذخیرہ ہے۔ لوگوں کے کام کروانے کی سعی کرنا اہل مروءت کی زکات ہے۔ اہل ہمت لوگوں کے لیے یہ مصیبت ہے کہ لوگ ضرورت کے وقت ان کے پاس نہ جائیں، سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں صبح اٹھوں اور میرے دروازے پر کوئی حاجتمند نہ ہو تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ ایک

① المستدرک للحاکم (۱/۱۲۴) صحیح الجامع، رقم الحدیث (۳۷۹۵)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۱۲۲)

③ تعظیم قدر الصلاة للمروزی (۲/۸۲۴)

مصیبت کا پیش خیمہ ہے۔<sup>①</sup>

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اہل مروءت لوگ اور اہل جاہ و منصب حضرات جب کسی ضرورت مند کو پاتے ہیں تو یہ ان کا فضل و احسان مانتے ہیں کہ انھوں نے ان سے کام کروا کر انھیں خدمت و نیکی کا موقع مہیا کیا۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”تین آدمیوں کو میں بدلہ نہیں دے سکتا۔ ایک وہ جس نے مجھے سلام کرنے میں پہل کی۔ دوسرا وہ جس نے مجلس میں مجھے بیٹھنے کی جگہ دی اور تیسرا وہ جس نے مجھے سلام کرنے کے لیے آنے میں اپنے قدموں کو غبار آلود کیا، اور چوتھا شخص تو ایسا ہے کہ اسے میری طرف سے صرف اللہ ہی بدلہ دے گا۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہے؟ فرمایا: وہ شخص جسے رات کو کوئی معاملہ اور ضرورت پیش آگئی، رات بھر اس نے سوچ بچار کی کہ میں اپنی یہ حاجت کس سے بیان کروں اور بالآخر اس نے مجھے اس لائق سمجھا کہ وہ اپنی حاجت مجھے بتائے اور واقعی اس نے وہ میرے سامنے رکھی۔“<sup>②</sup>

### آدابِ سفارش:

ضرورت مند اور سفارش طلب کرنے والے کو چاہیے کہ وہ صرف اس کام کے اہل لوگوں سے طلب کریں، بے وقت مطالبہ نہ کریں اور اس چیز کا مطالبہ نہ کریں جس کے وہ مستحق نہیں ہیں، جس نے کوئی ایسی چیز طلب کی جس کا وہ مستحق نہیں ہے تو اسے حرمان و مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اچھے کلمات اختیار کریں اور میٹھی بات کہیں اور اگر کسی کی سفارش نہ مانی جائے تو اسے ملامت نہ کریں، سفارش کرنے والا چاہے کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش ایک عورت نے قبول نہیں کی تھی۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے کہا:

«لَوْ رَاجَعْتِ زَوْجَكَ فَإِنَّهُ أَبُو وَلَدِكَ» قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتَأْمُرُنِي؟ قَالَ: «لَا، إِنَّمَا أَنَا شَافِعٌ» قَالَتْ: فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ»<sup>③</sup>

① سیر اعلام النبلاء (۵۱/۳)

② شعب الإيمان (۴۳۶/۷)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۲۸۳)



”بہتر ہے کہ آپ اپنے شوہر کے نکاح میں چلی جائیں، کیونکہ وہ تمہارے بچوں کا باپ ہے۔“ اس عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ مجھے رجوع کا حکم دے رہے ہیں (یا یہ صرف سفارش و مشورہ ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حکم نہیں میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔“ اس عورت نے عرض کی کہ اگر یہ آپ ﷺ کی صرف سفارش ہے تو مجھے اپنے خاوند کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“

جب کسی کی ضرورت پوری ہو جائے تو سفارش کرنے اور کام کرنے والے لوگوں کی تعریف اور شکر یہ ادا کرنا ضروری ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا يَشْكُرُ اللَّهُ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ»<sup>①</sup>

”جو لوگوں کا شکر یہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔“

نیز آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافَيْتُوهُ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِيُونَهُ فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَيْتُمُوهُ»<sup>②</sup>

”جس نے آپ پر کوئی نیکی کی، اسے اس کا اچھا بدلہ دو اور اگر اس کا بدلہ دینے کے لیے کچھ نہ پاؤ تو اس کے حق میں اللہ سے اتنی دعائیں کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ اب تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔“

اگر بدلہ دینے سے ہاتھ تلگ آجائے تو کم کھلی زبان سے اس کے لیے کثرت سے شکر یہ ہی ادا کر دیں، کیونکہ نیکی و احسان کے بہترین مقامات و مواقع وہ ہیں جو اجر و شکر دونوں کے جامع ہوں۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اپنے بھائیوں کی مدد کرو، حق و عدل کی باہم وصیت کرتے رہو اور بر و تقویٰ کے کاموں میں دستِ تعاون بڑھاؤ۔ بندے کے کام صرف اس کا عمل ہی آئے گا، بندہ اپنے خصالِ حمیدہ کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتا ہے، اگرچہ وہ اہل قبور کے ساتھ لحد ہی میں کیوں نہ پڑا ہو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا

① مسند احمد (۶۸/۲)

② سنن النسائي (۸۲/۵)

اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿المائدة: ٢﴾

”نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔“

نیکی کو برباد کرنے والی چیز:

نیکیوں کو برباد کرنے والی چیزیں میں سب سے بڑی چیز ہے کسی پر احسان جتلانا اور اپنی اس نیکی کا دوسروں کے سامنے ذکر کرتے پھرنا۔ احسان جتلانا، نیکی کو برباد کر دیتا ہے اور اس نیکی میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جسے گن گن کر سنایا جائے۔

نیکی تین چیزوں کے بغیر پوری نہیں ہو پاتی۔ پہلی یہ کہ نیکی کرنے میں جلدی کی جائے، دوسری یہ کہ اس نیکی کو معمولی سمجھا جائے اور تیسری یہ کہ اسے چھپایا جائے، کیونکہ جب وہ جلدی کرے گا تو اسے کر گزرے گا اور وہ اس کے لیے باعثِ اطمینان ہو جائے گی اور جب اسے وہ معمولی سمجھ کر کر لے گا تو وہ اس کی عظمت کا باعث ہوگی اور جب وہ اسے چھپا کر رکھے گا تو وہ اس کا پورا اجر و ثواب حاصل کر لے گا۔

ممنوع سفارش:

سفارش کے سلسلے میں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ بعض امور میں سفارش کرنا ممنوع و محظور ہے، مثلاً کسی حرام کام کے سلسلے میں سفارش کرنا یا کسی مسلمان کی حق تلفی کرنے والے کی سفارش کی جائے یا کسی کو نقصان پہنچانے والے کی سفارش کی جائے یا کسی کے جائز معاملے کو بلا وجہ مقدم کرنے یا کسی کو موخر کرنے میں سفارش کی جائے۔

اسلام تو سراسر عدل و انصاف والا دین ہے، وہ مصلحتوں کا حکم دیتا ہے اور مفاسد سے منع کرتا ہے، حدود اللہ (قصاص، حد زنا وغیرہ) میں کسی کی سفارش کر کے مجرم کو چھڑوانا بدترین گناہوں میں سے ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

## طلبائے علم کے لیے نصیحتیں

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

مومنو! اسلامی منہج کی نمائندگی کرنے والے عام اسلامی اصولوں میں سے ایک اہم اصول "جماعتی و انفرادی ذمے داری" بھی ہے، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»<sup>①</sup>

"تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص اپنی زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔"

اسلام میں علم کا مقام و مرتبہ:

اللہ کے بندو! اسلام میں علم کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ عظیم ذمے داری اور بہت بڑی امانت ہے۔ آج امتِ اسلامیہ تاریخ کے ایسے موڑ پر آگئی ہے کہ ہر طرف سے شر و فساد اس کی گھات میں ہیں اعدائے دین اس کے پیغام کو محو کرنا چاہتے ہیں اور وہ گندے منہاج، غلط مفہیم، زہریلے کلچر اور دشمنانہ قوت جیسے مختلف وسائل و ذرائع سے شیخِ اسلام کو بھگانے کے درپے ہیں۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ چراغ کیا بجھے گا جسے روشن خدا کرے

آج امتِ اسلامیہ کو سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ تعلیم و تربیت اور قانون و حکومت بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کی بتائی ہوئی راہ پر چلے، تاکہ اس کے اصلی

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۸۹۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۸۲۹)

چشمے اور بجز زخار سے سیراب ہو، پوری طرح منہجِ ربانی کا التزام کرے اور اپنے تمام فیصلے اسی سے کروائے تاکہ اصل غرض و غایت یعنی دنیا و آخرت کی سعادت اور امن و سلامتی کو پاسکے۔

اسلام کی راہ پر چلنے کے لیے مت کو ایسے ربانی علما اور ایسے اہلِ صدق و صفا دعا و مصلحین کی ضرورت ہے جن کے چشمہٴ علم سے وہ سیراب ہوں اور جس طرف وہ لگائیں ادھر لگ جائیں، انھیں ایک قدوہ و نمونہ بنا کر تربیت پائیں، یہیں سے علم شرعی کے چند بنیادی مفاہیم و قواعد اور ستون و ارکان سامنے آتے ہیں جو ہر طالبِ علم کے ذہن میں ہونے چاہئیں اور پھر ان میں سے ہر کسی پر اس کا عمل ہو اور وہ اس کے کردار کا حصہ بھی ہو۔

### ① عدل و انصاف:

تمام اقوال و افعال، تصرفات و تحریکات اور حرکات و سکنات میں عدل و انصاف کو لازم پکڑا جائے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ﴾ [النحل: ۹۰]

”بے شک اللہ، عدل و انصاف، بھلائی و احسان اور قرابت داروں سے حسن سلوک و تعاون کا حکم دیتا ہے۔“

ایسے ہی دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَذَكَّرُونَ﴾ [الأنعام: ۱۵۲]

”اور جب تم کوئی بات کرو تو عدل و انصاف کرو، اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا ہوا ہے اسے پورا کرو، ان امور کا اللہ نے تمہیں تاکید کی حکم فرمایا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔“

اہل سنت و الجماعت کا منہج و طریقہ عدل و انصاف، اعتدال اور میانہ روی ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ

کہتے ہیں:

”وہ ائمہ حدیث جن کی تعریف میں پوری امت رطب اللسان ہے، جو لوگ ان کی سیرت اور احوال سے واقفیت رکھتے ہیں، وہ بہ خوبی جانتے ہیں کہ وہ لوگ صدق و صفا

اور امانت و دیانت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ وہ ہمیشہ حق گوئی اختیار کرتے اور دروغ گوئی و کذب بیانی سے بچتے تھے۔“

چونکہ نبی اکرم ﷺ کی صحیح احادیث کی معرفت کے لیے ان کا یہ مقام و مرتبہ امت کی ایک شرعی ضرورت کے لیے بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب وہ رواقِ حدیث (اسنادِ حدیث کے راویوں) کے حالات بیان کرتے ہیں تو اعتدال و میانہ روی سے کام لیتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ جرح و تنقید نہیں کرتے، نہ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ جس قدر انہوں نے اجازت دی ہے وہ صرف جائز شرعی ضرورت کے لیے ہے نہ کہ کسی کی کردار کشی کے لیے، لہذا ہر کسی کے لیے واجب و ضروری ہے کہ اپنی ذاتی خواہشاتِ نفس کی پیروی سے بچے اور اقوال و افعال میں تعصب سے دور رہے کیونکہ یہ تو دلوں کی ظلمتوں اور اندھیروں، نفسوں کے تلاطم اور زبانوں کو تیز و گدلا کرنے کا دروازہ ہے، یہ فضائل کو سینے پھینٹنے اور رذائل کو عام کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [ص: ۲۶]

”اپنی خواہشات کی پیروی نہ کریں یہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔“  
اور اللہ کو راضی کیے بغیر عدل قائم نہیں ہو سکتا۔

## ② اتحاد و اتفاق:

سنتِ رسول ﷺ پر سب لوگ متحد و متفق ہو جائیں، خیر و بھلائی کے کاموں میں باہمی تعاون کریں، تفرقہ بازی اور اختلافات کو ہوا دینے سے گریز کریں۔ اہل سنت و الجماعت کا منہج و طریقہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور تفرقہ بازی و اختلافات سے بچنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

”اور اللہ کی رسی (دین) کو مضبوطی سے پکڑے رہیں اور اختلاف و تفرقے میں مبتلا نہ ہوں۔“

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَ

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [آل عمران: ۱۰۵]

”اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا، جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے

بعد بھی تفرقہ ڈالا اور باہم اختلاف کیا، ابھی لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔“

امام طحاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ہم جماعت (اتحاد و اتفاق) کو حق و صواب سمجھتے ہیں اور تفرقے کو کجی اور باعثِ عذاب جانتے ہیں۔“<sup>①</sup>

اختلافات اور تفرقہ بازی ان فنون میں سے ہیں جن سے ہمیں ڈراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ﴾ [الأنفال: ۲۵]

”تم ایسے فتنے (وبال) سے بچو جو خاص کر صرف ان لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے۔“

یہیں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شریعت کے اغراض و مقاصد کو سمجھا، انھیں اپنے ذہنوں میں بٹھایا اور وحدت کی رسی کو تھامنے اور تفرقہ بازی میں نہ پڑنے کے منج پر عمل کیا۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک تاویل کی بنا پر منیٰ میں پوری نماز پڑھی تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

”منیٰ میں ہر چار رکعتوں والی نماز کی دو رکعتیں (قصر) پڑھنا سنت ہے۔“ ان سے کہا گیا اگر یہ بات ہے تو پھر آپ ان (عثمان رضی اللہ عنہ) کے ساتھ پوری نماز کیسے پڑھ رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ”اختلاف و تفرقہ بہت برا ہے، اختلاف بہت برا ہے، تفرقہ بہت بری چیز ہے، تفرقہ بازی بری بلا ہے۔“<sup>②</sup>

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے معنی و مفہوم کے اور بھی کتنے ہی آثار و اقوال موجود ہیں۔ اختلاف مذموم سے وہ اختلاف مراد ہے جو بغاوت و سرکشی اور عدم اتباع حق کے نتیجے میں ہو، کیونکہ یہی اختلاف امت میں ہوا و ہوس اور خواہشات نفس کی پیروی، خون ریزی، دوسروں کا ناحق مال بٹورنے اور افراد امت کے مابین عدوات و دشمنی پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔

① العقیۃ الطحاوی (ص: ۲۹)

② سنن أبی داؤد، رقم الحدیث (۱۹۶۰) نیز دیکھیں: صحیح البخاری، برقم (۱۰۸۴) صحیح مسلم (۶۹۵)

### ۳ رجوع اِلی الکتابِ و السنۃ:

ان میں سے تیسرا ستون ہر نئے پیش آمدہ مسئلے اور کسی بھی مشکل امر و اختلاف کا حل تلاش کرنے کے لیے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا ہے، اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات بڑی واضح ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ  
الْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ [النساء: ۵۹]

”اگر تمہارے کسی معاملے میں اختلاف و تنازع ہو جائے تو اسے اللہ (کتاب اللہ) اور رسول (سنتِ رسول) کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی بہتر اور اچھے انجام والا ہے۔“

اور نبی اقدس ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ بَعْدِي فَسَيَرِي اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ  
الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي ① »

”جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، میرے بعد تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کی پیروی لازم ہے۔“

اس امت کے اہل حق نے یہی طریقہ اپنایا۔ عقیدہ طحاویہ کے شارح لکھتے ہیں:

”مسائلِ اصول و فروع جن میں امت نے باہم تنازع و اختلاف کیا ہے، اگر انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف نہ لوٹایا جائے گا تو ان میں سے حق کا پہلو واضح نہیں ہوگا، بلکہ تنازع کرنے والے اپنے مسئلے میں بلا دلیل اڑ جانے والے بن جائیں گے۔“

پھر آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

”اگر ان پر رحم الہی نہ ہوا تو وہ اس مذموم اختلاف میں مبتلا ہو جائیں گے جو منع ہے، اس کے نتیجے میں پھر وہ ایک دوسرے کے خلاف سرکشی و بغاوت پر اتر آئیں گے، کوئی

① مسند احمد (۴/۱۲۶) سنن ابی داؤد، برقم (۴۶۰۷) سنن الترمذی، برقم (۲۶۷۶) سنن ابن ماجہ، برقم (۴۶)

زبانی حد تک کسی کو کافر و فاسق قرار دے گا اور کوئی عملاً کسی کو جس بے جا میں ڈالنے، زد و کوب کرنے حتیٰ کہ قتل کرنے تک کا ارتکاب کرنے لگے گا؛<sup>(۱)</sup>

### ② مقاصدِ شریعت کی معرفت:

مقاصدِ شریعت کی معرفت حاصل کرنے کا اہتمام کرنا، انھیں خوب اچھی طرح سمجھنا اور اپنے تمام تصرفات و اعمال اور حرکات و سکنات انہی کے ساتھ مربوط کرنا بھی علمِ شریعت کے بنیادی امور میں سے ہے۔ علمائے شریعت نے ان مقاصد کا تعارف یوں کروایا ہے کہ مقاصد سے مراد وہ اغراض، حکمتیں اور معانی ہیں جن کے حصول کے لیے احکام مشروع کیے گئے ہیں جو دنیا و آخرت کے تمام مصالح کو شامل ہیں۔

علامہ عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”قرآن کریم کے مقاصد میں سے اکثریت کا تعلق مصالح و منافع اور ان کے اسباب معلوم کرنے کے حکم سے ہے یا پھر مفاسد اور ان کے اسباب سے بچنے کے ساتھ متعلق ہے۔“<sup>(۲)</sup>

غرض ہر مکلف مقاصدِ شریعت کے بارے میں علم حاصل کرنے کا محتاج و ضرورت مند ہے، تاکہ اس کا ہر عمل اور اس کے ہر عمل میں اس کا مقصد بھی شارع کے قصد کے موافق ہو۔ شریعت تو ہے ہی بندوں کے مصالح اور مفادات کے لیے۔ ہر مکلف سے مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنے تمام افعال و اعمال میں اس کے مطابق چلے، اور اس بات کی معرفت کا حصول ان علما کے راستے کے سوا کسی کا علم بھی ممکن نہیں ہے جو واقعات و حادثات کا استقرا کرتے اور نصوصِ شرعیہ کا علم رکھتے ہیں، جب کسی نے فقہاء و علمائے شریعت کے ”جلبِ مصالح“ اور ”درءِ مفاسد“ کے اصول کے فہم کو رد کر دیا تو اس پر اس فہم کا خطرہ ہے جو تعمیرِ کم اور تخریبِ زیادہ کرے گا اور اصلاحِ کم اور بگاڑِ زیادہ پیدا کرے گا۔

ایسے شخص کے بارے میں امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”آپ اس شخص کو اس حال میں پائیں گے کہ وہ شریعت کی بعض جزئیات کو لے کر اس کے قواعدِ کلیہ کی عمارت سمار کر رہا ہوگا، یہاں تک کہ وہ کسی موضوع کا احاطہ کیے بغیر

(۱) شرح العقیدۃ الطحاویہ (۲/ ۷۷۷)

(۲) قواعد الأحکام فی مصالح الأنام (ص: ۷)



بادی الرای میں اس کے لیے جو ظاہر ہو وہ اسی کے پیچھے لگ جاتا ہے، وہ اصل معانی کی طرف رجوع کرتا ہے نہ اس کے فہم کے سلسلے میں صحابہ کرام سے مردی مسلم امور کی طرف رجوع کرنا ضروری خیال کرتا ہے۔ اللہ کی کتاب نہ اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف ہی رجوع کرتا ہے، اس سب کچھ پر اسے آمادہ کرنے والی صرف وہ خواہشات نفس ہوتی ہیں، جو اس کے دل میں چھپی ہوتی ہیں۔ وہ اسے واضح دلیل کو ترک کرنے پر آمادہ کرتی ہیں اور اس کا علم جہاں تک نہیں پہنچ پایا، اسے اپنے اس عجز و عدم علم کا اعتراف کرنے سے بھی روکتی ہیں اور ان مقاصد شریعت سے جہالت و بے علمی اس پر اضافہ کرتی ہیں، اور وہ اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ درجہ اجتہاد پر فائز ہو گیا ہے اور طلب علم کے نتیجے میں جلد بازی بھی اس کی معاون بن جاتی ہے۔<sup>①</sup>

لہذا اگر اس دروازے کو اچھی طرح مضبوط نہ کیا گیا اور دقیق میزان شریعت میں اسے نہ تولا گیا تو پھر یہ دروازہ فتنوں کے دروازوں میں سے ایک بن جائے گا۔ مصالح اور مفاسد میں پائے جانے والے تقاض کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”اس کا وجود امت کے مابین فتنوں کے وقوع کا سبب ہے، کیونکہ اگر نیکیوں اور برائیوں میں باہمی اختلاط ہو گیا تو اشتباہ واقع ہو جائے گا۔ کچھ لوگ نیکیوں کو دیکھتے ہوئے اس جانب کو راجع قرار دیں گے، اگرچہ اس میں بڑی بڑی برائیاں بھی کیوں نہ ہوں اور کچھ لوگ برائیوں کو دیکھتے ہوئے اس پہلو کو راجع قرار دیں گے، اگرچہ اس طرح بڑی بڑی نیکیاں ہی کیوں نہ چھوٹ جائیں اور اعتدال و میانہ روی والے وہ ہوں گے جو دونوں کو ہی پیش نظر رکھیں گے۔“<sup>②</sup>

### ⑤ فہم صحیح پر عمل:

نصوص شریعت کے فہم صحیح کے لزوم پر عمل کیا جائے، کیونکہ شر و برائی اور نقصان کا سبب نصوص کا صحیح فہم حاصل نہ کرنا ہے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

① الموافقات (۵/۱۴۲)

② مجموع الفتاویٰ (۲۰/۵۷)

”اکثر بدعات کے وجود کا سبب یہی تھا۔ لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کو صرف اپنے ہی دعووں پر محمول کرنا شروع کر دیا کہ یہ ان کے دعوے پر دلالت کرتا ہے، حالانکہ بات یہ نہ تھی“<sup>①</sup>۔

## ② شریعت کے نتائج کی رعایت رکھنے کی معرفت حاصل کرنا:

اس سلسلے میں پوری معرفت اور مکمل بیداری حاصل کر لینا ضروری ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے تمام امور و احکام کے نتائج و انجام کی پوری پوری رعایت رکھی ہے۔ فقہِ دقیق میں سے یہ بھی ہے کہ انجام کے قاعدے پر بھی نظر رکھی جائے جس کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں اور ان عواقب کو بھی پیش نظر رکھیں جن تک فتاویٰ لے جاتے ہیں۔ طالبِ علم کو چاہیے کہ مصالِح کو صرف وقتی نظر سے نہ دیکھے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی چیز میں وقتی طور پر تو کوئی فائدہ ہو، مگر انجام کار وہ کسی بہت بڑے نقصان تک لے جاتی ہو، امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”افعال کے انجام پر نظر رکھنا شرعاً قابلِ اعتبار اور مطلوب و مقصود ہے۔ افعال موافق ہوں یا مخالف، اور وہ یوں کہ مجتہد کسی مکلف سے سرزد ہونے والے فعل پر اس کے اقدام کے فوراً بعد ہی اپنا حکم صادر نہ کر دے، جب تک کہ وہ اس کے انجام کار پر گہری فکر و نظر نہ کر لے۔“<sup>②</sup>

آگے لکھتے ہیں:

”مجتہد کے لیے یہ عمل کچھ مشکل تو ہے لیکن یہ بڑا ہی خوش مذاق و پسندیدہ نتائج اور مقاصدِ شریعت کے موافق ہے۔“

اسی طرح بعض لوگ قول یا فعل کی طرف مقدم کیے جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں اصلاح اور خدمتِ دین ہے، جبکہ شاہدِ حال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس میں اصلاح کی بجائے مفسد زیادہ ہیں۔ کتنے ہی قول و فعل ایسے ہیں جو اصلاحی اجتہاد کی نیت سے صادر ہوتے ہیں، لیکن ان کا صدور معاملے کے نتائج و عواقب پر نظر کیے بغیر ہی عمل میں آیا ہوتا ہے، وہ شرعی

① مجموع الفتاویٰ (۱۱۶/۷)

② الموافقات (۱۷۷/۵)

ضوابط کے مطابق ہوتے ہیں نہ مقاصد شریعت سے مناسبت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ایسے اقوال و افعال کا نتیجہ امن و امان کے بجائے خوف و ہراس، خون ریزی اور سفاک لوگوں کے ہاتھوں زمین میں فساد و بگاڑ کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔

### ⑥ اصولی قواعد اور طرق استنباط کی معرفت کا اہتمام:

علم شریعت کے ستونوں اور ارکان میں سے اصولی قواعد اور طرق استنباط کی معرفت حاصل کرنے کا اہتمام کرنا بھی ہے جو اہل علم نے وضع کیے ہیں۔ دینی و شرعی طالب کے لیے ان امور پر عمل کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ کسی غلطی کا ارتکاب کرنے سے بچ سکے۔ اس سلسلے میں علما نے کہا ہے:

”مقشایہات کی پیروی کرنے میں سے یہ بھی ہے کہ مقیّدات پر نظر ڈالے بغیر مطلقاً یا مختصّات پر غور و فکر کیے بغیر عموماً کو اختیار کر لے، اسی طرح اس کا عکس بھی ہے کہ کوئی نص تو مقید ہو مگر اسے بلا دلیل ہی محض اپنی رائے سے مطلق مان لیا جائے یا کوئی نص تو خاص ہو، مگر اسے عام مان لیا جائے۔ یہ طریقہ کو رائے تیر اندازی اور دلیل میں اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والی بات ہے۔“

ایسے اجتہادی مسالک میں خلل، عقائد و اصول اور احکام و فروع میں بدترین خطا کا باعث بنتا ہے۔ خوارج نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جو بغاوت کی تو اس کا سبب یہی تھا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿إِن الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ [الأنعام: ۵۷، یوسف: ۴۰، ۶۷] ”اللہ کے سوا (کائنات پر) کسی کا حکم نہیں چلتا۔“ کو اس کے اصل مفہوم پر محمول کرنے کے بجائے ”لَا حَکَمَ إِلَّا اللّٰهُ“ کے معنوں پر محمول کر لیا کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔

### ⑦ جدید مسائل میں حکم جاری کرنے اور بلا اہلیت اجتہاد کرنے میں جلدی نہ کرنا:

یہ بھی ایک نہایت ضروری امر ہے۔ نئے پیش آمدہ حالات و واقعات اور امور و مسائل کے سلسلے میں شرعی حکم و فتویٰ جاری کرنے میں جلد بازی نہ کی جائے، اور اجتہاد کے لیے ضروری علوم و شرائط کی تکمیل کے بغیر ہی بلا اہلیت اجتہاد کرنے کی سعی نہ کی جائے، کیونکہ شریعت اسلامیہ میں اجتہاد ایک وسیع علم کا متقاضی ہے، اس کی کچھ شرطیں اور آداب و قواعد ہیں، جو شخص ان شرائط و قواعد پر پورا نہ اترتا ہو، دلائل کے عوارض اور انھیں دفع کرنے کے طریقوں کا واقف نہ ہو، استنباط کے طریقوں کو

جانتا نہ ہو، اور اصول تشریح و قانون سازی کے بارے میں وسیع علم نہ رکھتا ہو، اس کے لیے مسند اجتہاد پر قدم رکھنا روا نہیں ہے۔ اگر ان اصول و قواعد اور شرائط و اساسیات کے بغیر ہی کسی نے اجتہاد کرنے کا اقدام کیا تو وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے اور اس کی شریعت پر افترا پردازی کرنے والوں میں سے ہوگا، جس سے اللہ نے یہ کہتے ہوئے منع فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكُذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَ هَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا

عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ﴾ [النحل: ۱۷۶]

”اور یونہی جھوٹ جو تمہاری زبانوں پر آجائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے لگو۔“

منہج سلف:

سلف صالحین امت کا یہ منہج و طریقہ تھا کہ جس بات کو جانتے اس کے بارے میں کچھ کہتے اور جسے نہ جانتے اس کے بارے میں خاموش رہتے تھے۔ آپ علمائے سلف کے تراجم و حالات میں کثرت سے یہ بات پڑھیں گے کہ وہ نئے پیش آمدہ مسائل و امور اور حوادث و قضایا میں اس وقت تک توقف کر لیا کرتے تھے جب تک اس کے بارے میں پوری معلومات حاصل نہ کر لیں اور اس کے متعلق بہ خوبی انکشاف نہ کر لیں، اس کے بعد ایسی نص شرعی کی روشنی میں اجتہاد کرتے جو اس مسئلے کو حل کرنے کی صلاحیت والی ہوتی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”کسی شخص کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ کسی ایسے معاملے میں گفتگو کرے، جس کے بارے میں وہ پوری خبر نہ رکھتا ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو امام المسلمین اور سید العالمین تھے، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کسی سوال کا جواب نہیں دیا کرتے تھے جب تک آسمان سے وحی نہ اتر جاتی۔“<sup>①</sup>

امام مردزی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ہر چیز اور ہر معاملے میں بات کرنا ضروری نہیں، پھر انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں متعدد احادیث ذکر کیں جن سے پتا چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جاتا

① جامع بیان العلم و فضلہ، رقم الحدیث (۱۵۸۰)

اور آپ ﷺ فرماتے کہ ”مجھے معلوم نہیں جب تک کہ جبرائیل علیہ السلام سے (وحی کے ذریعے) معلوم نہ کر لوں۔“<sup>①</sup>

### ⑨ عمومی نفی نہ کرنا:

اس رشد و ہدایت والے منہج میں سے ایک اہم ترین بات یہ بھی ہے کہ کسی چیز کی عمومی نفی نہ کی جائے، کیونکہ جن چیزوں کو وہ جانتا ہے وہ ان چیزوں سے کہیں کم ہیں جنہیں وہ نہیں جانتا، جیسا کہ ارشاد الہی شہاد ہے:

﴿وَمَا أُوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [الإسراء: ۸۰]

”اور تمہیں علم کا بہت تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾ [یوسف: ۷۶]

”ہر ذی علم سے بڑھ کر علم والا موجود ہے۔“

### ⑩ رجوع الی الحق:

علم شریعت کے قواعد و ارکان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جیسے ہی حق ظاہر ہو جائے اور وہ چاہے کسی کے ساتھ بھی ہو، فوراً حق کی طرف رجوع کر لیا جائے۔ اہل حق اور اصحاب خیر کی خصلتوں میں سے یہ ایک اہم ترین خصلت ہے۔ حق تو دراصل مومن کی گمشدہ چیز ہوتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا مکتوب گرامی معروف ہے، جس میں انہوں نے لکھا تھا:

”آج اگر تم نے کوئی فیصلہ کیا ہے اور کل اپنی رائے بدلی اور رشد و ہدایت پائی تو اپنے

پہلے فیصلے سے اس حق کی طرف رجوع سے تمہیں کوئی چیز ہرگز نہ روکے، کیونکہ حق قدیم

ہے اور اسے کوئی چیز باطل نہیں کر سکتی، اور باطل پراڑے رہنے سے حق کی طرف رجوع

کر لینا ہی بہتر ہے۔“<sup>②</sup>

① جامع بیان العلم وفضله، رقم الحدیث (۱۵۷۸)

② سنن الدارقطنی (۲۰۶/۴) سنن البیہقی (۱۱۹/۱۰) نیز ویکیمی: منهاج السنة النبویة (۶/۷۱) التلخیص

الحمد (۱۹۶/۴)

ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یہ منہج آپ کے تمام امور اور تصرفات میں جاری و ساری اور آپ کے تمام حالات میں فیصل و حکم ہونا چاہیے، اسی طرح فوز و فلاح آپ کا مقدر ہوگی۔ علمی ذمے داری کی نسبت لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان ربانی علما کی طرف رجوع کیا کریں، جن کے فتاویٰ پر دنیا عمل کرتی ہے، کیونکہ وہ استنباطِ احکام میں ایک خاص حیثیت کے مالک ہیں اور وہ حلال و حرام کے قواعد و ضوابط سے بھی بخوبی واقف ہیں، چنانچہ ایسے ہی علما کے بارے میں ارشادِ الہی ہے:

﴿ فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [الانبیاء: 7]

”اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر (علماء) سے پوچھ لو۔“

علمائے کرام کی اطاعت ان کی ذات کی وجہ سے مطلوب و مقصود نہیں، بلکہ اس لیے ضروری ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ (کی کتاب) کا علم حاصل ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے صادر شدہ (تعلیمات کو) سمجھتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے:

”کوئی شخص علماء میں سے بھی صرف اس عالم کا اتباع کرے جو شریعت کی طرف متوجہ ہو،

اس کی حجت کو قائم کرنے والا ہو اور اس کے تمام احکام کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنے والا

ہو۔ اگر کوئی شخص کسی بھی جزئی یا فرعی مسئلے میں اس جہتِ شریعت سے ہٹ جائے تو اس

مسئلے میں اس کا فیصلہ قابلِ قبول ہوگا اور نہ اس معاملے میں اسے قدم و نمونہ بنایا جائے گا۔“

عوام الناس پر واجب ہے کہ وہ اس بات کو خوب ذہن میں رکھیں کہ اصل اعتبارِ حق کا ہے نہ کہ شخصیات کا، اور اللہ کا تقویٰ و ورع اور خوفِ الہی رکھنے والے اہلِ علم کے بغیر حق کا معلوم کرنا بھی ممکن نہیں ہے، وہی اللہ کے راستے کی طرف راہنمائی کرنے والے ہوتے ہیں، لہذا سب پر واجب ہے کہ ان سے رابطہ کیا کریں اور ان کی رائے و فتویٰ پر عمل کیا کریں۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

## خطبہ حجۃ الوداع اور حقوقِ انسانیت دروس اور نصیحتیں

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الباری الثیبی

حمد و ثنا کے بعد:

ہر سال ماہ ذوالحجہ کی آمد پر تاریخِ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت کا صفحہ روشن ہو جاتا ہے۔ سفرِ حج کے نشانات و معالم میں سے مناسکِ حج ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہی وہ جامع معانی و مطالب اور بلیغ مبادیٰ بھی ہیں، جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں سے خطاب کیا تھا۔

### خطبۃ الوداع کی خصوصیات:

وہ اصول و مبادیٰ اور نظریات کوئی ایسے کھوکھلے نعرے نہیں تھے جنہیں کوئی بلند کرتا اور ان سے اپنی تجارت چکاتا ہو، بلکہ وہ تو ایسے بنیادی اصول تھے جو آپ ﷺ نے تاریخِ اسلامی کی ابتدا ہی سے اپنائے، جبکہ آپ ﷺ ابھی تنہا تھے اور یہ مبادیٰ اس وقت بھی تھے، جب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی بھی بہت تھوڑے اور ضعیف و کمزور تھے۔ یہ قلت و کثرت کے پیمانے سے کبھی نہیں بدلے، ان میں جنگ و امن کے حالات کی وجہ سے کوئی تبدیلی رونما ہوئی ہے اور نہ لوگوں کے اعراض و بے رخی یا قبول کرنے اور اپنانے میں شوق و ذوق کو ظاہر کرنے سے کوئی فرق آیا ہے۔ وہ ایسے مبادیٰ تھے، جنہیں نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے داؤں میں راسخ کر گئے تاکہ وہ پوری دنیا میں انہیں پہنچا دیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر پوری دنیا سعادت و خوشی پالے۔ وہ مبادیٰ اپنی قوت اور صدق کی وجہ سے ایک زمانہ گزر جانے کے باوجود آج بھی ویسے کے ویسے ہیں، وہ پرانے ہوئے اور نہ وہ ایک لمبا عرصہ گزرنے کے ساتھ مٹے ہیں۔ وہ آج بھی اپنے قدموں پر مضبوط کھڑے ہیں اور اقوال و افعال ہر دور میں موجود رہے ہیں۔

## شُرک پر تنبیہ:

یہ ایسے مبادی و اصول ہیں جن کے ساتھ ساتھ الوداع کے آنسو بھی بہائے گئے، یہی وجہ ہے کہ اس خطبہ کا نام ہی ”خطبۃ الوداع“ ہے۔ اس میں شرک سے بھی ڈرایا گیا۔ شرک وہ خطرناک بیماری ہے جو انسانیت کو برباد کرتا اور باہمی روابط و تعلقات کو منقطع کرتا ہے۔ اسی طرح یہ شرک مصدرِ خیر سے بندے کا تعلق توڑ دیتا ہے اور اسے ان گہرے کھدوں میں گرا دیتا ہے، جن میں وہ حرص و ہوا کا غلام اور خواہشاتِ نفس کا قیدی بن کر رہ جاتا ہے۔ حج کے تمام احکام و مناسک بلکہ پورے دین کے تمام احکام جس معنی کے گرد گھومتے ہیں، وہ اللہ کی توحید ہی ہے۔ اسلام دینِ توحید و عقیدہ ہے، بیت اللہ شریف کی تعمیر توحید ہی کے لیے ہوئی تھی، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [الحج: ۲۶]

”اور (ایک وقت تھا) جب ہم نے ابراہیم کے لیے خانہ کعبہ کو مقام مقرر کیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور طواف و قیام اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو صاف ستھرا رکھا کرو۔“

اسلام میں حج اس بات کی علامت کے سوا کچھ نہیں کہ یہ لوگوں کو اعلیٰ صورت اور بلند معانی کی شکل میں اللہ کی توحید کی طرف دعوت دیتا ہے۔ امت اس بات کی سخت محتاج و ضرورت مند ہے کہ اس کے دل میں ایمان کے تقاضے راسخ کیے جائیں، امتِ اسلامیہ کے افراد میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں، جنہوں نے عقیدۂ اسلامیہ کے بجائے گمراہ نظریات و مبادی کو اپنایا ہوا ہے۔ بعض اپنے قلم سے امت میں الحاد و بے دینی کا زہر گھول رہے ہیں، کوئی اپنے ائمہ میں اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کو ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے، اور ایسے لوگ یہ دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ ان کے امام غیب جانتے ہیں، ان پر آسمان سے وحی اترتی ہے۔ افرادِ امت میں سے بعض لوگ اپنے بعض افراد کو مقامِ تقدیس پر فائز کر چکے ہیں اور وہ بعض لوگوں سے احکام کی پابندی ہی اٹھا چکے ہیں۔ انہوں نے بشر کو اللہ تک پہنچنے کا واسطہ بنا لیا ہے۔ انہی کے ذریعے ان کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور انہی کے ہاتھوں ان کے گناہوں کی بخشش تک ہو جاتی ہے۔



اس پر مستزاد اولیا کی عبادت اور ان کی قبروں پر گنبد بنانا، ان کے گرد طواف کرنا، ان میں مدفون لوگوں کو مدد کے لیے پکارنا، ان کے نام کی نذریں ماننا اور انہی کی قبروں کے پاس جانور ذبح کرنا ہے۔ آج مزاروں کی کثرت ہو چکی ہے اور تصوف و طریقت کے کئی طُرق ہیں۔ ہر کسی کا اپنا مزار ہے، وہ اسی سے مدد طلب کرتے، اسی کے پاس آہ و زاری کرتے اور اسی کی پناہ لیتے ہیں۔

### حقوقِ انسانی کا چارٹر:

خطبۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا»<sup>①</sup>

”تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تمہارے لیے اسی طرح حرمت والی ہیں، جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارے اس شہر مکہ میں اور تمہارے اس ماہ ذوالحجہ میں حرمت والا ہے۔“

ایسے سدا بہار اصول و مبادیٰ کہ ان میں جن انسانی حقوق کا اعلان کیا گیا تھا، کوئی خود ساختہ و غیر اسلامی نظام اور بشری قانون ان تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ جان کے تحفظ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ﴾ [البقرة: ۱۷۹]

”قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔“

مال و متاع کے تحفظ کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَالسَّارِقِ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا﴾ [المائدة: ۳۸]

”چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹ دو۔“

جبکہ لوگوں کی عزت و آبرو کے تحفظ کے سلسلے میں فرمایا:

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْهُمَا كُلًّا وَّاحِدًا مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ [النور: ۲]

”زانی مرد اور زانی عورت (کنوارے ہیں تو) ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔“

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۶۷۹)

ان دونوں کے کنوارے ہونے کی شکل میں اسی گناہ کے ارتکاب پر یہ سزا ہے، اور اگر وہ شادی شدہ ہوں تو شادی شدہ کی سزا موت تک اسے رجم (سنگسار) کرنا ہے، کیونکہ باطل کی کوئی عزت و قدر نہیں اور غیر اخلاقی و نازیبا حرکت کرنے والے کے لیے کوئی تحفظ نہیں ہے۔

اسلام حق حیات کا سخت احترام کرتا ہے، لیکن احترام صرف پاکیزہ زندگی کا کرتا ہے، فسق و فجور اور فتنہ بردوش زندگی کا نہیں۔ اسلام انسان کی زندگی کے حق کی نگرانی کرتا ہے تاکہ وہ باعزت زندگی ہو، جسے امن و استقرار اور سکون و اطمینان کے سائے نصیب ہوں۔

### امن و امان:

اسلام پہلے مسلمان کے نفس میں امن کی بنیاد رکھتا ہے اور پھر اس کی زندگی میں بھی امن و امان کی فضا پیدا کرتا ہے۔ وہ لوگوں میں شرعی اصولوں کے مطابق عدل و انصاف قائم کرتا ہے اور اس قوت و سلطنت کی بنیاد رکھتا ہے جو زمین پر اللہ کی شریعت کو نافذ کرے، پھر وہ ایمانی رابطوں کے ساتھ لوگوں میں آبرو مندانہ تعلقات کی بنیادیں رکھتا ہے، امن و امان کی نگرانی اور اس کا تحفظ کرتا ہے۔ اللہ کے لیے قائم اخوت و بھائی چارگی کے کچھ حقوق ہیں اور اس کی کچھ ذمے داریاں ہیں۔ اللہ کے لیے صلہ رحمی ہو، والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے، پڑوسیوں اور ساتھیوں سے اچھے تعلقات پیدا کیے جائیں، رہائش کے ان اصول و ضوابط کے ساتھ ہی شادی کا نظام ہے اور اس کے بعد خاندان و قبائل میں باہمی تعارف ہے، اور اس سب کچھ پر یہ اصول موجود ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت و آبرو والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ اور پرہیزگاری کرنے والا ہے۔

### عدم ایذا رسانی:

اسلام میں انسانی حقوق کے مبادیٰ میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی انسان اپنے کسی بھائی کی موجودگی میں یا اس کی عدم موجودگی میں اپنے کسی قول و فعل سے اس کے دل یا جسم کو کوئی اذیت نہ پہنچائے۔ پھر اسلام نے دوسروں کو ناحق زد و کوب کرنے اور مارنے پیٹنے کو بھی حرام قرار دیا ہے، کسی کا الٹا نام رکھنے اور ہاتھوں یا آنکھوں کے اشاروں سے کسی کی توہین کرنے، کسی کا مذاق اڑانے اور گالیاں دینے سے منع کیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک آدمی پر کئی مرتبہ شراب نوشی کی شرعی حد (سزا) قائم کی گئی، پھر

ایک دن اسے لایا گیا اور اسے کوڑے مارے گئے، لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما کہ یہ بار بار پکڑ کر لایا جاتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ»<sup>①</sup>

”اے لعنت نہ کرو کیونکہ اللہ کی قسم تم نہیں جانتے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔“

اسلام نے صرف زندگی کی حد تک ہی انسان کی حمایت و نگرانی اور اس کی عزت و آبرو کے تحفظ پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ انسان کے مرنے کے بعد بھی اس کے احترام کو ملحوظ رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسے غسل دینے، کفن پہنانے، اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور اسے دفن کرنے کا حکم ہے اور میت کی کوئی ہڈی توڑنے، اس کی لاش پر زیادتی کرنے یا لاش کو ضائع کرنے سے منع کیا ہے۔ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا تَسْبُوا الْأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضُوا إِلَىٰ مَا قَدَّمَوْا»<sup>②</sup>

”مردوں کو گالی نہ دو، وہ تو اپنے آگے بھیجے گئے اعمال کی طرف جا چکے ہیں۔“

### تہذیبِ حاضر اور انسانی حقوق:

تہذیبِ جدید اور اس سے بھی صحیح تر عبارت کی رو سے موجودہ مادی تہذیب نے بھی انسانی حقوق کا اعلان کیا ہے، لیکن وہ اصلی غرض کو پورا کرنے سے قاصر اور انتہائی کمزور ہیں، کیوں کہ ان کی بنیاد دنیوی مصالح پر رکھی گئی ہے اور انہیں نافذ کرنے والے لوگ وہ ہیں، جن میں عنصرت کا زہریلا مادہ ٹوٹ ٹوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اسی طرح ان کے پاس کوئی عقیدہ نہیں، جو ان حقوق کو راسخ کر سکے، نہ ان کے پاس ایمان ہے کہ وہ ان کا احیا کر سکیں، اور نہ ان کے پاس وہ احکام ہیں جو ان کا تحفظ و نگرانی کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان حقوق کی دنیا میں اعلیٰ ترقی یافتہ اور مادی تہذیب میں بہت آگے نکلے ہوئے ملکوں میں بھی بے حرمتی کی جاتی ہے اور پھر اس انسان کے حقوق کہاں گئے؟ جس کے قدس شریف کی بے حرمتی کی گئی، جس کی زمین غضب کی گئی، جس کے اموال چھین لیے

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۷۸۰)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۳۹۳)

گئے اور جس کا خون کئی سالوں سے بہایا جا رہا ہے؟ اس انسان کے حقوق کہاں ہیں؟ جس کی اخلاقی تباہی، قدروں کی بربادی اور انسانیت کی بے حرمتی ایک ایسی جنگ میں کی گئی ہے جسے کوئی اخلاق جائز قرار دیتا ہے نہ کوئی دوسرا اصول ہی اُسے روا کہتا ہے۔

### اسلام اور جان و مال کی حفاظت:

نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ الوداع میں فرمایا:

«أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ نَحْتُ قَدَمِي مَوْضُوعٌ»<sup>①</sup>

”سن لو! جاہلیت کے تمام امور و عادات میں اپنے قدموں تلے روندنا ہوں۔“

عہدِ جاہلیت میں خون بہت سستا تھا، نفسِ انسانی کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، قتل و غارت ایک تجارت تھی، جنگ اور خون ریزی ان کے لیے معمولی بات تھی، کیونکہ ان کے یہاں زندگی کے لیے کوئی رسالت و پیغام نہیں تھا اور نہ وہ کسی عقیدے کے مالک تھے جو انہیں ان غلاظتوں سے پاک کرتا اور نہ ان کے پاس کوئی بلند کردار و مقصد تھا جو انہیں ان گھٹیا امور سے باز رکھتا۔ اسلام آیا اور اس نے آکر اس گھٹیا اندازِ حیات کو بدلا، زندگی کو وہ بنیادیں مہیا کیں جن کی بدولت نفسِ انسانی کا احترام بڑھے اور ناحق قتل کو بشریت کے حق میں ایک جرم قرار دے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾

[المائدة: ۳۲]

”جس نے کسی نفس کے بدلے کے بغیر ہی کسی کو قتل کر دیا یا زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے (قتل کیا) اس نے گویا تمام انسانوں کا خون کر دیا۔“

### عصبیت و عنصرت کی بیخ کنی:

اسلام کی آمد سے پہلے تعصب و عنصرت کی جڑیں بہت گہری تھیں اور اس کی بنیادیں بڑی مضبوط تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عنصرتی تمیز و عصبیت کی تمام شکلوں کو اس زمین سے جڑوں سے اکھاڑ دیا، جہاں اس کی یادیں تازہ کی جاتی تھیں، اس کی تعریف میں نعرے لگائے جاتے تھے اور اس کی اساس و بنیاد پر فخر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کی جڑوں کو کاٹتے اور اس کی بیخ کنی کرتے ہوئے

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۱۸)

نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّكُمْ لِأَدَمَ، وَأَدَمٌ مِنْ تُرَابٍ، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ، لَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ، وَلَا أَعْجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَبْيَضَ، وَلَا لِأَبْيَضَ عَلَى أَحْمَرَ، فَضْلٌ إِلَّا بِالتَّقْوَى»<sup>(۱)</sup>

”تم سب آدم ﷺ کی اولاد ہو اور آدم ﷺ کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی، تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو تقویٰ و پرہیزگاری میں سب سے آگے ہے، کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی لال کو سفید پر اور کسی سفید کو لال پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقوے کے۔“

نبی اکرم ﷺ کے اس اعلان نے تمام کھوکھلی دنیوی قدروں اور فوارق و امتیازات پر پانی پھیر دیا۔ انسان کے لال یا کالے رنگ، اس کے نسب یا مال اور دنیوی منصب و جاہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ یہ چیزیں انسان اللہ تعالیٰ سے عبودیت اور سنتِ کوئی کی رو سے پاتا ہے، اس میں اس کا اپنا کوئی اختیار و کردار نہیں ہوتا، البتہ ادھر ایک میزان ہے جس پر لوگوں میں چھوٹے بڑے کا فرق کیا جاسکتا ہے اور وہ میزان یہ ارشاد الہی ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ﴾ [الحجرات: ۱۳]

”تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقوے والا ہے۔“

جس کا ایمان سب سے قوی اور جس کا عمل سب سے بہتر ہوگا، وہ سب سے افضل ہوگا۔ غزوہ بنی مصلط کے موقع پر ایک غیر اسلامی چیز (قبائلی تعصب) صفِ مسلم میں داخل ہونے لگی اور اس پاکیزہ معاشرے میں در آنے لگی جس کی زمام کار خود نبی اکرم ﷺ تھامے ہوئے تھے۔ اسے دیکھتے ہی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے مابین موجود ہوں اور تم ابھی سے عہدِ جاہلیت کی عادت کو اپنانے لگے ہو؟

«دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتَنَةٌ»<sup>(۲)</sup> یعنی اسے چھوڑ دو، کیوں کہ وہ جاہلیت کی بدبودار عادت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو ذرا بھر کے لیے بھی یہ گوارا نہ ہوا کہ لفظی حد تک بھی ان میں قومی تعصب

(۱) مسند أحمد (۵/۴۱۱) حلیۃ الأولیاء (۳/۱۰۰) السلسلۃ الصحیحۃ، رقم الحدیث (۲۷۰۰)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۹۰۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۸۴)

اور عصری تمیز در آئے۔ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو اس کی ماں کے حوالے سے عار دلائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم نے اسے اس کی ماں سے عار دلائی ہے، تم ایسے شخص ہو جس میں ابھی جاہلیت کے اثرات پائے جاتے ہیں۔“<sup>①</sup>

لیکن اس سے سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی اسلامی اور جہادی فضیلت اور مقام و مرتبے کو سلب نہیں کیا گیا۔ اس طرح نسب و خون اور رگ و قوم یا قبائلی تعصب پر قائم جاہلانہ عصبیتیں دم توڑ گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

”جس نے تعصب کی طرف دعوت دی وہ ہم سے نہیں، جس نے تعصب کی بنیاد پر قتال و جنگ کی وہ ہم سے نہیں اور جس کو عصبیت پر ہی موت آئی وہ بھی ہم سے نہیں ہے۔“<sup>②</sup>

مزید فرمایا ہے:

”جس نے جاہلیت کے دور کی نصیبت کا نعرہ لگایا اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی وہ جہنم کا ایندھن ہے۔“<sup>③</sup>

### سود کا خاتمہ:

خطبہ حجۃ الوداع میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«وَأَوَّلُ رِبَا أَضَعُ رِبَانَا، رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ»<sup>④</sup>

”سب سے پہلا سود جسے میں ختم کرتا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، وہ جس جس کے ذمے بھی ہے، سب ختم ہوا۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کو اس کے سخت نقصانات اور کثیر مفاسد کے پیش نظر ختم فرمایا تھا۔ یہ سود فرد کے ضمیر کو خراب کر دیتا اور حیاتِ انسانی کو برباد کر دیتا ہے، کیوں کہ اس میں طمع و لالچ اور خود غرضی بھر جاتی ہے، یہ جماعتی و اجتماعی روح کو ماردیتا، عداوت و دشمنی کا باعث بنتا اور دلوں میں حقد و

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۶۶۱)

② سنن أبي داود، رقم الحدیث (۵۱۳) اس کی سند میں ”ابن أبي لبیبة“ ضعیف ہے۔

③ مسند أحمد (۴/۱۳۰)

④ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۱۸)

بغض کے جذبات کی تخم ریزی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود لینے اور اسے مروج کرنے والوں کے خلاف دنیا میں جنگ کا اعلان کیا ہے، اس کی وجہ سے قیمتیں چڑھ جاتی ہیں، مالی بحران آتے ہیں اور نفسیاتی امراض پھیل جاتی ہیں اور اس سود کی بدولت تعاون و ایثار کا مفہوم ہی ختم ہو کر رہ جاتا ہے، جبکہ آخرت میں سود کھانے والے کے لیے دردناک عذاب ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ [البقرة: ۲۷۵]

”جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) یوں اٹھیں گے جیسے وہ اٹھتا ہے جسے شیطان نے چھو کر دیوانہ کر دیا ہو۔“

یہ مروجہ سودی نظام ہی کثرت سے آنے والے مالی و اقتصادی بحرانوں کا سبب قرار دیا گیا ہے جو انفرادی، جماعتی اور ملکی سطح پر رونما ہوتے رہتے ہیں۔

### عورتوں سے حسن سلوک:

نہیۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمْنِ اللَّهِ ﴾<sup>(۱)</sup>

”عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو، کیوں کہ انھیں تم نے اللہ کی امان کے ساتھ اپنی نگرانی میں لیا ہے۔“

دینِ حنیف نے عورت کے حقوق کا بھی تحفظ کیا ہے اور اس کے ماں، بیوی، بیٹی کچھ بھی ہونے کی شکل میں اس کی عزت و تکریم محفوظ کی ہے۔ اس کے اس دنیا میں قدم رکھنے سے لے کر اس کی حفاظت و نگرانی کا اہتمام کیا اور یہ سلسلہ تحفظ اس وقت تک جاری رکھا ہے جب تک وہ اپنی جان، جان آفریں کے سپرد نہ کر دے۔ اس کا سارا بدن عورتہ (ستر) بنایا ہے جس کی طرف غیر محرم کا دیکھنا حرام ہے، جبکہ اسلام سے پہلے یہ ہر کسی کے لیے عام تھا۔ دینِ اسلام نے عورت کو وراثت کا حق دیا، اور اسے حصولِ علم کے حق سے نوازا، پھر اجر و ثواب میں مرد و عورت دونوں کا درجہ برابر کیا، ایسے ہی تمام عبادات میں اسے برابر کا حصہ عنایت فرمایا، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۳۸)

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾

[النحل: ۹۷]

”جو شخص نیک عمل کرے وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو تو ہم اسے بہترین زندگی سے بہرہ ور کریں گے اور ان کے عمل کا بہترین بدلہ دیں گے۔“

اسلام میں عورت کے حقوق کے بارے میں ہم محض خالی نظریات اور بڑی بڑی کانفرنسوں کے حوالے سے گفتگو نہیں کرتے، بلکہ ہم ہر کسی کو دعوت دیتے ہیں کہ مومن خواتین ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ، سیدہ سمیہ، سیدہ اسماء بنت ابی بکر، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ اور سیدہ خساء رضی اللہ عنہن کی سیر و سوانح پڑھ کر دیکھ لیں، ہم ان کے سامنے اپنی تاریخ کے روشن صفحات کھول دیتے ہیں، تاکہ انہیں مسلمان خواتین کی زندہ مثالیں، اعلیٰ نمونے اور بے شمار مناظر و دیکھنے کو ملیں۔ ہماری دعوت ہے کہ آئیں دیکھیں! اسلام نے کس طرح عورت کا مقام و مرتبہ بلند کیا ہے، اس کے مشاعر و احساسات کو طہارت و پاکیزگی بخشی ہے، اس کے سلوک و کردار کی کیسے تہذیب کی ہے اور اس کے مقاصد و تمناؤں کو کیسے بلند یوں سے دوچار کیا ہے۔

تاریخ اپنے اوراق میں نور کی سیاہی سے مومن عورتوں کے زندہ جاوید کارناموں کا تذکرہ کرے گی۔ وہ کارنامے اس بات کے سچے دلائل اور اعلیٰ ثبوت ہیں کہ ان خواتین کو کتنی ذکات و شرافت اور نجابت و رفعت شان حاصل تھی۔ وہ لوگ جو ان ارادوں سے اٹھے ہیں کہ وہ عورت کو اعلیٰ راہ پر چلانے میں ان کے ساتھ تعاون کریں گے، اور اپنے آپ کو وہ مصلح و ہادی سمجھتے ہیں، اپنے سوا دوسرے عزت و حشمت اور عفت و پاکدامنی کی طرف دعوت دینے والوں کو احمق و نادان سمجھتے ہیں، اور انہیں وہ جمود اور پسماندگی کا طعنہ دیتے ہیں، اگر آپ ان کے مطالبات پر ذرا گہری نظر ڈالیں گے تو پتا چلے گا کہ ان کی فکر و کردار میں کیسے فطرت سے انحرافات اور شذوذ پائے جاتے ہیں۔ ان کے نفس کس قدر گھٹیا مریض ہیں، جنہیں خواہشاتِ نفس نے اپنا قیدی بنا کر رکھا ہوا ہے، ان پر شہوت کا داعیہ غلبہ پا چکا ہے، اور انہیں ہر طرف سے باطل و وسوسوں نے گھیرے میں لے رکھا ہے، تاکہ وہ امت کی قدر و قیمت سلب کر لیں، آزاد عورت سے اس کی عزت و آبرو چھین لیں اور عقیف و پاکدامن عورت سے اس کی عفت و شرف بے اثریں۔



## کتاب و سنت کی طرف رجوع:

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:  
 ﴿وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ اِنْ اِعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابُ اللّٰهِ﴾<sup>①</sup>  
 ”اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اس پر عمل کر لیا تو اس کے  
 بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ چیز ہے: اللہ کی کتاب۔“

جس ذات نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ بہتر سمجھتا ہے کہ اس کی اصلاح اور سعادت کے لیے کیا  
 چیز ضروری ہے اور وہ ضروری چیز ہے؛ کتاب و سنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونا، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ اَقْوَمُ﴾ [الإسراء: ۹۰]

”یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔“

یعنی وہ راستہ جو اس کے تمام معاملات میں سب سے سیدھا ہے، جو اس کے امورِ قضا و عدل  
 کے لیے سب سے سیدھا ہے، جو حکومت و سیاست کا سب سے سیدھا طریقہ ہے، جو اس کے مال و  
 اقتصادیات کے لیے سب سے مفید و سیدھا ہے، جو علم و معرفت اور تعلیم و تربیت کے لیے سب سے  
 سیدھا ہے۔ یہ قرآن انسان کو وہ طریقہ سکھاتا اور وہ راہ دکھاتا ہے، جو اخلاقی نقطہ نظر سے سب  
 سے سیدھی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے:

﴿مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ [الأنعام: ۳۸]

”ہم نے کتاب میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوتاہی نہیں کی۔“

اگر کسی کو عزت و دکار ہے تو اسے یہ عزت قرآن کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے میں ملے گی۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [المنافقون: ۸]

”عزت اللہ کے لیے ہے، اس کے رسول کے لیے ہے اور مومنوں کے لیے ہے۔“

جسے امن و سلامتی مطلوب ہو، اسے اس بات پر یقین کر لینا چاہیے کہ امن و سلامتی صرف  
 قرآن پر چلنے ہی سے ممکن ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاٰمَنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾

[الأنعام: ۸۲]

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۱۸)

”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شُرک) کے ساتھ ملوث نہیں کیا، انہی لوگوں کے لیے امن و امان ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔“

اگر کسی کو اقتصادی خوشحالی چاہیے تو وہ اسے قرآنی ہدایت میں ملے گی، اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ﴾  
[الأعراف: ۹۶]

”اور اگر بستیوں والے ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کریں تو ہم ان پر زمین و آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیں۔“

اور فرمایا ہے:

﴿قُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰۱﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ﴿۱۰۲﴾ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ﴿۱۰۳﴾﴾  
[نوح: ۱۰۱ تا ۱۰۳]

”میں نے کہا: اللہ سے بخشش طلب کرو، وہ بہت بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے لگاتار بارش برسائے گا اور مال و اولاد سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں جنتیں (بانات) عطا کرے گا اور ان میں نہریں بہا دے گا۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَعْدًا مِّنْ سَّمَاءٍ مَّكَّانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَ الْخَوْفِ يَمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ [النحل: ۱۱۲]

”اللہ نے تمہارے لیے اس بستی کی مثال بیان کی ہے، جس کے اہل ایمان بڑے امن و اطمینان سے رہ رہے تھے اور انھیں ہر طرف سے کھلی روزی پہنچ رہی تھی، پھر جب انھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے انھیں ان کے عملوں کے بدلے میں فقر و فاقہ اور خوف و بدامنی میں مبتلا کر دیا۔“

جسے قوت چاہیے اسے قرآنِ کریم پر عمل کرنے سے قوت ملے گی، کیونکہ ہدایتِ قرآنی میں

حکومت کو تیاری اور قوت جمع کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَاعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَ مِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾ [الأنفال: ۶۰]

”اور ان (دشمنوں) کے لیے ہر ممکن طریقے سے انفرادی قوت جمع کرو اور گھوڑے (سامانِ حرب) تیار کر کے مستعد رہو، اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں کے دلوں میں تمہاری ہیبت و دہشت بیٹھی رہے گی۔“

قرآن کریم میں انسان کی عزت و شرف کے مبادیات و اصول اور انسانی حقوق مقرر ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَ حَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ فَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴾ [الإسراء: ۷۰]

”ہم نے بنی آدم کو عزت و تکریم سے نوازا، انہیں جنگل اور دریا (عبور کرنے کی) سواریاں دیں اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں فضیلت دی۔“

اگر کوئی شخص قرآن کریم پر صحیح طرح سے عمل کرے تو اس کے لیے دنیا میں سعادت مند زندگی اور آخرت میں سدا کی نعمتوں کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ [الملك: ۲]

”وہ (اللہ) جس نے موت و حیات کو اس لیے پیدا فرمایا، تاکہ وہ تمہیں آزما کر دیکھے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہوتا ہے۔“

جبکہ آخرت کی زندگی تو قرار کی جگہ اور متقی و پرہیزگار لوگوں کے لیے عیش و عشرت کا مقام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ إِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴾ [المنکبوت: ۶۴]

”آخرت کا گھر ہی دراصل (ہمیشہ کی) زندگی کا مقام ہے، کاش یہ لوگ سمجھتے۔“

نیز فرمایا:

﴿الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمَقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ لَّا يَمَسُّنَا فِيهَا نَمَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا

لُغُوبٌ﴾ [فاطر: ۳۵]

”جس نے اپنے فضل سے ہمیں ہمیشہ کے رہنے کے گھر میں اتارا، جس میں نہ تو ہمیں رنج پہنچے گا اور نہ ہی ہمیں ٹکان (تھکاوٹ) ہوگی۔“

### اختلافات سے گریز:

جب تک پہلے مسلمان اور سلف، صالحین امت قرآن کریم کی تعلیمات کو اپنائے رہے، تب تک وہ اللہ کے حکم سے تمام لوگوں کے پیشوا رہے، اور انھوں نے رحم دل اسلامی حکومت قائم کیے رکھی، جب انھوں نے ان قرآنی آداب پر عمل ترک کر دیا تو وہ دھڑے بندیوں میں بٹ گئے اور باہم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگے، اور ایک دوسرے کو لعنت و ملامت کرنے لگے، جبکہ خطبہ الوداع میں نبی اکرم ﷺ نے اس چیز سے سختی سے منع فرمایا تھا، چنانچہ اپنے بعض خطبوں میں آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَلَا لَا تَرَجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ﴾<sup>①</sup>

”خبردار! میرے بعد کفار (کی طرح) نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں ہی مارنے لگو۔“

جب مسلمانوں نے قرآنی ہدایات پر عمل ترک کیا تو ان کے مقامات مقدسہ (مسجد اقصیٰ وغیرہ) ان کے ہاتھوں سے نکل گئے، ان کی حرمتیں پامال کی گئیں اور ان کے خون کو ستا سمجھ کر پانی کی طرح بہایا گیا۔

خطبہ الوداع ایک ندا ہے جو موسم حج کی مناسبت سے امت اسلامیہ کے لیے لگائی جا رہی ہے، تاکہ وہ صحیح معنوں میں اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور اپنے اعمال کا جائزہ لیں، صحیح راہ پر استقامت اختیار کریں اور نبی ﷺ کی ندا پر لبیک کہیں۔ اللہ توحیح ہی کہتا ہے اور وہی سیدگی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۲۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۵)

## زیارتِ مدینہ کے احکام و آداب

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

مدینہ طیبہ کی زیارت کے لیے آنے والے مسلمانو! آپ بہترین جگہ تشریف لائے ہیں اور اعلیٰ نعمتیں پاگئے ہیں۔ اللہ کرے اس مبارک شہر میں آپ کا قیام خوشگوار رہے، اللہ آپ کے تمام اعمالِ صالحہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کی تمام امیدوں کو پورا کرے۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دارالہجرت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وار النصر، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دارالہجرت اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے شہر میں ہیں۔ آپ اس حرمین شریفین والے ملک میں ہیں جو دو عظیم مسجدوں (مسجد حرام اور مسجد نبوی) کے خدمت گزاروں کا ملک ہے۔ آپ لوگ اپنے ہی اہل و احباب میں ہیں۔ اپنے پیار کرنے والوں کے مابین آئے ہیں جو آپ کی خدمت کو اپنا شرف، آپ کے مطالبات پورے کرنے میں اپنی راحت اور آپ کی ضروریات کو پورا کرنا اپنا فرض منہمی سمجھتے ہیں۔ یہ شہر آپ کا اپنا شہر ہے اور یہ ملک آپ کا اپنا ملک ہے۔

آدابِ مدینہ منورہ:

آپ ایسے شہر میں ہیں جو مکہ مکرمہ کے بعد دنیا کا سب سے زیادہ شرف و عظمت والا شہر ہے، اس کے حقوق کا آپ بھی خیال رکھیں اور اس کی حرمت و قدسیت کو پیش نظر رکھیں، اس میں قیام کے دوران میں اعلیٰ اخلاق و آداب کا مظاہرہ کریں۔ اس شہر مقدس میں کسی بدعت کو ایجاد کرنے والے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید فرمائی ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ، فَمَنْ أَحَدَّثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحَدِّثًا

فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ، لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
صَرَفاً وَلَا عَدْلًا<sup>(۱)</sup>

”مدینہ منورہ غیر سے ٹور تک حرم ہے۔ جس نے اس میں کسی بدعت کا آغاز کیا یا کسی  
بدعتی آدمی کو پناہ دی، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے  
دن اللہ اس سے کوئی معاوضہ نہیں لے گا۔“

جس نے اس شہر میں قیام کے دوران میں کسی گناہ کا ارتکاب کیا، یا کسی مجرم و گناہ گار کو پناہ  
دی اور اس کی حمایت کی، اس نے اپنے آپ کو انتہائی رسوا کن عذاب اور اللہ رب العالمین کے  
غضب میں مبتلا کر لیا۔

اس شہر مقدس میں نئی پیدا کی جانے والی چیزوں میں سے سب سے بدترین چیز اس شہر کی  
پاکیزہ فضا کو بدعات و خرافات اور محدثات کے ذریعے خراب کرنا ہے، اس کی پاک سرزمین کو  
بدعات کی ترویج پر مشتمل مضامین و مقالات اور شریکہ امور کی نشر و اشاعت کرنے والے کتب و رسائل  
اور دیگر گناہوں اور برائیوں کو پھیلانے والی خلاف شرع چیزیں ہیں۔ بدعت کو ایجاد کرنے اور اسے  
پناہ دینے والا، دونوں ہی گناہ میں برابر ہیں۔

سید الاولیاء و الآخرین ﷺ کی مسجد کے زائرین! کیا آپ نے اس زیارتِ مدینہ منورہ سے  
متعلقہ احکام اچھی طرح سیکھ لیے ہیں؟ کیا اس شہر میں کیا حلال ہے اور کیا حرام، اس کا علم حاصل کر  
لیا ہے؟ یا پھر آپ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جو دوسروں کی دیکھا دیکھی چلتے رہتے ہیں اور سید الانام  
- علیہ افضل الصلاة و اذکى السلام - کی سنت سے نابلد رہتے ہیں؟

زائرینِ کرام! ہم آپ کی خدمت میں کتاب و سنت کی تعلیمات سے منتخب کر کے چند کلمات  
و پیراجات پیش کر رہے ہیں جو آپ کے لیے باعثِ راہنمائی اور احکامِ زیارت کے سلسلے میں سنگِ میل  
ہیں۔ کتاب و سنت پر عمل ہی مسلمان کو ضلالت و گمراہی اور جہالت و بدعات سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

### زیارتِ مسجدِ نبوی:

مسجدِ نبوی کی زیارت مسنون ہے، فرض و واجب نہیں ہے، اس کا حج کے ساتھ کوئی تعلق نہیں

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۸۶۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۳۷۰)

ہے اور نہ یہ زیارت تکمیل حج کے لیے ضروری ہے۔ جتنی احادیث بھی زیارت مسجد نبوی یا زیارت قبر رسول ﷺ کے بارے میں مروی ہیں، ان کا حج سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ سب جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔ جس نے کہیں سے بھی مسجد نبوی اور اس میں نماز ادا کرنے کی نیت سے رخت سفر باندھا، اس کا یہ عمل وقصد انتہائی مبرور اور اس کی یہ محنت و کوشش انتہائی مشکور ہے، لیکن جس نے رخت سفر کے وقت نیت ہی قبر کی زیارت اور صاحب قبر سے مدد و استعانت کے لیے کی، اس کا یہ سفر ممنوع اور اس کا یہ فعل ناجائز ہے، کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا تُشَدُّ الرَّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: أَمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هَذَا، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى»<sup>①</sup>

”تین مساجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ کی طرف (ثواب کی نیت سے) رخت سفر باندھنا جائز نہیں: مسجد حرام اور میری یہ مسجد (نبوی) اور مسجد اقصیٰ۔“

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنْ خَيْرَ مَا رَكِبْتُ إِلَيْهِ الرَّوَاحِلُ مَسْجِدِي هَذَا وَالْبَيْتِ الْعَتِيقِ»<sup>②</sup>

”وہ مقامات جن کی طرف سواریوں پر سوار ہو کر جایا جائے، ان میں سے بہترین مقامات میری یہ مسجد اور بیت اللہ ہیں۔“

مسجد نبوی میں نماز کا ثواب:

مدینہ منورہ کی اس مسجد میں علما کے صحیح تر قول کے مطابق فرض و نفل ہر نماز کا ثواب بہت

بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيَمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ»<sup>③</sup>

”میری اس مسجد میں نماز کا ثواب دوسری عام مساجد سے ایک ہزار گنا زیادہ ہے، سوائے مسجد حرام کے۔“

① صحیح البخاری (۵۶/۲) صحیح مسلم (۱۶۷/۹)

② مسند أحمد (۳۵۰/۳)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۱۳۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۳۹۴)

البتہ نفل نماز مسجد میں ادا کرنے کے بجائے گھر میں ادا کرنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے، کیونکہ نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةَ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ»<sup>(۱)</sup>

”آدمی کی گھر میں ادا کی گئی نماز افضل ترین نماز ہے سوائے فرض کے۔“

اجزائے مسجد اور تبرک:

مسجدِ عظیم کے زائرین! مسجدِ نبوی کے کسی بھی حصے جیسے ستونوں، دیواروں، دروازوں، محرابوں اور منبر وغیرہ کو چھو کر یا چوم کر تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح نبی مکرم ﷺ کے حجرہ شریفہ کو چھو کر یا چوم کر یا اس سے کپڑے رگڑ کر تبرک حاصل کرنا بھی روا نہیں ہے، ایسے ہی اس حجرہ مقدسہ کا طواف کرنا بھی ہرگز جائز نہیں ہے، اگر کسی نے ان میں سے کسی بھی فعل کا ارتکاب کیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس فعل سے توبہ کرے اور آئندہ اس کا اعادہ ہرگز نہ کرے۔

روضۃ الجنۃ میں نماز:

مسجدِ نبوی کی زیارت کرنے والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ روضہ شریفہ (روضۃ الجنۃ) میں دو رکعتیں یا جتنی چاہے نفل نماز پڑھیں، کیونکہ اس جگہ کی فضیلت ثابت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمَنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمَنْبَرِي عَلَى حَوْضِي»<sup>(۲)</sup>

”میرے گھر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر ہے۔“

یزید بن ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجدِ نبوی میں آیا کرتا تھا، وہ مصحف کے پاس والے ستون کے پاس (روضہ شریفہ میں) نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کی: اے ابو مسلم! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس ستون کے پاس ہی نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا:

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۸۶۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۸۱)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۷۸۹) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۳۹۱)



”میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ بھی اس ستون کے پاس ہی نماز پڑھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔“<sup>①</sup>

روضہ شریفہ میں نماز کی حرص کا یہ معنی بھی نہیں کہ دوسرے لوگوں کو اذیت پہنچائی جائے یا کمزور کو دھکے مارے جائیں یا لوگوں کی گردنیں پھلائی جائیں۔

**مسجدِ قبا میں نماز:**

مدینہ منورہ کے ساکنین اور زائرین؛ سب کے لیے جائز ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے مسجدِ قبا میں آئیں، کیونکہ یہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) میں مبعوث ہونے والے نبی ﷺ کی سنت اور عمرے کے ثواب کا باعث ہے۔ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ خَرَجَ حَتَّى يَأْتِيَ هَذَا الْمَسْجِدَ - يَعْنِي: مَسْجِدَ قُبَاءَ - فَيُصَلِّي فِيهِ كَانَ كَعَدَلِ عُمْرَةٍ »<sup>②</sup>

”جو شخص گھر سے نکلے اور اس مسجدِ قبا میں آئے اور اس میں نماز پڑھے، اسے عمرے کے برابر ثواب ہوگا۔“

اور سنن ابن ماجہ میں ہے:

« مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلَّى فِيهِ صَلَاةً كَانَ لَهُ أَجْرُ عُمْرَةٍ »<sup>③</sup>

”جس نے اپنے گھر (رہائش گاہ) سے وضو کیا اور مسجدِ قبا میں آیا اور اس میں نماز پڑھی تو اسے عمرے کا ثواب ملے گا۔“

جبکہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے:

« أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْتِي قُبَاءَ يَعْنِي كُلَّ سَبْتٍ كَانَ يَأْتِيهِ رَاكِبًا وَ مَاشِيًا »<sup>④</sup>

”نبی اکرم ﷺ ہر ہفتے کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر مسجدِ قبا میں آتے اور اس میں دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔“

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۸۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۵۰۹)

② مسند أحمد (۳/ ۴۸۷)

③ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۱۴۱)

④ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۱۳۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۳۹۹)

## مدینہ منورہ کی دیگر مساجد؟

مذکورہ دو مسجدوں (مسجد نبوی اور مسجد قبا) کے سوا مدینہ منورہ کی دیگر مساجد میں سے کسی بھی مسجد کی زیارت کے لیے جانا مشروع ہے۔ نہ کسی دوسری جگہ کا قصد کرنا اور وہاں سے خیر و برکت کی نیت کرنا جائز ہے، نہ کسی کے پاس عبادت کرنے کا ارادہ کر کے جانا روا ہے اور نہ ان جگہوں اور مسجدوں کی تلاش میں سرگرداں پھرنے کی ضرورت ہے جن میں کبھی نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تھی اور نہ ایسے مقامات کی تلاش اور وہاں عبادت کی ضرورت ہے، جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے نماز پڑھی تھی، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے کسی مقام کی زیارت کرنے یا وہاں جا کر عبادت کرنے کی کوئی ترغیب نہیں دلائی۔ معرور بن سوید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر پر نکلے تو راستے میں ایک مسجد آئی، لوگوں نے بھاگ بھاگ کر اس میں نمازیں پڑھنا شروع کر دیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ”لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ کچھ لوگوں نے انھیں بتایا کہ اس مسجد میں نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ نماز پڑھی تھی۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”إنما هلك من كان قبلکم بمثل هذا يتبعون آثار أنبيائهم فيتخذونها كنائس

وبيعاً من أدركته الصلاة في هذه المساجد فليصل ومن لا فليمض“<sup>(۱)</sup>

”اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اسی طرح کی اتباع کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے، حتیٰ کہ انھوں نے بعض جگہوں کو عبادت گاہیں بنا لیا تھا۔ اگر کسی کو کسی نماز کا وقت ہو جائے تو ایسی جگہ پر نماز پڑھ لے اور اگر کسی فرض نماز کا وقت نہ ہو تو وہ چلتا جائے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی کہ وہ درخت جس کے نیچے بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا تھا، لوگ اس درخت کی زیارت کے لیے جانے لگے ہیں تو انھوں نے حکم دے کر اس درخت کو جڑ سے اکھڑا دیا تھا۔<sup>(۲)</sup>

زیارت قبر رسول ﷺ اور قبر صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما:

مسلمانو! مسجد نبوی کی زیارت کے لیے آنے والوں کے لیے نبی اکرم ﷺ کی قبر مقدس اور آپ ﷺ کے دونوں خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت

(۱) البدع لابن وضاح (۱۱/۷)

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۵۰/۲)

مشروع و جائز ہے، انھیں سلام کہا جائے اور ان کے لیے دعا کی جائے۔ اہل علم کے صحیح تر قول کے مطابق عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت جائز نہیں ہے، کیونکہ سنن ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

«لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَخَذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ»<sup>①</sup>

”نبی ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں پر چراغ جلانے والوں اور ان پر مسجدیں تعمیر کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔“

سنن ترمذی میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَعَنَ زَوَارَاتِ الْقُبُورِ»<sup>②</sup>

”نبی کریم ﷺ نے قبروں کی کثرت سے زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“

### قبرِ نبوی کی زیارت کا طریقہ:

اس زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ زائرِ قبر شریف پر آ کر اپنا منہ قبر کی طرف کر لے اور زبان

سے یہ کہے:

«الْسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ»

”اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر سلام (سلامتی) ہو۔“

پھر ایک ہاتھ دائیں جانب بڑھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں سلام کہے:

«الْسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ» ”اے ابوبکر! آپ پر سلام (سلامتی) ہو۔“

پھر ہاتھ بھر اور دائیں طرف بڑھے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں سلام کہے:

«الْسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ» ”اے عمر! آپ پر سلام (سلامتی) ہو۔“

### بعض مخالفِ شرع امور:

یہاں زائرین کے لیے ضروری ہے کہ درج ذیل مخالفِ شرع امور میں واقع ہونے سے گریز کریں:

① نبی مکرم ﷺ کو پکارنا، آپ ﷺ کو ندا دینا، آپ ﷺ سے استغاثہ کرنا یا آپ ﷺ سے مدد

① سنن ابی داؤد، رقم الحدیث (۳۲۳۶) اس کی سند میں ”ابوصالح بازام“ ضعیف ہے۔

② سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۰۵۶)

مانگنا، جیسا کہ بعض کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے فلاں بیمار کو شفا و تندرستی دے دیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا قرض اتروادیں۔ اے میرے وسیلے، اے میری حاجتوں کے دروازے، یا ایسے ہی دیگر شریک یا بدعیہ اقوال و افعال جو اس توحیدِ خالص کے سراسر منافی ہیں جو بندوں پر اللہ کا حق ہے۔

② قبر شریف کے سامنے اس انداز سے دائیں ہاتھ کو بائیں پر اور پھر ان دونوں کو سینے پر یا اس سے نیچے باندھ کر کھڑے ہونا جیسا کہ نمازی کھڑا ہوتا ہے، ایک حرام فعل ہے، کیونکہ یہ عاجزی اور عبادت کا انداز ہے جو کسی غیر اللہ کے لیے ہرگز روا نہیں ہے۔

③ قبر شریف کے سامنے جھک کر کھڑے ہونا یا سجدے کرنا یا کوئی دوسری ایسی حرکت کرنا جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں ہے۔ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حیرہ شہر گیا تو میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے پیشوا کو سجدے کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ ہمارے رسول ﷺ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کیا جائے۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی: میں حیرہ گیا تو وہاں میں نے ان لوگوں کو اپنے پیشوا کو سجدہ کرتے دیکھا اور اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ تو ہمارے سجدوں کے اس سے بھی زیادہ مستحق ہیں؟ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِ يَاقُونََةَ تَسْجُدُ لَهُ؟» فَقُلْتُ: لَا، فَقَالَ ﷺ: «فَلَا تَفْعَلُوا»<sup>①</sup>

”کیا خیال ہے اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا تم مجھے سجدہ کرو گے؟“ میں نے عرض کی: نہیں۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ کام اب بھی نہ کرو۔“

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ»<sup>②</sup>

”کسی بشر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے بشر کو سجدہ کرے۔“

④ قبر کی طرف منہ کر کے اللہ کو پکارنا یا یہ اعتقاد رکھنا کہ قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر کی گئی دعا

① سنن أبي داود، رقم الحديث (۲۶۰)

② مسند أحمد (۱۵۸ / ۳)

زیادہ قبول ہوتی ہے، یہ فعل حرام ہے کیونکہ یہ فعل اسبابِ شرک اور ذرائعِ اُفک و کذب میں سے ہے۔ کسی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یا نبی مکرم ﷺ کی قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر کی گئی وعا اگر افضل و اعلیٰ اور اللہ کو زیادہ پسندیدہ ہوتی تو نبی اکرم ﷺ ہمیں بتا کر جاتے، کیونکہ جنت کے قریب کرنے والی کوئی چیز آپ ﷺ ہمیں بغیر بتائے اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئے اور جب آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا، تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ فعل غیر مشروع اور حرام و ناجائز ہے۔

حافظ ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور ضیاء المقدسی نے اپنی کتاب ”الأحادیث المختارة“ میں سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے کسی آدمی کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس ایک جگہ آتا اور وہاں داخل ہو کر دعا کرتا ہے، انھوں نے اسے منع فرما دیا اور کہا:

”کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جو میں نے اپنے والد اور انھوں نے میرے دادا اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنی تھی؟ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِیْ عِبَادًا، وَلَا بُیُوتَکُمْ قُبُورًا، وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَإِنَّ تَسْلِیْمَکُمْ یَبْلُغُنِیْ أَيْنَ مَا کُنْتُمْ»<sup>①</sup>

”میری قبر کو عید گاہ بناؤ نہ اپنے گھروں کو قبریں بنا لو، مجھ پر صلات و سلام پڑھو، جہاں سے بھی تم مجھ پر صلات و سلام پڑھو گے، وہ مجھ تک پہنچ جائیں گے۔“

⑤ بعض لوگوں کا زائرینِ مدینہ کے ہاتھوں نبی کریم ﷺ کی طرف سلام بھیجنا اور بعض لوگوں کا یہ سلام پہنچانا، یہ ممنوع فعل اور نئی ایجاد کردہ بدعت ہے۔ اے سلام بھیجنے اور سلام پہنچانے والو! تم سب کے لیے یہی کافی نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«صَلُّوْا عَلَیَّ فَإِنَّ تَسْلِیْمَکُمْ یَبْلُغُنِیْ أَيْنَ مَا کُنْتُمْ»<sup>②</sup>

”مجھ پر صلات و سلام پڑھو، تم جہاں ہوتے ہوئے بھی صلات و سلام پڑھو گے وہ مجھے پہنچ جائے گی۔“

① مسند أبي يعلى (٣٦١/١)

② مصدر سابق، نیز دیکھیں: مسند أحمد (٣٦٧/٢)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنَّ لِلَّهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ»<sup>①</sup>

”اللہ کے کچھ سیاح فرشتے ایسے بھی ہیں جو میری امت کا مجھے بھیجا ہوا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔“

① نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف کی بار بار اور کثرت سے زیارت کرنا، مثلاً ہر فرض نماز کے بعد یا

پھر ہر روز کسی ایک فرض نماز کے بعد زیارت کرنا، یہ بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا»<sup>②</sup> ”میری قبر کو عید گاہ نہ بنا دینا۔“

علامہ ابن حجر عسقلانی نے مشکات کی شرح میں لکھا ہے:

”عید، اعیاد سے اسم ہے: کہا جاتا ہے: عَادَهُ، اِعْتَادَهُ، تَعَوَّدَهُ: صَارَ لَهُ عَادَةً، یعنی

یہ اس کی عادت بن گئی اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ میری قبر کو بار بار تکرار اور کثرت

سے آنے کی جگہ نہ بنا دو، اسی لیے نبی اقدس ﷺ نے فرمایا:

«وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ مَا كُنْتُمْ»<sup>③</sup>

”مجھ پر صلات و سلام بھیجو، کیوں کہ تم جہاں سے بھی صلات بھیجو گے وہ مجھے پہنچ جائے

گی۔“ یہ صلات و سلام کہیں سے بھی پڑھ دیں تو وہ آپ ﷺ تک پہنچ جاتا ہے۔

علامہ ابن رشد کی کتاب ”جامع البیان“ میں ہے:

”امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کسی دور کے شہر سے آیا ہوا شخص کیا ہر روز قبر رسول ﷺ

پر آجایا کرے؟ انہوں نے فرمایا: یہ صحیح نہیں ہے اور پھر انہوں نے یہ حدیث ذکر کی:

«اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثْنَا يُعْبَدُ»<sup>④</sup>

”اے اللہ! میری قبر کو ایسا بت نہ بنا دینا جس کی پوجا اور عبادت ہوا کرے۔“

① مسند أحمد (۱/ ۳۸۷)

② سنن أبي داود، رقم الحديث (۲۰۴۲)

③ مسند أحمد (۶/ ۳۶۷)

④ موطأ الإمام مالك (۱/ ۱۷۲)

امام ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”کثرت سے قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آ کر کثرت سے سلام کہنا اور ہر روز قبر شریف پر آنا مکروہ ہے، تاکہ قبر شریف کو مسجد کی طرح نہ بنا دیا جائے جس کی طرف نماز کے لیے روزانہ آیا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: «اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَتَنَّا» ”اے اللہ! میری قبر کو پوجا جانے والا بت نہ بنا دینا۔“<sup>①</sup>

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ مدینہ منورہ کے کچھ لوگ ہر روز ایک مرتبہ یا اس سے زیادہ بار قبر شریف کے پاس جا کھڑے ہوتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو سلام کرتے ہیں اور گھڑی بھر کھڑے کھڑے دعائیں مانگتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا:

”مجھے ایسا کرنے کے جواز کے بارے میں اہل علم میں سے کسی سے کچھ نہیں پہنچا اور اس امت کا آخر اسی عمل سے سدھر سکتا ہے جس سے اس امت کے سلف صالحین کا عمل سنورا تھا اور مجھے سلف صالحین امت میں کسی کے بارے میں ایسی کوئی خبر نہیں پہنچی کہ وہ ایسا کرتے ہوں۔“<sup>②</sup>

② مسجد نبوی میں جہاں بھی بیٹھے ہوں وہیں سے قبر شریف کی طرف رخ کر کے بیٹھنا اور ایسا ہر وقت کرنا، جب بھی مسجد میں آئیں اور جب بھی نماز سے فارغ ہوں، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے وقت سروں کو جھکا کر رکھنا اور اپنے ہاتھوں کو اپنی پیشانیوں پر رکھنا، یہ سب بھی منع اور مشہور بدعات میں سے ہے۔

اللہ کے بندو! بدعات اور شرعی مخالفت سے گریز کرو اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے اور اندھی تقلید کرنے سے بچو، اپنے عمل کی بنیاد صرف اور صرف دلیل و ہدایت پر رکھو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿أَقِمْنَ كَمَا عَلَى بَيْتِنَا مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ ذُنِبَ لَهُ سُوءٌ عَلَيْهِمْ وَأَتَّبِعُوا أَوْلَاءَهُمْ﴾

[محمد: ۱۴]

”بھلا جو شخص اپنے رب کی مہربانی سے روشن اور کھلے راستے پر چل رہا ہو، وہ ان لوگوں

① البیان والتحصیل لابن رشد (۸/ ۴۴۴)

② الشفا بتعريف حقوق المصطفى (۲/ ۸۸)

کی طرح ہو سکتا ہے، جن کے اعمال بد انھیں اچھے کر کے دکھائے جائیں اور جو اپنی خواہشوں کی پیروی کریں۔“

اہلِ بقیع اور شہدائے اُحد کی زیارت:

مدینہ منورہ کی زیارت کرنے والے مرووں کے لیے جائز ہے کہ وہ بقیع الغرقہ اور شہدائے اُحد کی زیارت و سلام اور ان کے لیے دعا کے لیے جا سکتے ہیں۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو زیارتِ قبور کی دعا سکھائی:

«السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، نَسَأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ»<sup>①</sup>

”قبرستان میں آسودہ خاک مومن اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو، ہم بھی تم سے ان شاء اللہ ملنے والے ہیں، ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔“

زیارتِ قبور کے مقاصد:

قبروں کی زیارت دو عظیم مقاصد کے لیے مشروع کی گئی ہے:

① زیارت کرنے والے کو قبریں دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل ہوگی۔

② دوسرا مقصد یہ ہے کہ جس کی زیارت کی گئی ہے، اس کی مغفرت و بخشش اور رحمت کے لیے دعا کی جائے۔ زیارتِ قبور کے لیے یہ شرط ہے کہ وہاں کوئی غلط اور کفریہ اور مشرکانہ بات نہ کہی جائے، چنانچہ بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَزُورَ فَلْيَزُرْ، وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا»<sup>②</sup>

”میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روک رکھا تھا، اب جو چاہے وہ قبروں کی زیارت کر لے، مگر کوئی قبیح و شرکیہ بات نہ کرے۔“

قبروں کو مساجد نہ بنائیں:

ان قبروں یا دوسری قبروں کا طواف کیا جائے، نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے،

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۹۷۴)

② سنن النسائی، رقم الحدیث (۲۰۳۳) نیز دیکھیں: صحیح مسلم، رقم الحدیث (۹۷۷)



ان کے مابین نماز ادا کی جائے اور نہ ہی ان کے پاس عبادت کی نظر سے تلاوتِ قرآن پاک اور دعا وغیرہ کی جائے، کیونکہ یہ افعال آسمانوں کے رب اور تمام کائنات کے مالک کے ساتھ شرک کے وسائل و ذرائع ہیں، ایسے ہی قبرستان کو مسجد اختیار کرنا بھی ناجائز ہے، چاہے ان پر باقاعدہ مسجد کی عمارت نہ بھی تعمیر کی جائے۔ حضرت عائشہ و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے چہرہ اقدس پر چادر ڈال لیتے اور جب ذرا دم گھٹنے لگتا تو چادر چہرہ انور سے ہٹا لیتے، اسی حالت کرب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى؛ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»<sup>①</sup>

”یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا تھا۔“

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تَدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَالَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ»<sup>②</sup>

”وہ لوگ جنھیں قیامت پالے گی اور وہ زندہ ہوں گے، وہ بدترین لوگ ہوں گے یا پھر بدترین لوگ وہ ہوں گے جو قبروں کو مساجد بنا لیتے ہیں۔“

ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

«لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تَصَلُّوا إِلَيْهَا»<sup>③</sup>

”قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔“

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ»<sup>④</sup>

”ساری زمین ہی مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔“

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۳۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۵۲۹)

② مسند أحمد (۱/ ۴۵۰) نیز دیکھیں: صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۰۶۷) صحیح مسلم، برقم (۲۹۴۹)

③ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۹۷۲)

④ مسند أحمد (۳/ ۸۳) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۳۱۷)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے قبروں کے مابین نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔<sup>(۱)</sup> اسی طرح قبروں پر سجدے کرنا بھی جائز نہیں ہے، بلکہ یہ بت پرستی، جہالت، کج فکری اور عقلی پسماندگی ہے۔

### قبروں سے عدم تبرک:

ان قبروں یا دوسری کوئی بھی قبر ہو، ان کی زیارت کرنے والوں کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ ان سے تبرک حاصل کریں، انھیں چھوئیں، چومیں یا اپنے جسم کا کوئی حصہ ان سے لگائیں یا ان کی مٹی سے شفا طلب کریں یا ان پر لیٹیں یا ان سے کوئی چیز اٹھائیں اور اسے پانی میں ڈال کر اس پانی سے نہائیں، ان قبروں یا دیگر متابرک زیارت کرنے والوں کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ اپنے بال یا بدن کی کوئی چیز یا رومال وہاں دفن کیے جائیں یا وہاں اپنی تصویر رکھ کر آئے یا اپنے پاس سے کوئی بھی چیز قبرستان کی مٹی میں برائے تبرک دفن کرے، ان پر نقدی (سکے) کھانے اور دانے وغیرہ ڈالنا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے ان افعال میں سے کسی بھی فعل کا ارتکاب کیا تو اس پر واجب ہے کہ فوری طور پر توبہ کرے اور آئندہ کبھی اس کا اعادہ نہ کرے۔

قبروں کو خوشبو لگانا بھی جائز نہیں اور نہ اللہ کو قبروں والوں کی قسم دینا ہی روا ہے، نہ ان کے وسیلے سے نہ ان کی جاہ و منزلت سے۔ ان کے حق سے اللہ سے دعائیں کرنا بھی جائز نہیں ہے بلکہ یہ سب وسائلِ شرک میں سے ہیں۔ قبروں کی تصویریں بنانا بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ ان کی تعظیم اور ان پر فریفتہ ہونے کا سبب بنتا ہے، اسی طرح ان لوگوں کو کھانے پینے کی چیزیں غلہ اور دانے وغیرہ بیچنا بھی جائز نہیں جن کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ انھیں ان شرعی خلاف ورزیوں میں استعمال کریں گے۔

### مردوں سے مدد مانگنا:

مردوں سے استفتا کرنا، ان کے ساتھ مدد طلب کرنا یا ان سے مدد مانگنا یا انھیں پکارنا یا ان سے فقر و فاقہ زائل کرنے اور مشکلات حل کرنے کا سوال کرنا؛ بتوں کے پجاریوں اور شیطان کے چیلوں کا کام ہے، جو مساجد سے دور رہتے اور قبروں اور مزاروں کی تعظیم کرتے ہیں۔

(۱) صحیح ابن حبان، رقم الحدیث (۱۶۹۸)

## رجوع الی اللہ:

مسلمانو! اللہ کی پناہ میں آ جاؤ، اسی سے التجائیں کرو اور اپنی تمام مشکلات و مصائب کا حل اسی سے طلب کرو۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۗ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِبَشَرِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴾ [الفاطر: ۱۴، ۱۳]

”یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہی ہے اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو (کسی چیز کے) مالک نہیں۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری بات کو قبول نہ کر سکیں اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔“

نیز فرمایا:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ رَزَعْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفِ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴾ [الإسراء: ۵۶، ۵۷]

”کہو (کہ اے مشرکوں!) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود ہونے کا) گمان ہے ان کو بلا دیکھو وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اُس کو بدل دینے کا کچھ اختیار بھی نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون اُن میں (اللہ کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے اور اُس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اُس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں، بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔“

اور فرمایا ہے:

﴿ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿١٨﴾

[الأنعام: ١٧، ١٨]

”اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کو دور کرنے والا اللہ کے سوا دوسرا کوئی نہیں اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے، اور وہی اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

# مِلَّةُ ذُو الْحِجَّةِ

دوسرا خطبہ

## خطبہ عید الاضحی

(مدینہ منورہ ۱۴۲۲ھ)

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

22/2/2002 = 10/12/1422

پہلا خطبہ

## حج اور عشرۃ ذوالحجہ کے

فضائل و مسائل

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحدیفی رحمۃ اللہ علیہ

15/2/2002 = 3/12/1422

چوتھا خطبہ

## حج کے بعد ہمارا طرزِ عمل

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

1/3/2002 = 17/12/1422

تیسرا خطبہ

## عملِ صالح پر ہمیشگی

امام و خطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد الباری الثبیتی رحمۃ اللہ علیہ

22/2/2002 = 10/12/1422

## اساسِ دین... عقیدۃ توحید

فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

امام و خطیب

8/3/2002 = 24/12/1422

پانچواں  
خطبہ



## حج اور عشرہ ذوالحجہ کے فضائل و مسائل

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبد الرحمن الحدیفی

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، کیوں کہ اللہ کا تقویٰ اور پرہیزگاری یومِ آخرت کے لیے بہترین زادِ راہ ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ بندوں کے امور و اعمال کی اصلاح فرماتا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾ [الطلاق: ۴]

”جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ اس کے کاموں میں آسانی فرمادیتا ہے۔“

عبادت کے ثمرات:

اللہ کے بندو! عبادت، اللہ رب العالمین کا تمام عاقل و بالغ مسلمانوں پر حق اور تمام جن و انس پر فرض ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: ۵۶]

”میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔“

عبادت ایک ایسا شرف ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے عبادت گزار بندوں کی عزت و شرف میں اضافہ کرتا ہے اور اہل تقویٰ کو عبادت کے نتیجے میں اعلیٰ درجات سے نوازتا ہے۔ عبادت سے دل منور ہوتے ہیں، نفوس کی تہذیب و تربیت ہوتی ہے، اخلاق سنورتے ہیں، عقول کی اصلاح ہوتی ہے، اعمال میں نکھار آتا ہے، اللہ راضی ہوتا ہے، زندگی میں اچھائی و اصلاح سے آبادی ہوتی ہے، جنت میں درجات بلند ہوتے ہیں، گناہ مٹتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

منصب رسالت:

یہ اللہ تعالیٰ کی ہم پر خاص رحمت اور اس کا عظیم فضل ہے کہ تمام مخلوقات میں افضل و اشرف

شخصیت حضرت محمد ﷺ کو ہمارے لیے رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے وہ تمام اقوال و اعمال اور اعتقادات ہمیں بتا دیے جو اللہ کی رضا و خوشنودی کا باعث بنتے ہیں اور ہمیں ان تمام اقوال و اعمال اور عقائدِ فاسدہ سے متنبہ کر دیا جو ہمارے لیے رب کی ناراضی و غضب کا باعث ہیں، اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ  
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۱۵۱﴾ فَادْكُرُونِي أذكُرْكُمْ  
وَأَشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿۱۵۲﴾﴾ [البقرة: ۱۵۱، ۱۵۲]

”جیسا کہ ہم نے تمہارے مابین تمہیں میں سے رسول بھیجا، جو تم پر ہماری آیات پڑھتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت (سنت) کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ پس تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میرا کفر (ناشکری) نہ کرو۔“

اگر اللہ نے رسول نہ بھیجے ہوتے اور کتابیں نہ نازل کی ہوتیں تو بنی آدم جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہوتے، لیکن اللہ نے اپنے بندوں پر رحم فرمایا، انہیں دین کی توفیق سے نوازا اور ہر چیز کی تفصیلات بیان کیں اور صراطِ مستقیم کے نشانات قائم فرمائے، باسعادت لوگ تو ہدایت پا گئے اور بد بخت لوگ دلائل و براہین آجانے کے باوجود گمراہ ہو گئے۔

فلسفہ عبادت:

اللہ کی رحمت و حکمت اور اس کے کمالِ علم کا نتیجہ ہے کہ اس نے نفسِ انسانی کی اصلاح کے لیے عبادت مشروع فرمائی اور طرح طرح کی عبادات کا حکم فرمایا، جیسے نماز، روزہ، زکات اور حج وغیرہ، تاکہ انسان کی تربیت کی تکمیل اور اس کی ہر اعتبار سے تطہیر و پاکیزگی ہو، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَ لَكِن يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُنِيمَ  
نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۶﴾﴾ [المائدة: ۶]

”اللہ تمہیں کسی قسم کی تنگی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔“



حج... مجموعہ عبادات:

حج اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے ایک رکن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اخلاصِ نیت کے ساتھ قلبی عبادت اور اس کے ساتھ ہی مالی، قوی اور فعلی (بدنی) عبادت کو جمع فرما دیا ہے۔ چنانچہ اس حج میں اقرارِ توحیدِ الہی اور شہادتِ رسالتِ مصطفیٰ ﷺ بھی ہے جو اسلام کا رکنِ اعظم (ایمان) ہے۔ اسی میں نماز ہے، اللہ کی راہ میں مال کا خرچ کرنا ہے اور جس کے پاس قربانی کے لیے پیسے نہ ہوں وہ قربانی کرنے کی جگہ روزے رکھے، اس میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی ہے اور صبر ہے، حلم و بردباری، شفقت و رحمت کے مواقع ہیں، خیر و بھلائی کی تعلیم اور نفس کے ساتھ جہاد کرنے کے مواقع ہیں، اسی طرح حرام اشیا سے اجتناب کی تربیت بھی ہے۔

حج... اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی:

حج اللہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی ہے، کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت ہی دینِ حق ہے اور روے زمین کی دوسری کوئی قوت اس کی طاقت نہیں رکھتی کہ ہر سال تمام دنیا اور تمام بشری انواع و اقسام کے معاشروں کے تمام طبقات زیارتِ بیت اللہ کے شوق اور محبتِ الہی سے سرشار ہو کر جمع ہو جاتے ہیں، سفر کی مشقتوں سے لذت پاتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں، اہل و عیال، دوست احباب اور وطن کے فراق پر بھی فرحت و خوشی محسوس کرتے ہیں اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ حج کی گھڑیاں عمر کی انتہائی سعادت کی گھڑیاں ہوتی ہیں۔ وہ اس عرصے میں حج کے مشاعرِ مقدسہ کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور حج پر سخاوتِ نفسی اور خوش دلی کے ساتھ مال خرچ کرتے ہیں، ان سب کو ان اعمال پر اللہ کے سوا دوسری کوئی طاقت تیار نہیں کر سکتی۔ اسی ذاتِ الہی نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

﴿وَإِذْ فِي النَّاسِ بِالْحَبَةِ يُأْتُونَكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْبَأْسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾﴾ [الحج: ٢٧، ٢٨]

”اور لوگوں میں حج کی منادی کر دیں، لوگ آپ کے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی اور دور دراز کی تمام راہوں سے بھی آئیں گے، تاکہ اپنے

فائدے حاصل کریں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں، پس تم بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھاؤ۔“

مفسرین کرام میں سے امام ابن جریر طبری اور امام ابن کثیر وغیرہ رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ لوگوں میں حج کی منادی کر دیں، تو انھوں نے عرض کی: اے میرے رب! میں تمام لوگوں میں اعلان کیسے کر سکتا ہوں، جبکہ میری آواز ان سب تک نہیں پہنچ سکتی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم علیہ السلام! ندا لگانا آپ کا کام ہے اور لوگوں تک تمھاری آواز پہنچانا ہمارا کام ہے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی جگہ کھڑے ہو گئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ایک پتھر پر کھڑے ہو گئے اور یہ روایت بھی ہے کہ وہ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور یہ قول بھی ہے کہ وہ جبل البقیس پر چڑھ گئے اور یہ ندا لگائی: ”اے لوگو! تمھارے رب نے اس جگہ کو اپنا گھر بنا لیا ہے، لہذا اس کا حج کرو۔“ کہا جاتا ہے کہ تمام پہاڑ نیچے ہو گئے اور ان کی آواز پوری دنیا کے اطراف و اکناف تک پہنچ گئی، اللہ نے وہ آواز انہیں بھی سنا دی جو ابھی رحم مادر میں یا صلب پدر میں تھے جن کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا، ان میں سے ہر کسی نے اس ندا پر ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ“ کہا۔<sup>(۱)</sup>

### فضائل حج مبرور:

مسلمانو! اپنے حج کے لیے اپنی نیت کو اللہ کے لیے خالص کرو اور حج کے اعمال و مناسک ادا کرنے میں سید المرسلین صلی اللہ علیہم و آلہم و سلم کا اتباع اور پیروی کرو، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فرما کر گئے ہیں:

«خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ»<sup>(۲)</sup> ”مجھ سے اپنی عبادت کا طریقہ سیکھ لو۔“

اتباع رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہی میں حج سے مبرور و مقبول ہونے اور اس سعی کے مشکور ہونے کی ضمانت ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

«مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وُلِدَتْهُ أُمُّهُ»<sup>(۳)</sup>

(۱) تفسیر ابن جریر (۱۷/ ۱۴۴) المستدرک للحاکم (۲/ ۳۸۸)

(۲) سنن البیہقی، رقم الحدیث (۵/ ۱۲۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۹۷)

(۳) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۵۲۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۳۵۰)

”جس نے حج کیا اور دورانِ حج کوئی شہوانی حرکت کی اور نہ کسی فسق (گناہ) کا ارتکاب کیا تو وہ حج کر کے یوں گناہوں سے پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسے اسے اس کی ماں نے آج ہی جنم دیا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ»<sup>(۱)</sup>

”ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور و مقبول کی جزا تو جنت ہی ہے۔“

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم دیکھ رہی ہیں کہ جہاد افضل ترین عمل ہے، کیا ہم بھی جہاد نہ کریں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا، وَلَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ: حَجُّ مَبْرُورٍ»<sup>(۲)</sup>

”نہیں، بلکہ تمہارے لیے حج مبرور افضل ترین جہاد ہے۔“

حج مبرور وہ حج ہے، جس میں حج کرنے والے نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی نیت کو خالص کیا ہو اور حج کے تمام مناسک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ادا کیے ہوں، گناہوں سے اجتناب کیا ہو، دوسرے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے سے بچا رہا ہو اور ایسے وقت میں اپنی بیوی سے جماع نہ کیا ہو، جس میں اس کے لیے وہ حلال نہیں تھی، لغو و باطل گفتگو سے اپنی زبان کو بچا کر رکھا ہو، مال حلال خرچ کر کے حج کیا ہو اور حسب توفیق ابوابِ خیر میں خرچ کیا ہو، اگر یہ سب صفات کسی حج میں جمع ہو جائیں تو وہ حج ”حج مبرور“ ہوتا ہے۔

### ارکانِ حج:

حاجی پر ضروری ہے کہ ہر وہ چیز سیکھے، جس سے اس کا حج صحیح ہو اور احکامِ حج علما سے پوچھے۔ حاجی صاحب! حج کے تمام ارکان کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کریں، کیونکہ انہیں ادا کیے

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۷۷۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۳۴۹)

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۵۲۰)

بغیر حج صحیح نہیں ہوتا۔ ارکان حج درج ذیل ہیں:

احرام یعنی مناسک حج میں داخل ہونا، عرفات میں وقوف کرنا، وقوف عرفات حج کا رکنِ اعظم ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «الْحَجُّ عَرَفَةٌ»<sup>①</sup> ”حج تو وقوف عرفات ہی کا نام ہے۔“ طوافِ افاضہ اور راجح قول کے مطابق صفا و مروہ کے مابین سعی کرنا۔

### واجباتِ حج:

حاجی کے لیے ضروری ہے کہ وہ حج کے تمام واجبات ادا کرے اور ان میں سے کوئی واجب ترک نہ کرے۔ حج کے واجبات یہ ہیں: میقات سے احرام باندھنا، غروب آفتاب تک میدان عرفات میں وقوف کرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، رمی (کنکریاں مارنا) حلق (پورا سر منڈوانا) یا تقصیر (بال چھوئے کروانا)، منیٰ میں راتیں گزارنا، قارن و متمتع کا قربانی کرنا اور طوافِ وداع کرنا۔

### اعمالِ یومِ نحر اور تحلل:

یومِ نحر (۱۰ ذوالحجہ) کو کئی اعمال جمع ہو جاتے ہیں، یعنی جمرہ عقبہ (بڑے جمرے) پر رمی کرنا، قربانی کرنا، سر منڈوانا، طوافِ افاضہ کرنا، حج تمتع کرنے والے حجاج کا سعی اور قرآن و افراد والوں کا بھی سعی کرنا، جنھوں نے اس سے پہلے سعی نہ کی ہو۔ جب کوئی حاجی قربانی ذبح کر لے یا سر منڈوا لے اس پر احرام کی وجہ سے حرام ہونے والی تمام اشیا حلال ہو گئیں سوائے بیوی کے (اور عورت کے لیے سوائے شوہر کے، اسی کا نام؛ تحللِ اول ہے) جب کوئی شخص جمرہ عقبہ کی رمی اور سر منڈوانے کے بعد بیت اللہ کا طوافِ افاضہ اور صفا و مروہ کے مابین سعی بھی کر لے تو اس پر ہر چیز حلال ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی بیوی بھی (اور یہی ”تحللِ کامل“ کہلاتا ہے)۔

### مستحباتِ حج:

حاجی کے لیے مستحب ہے کہ اعمال و افعالِ خیر کی کثرت کرے اور کثرت سے تلبیہ کہے، یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی شروع کر دے، قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر کثرت سے دعائیں کرے، خصوصاً یومِ عرفہ میں کثرت سے دعائیں مانگے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ

① مسند أحمد (۴/ ۳۰۹) سنن أبي داود، رقم الحديث (۱۹۴۹) سنن الترمذی، رقم الحديث (۸۸۹) سنن

النسائی، رقم الحديث (۳۰۱۶) سنن ابن ماجہ، رقم الحديث (۳۰۱۵)

کا ارشادِ گرامی ہے:

«خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنْ وَالنَّبِيُّونَ قَبْلِي يَوْمَ عَرَفَةَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ»<sup>①</sup>

”بہترین دعا وہ ہے جو یومِ عرفہ میں کی جائے اور میں نے اور مجھ سے پہلے والے انبیاء کرام ﷺ نے جو دعائیں کی ہیں، ان میں سے بہترین دعا یہ ہے: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، تمام بادشاہی اور ہر قسم کی تعریفیں اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

حاجی اپنی زبان کو غیبت و چغلی سے محفوظ رکھے، باطل کلام سے بچے۔ بعض سلف صالحین امت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ جب وہ احرام باندھ لیتے تو ایسے ہو جاتے جیسے کوئی گونگا ہو، خیر و بھلائی کی بات کے سوا کوئی بات نہ کرتے اور لا یعنی قول و فعل میں تو بالکل دخل نہ دیتے تھے، لڑائی جھگڑوں اور مجادلات و مناظرات سے دور رہتے تھے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ مسنون تکبیرات کا اہتمام کریں جن کا وقت یومِ عرفہ کی نمازِ فجر سے شروع ہوتا ہے اور ایامِ تشریق کے آخری دن (۱۳ ذوالحجہ) کی نمازِ عصر تک رہتا ہے۔ حاجی کو چاہیے کہ یومِ نحر (یومِ عید) کو نمازِ ظہر کے بعد تکبیرات کہنا شروع کرے اور ایامِ تشریق کے آخری دن کی نمازِ عصر تک کہتا رہے۔ تکبیراتِ عید یہ ہیں:

«اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ»<sup>②</sup>

”اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور ہر قسم کی تمام تعریفیں صرف اللہ ہی کے لیے ہیں۔“

فضائلِ عشرہ ذوالحجہ:

تمام حجاج اور عام مسلمانوں کے لیے مستحب ہے کہ ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں خیر و بھلائی

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (۳۵۸۵)

② مصنف ابن ابی شیبہ (۲/ ۱۶۵-۱۶۷) نیز دیکھیں: المستدرک للحاکم (۱/ ۲۰۰) إرواء الغلیل (۳/ ۱۲۵)

کے تمام نیک کاموں کو ادا کرنے میں جلدی کریں، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْمَلُ الصَّالِحَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ هَذِهِ الْأَيَّامِ» يَعْنِي الْأَيَّامَ الْعُشْرَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: «وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ»<sup>①</sup>

”ان ایام - عشرہ ذوالحجہ - میں کیے گئے نیک اعمال سے بہتر اور اللہ کو پیارا دوسرے کسی دن کا کوئی عمل نہیں ہے۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں، سوائے اس آدمی کے جو جان و مال دونوں لے کر میدانِ جہاد میں اترے اور ان میں سے کوئی چیز بھی واپس نہ لایا۔“ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [عمران: ۱۳۳]

”اور اللہ کی مغفرت اور اس جنت، کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کی پہنائیوں کے برابر ہے اور وہ اہل تقویٰ اور پرہیزگاری کرنے والوں کے لیے بنائی گئی ہے۔“

ذوالحجہ کے عشرہ اول کے دن اللہ کے نزدیک سب سے افضل ترین دن ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے ﴿آيَاتٍ مَّغْلُوبَاتٍ﴾ [الحج: ۲۸] کا نام دیا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر سے پتا چلتا ہے۔<sup>②</sup> ان دنوں میں مساجد، راستوں، بیٹھکوں، بازاروں اور تنہائیوں میں اللہ کا ذکر کرنا مستحب ہے۔ اسی عشرہ ذوالحجہ ہی میں یومِ عرفہ بھی ہے۔

مسلمانو! اگر اس دن میدانِ عرفات میں وقوف نہ کر سکو تو اللہ نے تمہارے لیے اس دن کا روزہ مشروع کیا ہے۔ سیدنا ابوقتاہبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یومِ عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يُكْفَرُ السَّنَةُ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ»<sup>③</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۹۶۹)

② صحیح البخاری مع الفتح (۵۸۲/۲)

③ صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۱۶۲)

”یہ گذشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

« مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعَمَلُ فِيهِنَّ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ »<sup>(۱)</sup>

”اللہ کے نزدیک کوئی عمل اتنا عظیم ترین اور محبوب ترین نہیں ہے جتنا ان دنوں میں کیا گیا کوئی عمل ہے، لہذا ان دنوں میں بکثرت سُبْحَانَ اللَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ، الْحَمْدُ لِلَّهِ کہو۔“

خود سیدنا ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بازار کی طرف نکل جایا کرتے تھے اور تکبیرات کہا کرتے تھے، پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی تکبیریں کہا کرتے تھے۔<sup>(۲)</sup>

اے حاجی!:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ الْحَبَّةَ أَشْهَرًا مَعْلُومَاتٍ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَبَّةَ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَبَّةِ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ﴾ [البقرة: ۱۹۷]

”حج کے مہینے معلوم و معروف ہیں، جس نے ان میں اپنے اوپر حج فرض کر لیا اسے چاہیے کہ کسی شہوانی فعل اور گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور نہ دورانِ حج لڑائی جھگڑا کرے اور بھلائی کا جو بھی کام تم کرو گے اللہ اسے جانتا ہے اور زادِ راہ لے کر چلو اور بہترین زادِ راہ تو تقویٰ (پرہیزگاری اور دستِ سوال دراز کرنے سے بچنا) ہی ہے۔ اے عقل والو! میرا تقویٰ اور خوف اختیار کرو۔“

اسلامی آداب و اخلاق عالیہ کو اپناؤ اور حج کو اپنی آئندہ زندگی کے لیے توبہ و اچھائی کا آغاز بنا لو اپنے آئندہ کے اعمال کے لیے اسے تقویٰ کا پیش خیمہ بنا لو اور جو کوتاہیاں ہو گئیں، ان کے لیے

(۱) مسند أحمد (۲/۷۵)

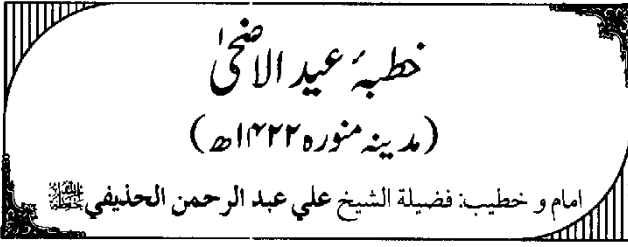
(۲) صحیح البخاری (۱/۳۲۹) نیز دیکھیں: فتح الباری لابن رجب الحنبلی (۸/۹)

اسے ندامت کی علامت بنا لو۔ اللہ کی تعریفیں کرو، اس کا شکر ادا کرو جس نے تمہیں امن و امان اور ایمان کی نعمتوں اور تسخیرِ اسباب سے نواز رکھا ہے اور رزقِ فراواں عطا کیا ہے، اپنی اطاعت و عبادت آسان کی ہے اور عقوبات و آفات سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.





حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! حقیقی معنوں میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اسلام کی مضبوط رسی کو پکڑے رکھو، اللہ کا تقویٰ تمہارا بہترین زادراہ ہے اور یہی تمہارے لیے اللہ کی طرف جانے کا سامان اور وسیلہ ہے۔  
مختلف اقوام کی عیدیں:

اللہ کے بندو! ہر امت کی کوئی نہ کوئی عید ہوتی ہے جو کسی مخصوص دن میں آتی ہے اور وہ ان کے عقیدہ و اخلاق اور فلسفہ حیات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ بعض عیدیں ایسی ہیں جو وحی الہی سے بہت دور محض بشری افکار و نظریات کی پیداوار ہوتی ہیں۔ یہ غیر اسلامانہ عقائد والوں کی عیدیں ہیں۔

اسلامی عیدیں:

عید الاضحیٰ اور عید الفطر ایسی عیدیں ہیں جنہیں نود اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ﴾ [الحج: ۱۷]

”ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ بنا دیا ہے جسے وہ بجالانے والے ہیں۔“

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ﴿مَنْسَكًا﴾ کا معنی یہاں عید ہے۔<sup>(۱)</sup> اس طرح اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے شرعی عید بنائی ہے۔ یوں عید الفطر اور عید الاضحیٰ اسلام کے ارکان میں سے دو رکن بنتے ہیں۔ عید الاضحیٰ عبادت حج کے بعد ہوتی ہے اور عید الفطر عبادت روزہ کے بعد آتی ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ

(۱) تفسیر ابن جریر (۱۷/۱۹۸)

سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ ان لوگوں کی دو عیدیں تھیں، جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: «مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟» «یہ دو دن کیا ہیں؟» انھوں نے بتایا کہ ہم عہدِ جاہلیت میں ان دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے۔ تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«قَدْ أَبْدَلَكُمْ اللَّهُ خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحَى وَ يَوْمَ الْفِطْرِ»<sup>(۱)</sup>

”اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دو دنوں کے بدلے ان سے بدرجہا بہتر دو دن عطا کر دیے ہیں: عید الاضحیٰ اور عید الفطر۔“

### عید الاضحیٰ:

اللہ تعالیٰ نے اسے ۱۰ ذوالحج کے دن مقرر فرمایا ہے، جو وقوفِ عرفات کے بعد آتا ہے۔ وہ رکنِ حج جو حج کے تمام ارکان سے بڑا (رکنِ اعظم) ہے، اس دن اللہ نے ایسے اعمال مشروع فرمائے ہیں جو بڑے ہی جلیل القدر ہیں، جن کے ذریعے بندے اپنے رب کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور اسی دن کو اللہ تعالیٰ نے ”یومِ حجِ اکبر“ بھی قرار دیا ہے، کیونکہ حج کے اکثر اعمال کی انجام دہی اسی دن میں ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنی رحمت و حکمت اور وسیع علم و قدرت کے پیش نظر اس دن بہت ہی جلیل القدر اعمالِ صالحہ اور حصولِ تقرب کے لیے نیک کام مشروع فرمائے ہیں اور تمام لوگوں کو انھیں سرانجام دینے کا حکم فرمایا ہے، تاکہ اللہ کا قرب حاصل ہو، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ [الحديد: ۲۶]

”دوڑے آؤ اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت زمین و آسمان کی وسعتوں کے برابر ہے۔ یہ ان کے لیے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“

نیز ارشادِ الہی ہے:

(۱) مسند أحمد (۱۰۳/۳) سنن أبي داود، رقم الحديث (۱۱۳۴) سنن النسائي، رقم الحديث (۱۵۵۶)

﴿ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ﴾ [المائدة: ۴۸]

”تم نیکیوں کی طرف جلدی کرو، تم سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔“

### بعض عباداتِ عظیمہ:

بعض عباداتِ مسلمان اس لیے نہیں بجالا سکتا کہ ان کا تعلق کسی خاص جگہ یا خاص وقت سے ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اسی طرح کی بعض دوسری عبادات بھی مشروع فرمائی ہیں جو ان زمان و مکان کے ساتھ خاص عبادات جیسی ہی ہیں، چنانچہ یومِ عرفہ تو حاجیوں کے لیے عید و اجتماع اور اللہ سے رگوگڑا کر دعائیں کرنے کا دن ہوتا ہے، جبکہ ”وہ مسلمان جو حج نہ کر رہے ہوں، ان کے لیے یومِ عرفہ کا روزہ اور اجتماع کی شکل میں عید الاضحیٰ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ روزہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ حجاج کرام منیٰ میں قربانی کر رہے ہوتے ہیں تو اپنے گھروں میں مقیم لوگ بھی قربانیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ غرض خیر و بھلائی اور نیکی کے دروازے کثرت سے کھلے ہوئے ہیں جو بڑے آسان اور وسیع بھی ہیں، تاکہ مسلمان اپنی ابدی و اخروی زندگی کے لیے حسبِ توفیق کثرت سے اطاعات و نیکیاں جمع کر سکے۔

### عید... مظہرِ توحید:

مسلمانو! عیدِ اسلام کے ان شعائر میں سے ایک ہے جو انتہائی عظمت والے ہیں۔ عید اپنے اندر بہت ہی بلند معانی سموئے ہوئے ہوتی ہے۔ اس میں عظیم مقاصد اور نادر و بدیع حکمتیں پنہاں ہوتی ہیں جو انتہائی اعلیٰ معانی کو شامل ہوتی ہیں۔ اسلام میں عید اللہ تعالیٰ کی توحید کا مظہر ہے کہ ہر قسم کی عبادات: دعا و پکار، خوف و رجا، مدد طلب کرنا، استغاثہ کرنا، اس کی رحمتوں کی امید میں لگانا، اس کی سزاؤں اور عذاب سے ڈرنا، ذبح و قربانی اور نذر و نیاز وغیرہ اس میں شامل ہیں۔ تمام عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہونی چاہئیں جس پر شریعت کی تمام فروع کی بنیاد ہے وہ ہے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے معنی و مفہوم اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا، اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کماں ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحة: ۵]

”ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔“

وہ ارشاد جسے ہم عید کی نماز اور اپنی دیگر تمام نمازوں میں بار بار پڑھتے رہتے ہیں۔ توحید کا اپنانا ہی وہ عظیم عمل ہے، جس کے نتیجے میں انسان نعمتوں والی جنتوں میں داخل ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص توحید کو کھو بیٹھا تو اسے اس کا دوسرا کوئی عمل فائدہ نہ دے سکے گا اور وہ ہمیشہ کا جہنمی بن جائے گا۔

### توحید عبادت:

بشری تاریخ پر غور و فکر کرنے والا شخص اس راز کو پا جاتا ہے کہ سب سے پہلے توحید ہی میں بدعات و ضلالتیں اور انحرافات واقع ہوئے اور اس کے بعد دین کی دوسری فروع میں بگاڑ شروع ہوا، لہذا اے مسلمانو! اس اصل عظیم کو خوب مضبوطی سے پکڑے رکھیں، کیونکہ یہ آپ پر اللہ کا حق ہے اور یہی وہ میثاق و معاہدہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں بنی آدم سے کیا تھا۔ توحید عبادت کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جاہ جاتا کید فرمائی ہے اور اس کی عظمت و شان بیان کی ہے۔ قرآن کریم میں کوئی سورت ایسی نہیں جس میں نسا، ضمنا یا التزاماً کسی نہ کسی رنگ میں اللہ تعالیٰ نے اس توحید عبادت کا حکم نہ دیا ہو، موحدین کے ثواب کا تذکرہ نہ کیا ہو یا مشرکین کے عقاب و عذاب کا ذکر نہ فرمایا ہو۔ جس نے اللہ کا یہ حق توحید ادا کیا، اللہ اپنے فضل و کرم سے اپنا وعدہ جنت پورا فرمائے گا، چنانچہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

« حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يُعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا »<sup>①</sup>

”بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ شرک نہ کرنے والے کسی بندے کو عذاب نہ دے۔“

گویا یہ توحید ہی دین کا اول و آخر ہے۔

### شہادت رسالت:

عید کے عظیم معانی و مقاصد میں سے دوسرا مقصد یہ ہے کہ بندے کلمہ شہادت ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں“ کے تقاضوں اور معنوں پر عمل کریں، وہ کلمہ جسے مسلمان عید کی نماز میں اور اپنی

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۸۵۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۰)

دوسری تمام نمازوں میں بار بار پڑھتے ہیں۔ اس بات کی گواہی دینا کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے احکام و اوامر پر عمل ہو، آپ ﷺ کے منع کردہ امور سے اجتناب کیا جائے، آپ ﷺ کی بتائی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق کی جائے اور اللہ کی مشروع عبادت کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ سے محبت کی جائے اور آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کی جائے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴾ [النور: ۵۴]

”کہہ دیجیے (اے نبی!) کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو، رسول اللہ کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے، جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جواب دہی ہے، جو تم پر ذمے داری ڈالی گئی ہے۔ ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو گے۔ سنو! رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے۔“

عید... سالانہ عظیم اجتماع:

عید کی حکمتوں اور عظیم فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان مل کر ایک عظیم اجتماع کی شکل میں نمازِ عید ادا کرتے ہیں اور اس مبارک اجتماع پر نازل ہونے والی خیرات و برکات والی دعا میں شرکت کرتے ہیں، وہ سب اس رحمتِ الہی کے سائے تلے جمع ہوتے ہیں، جو نمازیوں کو ڈھانپنے ہوئے ہوتی ہے اور لوگ اپنے رب کے سامنے کھلے میدان میں نکل کر اس کے سامنے اپنے فقر و عاجزی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، اپنے مالک کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں اور اللہ سے اس کے لامحدود و لاتعداد انعامات و احسانات کا انتظار کرتے ہیں۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى الْعَوَاتِقَ وَالْحَيْضَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ فَأَمَّا الْحَيْضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ ① ﴾

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۶۵۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۸۹۰)

”ہمیں نبی اکرم ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں جوان دوشیزاؤں، حیض و نفاس والی عورتوں اور پردہ نشین خواتین کو بھی عید گاہ میں ساتھ لے جائیں۔ حیض والی عورتیں نماز سے تو الگ رہیں، البتہ خیر و برکت اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شرکت کریں۔“  
عورتیں باپردہ حالت میں اور خوشبو لگائے بغیر عید کی نماز میں شامل ہوں۔

عید... باہمی تعلقات میں بہتری کا موقع:

مسلمانو! عید کی حکمتوں اور عظیم فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ یہ مسلمانوں میں تجدیدِ تعلق، باہم میل ملاقات اور دلوں کو قریب لانے کا ذریعہ ہے۔ اسی کے نتیجے میں ان کے دلوں سے وحشت اٹھ جاتی ہے اور حسد و حقد اور بغض کی آگ بجھ جاتی ہے۔ مسلمانوں کو اسلام کا ایک جگہ یوں جمع کر لینے پر قادر ہونا، اس بات کی قوی دلیل ہے کہ وہ انھیں حق پر جمع کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اور تقوے کی بنیاد پر ان سب کے دلوں میں باہم محبت و الفت پیدا کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کے دلوں میں حق کے سوا کوئی چیز الفت و محبت پیدا نہیں کر سکتی، کیونکہ حق صرف ایک ہے اور دلوں میں تفریق و اختلاف صرف خواہشاتِ نفس ہی پیدا کرتی ہیں، اور وہ کثرت سے پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ باہم اتحاد و اتفاق اور تعاون و محبت مومنوں کی صفات ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمَى»<sup>①</sup>

”باہم پیار و محبت، رحم و کرم اور تعاطف و تعلق میں مومنوں کی مثال ایک جسم جیسی ہے کہ جب اس کا کوئی ایک عضو تکلیف و بیماری میں مبتلا ہو تو سارا جسم ہی بخار اور رنج میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ الضَّعِيفَ، وَيُوقِرِ الْكَبِيرَ»<sup>②</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۱۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۵۸۶)

② سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۹۱۹) مسند أحمد (۲/۲۰۷)

”جو شخص بچے پر ترس نہیں کھاتا اور بڑے کی عزت نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“  
 سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:  
 «إِنْعُونِي فِي الضَّعْفَاءِ، فَإِنَّمَا تَنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ بِضَعْفَائِكُمْ»<sup>①</sup>  
 ”مجھے ضعفا اور کمزوروں میں ڈھونڈو، کیوں کہ تم ضعیف اور کمزور لوگوں کی وجہ سے  
 فتح و نصرت اور رزق دیے جاتے ہو۔“

مسلمانوں میں باہمی محبت و مودت اسلام کے عظیم اغراض و مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
 «لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُوْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوْ لَا أَدْرِكُكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفَشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ»<sup>②</sup>  
 ”تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم ایمان نہ لے آؤ اور تم اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک تم باہم محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں ایک کام نہ بتاؤں کہ اگر تم اسے کر لو تو تم باہم محبت کرنے لگ جاؤ گے؟ اپنے درمیان سلام کو عام کر دو۔“

مسلمانو! اپنے نفس سے جہاد کرو اور اپنے سینے کو دوسرے مسلمانوں کی طرف سے صاف کر لو، کیونکہ سینے اور دل کی صفائی دنیا کی نعمت اور بدن کے لیے راحت اور آخرت میں اللہ کی رضا کا باعث ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں میں سے افضل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ مَحْمُومِ الْقَلْبِ، صَدُوقِ اللِّسَانِ» قَالُوا: فَمَا مَحْمُومُ الْقَلْبِ؟ قَالَ: «هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ، لَا إِثْمَ فِيهِ وَلَا بَغْيٍ وَلَا غِلٍّ وَلَا حَسَدٍ»<sup>③</sup>

”ہر صاف دل اور سچی زبان والا۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: صاف دل والا کون ہے؟

① مسند أحمد (۵/ ۱۹۸) سنن أبي داود، رقم الحديث (۲۵۹۴) سنن الترمذي، رقم الحديث (۱۷۰۲) سنن

النسائي، رقم الحديث (۳۱۷۹)

② صحيح مسلم، رقم الحديث (۵۴)

③ سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۴۲۱۶)

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ سے ڈرنے والا اور صاف دل والا کہ جس کے دل میں گناہ ہو نہ بغاوت و سرکشی کا داعیہ، نہ حسد و بغض اور نہ کینہ و حقہد۔“

### عید... تعلیماتِ اسلام کا اعلانِ عام:

اللہ کے بندو! عید کے اغراض و مقاصد اور فوائد و حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلامی تعلیمات کا کھلے عام اعلان کیا جائے، مسلمانوں کے بڑے بڑے اجتماعات میں کھلے طور پر اظہار کیا جائے اور سرِ عام ان کی تبلیغ کی جائے، تاکہ نسلِ نو اپنی پرانی نسل سے ان تعلیمات کو اخذ کر سکے، آنے والے لوگ جانے کے لیے تیار بیٹھے لوگوں سے سیکھ سکیں اور ان پر عمل بھی کر سکیں، اس طرح اسلامی تعلیمات دلوں کے نہاں خانوں میں ثبت ہو جاتی ہیں، انھیں ہر چھوٹا بڑا یاد کر سکتا ہے اور ان پر عمل پیرا ہو سکتا ہے، اسی طرح ہر مرز و زن اسے حفظ بھی کریں گے اور اس پر عمل بھی کر دکھائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے جو خطبہ عید مشروع فرمایا ہے، وہ اسلام کے بلند احکام اور حکیمانہ قوانین پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسلام کے فرائض و قوانین اور احکام کا ظہور و اعلان ہی ایسی قوت ہے جو اسلام کو قیامت تک قائم و باقی رکھنے والی ہے۔ اسلام کو ایسی بقا و دوام دینے والی ہے جس کے بعد اسے بھلایا جاسکتا ہے، نہ اس میں تغیر و تبدل ممکن ہے، اس کے احکام کی غلط تاویل کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی تعلیمات سے سرِ موخرا ف کیا جاسکتا ہے۔

### عید... تاریخِ امت:

مسلمانو! عیدِ الاضحیٰ کا تہوار ایسا ہے جس میں امتِ اسلامیہ اپنے روشن ماضی اور عظیم تاریخ سے ربط حاصل کرتی ہے، امتِ اسلامیہ انتہائی گہری جڑوں والی ہے، اس کائنات کی تاریخ میں تمام زمانوں سے اس کا گہرا ربط و تعلق اور اتصال و واسطہ رہا ہے اور یہ تعلق تب سے ہے جب سے حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر اپنا قدم رنجہ فرمایا ہے، یہ تعلق سابقہ زمانوں میں تب سے چلا آ رہا ہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام پر اپنا کلام نازل کرنا شروع فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ [الانبیاء: ۹۲]

”یہ تمہاری امت (دینِ توحید) ہے، جو درحقیقت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں، پس تم میری ہی عبادت کرو۔“



اللہ تعالیٰ نے سید البشر حضرت محمد ﷺ کے ساتھ انبیاء و رسل ﷺ کے سلسلے کو ختم فرمایا ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ملتِ ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

[النحل: ۱۲۳]

”پھر ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی کہ ابراہیم حنیف (مخلص و موحد) کی ملت کی پیروی کریں جو مشرکین میں سے نہیں تھے۔“

محمد ﷺ کی شریعتِ اسلامیہ تمام پہلی شریعتوں کی ناسخ ہے، لہذا اب دین کے طور پر اللہ تعالیٰ کو اسلام کے سوا دوسرا کوئی دین قبول نہیں ہے، چنانچہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [آل عمران ۸۵]

”جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین تلاش کرے، اس کا وہ دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔“

حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِيْ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ لَا يُؤْمِنُ بِيْ إِلَّا دَخَلَ النَّارَ﴾<sup>(۱)</sup>

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر کوئی یہودی یا نصرانی میرے بارے میں سن لے اور پھر بھی مجھ پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔“

ملتِ ابراہیم علیہ السلام:

مسلمانو! تم لوگ اپنی حقیقی وراثت اور دینِ قیم یعنی ملتِ ابراہیم خلیل ﷺ اور دینِ خلیلِ الہی حضرت محمد ﷺ پر قائم ہو اور یہ عیدِ آپ کو ان دو عظیم نبیوں اور اللہ کے خلیلوں کے ساتھ ملاتی ہے۔ اس دن کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو عبادات مشروع کی ہیں وہ سب رابطہ ہیں۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۵۳)

«سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ» قَالُوا: مَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٍ»<sup>(۱)</sup>

”یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔“ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ان قربانیوں میں ہمارے لیے کیا اجر و ثواب ہے؟ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔“

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں۔ وہ اپنے بیٹے کی قربانی پر فوراً تیار ہو گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی صبر و ہمت کے ساتھ ذبح ہونے پر رضامند ہو گئے۔ جب اللہ تعالیٰ کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آدھا کر ارادہ پورا ہو گیا اور وہ عزم بالجزم دکھا چکے اور اپنے بیٹے کو ذبح کرنا شروع کر دیا اور صرف گوشت و خون کا مرحلہ ہی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ ایک عظیم قربانی عطا کر دی، کیونکہ اللہ نے دیکھ لیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غلت و محبت محض کھوکھلا دعویٰ نہیں بلکہ وہ ایسی سچی محبت ہے جس کا مقابلہ ہی نہیں۔ منیٰ میں حجاج کی اور گھروں میں مسلمانوں کی یہ سب قربانیاں اسی حلیل القدر عمل کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

نماز پر ہمیشگی:

اللہ کے بندو! نماز کا خیال رکھو، یہ دین کا ستون ہے اور فحاشی و گناہ اور برائی سے روکنے والی ہے۔ یہ بندے اور اللہ کے مابین ایک نہد ہے، جس نے اس کی حفاظت کی، اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا اور جس نے اسے ضائع کر دیا، وہ دیگر اشیا کو اس سے بھی زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ قیامت کے دن جب مختلف اعمال کے بارے میں سوال ہوگا تو سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اگر یہ مقبول ہوگی تو باقی اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر یہی رد کر دی گئی تو پھر اس کے باقی اعمال بھی رد کر دیے جائیں گے۔

(۱) مسند أحمد (۴/ ۳۶۸) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۳۱۲۷) اس کی سند میں ”عائذ اللہ بما شعی“ اور ”دفع“ بن حارث“ راوی سخت ضعیف ہے۔

## زکات ادا کرو:

اپنے اموال کی زکات خوش دلی سے ادا کرو۔ اس سے تمہارے دل بھی پاک ہو جائیں گے اور مال بھی ہلاکتوں سے محفوظ ہو جائیں گے۔ تم اس کے ذریعے فقرا و مساکین پر احسان کرتے ہو اللہ سے عظیم اجر و ثواب پاتے ہو، اللہ نے آپ کو بے شمار نعمتوں اور اموال سے نواز رکھا ہے، لیکن اس میں سے معمولی خرچ ہی سے وہ راضی ہو جاتا ہے۔

## روزہ اور حج وغیرہ:

ماہ رمضان کے روزوں کی پابندی کیا کرو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ یہ دونوں اسلام کے عظیم ارکان ہیں۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، صلہ رحمی کو اپنا شعار بناؤ، یتیموں سے شفقت و پیار کرو اور ان پر احسان کرو؛ یہ ایسے اعمال ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا فوری ثواب دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی یہ اعمال کرنے والوں کو حسنِ ثواب سے نوازے گا۔ ایسے ہی عقوقِ والدین، قطعِ رحمی اور خیر و بھلائی کے کاموں سے روکے رکھنا ایسے افعال ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی سزا دے گا اور آخرت میں جو عذابِ الیم و دردناک سزائیں ہوں گی، وہ الگ ہیں۔ پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے پر توجہ دیں، کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

«لَا يُؤْمِنُ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارَهُ بَوَائِقَهُ»<sup>(۱)</sup>

”وہ شخص ایماندار ہی نہیں جس کا پڑوسی اس کے شر اور اذیت سے محفوظ نہیں۔“

نیکی کا حکم دیتے رہا کرو اور برائی سے روکتے رہا کرو، یہ دونوں کام معاشرے کے دو چوکیدار ہیں۔ یہ دونوں ہی اسلام کے لیے باڑھ کا کام کرتے ہیں اور نبی کی بدولت سزاؤں اور مصائب و مشکلات سے امن و امان ممکن ہے۔

## شرک سے پرہیز:

شرک کی تمام چھوٹی بڑی اقسام سے بچیں جو توحید کے منافی ہیں، خصوصاً وہ جن میں اکثر لوگ لاعلمی کے نتیجے میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جیسے انبیاء و صالحین کو مشکل کشائی کے لیے پکارنا، ان کی قبروں کا طواف کرنا، ان سے مدد طلب کرنا، ان سے حاجت روائی، مشکل کشائی اور دفعِ مصائب کا

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۱۶)

سوال کرنا، کسی نفع و نقصان کے لیے انہیں پکارنا یا کسی بھی غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا یا نذر دینا اور چڑھاوے چڑھانا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ [الجن: ۱۸]

”اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہیں، پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“

ایک جگہ ارشادِ الہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [النساء: ۴۸]

”یقیناً اللہ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔“

قتل اور گناہ سے گریز:

کسی کو ناحق قتل کرنے اور زنا کاری کا ارتکاب کرنے سے گریز کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان افعال کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا ﴿۶۹﴾﴾ [الفرقان: ۶۸، ۶۹]

”اور وہ لوگ بھی (فلاح پانے والے) ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کو اللہ نے حرام قرار دے رکھا ہے اور نہ وہ لوگ زنا کرتے ہیں اور جس نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کیا وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا، اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں مبتلا رہے گا۔“

اس آیت میں جو لفظ ﴿أَثَامًا﴾ آیا ہے، اس کا معنی ہے: ”جہنم کی تہہ میں پایا جانے والا

ایک کنواں۔“ ایک حدیث میں ہے:

﴿لَا يَزَالُ الْمَرْءُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا﴾<sup>①</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۸۶۲)

”بندہ اس وقت تک بچت میں رہتا ہے جب تک کسی کا ناحق خون نہ کرے۔“

یثم بن مالک طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ نُطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ فِي رَحِمٍ لَا يَحِلُّ لَهُ »<sup>①</sup>

”اللہ کے نزدیک شرک کے بعد اس سے بڑا دوسرا گناہ کوئی نہیں کہ آدمی کسی ایسے رحم

میں نطفہ ڈال دے جو اس کے لیے حلال نہیں۔“

لواطت اور اغلام بازی تو زنا سے بھی بدترین گناہ ہے، کیونکہ اس غیر فطری فعل کا ارتکاب کرنے والوں پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے<sup>②</sup> اور سحاق (دو عورتوں کا باہم خود لذتی کرنا) بھی زنا کی ایک قسم اور حرام خباثوں میں سے ایک بدترین خباث ہے۔

سود خوری سے بچاؤ:

سود خوری سے بچیں، کیونکہ سود رزق میں بے برکتی اور اللہ کی ناراضی کا باعث ہے۔ سیدنا

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

« أَلْرَبَا إِثْنَانِ وَسَبْعُونَ بَابًا، أَدْنَاهَا مِثْلُ إِثْنَانِ الرَّجُلِ أُمَّةً »<sup>③</sup>

”سود کے بہتر (۷۲) درجے ہیں، جن میں سے گم ترین درجے کا گناہ اتنا ہے جتنا کوئی

شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔“

رشوت ستانی وغیرہ:

مسلمانوں اور کمزور لوگوں کے اموال کو ناجائز طریقوں سے مت بٹورو، ایسے مال کو اپنے حلال مال میں ملا لینا دنیا کی تباہی اور آخرت میں جہنم کا باعث ہے۔ رشوت ستانی اور جھوٹی گواہی سے دامن بچاؤ، یہ چیزیں لوگوں کے حقوق کو ضائع کرنے والی اور باطل کی مدد کرنے والی ہیں، جس نے باطل کا ساتھ دیا، اسے اللہ گناہ و عار کے ساتھ ساتھ ہلاکت کے گھر (جہنم) میں داخل کر دے

① ذم الہوی لابن الجوزی (ص: ۱۹۰) اس کی سند میں ”ابو بکر بن ابی مریم“ راوی ضعیف ہے اور یہ روایت بھی مرسل ہے۔

② مسند أحمد (۱/ ۳۰۹)

③ المعجم الأوسط، رقم الحدیث (۷۱۵۱) السلسلة الصحيحة، رقم الحدیث (۱۸۷۱)

گا۔ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے اور رشوت دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے <sup>(۱)</sup> اور جھوٹی گواہی کو شرک کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔

### شراب و منشیات:

شراب نوشی اور دیگر منشیات کی تمام اقسام اور تمباکو نوشی سے بھی بچیں، یہ چیزیں دل کو برباد کر دیتی ہیں، عقل کو خراب، جسم کو تباہ اور اخلاقِ حسنہ کو مٹا دیتی اور اللہ کی ناراضی کا موجب بنتی ہیں، انھی کے نتیجے میں پورا معاشرہ بگاڑ و انتشار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور تدبیر بے کار ہو جاتی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَإِنَّ عَلَيَّ اللَّهُ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبَ الْمُسْكِرَ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: «عَرَفْتُ أَهْلَ النَّارِ» أَوْ «عَصَاةُ أَهْلِ النَّارِ» <sup>(۲)</sup>

”ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ اللہ نے اپنے ذمے یہ عہد لے رکھا ہے کہ جس نے دنیا میں شراب پی، اسے جہنم کی ”طینۃ الخبال“ پلائے گا۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ ”طینۃ الخبال“ کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”یہ اہل جہنم کا پسینہ یا ان سے نکلنے والے فضلے اور نچوڑ ہیں۔“

### چغلی اور غیبت:

چغلی اور غیبت سے بھی اپنے آپ کو پاک رکھیں، کیونکہ جس کی عزت و آبرو میں طعن و تشنیع کی جائے گی وہ غیبت کرنے والے کی نیکیوں میں سے غیبتوں کے برابر لے لے گا۔ اس سلسلے میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بھی ہے۔ <sup>(۳)</sup>

نیز ارشادِ الہی ہے:

﴿وَ أَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ

<sup>(۱)</sup> مسند أحمد (۸۷/۱۱) سنن أبي داود، برقم (۳۵۸۰) سنن الترمذي، برقم (۱۳۳۷) سنن ابن ماجه (۲۳۱۲)

<sup>(۲)</sup> صحيح مسلم، رقم الحديث (۲۰۰۲)

<sup>(۳)</sup> صحيح البخاري، رقم الحديث (۶۰۵۶) صحيح مسلم، رقم الحديث (۱۰۵)

سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۵۳﴾ [الأنعام: ۱۵۳]

”اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے، اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکید کی ہے، تاکہ تم تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو۔“

### فضائلِ یومِ نحر و قربانی:

مسلمانو! اللہ کی رضا طلب کر کے اور اس کی حرام کردہ اشیا سے دور رہ کر اللہ سے پرہیزگاری کا ثبوت دو اور یہ بات ذہن نشین کر لو کہ تمہارا یہ روزِ عید بہت ہی جلیل القدر اور بہت ہی فضیلت والا دن ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن قرظ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«أَفْضَلُ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمُ الْقَرَىٰ»<sup>(۱)</sup>

”اللہ کے نزدیک سب سے فضیلت والا دن یومِ نحر (۱۰ ذوالحج) اور اس کے بعد والا دن ہے۔“

یومِ عرفہ اگرچہ بعض وجوہات کی بنا پر افضل دن ہے، لیکن وہ اسی یومِ نحر کا مقدمہ و پیش رس ہے۔ یومِ عرفہ میں لوگ گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں، وہ دعائیں مانگتے اور گڑگڑاتے ہیں اور خشوع و خضوع کرتے اور تاب ہوتے ہیں، پھر جب وہ صاف ستھرے ہو گئے، پاک ہو گئے اور مزدلفہ کی رات (لیلة الجمع) میں بھی گڑگڑاتے رہے، توبہ و استغفار کرتے رہے، پھر انہوں نے اللہ وحدہ لا شریک کے لیے اپنی قربانیاں ذبح کیں اور یومِ نحر میں انہوں نے اللہ کی مہمانی کے گوشت میں سے گوشت کھایا تو پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی زیارت، اور اپنے گھر کے طواف کا اذن بخش دیا۔ یہ حجاج کرام کی نسبت ہے، جبکہ عام مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس دن ذکر و اعمالِ صالحہ کے ساتھ ساتھ ہی قربانیاں ذبح کرنے کو مشروع فرمایا ہے، جن کے اجر و ثواب کا اندازہ اس حدیث سے کیا جاسکتا ہے، جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ عَمَلًا أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هِرَاقَةٍ دَمٍ، وَإِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَطْلَابِهَا وَأَشْعَارِهَا، وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ

(۱) مسند أحمد (۴/ ۳۵۰) سنن أبي داود، رقم الحديث (۱۷۶۵)

مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ، فَطَبِئُوا بِهَا نَفْسًا<sup>①</sup>  
 ”یومِ نحر میں کیے گئے اعمال میں سے خون بہانے سے بڑھ کر بنی آدم کا کوئی عمل اللہ کو  
 پسند نہیں ہے، قیامت کے دن تربانی کے جانور کو اس کے سینگوں، کھروں اور بالوں  
 سمیت لایا جائے گا (حسنت کے پلڑے میں ڈالا جائے گا) اور قربانی کے خون کا قطرہ  
 زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کے یہاں قبولیت کا مقام پالیتا ہے، لہذا خوش دلی سے  
 قربانی کیا کرو۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:  
 «مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ أَضْحَى أَفْضَلَ مِنْ دَمِ يَهْرَاقَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَحِمًا  
 يُوْصَلُ»<sup>②</sup>  
 ”عید الاضحیٰ کے دن ابن آدم کا افضل عمل (قربانی کا) خون بہانا ہے، البتہ صلہ رحمی کا  
 مقام زیادہ ہے۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:  
 «يَا فَاطِمَةُ، قَوْمِي إِلَى أَضْحِيَّتِكَ، فَاشْهَدِيهَا، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ قَطْرَةٍ، مِنْ  
 دَمِهَا مَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوبِكَ» قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، أَلَنَا خَاصَّةً أَهْلَ  
 الْبَيْتِ؟ أَوْ لَنَا وَ لِلْمُسْلِمِينَ؟ قَالَ: «بَلْ لَنَا وَ لِلْمُسْلِمِينَ»<sup>③</sup>  
 ”اے فاطمہ! قربانی کے جانوروں کی طرف جاؤ اور انھیں دیکھو، ان کے خون کے ہر  
 قطرے کے بدلے میں تمہارے سابقہ گناہوں کو بخشا جائے گا۔“ انھوں نے عرض کی:  
 اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ معاملہ صرف ہم اہل بیت کے لیے ہی خاص ہے یا عام  
 مسلمانوں کے لیے بھی یہی اجر و ثواب ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”نہیں! بلکہ  
 یہ ہمارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے یکساں ہے۔“

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (۱۶۹۳) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۳۲۲۶) اس کی سند میں ”سلیمان بن  
 یزید ابو اشمی“ ضعیف ہے۔

② المعجم الکبیر (۳۲/۱۱) اس کی سند میں ”یحییٰ بن حسن حنشی“ راوی ضعیف ہے۔

③ المستدرک للحاکم (۲۲۲/۴) اس کی سند میں ”عطیہ بن قیس“ ضعیف ہے۔ دیکھیں: السلسلۃ الضعیفۃ (۱۵/۲)



## مسائلِ قربانی:

مسلمانو! ایک بکری ایک آدمی اور اس کے گھر والوں کی طرف سے قربانی کے لیے کافی ہوتی ہے اور اونٹ سات حاجیوں (اور دس غیر حاجی گھروں) کی طرف سے کفایت کر جاتا ہے۔ گائے بھی سات حاجیوں (اور سات غیر حاجی گھروں) کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔ بھیڑ کا چھ ماہ سے کم عمر کا جانور قربانی کرنا جائز نہیں اور بکری کا دو دانتا ہونا ضروری ہے۔ دو دانتا وہ ہوتا ہے، جو ایک سال مکمل کر چکا ہو اور اونٹوں میں پانچ سال سے کم عمر والے کی قربانی جائز نہیں۔ گائے دو سال کی ہونا ضروری ہے اور مستحب یہ ہے کہ خوب موٹی تازی تندرست قربانی اختیار کی جائے۔ ایسا بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو، ایسا کانا جانور جس کا کانا پن واضح ہو اور جو لاغر و کمزور ہو اور جو لنگڑا ہو اور اس کا لنگڑا پن واضح ہو، اسی طرح یہ کہ اس کے کان اور سینگ کا اکثر حصہ ٹوٹا یا کٹا ہوا ہو، تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ بلا سینگ اور خسی جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔ اونٹ کا اگلا بایاں بازو اس کی ران کے ساتھ باندھ کر اسے تین ٹانگوں پر کھڑا کر کے نحر کرنا سنت ہے اور گائے بکری کو پہلو پر لٹا کر ذبح کرنا مسنون ہے۔ ذبح کے وقت ان سب کا منہ قبلہ کی طرف کر لینا چاہیے اور ذبح و نحر کرتے وقت یہ کہیں: ”بِسْمِ اللّٰهِ“ (اللہ کے نام سے) اور اتنا کہنا واجب ہے، جبکہ ساتھ ہی ”اللّٰهُ أَكْبَرُ“ (اللہ سب سے بڑا ہے) کہنا بھی مستحب ہے، اسی طرح یہ بھی کہے: ”اللّٰهُمَّ هَذَا مِنْكَ وَ لَكَ“ (اے اللہ یہ تیری توفیق سے اور تیرے ہی لیے ذبح کر رہا ہوں) یہ بھی مستحب ہے کہ قربانی کے گوشت کا ایک حصہ خود کھائیں، ایک حصہ دوست و احباب کو ہدیہ دیں اور تیسرا حصہ غریبوں میں بانٹ دیں۔ گوشت بنانے والے کو اجرت میں گوشت نہیں دینا چاہیے۔ قربانیوں کو ذبح کرنے کا وقت نماز عید کے بعد سے لے کر اگلے دو دنوں تک تو بالاقاق ہے اور ان سے اگلے دن میں اختلاف پایا جاتا ہے، جبکہ راجح بات یہی ہے کہ وہ بھی قربانی کا دن ہے، اگرچہ پہلے دنوں کی نسبت فضیلت کم ہو جاتی ہے۔

## خواتین سے خطاب:

مسلمان خواتین! اپنے ان واجبات کو نبھا کر تقویٰ اختیار کرو، یہ وہ واجبات ہیں جو تمہارے کندھوں پر ڈال دیے گئے ہیں، اپنے بچوں کی اچھی مفید اسلامی تربیت کرو، انھیں ایک کامیاب اور صحیح و سالم مسلمان نسل بنانے کی ذمہ داری پوری کرو، عورت، بچوں پر باپ سے بھی انتہائی زیادہ اثر انداز

ہوتی ہے، اگرچہ باپ کو بھی ان کی تربیت میں اس کا معاون ہونا چاہیے، اپنے شوہروں کے ساتھ حسنِ معاملہ سے پیش آؤ اور اپنے شوہروں کی عزت و آبرو، مال اور گھر کی حفاظت کرو، اس کے اقارب اور مہمانوں اور پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

« إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ حَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَجَّتْ بَيْتَ رَبِّهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِهَا شِئْتَ »<sup>①</sup>

”جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنے رب کے گھر کا حج کرے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، اسے کہا جائے گا: جنت کے جس دروازے سے چاہو، داخل ہو جاؤ۔“

اے خاتونِ مسلم! تمہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، جس نے آپ کو یہ نعمت دی ہے۔ آپ کے تمام حقوق کو اسلام نے تحفظ دیا ہے، مغربی ممالک سے آنے والے نعروں اور سبز باغوں کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا، آج کے دور میں دنیا میں تمہارا سب سے زیادہ باعزت مقام صرف اس ملک (سعودی عرب) میں ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اس ارشادِ الہی کو ہمیشہ یاد رکھیں:

« يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْنَهُنَّ وَأَسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ » [الممتحنة: ١٧]

”اے نبی! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو مار نہ ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی، جو خود ہی اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے انھوں نے گھڑا ہوگا اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے لیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا معاف کرنے والا ہے۔“

① مسند احمد (۱/۱۹۱)

نبی اکرم ﷺ عید کے خطبے میں عورتوں کو یہ آیت یاد دلایا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امام بخاری نے روایت کی ہے۔<sup>①</sup> یہاں بہتان باندھنے سے مراد یہ ہے کہ شوہروں کے نام ایسے بچے لگا دیں جو دراصل ان کے نطفے سے نہیں، بلکہ کسی دوسرے کی اولاد (ولد زنا) ہیں۔

### شکرانِ نعمت:

مسلمانو! اللہ کی ظاہری اور پوشیدہ نعمتوں پر اس کا شکر وا اور اس کی حمد و ثنا بیان کرو۔ نعمتِ اسلام پر بھی اس کا شکر ادا کرو، ایسے ہی امن و امان، آسان وسائلِ رزق، منافع اور دیگر ان گنت نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو، اس بات پر بھی اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے آپ کے اس ملک کو اتحاد و اتفاق کی دولت سے نواز رکھا ہے اور ان تمام فتنوں سے آپ کو محفوظ رکھا ہوا ہے جو دلوں میں بھی اختلافات پیدا کر دیتے ہیں۔ ان امور میں اللہ کا شکر یوں ہوگا کہ اللہ کی اطاعت کریں، گناہوں سے بچیں اور توبہ کرتے رہیں۔

### عید کس کی ہوتی ہے؟

مسلمانو! یہ بات ذہن نشین کر لو کہ عید اس کی نہیں جس نے زیب و زینت اختیار کر لی اور خوب نئے لباس میں بن سنور گیا۔ نہ عید اس کی ہے، جس کی خدمت دنیائے دنیا کی اور اسے ہر طرح کی آسائش مہیا کر دی، بلکہ عید تو اس کی ہے جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اسے جہنم کی آگ سے نجات مل گئی، جس کی تپش بہت سخت اور تہہ بہت ہی گہری ہے۔ جس میں جانے والوں کا کھانا تھوہر اور ایک دوسرے کانٹے دار درخت سے ہوگا، انھیں پینے کے لیے اہلتا ہوا پانی اور (اہل جہنم کی) پیپ دی جائے گی۔ حقیقی عید تو اس کی ہے جو جناتِ خلد و جاوداں کو پانے میں کامیاب ہو گیا، جس کی نعمتیں ختم ہوں گی نہ ان میں کوئی کمی واقع ہوگی۔

### عید کی تکبیرات:

اللہ کے بندو! یہ بات بھی یاد رکھو کہ غیر حاجی کے لیے تکبیراتِ عید کا آغاز یومِ عرفہ کی فجر سے ہوتا ہے اور ایامِ تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) کے آخری دن کی نمازِ عصر تک رہتا ہے، البتہ حجاج کرام

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۴۸۹۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۸۸۴)

یومِ نحر کی فجر سے تکبیروں کا آغاز کریں گے۔ یہ تو مخصوص تکبیروں کا حکم ہے، جبکہ مطلق تکبیرات پورے عشرہ ذوالحج میں ہوں گی۔

فکرِ آخرت:

اللہ والو! اپنے آنے والے وقت، موت، اس کے سکرَات، قبر، اس کے اندھیروں، حشر، اس کی ہولناکیوں، اعمالِ ناموں، میزان، پلِ صراط اور اس کے خوفناک منظر کو یاد رکھو اور اپنے ان دوست و احباب اور رشتہ دار و اقارب کو یاد کرو، جنہوں نے کبھی آپ کے ساتھ اس جگہ نمازیں پڑھی تھیں، انہیں موت نے کیسے دبوچ لیا اور آج وہ اپنی قبروں میں اپنے اعمال کے مرہون منت ہیں۔ ان میں سے کوئی جنت کے باغات میں ہے اور کوئی نارِ جہنم کے گڑھوں میں پڑا ہے۔ یقین رکھو کہ تمہیں بھی ان راستوں سے گزرنا ہوگا جن سے گزر کر وہ گئے ہیں اور موت کا پیالہ تمہیں بھی پینا ہی ہوگا۔ تمہیں دنیا کی یہ زندگی اور غرور کہیں اللہ سے پھسلا بہکا نہ دے۔ پہلی امتیں کہاں ہیں؟ پہلی قومیں کہاں گئیں؟ وہ کہاں ہیں جو بڑے بڑے ملکوں اور سلطنتوں کے مالک تھے؟ وہ کہاں ہیں جو بڑے کج کلاہ اور تاج والے تھے؟ ان کی وہ فوجیں اور لشکر کہاں گئے؟ وہ کہاں ہیں جنہوں نے بڑے اموال جمع کیے؟ شجرِ کاری کی، نہریں جاری کیں، شہر تعمیر کیے؟ وہ کہاں ہیں جو بڑے غنی تھے اور وہ کیا ہوئے جو فقیر و غریب تھے؟ ان سب کو موت آگئی اور انہیں شاہی محلات سے تنگ قبروں میں دکھیل لے گئی؟ انہیں اہل و عیال اور دوست احباب کے حلقے سے اٹھا کر لحد کی مٹی میں لے گئی۔

اس دنیا میں دل نہ لگا لینا، اس کے شر کا کوئی بھروسا ہے نہ یہ اپنا عہد پورا کرتی ہے، اس کا چین و سرور سدا کے لیے ہے اور نہ اس کی آفات کی گنتی کرنا ہی ممکن ہے۔ اس دنیا کی مثال تو ایک دسترخوان جیسی ہے جو ہر ایک کو بہت بھلا لگتا ہے، پھر وہ محض گھر کا صحن ہی رہ جاتا ہے، نئی چیزیں پرانی اور بوسیدہ ہو جاتی ہیں، جوانی ڈھل جاتی ہے اور حالات بدل جاتے ہیں، لہذا اس دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھو اور اچھا عمل کر لو۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

## عملِ صالح پر ہمیشگی

امام و خطیب: فضیلة الشیخ عبد الباری الشیبی رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

میں تمہیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ جل و علا کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

[آل عمران: ۱۰۲]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“

مبارک ہو، اس شخص کو جسے وقوفِ عرفات کی توفیق ملی، مبارک ہو اس خوش نصیب کو جس نے مشعر الحرام کے پاس آنسوؤں کا نذرانا پیش کیا، مبارک ہو اس انسان کو جس نے سچی دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ہاں پناہ پکڑی، مبارک کے لائق ہے وہ شخص جس نے عرفے کے دن کا روزہ رکھا اور مبارک کے مستحق بن گئے وہ لوگ جنہوں نے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے اللہ عزوجل سے معافی مانگ لی، کتنے ہی توبہ کرنے والے ہیں، جن کی توبہ قبول ہوگئی اور کتنے ہی بخشش مانگنے والے ہیں، جن کے گناہ مٹا دیے گئے اور کتنے ہی وہ لوگ ہیں جن پر آگ واجب ہو چکی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں پناہ دے کر اس سے دور کر دیا۔

عملِ صالح کے دنیاوی فوائد:

اللہ کے بندو! نیک عمل کا بدلہ آخرت میں تو ملے گا ہی، دنیا میں بھی اس کا کچھ نہ کچھ حصہ ملتا ہے، چنانچہ دنیا میں اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مضبوط حفاظت کی شکل میں ملتا ہے، لہذا حدیثِ قدسی میں ارشادِ الہی ہے:

«وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لِأَعْطَيْتَهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لِأُعِيذَنَّهُ»

”میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا اتنا قرب حاصل کر لیتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، تو جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہے جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے، اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں، جس کے ساتھ وہ چھوتا ہے، اس کی وہ ٹانگ بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے، پھر اگر وہ مجھ سے مانگے تو بلاشبہ یقیناً میں اسے عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو بے شک میں ضرور اسے پناہ دوں گا۔“

دنیا میں عملِ صالح کی ایک جزا یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے مومنوں کے دلوں میں مودت و محبت پیدا ہوتی ہے، جیسے ارشادِ الہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا﴾ [مریم: ۹۶]  
 ”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، عنقریب ان کے لیے رحمان محبت پیدا کر دے گا۔“

نیک نامی اور اچھی شہرت بھی عملِ صالح کا ایک بدلہ ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَآتَيْنَاهُ أَجْرًا فِي الدُّنْيَا﴾ [المنکبوت: ۲۷]

”اور ہم نے اسے اس کا اجر دنیا میں دیا۔“

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آخرت کی سعادت کے ساتھ ہی ہوئی دنیا کی سعادت عطا فرمادی اور اسی دنیاوی سعادت کے نتیجے میں انھیں دنیا میں خوشگوار اور وسیع رزق نصیب ہوا، کشادہ منزل، شیریں چشمہ، ثنائے جمیل اور اچھی شہرت عطا ہوئی، چنانچہ ہر شخص ابراہیم علیہ السلام سے محبت کرتا ہے اور ان سے دوستی کرتا ہے۔

عملِ صالح کا ایک بدلہ غموں کا دور ہونا بھی ہے۔ فرمانِ الہی ہے:

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۵۰۲)

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾

[الطلاق: ۲، ۳]

”اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔“

اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے:

«إِن طَلَّقَ ثَلَاثَ نَفَرٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَتَّىٰ آوَاهُمْ الْمَيْبُتِ إِلَىٰ عَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْعَارُ، فَلَمْ يُنْقِذْهُمْ إِلَّا تَوَسَّلَهُمْ إِلَى اللَّهِ بِأَعْمَالِهِمُ الصَّالِحَةِ»<sup>(۱)</sup>

”پہلے دور کی بات ہے کہ تین آدمی سفر پر روانہ ہوئے، رات گزارنے کے لیے وہ ایک غار میں داخل ہوئے، پہاڑ کے اوپر سے ایک بھاری پتھر لڑھکتا ہوا آیا اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا، تو انھیں اس مصیبت سے اپنے نیک اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بنانے نے نجات بخشی۔“

اسلامی بھائیو! خیر و بھلائی کے وہ کام جو تم اپنی آخرت کا ذخیرہ بنا چکے ہو، انھیں تسلسل سے جاری رکھو، عملِ صالح پر ہمیشگی کے ذریعے تم نے جو فضیلت و مقام حاصل کیا ہے، اس کی حرص اور لالچ قائم رکھو اور ان اعمالِ صالحہ کا پیش خیمہ ان عبادات: نماز، زکات، روزے اور حج کو بناؤ اور یہی عبادات اسلام کے وہ ارکان ہیں، جن میں کاملی اور سستی کا مظاہرہ کرنا، مطلق طور پر جائز ہے اور نہ ہی انھیں کم اہم اور بے وقعت سمجھنا جائز ہے۔

عملِ صالح کا وسیع دائرہ کار:

عملِ صالح مقرر عبادات اور مخصوص میدانوں میں محدود نہیں ہے، بلکہ یہ ایک وسیع دائرہ کار ہے اور اس کے مفہوم میں بہت زیادہ کام شامل ہیں۔ چنانچہ جس شخص نے مسجد بنائی یا مدرسے اور سکول کی داغ بیل ڈالی، ہسپتال قائم کیا، یا اس نیت سے کارخانہ اور فیکٹری بنائی، تاکہ امت کی ضروریات پوری ہوں تو یہ تمام کام کر کے اس نے انمالِ صالحہ ہی بجالائے اور اسے ان اعمال پر

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۲۷۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۴۳)

اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔

جس شخص نے کسی فقیر کی غم خواری کی، کسی یتیم کی کفالت کی، جس نے کسی بیمار کی عیادت کی، کسی ڈوبتے کو بچایا، کسی حاجت مند، مصیبت زدہ کی مدد کی، کسی تنگ دست کو مہلت دی اور کسی گمراہ کی راہنمائی کی تو اس نے ایک عملِ صالح ہی کیا۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ»<sup>①</sup> ”ہر معروف اور نیکی صدقہ ہے۔“

ہر وہ عمل جس سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھائیں تو اس عمل کو سرانجام دینے والے کو اس پر اجر و ثواب ملتا ہے اور اس کا وہ عمل اعمالِ صالحہ میں سے شمار ہوتا ہے۔ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک بھی عملِ صالح ہے، دیکھو تو! ایک آدمی نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دیا، اللہ عزوجل نے اس کے اس معمولی عمل کی قدر کرتے ہوئے اسے بخش دیا۔<sup>②</sup> تنگ دستوں کو مہلت دینا اور ان سے بوجھ ہلکا کرنا بھی عملِ صالح ہے۔ درخت لگانا اور لوگوں کے راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی ایک نیک عمل ہے۔ سچی نیت کے ساتھ معاشرے کی عام خدمت کرنا اور عام مسلمانوں کی ضروریات کا پاس لحاظ کرنا بھی اعمالِ صالحہ میں شمار ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلَى ظَهْرِ طَرِيقٍ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَأُنْحِنَنَّ هَذَا عَنِ الْمُسْلِمِينَ لَا يُؤْذِيهِمْ، فَأَدْخَلَ الْجَنَّةَ»<sup>③</sup>

”ایک آدمی راستے میں رکاوٹ بننے والی ایک درخت کی شاخ کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! بلاشبہ میں ضرور اسے مسلمانوں سے دور کروں گا تاکہ وہ انھیں تکلیف نہ پہنچائے تو وہ (اس عملِ صالح پر) جنت میں داخل کر دیا گیا۔“

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

«الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً» ”ایمان کے ستر سے اوپر شعبے اور درجے ہیں۔“

نیز اسی حدیث میں ہے:

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۰۲۱)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۷۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲۴۴)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۴۷۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۹۱۴)



﴿أَذْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ﴾<sup>(۱)</sup>

”ایمان (کا) کم از کم درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے۔“

کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو:

انسان پر لازم ہے کہ وہ کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھے، خیر و بھلائی کا کام خواہ چھوٹا ہی ہو، اسے حقیر نہ جانے۔ اللہ رحیم و کریم تو ذرے کے برابر نیکی پر بھی اجر و ثواب عطا کرتا ہے، چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ [الزلزال: ۷]

”تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا، اسے دیکھ لے گا۔“

اور حدیث میں آیا ہے:

﴿لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْفَىٰ أَخَاكَ بِوَجْهِ طَلْقِي﴾<sup>(۲)</sup>

”نیکی کے کسی کام کو ہرگز حقیر اور چھوٹا نہ سمجھو اگرچہ وہ عمل اپنے (مسلمان) بھائی کو خندہ

پیشانی سے ملنا ہی ہو۔“

عاجز و در ماندہ شخص کا عمل صالح:

جب کسی شخص کو تنگ دستی عاجز و در ماندہ کر دے، در آنحالیکہ وہ عمل صالح کا بہت خواہش مند اور مشتاق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کی وسعت اور طاقت کے مطابق خیر کے راستے کھول دے گا اور اسے بھلائی کے میدانوں میں اتار دے گا۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، قَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفِ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ، وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ﴾<sup>(۳)</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۹) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۵)

② صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۲۱)

③ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۴۴۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۸۸)

”ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا نبی اللہ ﷺ! جو شخص استطاعت نہ رکھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے اور اس سے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، انھوں نے پھر دریافت کیا: اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کسی شکستہ دل حاجت مند کی مدد کرے۔ انھوں نے پھر سوال کیا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نیکی کرے اور گناہ سے رک جائے، اس کے لیے یہی صدقہ ہے۔“

### عملِ صالح کا وسیع دائرہ کار:

ہر شخص جو امت کی فلاح اور بہتری کے لیے جو مشن سرانجام دے رہا ہے، وہ عملِ صالح ہی تو کر رہا ہے۔ مصنف اور لکھاری اپنے اصلاح کرنے والے قلم کے ساتھ، طبیب اور ڈاکٹر اپنی نفع مند ادویات کے ساتھ، محقق اپنے میدان میں، کسان اپنی زراعت میں، معلم و مدرس اپنے طلبہ کے سامنے کھڑا ہو کر اور وہ مسئول و ذمہ دار جو اس امانت کو ادا کر رہا ہو، جس کا اسے امین و ذمہ دار بنایا گیا ہے، الغرض یہ سارے ہی لوگ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور ان کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔

### عملِ صالح میں مستقل مزاجی:

برادرانِ اسلام! مسلسل عملِ صالح بجالانا اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اعمال میں سے ہے، جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ارشادِ الہی ہے:

«وَمَا تَقْرَبُ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ»<sup>①</sup>

”اور میرا بندہ کسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا جو چیز مجھے اس عمل سے

زیادہ پسند ہو جو میں نے اس پر فرض کیا ہے۔“

خود رسول اللہ ﷺ کی سیرت و طریقہ بھی اعمالِ صالحہ پر مداومت و پیوستگی کرنا تھا، چنانچہ سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا عَمَلَ عَمَلًا أُثْبِتَهُ، وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۵۰۲)

مَرِيضٌ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رُكْعَةً<sup>(۱)</sup>

”رسول اللہ ﷺ جب کوئی عمل کرتے تو اس پر مداومت و بیٹنگی کرتے، جب آپ ﷺ رات کی نماز سے سوئے رہ جاتے یا بیمار پڑ جاتے تو اس کے بدلے دن کے وقت بارہ رکعت نماز ادا فرماتے۔“

مداومت کے فوائد و ثمرات:

اللہ کے بندو! اعمالِ صالحہ کی پابندی کرنا اور انہیں برقرار رکھنا یعنی دل کا اپنے خالق کے ساتھ تعلق اور رشتہ جوڑ کر رکھنا، یہ ان اعمال میں سے ہے جو انسان کو قوت، ثبات اور اللہ عزوجل کے ساتھ تعلق جیسی نعمت سے نوازتا ہے۔ بعض اہل علم نے پابندیِ اعمال کے اس اثر کو ان حکمتوں میں شمار کیا ہے، جن کی وجہ سے مطلق اور بعض احوال کے ساتھ مقید اذکار کو مشروع قرار دیا گیا ہے۔ اعمالِ صالحہ کی پابندی کرنے کے ساتھ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت ثابت ہو جاتی ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴾ [البقرة: ۲۲۲]

”بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور ان سے محبت کرتا ہے جو بہت پاک رہنے والے ہیں۔“

عملِ صالح کا تسلسلِ سختیوں سے نجات کا ایک سبب ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« يَا غُلَامُ! إِنِّي أَعْلِمُكَ كَلِمَاتٍ: إِحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظَكَ، إِحْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّحَاءِ يَعْرِفَكَ فِي الشَّدَةِ<sup>(۲)</sup> »

”اے لڑکے! بے شک میں تجھے چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں، اللہ (کے احکام) کی حفاظت کر، اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا، اللہ (کے دین) کی حفاظت کر تو (مشکل کی ہر گھڑی میں) اُسے اپنے سامنے پائے گا، خوشحالی میں اسے اپنی واقفیت کرا تو سختی کے

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۶۷)

(۲) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۶۱۵)

دنوں میں وہ تیری دیکھ بھال کرے گا۔“

اعمال صالحہ کی پابندی انسان کو بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ  
وَالْمُنْكَرِ ﴾ [المنكيات: 45]

”اس کی تلاوت کر جو کتاب میں سے تیری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کر، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔“

عمل صالح کو برقرار رکھنا خطائیں اور گناہ مٹانے کا ایک سبب اور ذریعہ ہے۔ صحیح بخاری اور

صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِيَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، هَلْ يَبْقَىٰ مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟! قَالُوا: لَا، قَالَ: فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَاةِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا ۝۱۱ »

”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں غسل کرتا ہو تو کیا اس پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی یہی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہ مٹا دیتا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ ۝۱۲ »

”جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ“ (اللہ پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ) پڑھا تو اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔“

عمل صالح کی پابندی اور تسلسل انسان کے حسنِ خاتمہ کا باعث بنتا ہے، وہ اس طرح کہ

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۲۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۷۷)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۴۰۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۹۱)

بلاشبہ مومن جس طرح نافرمانیوں اور برائیوں سے رک کر سبر کرتا ہے، اسی طرح وہ اللہ عزوجل سے اجر و ثواب کی امید باندھتے ہوئے اطاعات بجا لا کر صبر کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس پر اس کا دل مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ خیر و بھلائی کے کاموں پر عزم بالجزم کر لیتا ہے، چنانچہ وہ نیکی کے ان کاموں کو بجا لانے اور گناہوں سے رکے میں اپنے نفس سے مجاہدہ کرتا ہی رہتا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے حسنِ خاتمہ کی توفیق دے دیتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يُغِيثُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَ يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ﴾ [ابراہیم: ۲۷]

”اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، پختہ بات کے ساتھ خوب قائم رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔“  
نیز ارشادِ الہی ہے:

﴿وَ الَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾

[العنکبوت: ۶۹]

”اور وہ لوگ جنہوں نے ہمارے بارے میں پوری کوشش کی، ہم ضرور ہی انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بلاشبہ اللہ یقیناً نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

اعمالِ صالحہ پر مداومت و پیوستگی اختیار کرنا حسابِ آخرت میں آسانی اور اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے سے تجاوز کرنے کا سبب اور باعثِ نعتی ہے۔ سیدنا حذیفہ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما ایک جگہ اکٹھے ہوئے تو سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

«رَجُلٌ لَّقِيَ رَبَّهُ فَقَالَ: مَا عَمِلْتُ؟ قَالَ: مَا عَمِلْتُ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ رَجُلًا ذَا مَالٍ فَكُنْتُ أُطَالِبُ بِهِ النَّاسَ، فَكُنْتُ أَقْبَلُ الْمَيْسُورَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمَعْسُورِ، فَقَالَ: تَجَاوَزُوا عَنْ عَبْدِي»<sup>①</sup>

” (قیامت کے دن) ایک آدمی اپنے رب تعالیٰ سے ملا تو اس نے پوچھا: (اے میرے بندے!) تو نے (دنیا میں) کیا عمل کیا؟ اس نے کہا: میں نے کوئی بھلا کام تو نہیں کیا،

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۰۷۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۵۶۰)

سوائے اس کے کہ میں ایک مال دار آدمی تھا تو میں جب لوگوں سے اپنے مال کا مطالبہ کرتا تو جتنا وہ آسانی سے دے پاتے، اتنا لے لیتا اور جتنا ان پر مشکل ہوتا، اسے معاف کر دیتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے میرے فرشتو!) میرے بندے سے درگزر کرو۔“  
حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی فرماتے سنا ہے۔  
اللہ تعالیٰ نے اسے اس وجہ سے معاف کر دیا کہ وہ تسلسل کے ساتھ اللہ کے بندوں سے درگزر کرتا تھا۔

عملِ صالح کی پابندی انسان کو اس دن اللہ عزوجل کے عرش کا سایہ دلانے کا باعث بنے گی، جس دن اس کے سایے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ امام بخاری۔ رحمہ اللہ الباری۔ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ مُلْتَقٍ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالَ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالَهُ مَا تُنْفِقُ بَيْمِينَهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ»<sup>①</sup>

” (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سات قسم کے آدمیوں کو اپنے سایے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: ① عادل امام، ② وہ نوجوان جو اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہا، ③ وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ وابستہ ہے، ④ وہ دو آدمی جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اسی بنا پر ملتے اور اسی پر جدا ہوتے ہیں، ⑤ وہ آدمی جسے منصب و جمال والی عورت نے گناہ کی دعوت دی، مگر اس شخص نے کہا: بلاشبہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، ⑥ وہ آدمی جس نے اتنا مخفی صدقہ کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی کچھ خبر نہ ہوئی کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کر رہا ہے، ⑦ وہ آدمی جسے تنہائی میں اللہ کی یاد آئی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔“

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۶۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۳۱)

## اعمالِ صالحہ کی درجہ بندی:

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمالِ صالحہ کے درجات میں بہت زیادہ فرق ہے، ایمان کے بعد ان کے اعلیٰ درجات میں سے فرائض کو ادا کرنے اور محارم سے اجتناب کرنا ہے اور اعمالِ صالحہ کے ادنیٰ درجات میں سے کلمہ طیبہ اور راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، حدیث میں آتا ہے:

«إِنَّ قِيَمَةَ الْمَحَارِمِ تَكُونُ أَعْبَدَ النَّاسِ»<sup>①</sup>

”محارم سے اجتناب کرو تم لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔“

بعض سلف کا کہنا ہے: ”اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں میں سے ایک ذرے کے برابر کوئی چیز ترک کر دینا عبادت کے بلند ڈھیروں سے بہتر ہے۔“

جنت کا داخلہ اعمالِ صالحہ سے نہیں رحمتِ الہی سے ہے:

اللہ تعالیٰ انسان کو جتنے بھی نیک اعمال کرنے کی توفیق دے دے، بہر حال وہ اس حد کو پہنچنے والے نہیں ہیں کہ وہ ان کے ذریعے اس جنت میں داخل ہونے کے قابل بن جائے، جس جنت کی چوڑائی آسمانوں و زمین کے برابر ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بخت بندوں کو محض اپنی رحمت، فضل، احسان اور جود و کرم کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

«سَدِّدُوا وَقَارِبُوا، فَإِنَّهُ لَا يَدْخِلُ أَحَدًا الْجَنَّةَ عَمَلُهُ، قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَّعَمِدَنِي اللَّهُ بِمَغْفِرَةٍ وَرَحْمَةٍ»<sup>②</sup>

”درستی کے ساتھ عمل کرتے رہو، میانہ روی اختیار کرو، بلاشبہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ مجھے ڈھانپ لے۔“

## اعمالِ صالحہ کا اخروی بدلہ:

اللہ کے بندو! آخرت میں عملِ صالح کی جزا عظیم الشان نعمتیں اور دائمی اجر و ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۳۰۵)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۶۴۶۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۱۸)

نے ہمیشگی کے گھر جنت میں مومنین اور صالحین کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں،

کسی کان نے سنا نہیں اور کسی بشر کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں گزرا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأَتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ [البقرة: ۲۵]

”اور ان لوگوں کو خوش خبری دے، دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ بے شک ان کے لیے ایسے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جب کبھی ان سے کوئی پھل انہیں کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا اور وہ انہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا اور ان کے لیے

ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

نیز فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ ۖ جَنَّاتٍ عَرْضُهَا تُجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّىٰ﴾ [طہ: ۷۵، ۷۶]

”اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں، جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہمیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے، اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔“

جن اعمال کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے:

اللہ کے بندو! میں تمہیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ انسان ایک طویل زندگی بسر کرتا ہے، اس حیاتِ فانی کے دوران وہ بہت سے نیک اعمال بجا لاتا ہے، پھر جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال درج کیے جانے والے رجسٹر پلیٹ دیے جاتے ہیں، اب وہ اپنی ان نیکیوں میں کسی اضافے اور اپنے گناہوں میں کسی کمی کی طاقت نہیں رکھتا، الا یہ کہ اس نے کچھ ایسے اعمال سرانجام دیے ہوں، جن کے اثرات اس کی موت کے بعد بھی باقی رہیں تو ان اثرات کی وجہ سے اس کی نیکیوں میں تجدید و اضافہ ہوتا رہتا ہے، جیسے اس نے علم کی تعلیم



دی، یا کوئی کتاب تصنیف کی یا اس نے مسجد یا مدرسے یا ہسپتال وغیرہ کی عمارت تعمیر کروائی، اس مضمون کو بیان کرنے والی روایت امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

« إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ »<sup>①</sup>

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین کاموں کے سوا اس کا اعمال کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے، وہ تین کام یہ ہیں: ① صدقہ جاریہ، ② وہ علم جس سے استفادہ کیا جائے، ③ اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

« إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ، عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ، أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ، يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ »<sup>②</sup>

”بلاشبہ مومن کو اس کی وفات کے بعد نیک اعمال پہنچتے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہیں: وہ علم جس کی تعلیم دی اور اسے پھیلایا، نیک اولاد جو پیچھے چھوڑی، قرآن مجید کا نسخہ جو وراثت میں چھوڑا، مسجد جو اس نے تعمیر کی، مسافر خانہ جو اس نے قائم کیا، نہر جو اس نے جاری کی یا صدقہ جو اس نے اپنی زندگی میں صحت و تندرستی کی حالت میں نکالا، ان سب چیزوں کا اجر و ثواب اس کی موت کے بعد اسے ملتا رہتا ہے۔“

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۶۳۱)

② سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۲۴۲)

## حج کے بعد ہمارا طرزِ عمل

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، کیوں کہ اس کا تقویٰ سب سے زیادہ نفع آور مال ہے اور اس کی معصیت و نافرمانی سے بچو، کیونکہ جس نے احکامِ الہیہ میں کوتاہی برتی وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٦٧﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ  
وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٦٨﴾

[الأحزاب: ٧٠، ٧١]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سیدھی بات کہو، وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہیں تمہارے گناہ بخش دے گا، جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ عظیم کامیابی پا گیا۔“

شرفِ عبودیت:

مسلمانو! بندے کا اپنے رب کی عبادت کرنا، اس کے خشوع و خضوع کی علامت، اس کے صدق کی دلیل، اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا عنوان، اس کے لیے شرف اور باعثِ عزت و فخر ہے۔ عبودیت و بندگی بلند ترین مقام اور اعلیٰ ترین مقصد و غایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تمام مراتب و مقامات کو چھوڑ کر اسی مقامِ عبودیت کو اختیار فرمایا تھا، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر بیٹھے تو آسمان کی طرف نگاہ کی، دیکھا کہ ایک فرشتہ نازل ہو رہا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

”جب سے یہ فرشتہ پیدا کیا گیا ہے، یہ کبھی زمین پر نازل نہیں کیا گیا۔“

جب وہ فرشتہ آیا تو کہنے لگا:

”اے محمد ﷺ! مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے (اور پوچھا ہے کہ) آپ کو بادشاہ نبی بننا پسند ہے یا بندہ رسول؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں: ”اے محمد ﷺ! اللہ کے سامنے تواضع سے کام لیں۔“

تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«بَلْ عَبْدًا رَسُولًا»<sup>(۱)</sup> ”میں بندہ رسول بننا پسند کرتا ہوں۔“

حج... ایک عظیم عبادت:

مسلمانو! گذشتہ چند دنوں کے دوران میں حجاج کرام نے ایک عظیم عبادت ادا کی ہے جو قرب الہی حاصل کرنے کا ایک عظیم ذریعہ ہے۔ میقات پر پہنچ کر انہوں نے اللہ کے لیے سلعے ہوئے کپڑے اتار دیے اور میدانِ عرفات میں انکے رخسار توبہ کے آنسوؤں سے تر ہو گئے، وہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر شرمندہ تھے، تمام زبانوں میں ہر آواز ہی اللہ کے سامنے اپنے فقر و ناداری کا اظہار کر رہی تھی۔ پھر میدانِ عرفات سے لوگ رات گزارنے کے لیے مزدلفہ پہنچ گئے اور دن چڑھنے پر لوگ وہاں سے حمرات کی رمی کے لیے روانہ ہو گئے۔ رمی کے بعد انہوں نے کعبہ شریف کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی بھی کی اور زندگی کے عمدہ ترین سفرِ حج کے دوران میں یہ سب عبادات بجا لائیں، جبکہ یہ سفر سب سے زیادہ پر لطف سیر و سیاحت بھی تھا۔ اس کے بعد حجاج کرام اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کو پا کر خوشی خوشی واپس لوٹ آئے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾ [یونس: ۵۸]

”کہہ دیجیے کہ یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی، اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے، یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔“

یہ ساری دنیا سے بہتر ہے اور اس کی تمام دولتوں اور مال و متاع سے بھی بہتر ہے جو محض خواب و خیال ہے اور اس کا انجام زوال ہے، پھر دنیا کا یہ مال قلیل آفات کا نشانہ ہے۔ حجاج کرام کو ان کا حج مبارک ہو، عبادت گزاروں کو ان کی عبادت اور محنت و کوشش مبارک ہو، انہیں اپنے

(۱) مسند احمد (۲/۲۳۱)

بارے میں نبی مکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی مبارک ہو جو آپ ﷺ اپنے رب سے بیان کرتے ہیں:

« إِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ إِلَيَّ شَيْبًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِذَا تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَإِذَا أَتَانِي نَسِيًا أَتَيْتُهُ هَرَوَلَةً ① »

”جب میرا بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ (بازو) جتنا بڑھتا ہوں اور جب وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر بڑھ کر آتا ہوں اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔“

### شکرانِ نعمت:

بیت اللہ کے حج سے شرف یاب ہونے والو! اللہ کے احسانات پر اس کا شکر کرو اور اس کی نعمتوں اور عطاؤں پر اس کی حمد و ثنا بیان کرو۔ اس نے تمہیں بے حساب دیا، لا انتہا عطاؤں سے نوازا اور اپنے فضل و کرم کی انتہا کر دی۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَوِّنَ اللَّهُ ﴾ [النحل: ۵۳]

”جو نعمتیں تمہیں حاصل ہیں، یہ سب اللہ ہی کی دین ہیں۔“

نیز فرمایا:

﴿ وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَعَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [النحل: ۱۸]

”اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو نہ کر پاؤ گے، بے شک اللہ بہت بخشنے والا

اور بڑا مہربان ہے۔“

حجاج کرام! اللہ تعالیٰ سے اچھی چیز کے حصول کا حسن ظن رکھو، اس کی خیرات کی امید رکھو، اپنے حج کے قبول ہونے کی اللہ سے قوی امید رکھو اور سابقہ گناہوں کی مغفرت و بخشش کی توقع رکھو۔

ایک حدیثِ قدسی میں ارشادِ الہی ہے:

﴿ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي ② ﴾

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۵۳۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۷۵)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۷۴۰۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۷۵)

”میں اپنے بندے کے اپنے بارے میں کیے گئے ظن و گمان کے مطابق ہی پورا اترنے والا ہوں۔“  
سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا:

«لَا يَمُوتُنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ»<sup>①</sup>  
”تم میں سے کوئی شخص بے یقینی کی حالت میں نہ مرے بلکہ اللہ سے مکمل حسن ظن ہونا چاہیے۔“

مستدرک حاکم میں مروی ہے:  
«حُسْنُ الظَّنِّ بِاللَّهِ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ»<sup>②</sup>  
”اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنا بھی حسن عبادت ہے۔“

### عبادات کا تحفظ:

مسلمانو! بیت الحقیق کا حج کرنے والو! تم دور دراز سے آئے ہو اور ہر طرف سے آپ لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی اعلان پر لیک کہا ہے۔ اب آپ لوگ حج و عمرہ جیسی عبادت مکمل کر چکے ہیں اور مناسک و شعائر ادا کر کے فارغ ہو گئے۔ اب آپ لوگ اپنے اپنے وطن لوٹنے کی تیاری کر رہے ہیں، اس عظیم فریضے کو ادا کر کے اور ان سب مشقتوں کو اٹھانے کے بعد اب آپ کو اپنے اس عمل کا تحفظ بھی کرنا ہوگا، ورنہ یہ سب کچھ ضائع ہو جائے گا، جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ مَّحَدٍ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا﴾ [النحل: ۹۲]

”تم اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنی محنت سے خوب مضبوط سوت کات لینے کے بعد اسے توڑ کر ریشہ ریشہ کر دیا۔“

وہ عورت احمق ہے، بے عقل اور کوڑ مغز ہے جو صبح و شام محنت کر کے اون کاتے اور جب وہ خوب مضبوط دھاگے کی شکل میں تیار ہو جائے تو اسے ریشہ ریشہ کر دے اور تیار ہو چکنے کے بعد اسے کاٹ دے اور اپنی محنت سے تھکاوٹ و مشقت کے سوا کوئی فائدہ نہ اٹھائے۔ خبردار! تم بھی اس

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۷۷)

② مسند أحمد (۲/۳۹۷) سنن أبي داود، رقم الحدیث (۴۹۹۳)

عورت کی طرح نہ ہو جانا کہ اپنے ہی ہاتھوں سے نیکیوں کی تعمیر کردہ عمارت کو مسمار کرنے لگ جاؤ اور اپنے جمع کردہ اعمال کو برباد کر لو اور اپنے ہاتھوں سے اس کو توڑ دو۔

### نئے صفحہ حیات کا آغاز:

حجاج بیت العتیق! آپ لوگوں نے اب اپنی زندگی کے ایک نئے صفحے کا آغاز کیا ہے، جو گناہوں سے پاک و صاف ہے۔ حج کر لینے کے بعد آپ نے پاک و صاف لباس پہن لیا ہے، اب رسوا کن افعال، تباہ کن حرکات اور برے اعمال سے بچ کر رہنا۔ وہ نیکی کتنی ہی اچھی ہوتی ہے جس کے پیچھے بھی نیکی ہی لگائی جائے۔ نیکی کے بعد برائی میں لگ جانا کتنا برا کام ہے۔ مسلمانو! حجِ مبرور اور حجِ مقبول کی کچھ علامتیں اور نشانیاں ہیں۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: حجِ مبرور کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ”تم حج کے بعد دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں دلچسپی لینے والے بن کر لو۔“ آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ کا حج آپ کو ہلاکت کے مقامات سے بچانے والا بن جائے، ایسے ہی وہ آپ کے لیے مزید اعمالِ صالحہ کا باعث بنے اور یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مومن کے لیے موت آنے تک عملِ صالح کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

مسلمانو! کیا ہی خوب ہو کہ حاجی حج کر کے اپنے اہل و عیال اور وطن کی طرف لوٹے تو وہ پہلے سے اچھے اخلاق و عقل اور سلوک و کردار والا ہو، اس میں تمام پسندیدہ عادات پیدا ہو چکی ہوں۔ وہ جب واپس لوٹے تو اپنے گھر والوں کے لیے حسن معاملہ والا ہو، اپنے بچوں کے لیے کریمانہ عادات والا ہو، پاک دل اور منج حق و عدل کا پیروکار ہو، اس کے ظاہر کی نسبت اس کے باطن میں خیر و بھلائی زیادہ ہو اور اس کے ظاہر سے اس کا باطن زیادہ خوبصورت ہو، جو شخص ان صفات کا مالک ہو کر حج سے واپس لوٹا، اس نے حقیقی معنوں میں حج، اس کے اسرار اور دروس و آثار سے استفادہ کیا۔

### توحید اور حقوقِ الہی:

مسلمانو! حاجی کے تلبیہ شروع کرنے سے لے کر حج کے تمام مناسک و اعمال مکمل کرنے تک اس کا ہر عمل اسے اللہ کا پتا دیتا ہے، اس کے حقوق کی یاد تازہ کرتا اور اس کی الوہیت کے خصائص بیان کرتا اور بتاتا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ ہر عمل اسے یہ بتاتا اور یاد دلاتا ہے کہ وہ یکتا و تنہا ہے جس کے سپرد ہم نے اپنے نفس کو کرنا ہے اور جس کی طرف رخ کرنا ہے، وہ بے

نیاز ہے جو ساری مخلوقات کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے، ناپسندیدہ چیزوں سے انھیں اپنی پناہ دیتا ہے اور مشکلات و مصائب کے وقت ان کی مدد کرتا ہے، اس کے بعد کسی حاجی کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ان عبادات اور حقوق اللہ یعنی استعانت و مددِ طلبی، ذبح و قربانی اور نذر وغیرہ کسی غیر اللہ کے لیے بجا لائے؟ جو شخص حج کر کے بھی ایسے شریکِ افعال اور قبیح اعمال سے باز نہیں آتا اس کا حج بھی کیا ہے؟

**ضعیف الاعتقادی:**

مسلمانو! اس شخص کا حج کیا ہے جو واپس لوٹ کر شعبہ بازوں اور جادوگروں کے پاس جاتا ہے اور فال نکالنے، ستارہ شناسی کرنے اور علم نجوم کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس جا ٹکلتا ہے؟ درختوں سے تیرک حاصل کرتا پھرتا ہے؟ پتھروں کو چھوتا اور تعویذ گندے کرواتا اور باندھتا ہے؟ مسلمانو! اس شخص پر حج کا کیا اثر ہوا جو حج کے بعد آکر نمازوں کو ضائع کرتا ہے؟ زکات ادا نہیں کرتا؟ سود خوری و رشوت ستانی کرتا ہے؟ منشیات بیچتا اور استعمال کرتا ہے؟ قطع رحمی کرتا اور ہلاکت خیز گناہوں کا ارتکاب کرتا پھرتا ہے؟

حجاج بیت اللہ مسلمانو! جنھوں نے دورانِ حج احرام کی پابندیوں کو نبھایا! بعض پابندیاں ہمیشہ کے لیے بھی ہیں، جو ساہا سال اور عمر بھر کے لیے ہیں، ان کی خلاف ورزی کرنے سے بلکہ ان کے نزدیک آنے سے بھی بچو، کیونکہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

الظَّالِمُونَ ﴾ [البقرة: ۲۲۹]

”یہ اللہ کی بنائی ہوئی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔“

**مغربی افکارِ باطلہ:**

مسلمانو! اے وہ شخص جس نے اوامع حج میں اللہ تعالیٰ کی ندا پر لبیک کہا! اب تم کسی ایسی دعوت، اصول، مذہب یا ندا پر کیسے لبیک کہو گے جو اللہ کے دین اور اس کی شریعت کے سراسر منافی ہے؟ جس نے حج میں ندائے الہی پر لبیک کہا، وہ اب شریعتِ الہیہ کے سوا کسی دوسرے قانون سے کیسے فیصلے کروائے گا؟ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے حکم کی اطاعت کیسے کرے گا؟ اس کے پیغام کے

سوا کسی دوسرے پر کیسے رضا مند ہوگا؟ جس نے حج میں اللہ کی آواز پر لبیک کہا، اسے چاہیے کہ باقی تمام جگہوں اور ہر وقت اللہ کے احکام و اوامر پر لبیک کہے، وہ چاہے جہاں بھی جا رہا ہو، تعمیلِ ارشاد میں لمحہ بھر بھی تڑو نہ کرے، بلکہ پورے خشوع و خضوع کے ساتھ سمع و طاعت کا مظاہرہ کرے۔

اللہ کے بندے! اے وہ شخص! جس نے اپنی ساری زندگی ہی معصیت و گناہ میں گزار دی ہے، اے وہ شخص! جس نے خیر و برکت اور فضل و رحمت کے تمام مواسم و اوقات لہو و لعب اور منکرات میں برباد کر دیے ہیں۔ آپ نے حجاج کرام، عمرہ کرنے والوں اور عبادت گزاروں کے قافلے نہیں دیکھے؟ آپ نے احرام باندھنے لوگوں کو تمام ملبوساتِ فاخرہ سے دست بردار ہوتے نہیں دیکھا؟ کیا آپ نے لوگوں کو دست بہ دعا اور توبہ کے آنسو بہاتے نہیں پایا؟ کیا آپ نے تلبیہ و تکبیر اور لا الہ الا اللہ کہنے والوں کی آوازیں نہیں سنی؟ آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ پر دنیا کے بہترین دن گزر گئے ہیں، مگر آپ ہیں کہ حرص و ہوا کے پھندے ہی میں جکڑے پڑے ہیں!؟

باز آ، باز آ:

اے شب و روز گناہوں میں لت پت پھرنے والے اور یہ رٹ لگائے جانے والے کہ میں آج یا کل توبہ کر لوں گا! اے وہ شخص! جس کا دل حرص و ہوا، جہالت اور خواہشاتِ نفس میں جکڑا ہوا ہے، اس رات کو یاد کرو، جو شمشیں اکیلے ہی قبر میں گزارنی پڑے گی۔ جب تک تمہارے پاس مہلت ہے، فوری طور پر تائب ہو کر عمل میں لگ جاؤ۔ وقت کی ڈور ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے پہلے تلافیِ مافات کر لو کہ اللہ دن کو اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات کو برائی کرنے والا توبہ کر لے اور رات کو بھی ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کر لے۔

استقامت:

اے مسلمان! جس نے شب و روز طرح طرح کی عبادات میں گزارے ہیں۔ اسی راہ پر استقامت اختیار کر لو اور مسلسل عمل کیے جاؤ، کیونکہ آپ مستقل اقامت میں نہیں بلکہ عارضی ٹھکانے یا رہائش میں ہو، نمود و نمائش اور ریاکاری سے بچو، بعض دفعہ کسی معمولی کام کو نیک نیتی عظمت نشاں بنا دیتی ہے اور کبھی بہت بڑے کام کو بد نیتی و ریاکاری حقیر و معمولی بنا کر رکھ دیتی ہے۔

بعض سلف صالحین کا کہنا ہے:



”جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کا عمل تکمیل پذیر ہو، اسے چاہیے کہ وہ اپنی نیت کو صاف کرے۔“

عدم قبولیت کا خطرہ:

اس بات کا ڈر بھی دل میں رہنا چاہیے اور یہ دھڑکا لگا رہنا چاہیے کہ معلوم نہیں میرا عمل قبول بھی ہوگا یا نہیں؟ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا جس میں ارشاد الہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا رِقْلًا وَيُحِبُّونَهُمْ وَجِلَّةٌ﴾ [المؤمنون: ٦٠] فَقُلْتُ: أَهْمُ الَّذِينَ يَسْرُبُونَ الْحَمْرَ وَيَسْرِقُونَ؟ فَقَالَ: «لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ، وَلَكِنَّهُمْ الَّذِينَ يَصُومُونَ وَ يُصَلُّونَ وَ يَتَصَدَّقُونَ وَهُمْ يَخَافُونَ أَنْ لَا تُقْبَلَ مِنْهُمْ» ﴿أَوْ لَيْتَكَ يَسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سِقُونٌ﴾ [المؤمنون: ٦١]

”اور وہ لوگ جن کا یہ حال ہے کہ وہ دیتے ہیں اور جو کچھ بھی دیتے ہیں اور ان کے دل (عدم قبولیت کے خیال سے) کانپتے رہتے ہیں۔“ میں نے عرض کی: کیا ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اے صدیق (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی! نہیں، بلکہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور ساتھ ہی وہ اس بات سے بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو ہمارے یہ اعمال قبول نہ ہوں۔“ (اور پھر یہ آیت پڑھی، جس میں ارشاد الہی ہے): ”یہی وہ لوگ ہیں جو خیر و بر کے کاموں میں جلدی کرتے اور ان میں سبقت لے جاتے ہیں۔“

اللہ والو! ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذہن میں رکھو:

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ [المائدة: ٢٧]

”اللہ اہل تقویٰ ہی سے عمل قبول کرتا ہے۔“

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس کا تقویٰ اس دنیا میں بہترین زاویہ راہ ہے اور آخرت میں

(۱) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۳۱۷۵) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۴۹۸)

اچھے انجام کا ضامن ہے۔ یہ بات خوب سمجھ لو کہ یہ دنیا کھیل کا میدان ہے۔ جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے وہ فوز و فلاح پا گئے اور جو لوگ پیچھے رہ گئے وہ ناکام ہو گئے۔ اللہ اس بندے پر رحم کرے، جو دیکھے تو گہری نظر سے فکر کرے اور جب فکر کرے تو اس سے عبرت حاصل کرے اور تکلیف آئے تو صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور حق پر صبر صرف وہی کرتا ہے، جو اس کی فضیلت اور آخرت میں اس کے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [ہود: ۹] ”یقیناً اچھا انجام تو اہل تقویٰ کے لیے ہے۔“

اللہ کے بندو! تم دنیا میں موت کا نشانہ اور بلاؤں کا ٹھکانہ ہو۔ سلف کے رخصت ہونے کے بعد اب تم خلف ہو، کل تم چلے جاو گے اور بعد میں آنے والوں کے سلف بن جاو گے۔ اپنی عمر اور زندگی کے زمانے کو غنیمت سمجھیں، اپنے نفس کے ساتھ محنت کریں، کیوں کہ محنت ہی عبادت گزاروں کا مال ہے۔ یہی دنیا سے بے رغبت زاہدوں کا اس المال ہے، اس پر نفوس کی صلاح و اصلاح کا دار و مدار ہے۔ صبح و شام اور اندھیرے میں کچھ وقت عمل کرتے رہو، میانہ روی اپناؤ، تم باسلامت منزل تک پہنچ جاو گے۔

زائرینِ مدینہ سے:

مسلمانو! جنھوں نے حج ادا کر لیا ہے اور اب مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے ہو۔ مدینہ منورہ کی سر زمین میں رہتے ہوئے، یہ بات ذہن سے غائب نہ ہونے پائے کہ یہ وہ سرزمین ہے جس پر پوری کائنات کے اشرف ترین شخص کے قدموں کی شوخی پانمایاں ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں سرورِ کونین ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کا ایک حصہ گزارا، آپ ﷺ کی سنتوں کا علم حاصل کرنے کی کوشش کریں، آپ ﷺ کی سیرت پڑھیں اور سیکھیں، آپ ﷺ کے منج و طریقے پر چلیں، آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کریں اور آپ ﷺ کے منہاجِ نبوت کی پیروی کریں، اللہ سے مدد طلب کیے بغیر یہ مقصود حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [آل عمران: ۱۰۱]

”جس نے اللہ سے لو لگائی، وہ صراطِ مستقیم کی ہدایت پا گیا۔“

حجاج بیت اللہ! یہ حج آپ کی پہلی فتح، آپ کی فخرِ عمل کا سپیدہ، صبح کا نور، ولادت کی ابتدا

اور آپ کے صدقِ ارادہ کا عنوان ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حج اور کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازے، اللہ ہمارے اور آپ کے لیے یہ دن تادیر بار بار لائے اور امتِ اسلامیہ کو عزت و شرف، رفعت و سرداری اور نصرت و اقتدار عطا فرمائے۔ اے اللہ! حجاج کرام سے ان کا حج اور سعی قبول فرما، ان کے حج کو حجِ مبرور بنا، ان کی سعی کو سعیِ مکثور بنا اور ان کے گناہوں کو معاف فرما۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله

رب العالمين.

## اساسِ دین... عقیدہ توحید

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم رحمۃ اللہ علیہ

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! ہم پر اللہ نے یہ احسان فرمایا ہے کہ اس نے ہمیں وہ دین دیا ہے جو فطرتِ توہم اور عقلِ سلیم کے عین مطابق ہر زمان و مکان کے لیے مناسب اور علم و عمل، قول و عبادت اور اعتقاد کا جامع ہے، اللہ تعالیٰ اس دین کے سوا تمام مخلوقات سے دوسرا کوئی دین قبول نہیں کرے گا، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ

الْخَسِرِينَ ﴾ [آل عمران: ۸۵]

”جس نے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اختیار کیا، اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ

کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔“

### کلمہ توحید کی فضیلت:

اسلام میں ایک کلمہ ایسا ہے کہ جس نے صدقِ دل سے وہ کہہ دیا اور اس کے تقاضوں پر عمل کر لیا اور اس میں صرف رضائے الہی کو اپنا مطلوب و مقصود بنایا، وہ بلا حساب اور بلا عذاب جنت میں داخل ہو جائے گا، وہ کلمہ ہے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے) یہ سب سے پیارا کلام، سب سے افضل عمل اور ایمان کی سب سے اونچی شاخ ہے۔ جس نے حقیقی طور پر یہ کلمہ کہہ دیا، وہ دین کی اعلیٰ منزل تک ترقی کر گیا۔ اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان رہنے کے لیے صرف یہ کلمہ کہہ دینا ہی کافی نہیں، بلکہ مسلمان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس کلمے کا معنی جانتا ہو، اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو، کر شرک کی عملی و قولی نفی کرے اور توحیدِ الہی کا عملی ثبوت دے، وہ اس کلمے کے مضمون اور تقاضوں کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھے۔

مشکل کشا، حاجت روا اور مددگار صرف اللہ ہے:

ایمان و عقیدے میں سچا مسلمان ہر موڑ پر اللہ کا مطیع فرماں ہوتا ہے، وہ اپنی حاجتیں صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی بیان کرتا ہے اور اپنی مشکلات کا حل صرف اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرتا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [الأنعام: ۱۷]

”اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے اور اگر وہ تمہیں بھلائی دینا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

صرف ایک اللہ کو پکارنا افضل عبادت میں سے ایک جلیل القدر عبادت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ مِنَ الدُّعَاءِ»<sup>①</sup>

”اللہ تعالیٰ کو دعا سے بڑھ کر پیاری چیز اور کوئی نہیں۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ”دعا افضل عبادت ہے۔“<sup>②</sup>

جب آپ مشکلات و حادثات میں مبتلا ہو جائیں اور تمام دروازے اور راستے آپ کے سامنے بند ہو جائیں تو اس عظمت والے رب کو پکارو۔ اسے جس نے پکارا اسے وہ عطا کرتا ہے اور جس نے اس کی پناہ مانگی وہ اس کی حمایت کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعْنَيْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ

اجْتَمَعَتْ عَلَىٰ أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَإِنْ

اجْتَمَعُوا عَلَىٰ أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ»<sup>③</sup>

”جب سوال کرو تو صرف اسی سے کرو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اسی سے مدد مانگو،

① مسند أحمد (۲/۳۶۲) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۳۷۰) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۳۸۲۹)

② المستدرک (۱/۴۹۱) السلسلة الصحيحة، رقم الحدیث (۱۵۷۹)

③ مسند أحمد (۱/۲۹۳) سنن الترمذی، رقم الحدیث (۲۵۱۶)

اس بات کو خوب پلے باندھ لو کہ اگر پوری دنیا بھی آپ کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ آپ کو نفع نہ پہنچا سکے گی، سوائے اس کے جو اللہ نے آپ کے لیے لکھ رکھا ہے اور اگر پوری دنیا آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائے تو وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی، سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے۔“

اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ہے:

«سَلُّوا اللَّهَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الشُّسْعَ إِذَا انْقَطَعَ، فَإِنَّهُ إِنْ لَمْ يُسَسِّرْ لَمْ يَتَيْسِّرْ»<sup>①</sup>

”اللہ ہی سے ہر چیز مانگو، حتیٰ کہ اگر تسما ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگو، کیونکہ اگر اللہ نے اس کا ملنا آسان نہ فرمایا تو وہ بہ آسانی نہیں مل پائے گا۔“

غلط عقائد:

1 اب رہا معاملہ فوت شدگان اور غائب شخص کا تو وہ اپنے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے، وہ کسی دوسرے کو کیا نفع پہنچا سکتے ہیں؟ خصوصاً فوت شدہ تو خود زندہ لوگوں کا محتاج ہوتا ہے کہ وہ اس کے لیے مغفرت کی دعائیں کریں، جیسے ہمیں نبی مکرم ﷺ کا حکم ہے کہ جب قبروں کی زیارت کریں تو ان کے لیے رحمتِ الہی مانگیں اور مغفرت کی دعائیں کریں نہ کہ ان سے مدد مانگیں۔

2 ہمارا رب سننے اور دیکھنے کی صفات سے متصف ہے اور یہ بات اس کی ربوبیت میں عیب اور اس کی الوہیت میں نقص شمار ہوگی کہ آپ اپنے اور اس کے درمیان دعا کرتے وقت اور اس سے کچھ مانگتے وقت وسیلے اور واسطے کھڑے کر دیں، جبکہ خود اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿أَدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المؤمن: 60]

”تم مجھے پکارو، میں تمہاری حاجت پوری کرنے والا ہوں۔“

3 یہ کلمہ توحید و اخلاص کے منافی ہے کہ غیر اللہ کے لیے جانور قربان کیے جائیں اور ان کے نام پر خون بہایا جائے، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾﴾ [الأنعام: ١٦٢، ١٦٣]

① مسند أبي يعلى (٨ / ٤٤) یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی موقوف روایت ہے۔

”کہہ دیجیے میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور مرنا؛ سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا حکم مجھے دیا گیا اور سب سے پہلے سرطاعت جھکانے والا میں ہوں۔“

۴ بیت اللہ شریف کا طواف کرنا تو ایک عبادت ہے جس میں بیت اللہ شریف کے رب کے لیے خشوع و خضوع، عاجزی و ذلت اور انکساری کا اظہار کرنا شامل ہے۔ اس کا باقاعدہ اللہ نے حکم فرمایا ہے، جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ [الحج: ۲۹]

”اور اس قدیم گھر (خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔“

بیت اللہ کے سوا دیگر مزاروں، درباروں (پہاڑوں) اور قبروں کا طواف کرنا، اللہ تعالیٰ کی جنت سے محرومی کا باعث ہے۔

۵ ضرورت کے وقت اللہ کو صادق جانتے ہوئے اس کی قسم کھانا، اللہ کی تعظیم ہے اور غیر اللہ کی قسم کھانا، باری تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ - أَوْ - أَشْرَكَ»<sup>(۱)</sup>

”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے کفر یا شرک کیا۔“

۶ جس نے نظر بد اتارنے یا کوئی فائدہ پانے کے لیے تعویذ گنڈے اپنے پاس رکھے، اس کے خلاف نبی اکرم ﷺ نے یہ بد دعا فرمائی ہے کہ اس کی وہ حاجت پوری نہ ہو بلکہ اس کے برعکس اسے تکلیف پہنچے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللَّهُ لَهُ»<sup>(۲)</sup>

”جو تعویذ گنڈا لٹکائے، اللہ اس کی حاجت پوری نہ کرے۔“

نبی کریم ﷺ نے اس شخص کی بیعت لینے سے انکار فرما دیا تھا، جس نے تعویذ باندھ رکھا تھا۔ چنانچہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک وفد حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس وفد کے نو آدمیوں سے بیعت لی اور دسویں سے رک گئے۔ انھوں نے عرض کی: اے

(۱) سنن أبي داود، رقم الحديث (۳۲۵۱) سنن الترمذي، رقم الحديث (۱۵۳۴)

(۲) مسند أحمد (۴/۱۵۴)

اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے نو آدمیوں سے بیعت لی اور ایک سے نہیں لی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:  
 «إِنَّ عَلَيْهِ تَمِيمَةً» «اس نے تعویذ لٹکا رکھا ہے۔»

اس نے ہاتھ ڈالا اور تعویذ توڑ دیا، تب نبی اکرم ﷺ نے اس سے بیعت لی اور فرمایا:  
 «مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ»<sup>①</sup> «جس نے تعویذ لٹکایا تو یقیناً اس نے شرک کیا۔»

مشکلات اور پریشانیوں میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، وہ بہترین سننے اور حاجتیں پوری کرنے والا ہے۔ جس کا نفس اللہ تعالیٰ سے متعلق ہو گیا اور اس نے اپنی ضرورتیں صرف اللہ سے بیان کرنا شروع کر دیں، اسی سے التجائیں کیں اور اپنے کام کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں دے دی، اللہ اسے اس کے ہر کام میں کافی ہو جائے گا، اس کی ہر مشکل کو آسان کر دے گا اور جو غیر اللہ کے آسرے ڈھونڈنے لگا یا اپنے علم و عقل کا سہارا لیا یا اپنی طاقت و قوت پر بھروسا کر لیا، اللہ اسے انھیں چیزوں کے سپرد کر کے ذلیل کر دیتا ہے۔

”تیسیر العزیز الحمید“ (شرح کتاب التوحید) میں شارح نے لکھا ہے:

”یہ بات نصوص اور تجربات سے کھل کر سامنے آ چکی ہے۔“<sup>②</sup>

4 دین کی عمارت کو مسمار کرنے والی چیزوں میں سے ایک جادوگروں، شعبہ بازوں، کانہوں اور نجومیوں کے پاس جانا اور ان سے سوال کرنا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے جادوگروں کے سلسلے میں فرمایا ہے:

﴿وَمَا يُعَلِّمُنِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرة: ۱۰۲]

”وہ دونوں (فرشتے) جب بھی کسی کو اس (جادو) کی تعلیم دیتے تھے تو پہلے صاف طور پر متنبہ کر دیا کرتے تھے کہ دیکھ ہم ایک آزمائش ہیں تو کفر میں مبتلا نہ ہو۔“

حدیث شریف میں ہے:

«مَنْ أَتَى عَرَافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أَنْزَلَ عَلَيَّ مُحَمَّدٌ»<sup>③</sup>

”جو کسی نجومی یا کاہن کے پاس آیا اور اس نے جو کچھ کہا اسے اس نے صحیح مان لیا، تو

① مسند أحمد (۱۵۶/۴)

② تیسیر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید (۱/ ۲۱۷)

③ سنن أبي داود، رقم الحديث (۳۹۰۴) المستدرک للحاکم (۱/ ۴۹)



اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت سے کفر کیا۔“

جس نے جادو گروں سے کسی دوسرے کے خلاف کوئی مکر و فریب کرنے کا مطالبہ کیا، اس کا وبال خود اس مطالبہ کرنے والے ہی پر آئے گا، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ [الفاطر: ۴۳]

”بری چالیں اپنے چلنے والے ہی کو لے ڈالتی ہیں۔“

اندھیرے کو اندھیروں سے دور نہیں کیا جاسکتا، بلکہ جادو کی تاریکیوں کو قرآن کے نور سے دور کیا جاسکتا ہے نہ کہ ویسے ہی جادو کی تاریکیوں سے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الإسراء: ۸۲]

”ہم اس قرآن میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے شفا و رحمت ہے۔“

تحفظ عقیدہ:

اے مسلمان! اپنے عقیدے کا تحفظ کرو، یہ آپ کا سب سے نفیس ترین مال اور سب سے قیمتی خزانہ ہے۔ شرک نورِ فطرت کو بجھا دیتا ہے، یہ شقوت و بدبختی کا سبب ہے اور دشمنوں کا تسلط جمادیتا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالذِّئْبِ أَوْجِي إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ وَإِنَّهُ لَدِكُّرٌ

لَكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ﴾ [الزخرف: ۴۳: ۴۴]

”تم بہر حال اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو جو وحی کے ذریعے سے تمہاری طرف بھیجی گئی ہے۔ یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو، حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے ایک بہت بڑا شرف ہے اور عنقریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔“

نماز کی پابندی:

مسلمانو! قیامت کے دن جس عمل کا حساب سب سے پہلے ہوگا، وہ ہے نماز۔ نماز باجماعت ادا کرنے میں سستی نہ کریں اور اللہ کی اطاعت پر سستی و کاہلی کو ترجیح نہ دیں، اللہ نے اپنے تعلق داروں اور نمازوں کی پابندی کرنے والوں کے لیے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، ان سے اس کی برکتیں اور رحمتیں عام ہوں گی۔

گناہوں سے اجتناب اور توبہ و استغفار:

گناہوں سے کلی اجتناب کریں، یہ بندے پر نیکیوں کو بوجھل کر دیتے ہیں۔ دعوت الی اللہ میں اللہ کے دین کا اعزاز ہے اور اس میں انبیاء و رسل ﷺ کے عمل کی پیروی بھی ہے، یہی بہترین قول و کلام ہے۔

گناہوں کی بیماری کی تشخیص کریں اور اس کے لیے کوئی مناسب دوا دیں، لوگوں کے حالات پر نظر رکھیں اور انھیں پہچانیں، ان کی ضروریات پر نظر رکھیں اور حتی المقدور پوری کوشش کریں کہ لوگوں کے غموں میں شریک ہوں، ان پر اپنے غم نہ لا دیں۔

حاجی حضرات! توبہ و استغفار کثرت سے کریں، اعتبار کمال انجام کا ہوگا نہ کہ نقص آغاز کا۔ نیکی کے مقبول ہونے کی نشانی یہ ہے کہ بندہ نیکی پر نیکی کرتا چلا جائے۔ امام قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”یہ قرآن تمہیں تمہاری بیماری اور اس کی دوا بھی بتاتا ہے، تمہاری بیماری گناہ ہیں اور اس کا علاج و دوا توبہ و استغفار ہے جو دخول جنت، قوت میں اضافے، بہترین فائدے اور دفعِ بلا کا باعث ہے۔“<sup>(۱)</sup>

امام ابوالمہال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”بندے کی قبر میں توبہ و استغفار سے اچھا بڑوسی دوسرا کوئی نہیں ہوگا۔“<sup>(۲)</sup>

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

www.KitaboSunnat.com

(۱) جامع العلوم والحکم (ص: ۲۹۷)

(۲) جامع العلوم والحکم (ص: ۲۹۷)



**UMM UL QURA PUBLICATIONS**

0321-6466422 / 0333-8110896

[www.umm-ul-qura.org](http://www.umm-ul-qura.org)